KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ
صباح الدین احمد برنی سالانہ چندہ دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ جنوری ۱۹۶۳ ع ☆ شمارہ ۱



ہیمر شولڈ لائبریری

مجلس اقوام متحدہ کی لائبریری جو سیکرٹری جنرل ڈاگ ہیمر شولڈ کے نام منسوب کی گئی ہے، حال میں نیو یارک میں مکمل ہوئی ہے اس کی تین منزلیں ہیں اور زیر زمین بھی تین مزید منزلیں ہیں۔ اس میں ۴ لاکھ کتابوں کی گنجائش ہے۔ اور ایک مطالعے کے کمرے میں ۲۰۰ افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ لائبریری ۳۸ منزلہ سیکریٹریٹ بلڈنگ سے راستہ سے ملا دی گئی ہے۔ ہیمر شولڈ ہوائی حادثہ میں ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ کو انتقال ہوا تھا۔

میر تقی میر

۱۷۲۳ء — ۱۸۱۰ء

خدائے سخن میر تقی میر، والد کا نام نامی محمد متقی جو ایک درویش صفت بزرگ تھے، عمر کے دسویں ہی سال میر سید امان اللہ (میر متقی کے ایک غیر معمولی معتقد اور ارادت مند) کی ہمدردی اور تربیت اور باپ کی شفقت دونوں سے محروم ہوگئے۔

خاندان والوں میں کوئی ایسا نہ ملا جسے یہ اپنا غم گسار یا سرپرست بنا سکتے۔ عاجز و مجبور ہوکر آگرہ چھوڑا اور دہلی آگئے۔ یہاں بھی خاطر خواہ معیشت اور اطمینان کے وسائل گو محدود ہی رہے پھر بھی اس دیار میں رہ کر جو کچھ پڑھ لکھ سکتے تھے، پڑھا لکھا، شاعری شروع کی، اور شہرت حاصل کی۔ یہی وجہ تھی کہ دلی سے چلے جانے کے بعد بھی اس سر زمین سے وابستگی کی یادیں محو نہ ہوسکیں۔

میر نے استغنا اور درویشی کے ماحول میں آنکھیں کھولیں، بچپن میں ہی یتیمی کا صدمہ برداشت کیا، متعلقین کی بے رخی اور بے اعتنائیوں کا سامنا کیا، ترک وطن، اس کے بعد ہی سے نادر کی خوں ریزیاں، ابدالی کی ہلاکت خیزیاں، جاٹوں کی لوٹ مار، روہیلوں کی یلغار، اس نوعیت کے مسلسل واقعات اور پیہم سانحے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ان کے چرکے اپنے دل پر سہے۔ گداز طبیعت اور درد مند دل کیوں کر اور کب تک ان تباہیوں اور ہلاکت آفرینیوں سے مغموم و متاثر نہ ہوتا۔ یہی وہ صدمے اور حالات تھے جن کی بنا پر حزن اور نا امیدیاں ان کی سیرت اور شخصیت میں رچ گئیں۔

میر کا سوز و الم اور ان کے کلام کی شہرت و قبولیت کوئی وقتی یا عارضی چیز بن کے نہیں رہی، بلکہ ان کا کیف اور کسک اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اردو زبان کے بولنے اور سمجھنے والے باقی ہیں۔

اردو کے چھ دیوان اور ایک فارسی دیوان (غیر مطبوعہ) کے علاوہ انہوں نے (فارسی) نثر میں بھی تین کتابیں لکھی ہیں: (۱) ذکر میر (آپ بیتی)، (۲) نکات الشعراء (اردو شاعروں کا ایک قابل قدر تذکرہ) اور (۳) فیض میر (بیٹے کی خاطر ایک رسالہ جس میں سبق آموز حکایتیں ہیں)

میر نے اپنی عمر کے دس سال آگرے میں گزارے، کم و بیش پچاس سال دلی میں رہے اور ساٹھ برس کی عمر سے آخری دم تک لکھنؤ میں بس گئے۔

لکھنؤ بھی میر صاحب اس طرح نہیں گئے جیسے ان کے دوسرے ہم عصر بلکہ نواب آصف الدولہ نے ان کی تشریف آوری کا خاص اہتمام کیا۔ احترام کے ساتھ آئے اور عزت کے ساتھ رہے۔ لکھنؤ کے عوام و خواص نے بھی میر کے رتبہ کا پاس اور ان کی شاعری کا پورا پورا لحاظ رکھا۔ آج وقت تک اس اعزاز اور قدر دانی میں فرق نہیں آیا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ نشان قبر کو دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رکھ سکے۔

انتخاب

مجھکو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

کہیے جو تو یوں کہیے یوں کہیے جو وہ آتا
کہنے کی ہیں سب باتیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

ناحق ہم مجبوروں پر تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

میر کے رونے کی حقیقت جس میں تھی
ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

دور بہت بھاگو ہو ہم سے سیکھے طریق غزالوں کا
وحشت کرنا شیوہ ہے کچھ اچھی آنکھوں والوں کا

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ گے سنو ہو یہ بستی اجاڑ کر

موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہیں رواج نہیں

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید ہی کچھ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اسی خانہ خراب کی سی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کرو گے
پر ہم جو نہ ہوں گے تو بہت یاد کرو گے

میرے تغییر حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے
دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

چلئے ہوتو چمن کو چلئے سنتے ہیں کہ بہاراں ہے
پات ہرے ہیں، پھول کھلے ہیں، کم کم بادوباراں ہے

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے!
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

(به شکریہ "کتاب نما" (دہلی))



تبصرے

(تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجیں)

ذخیرۃ الخوانین

اس کتاب کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے صرف دو مخطوطے دنیا میں موجود ہیں، ایک پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی میں ہے اور دوسرا انجمن ترقی اردو میں۔ موجودہ متن دونوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تین حصوں میں شائع کیجا رہی ہے۔ زیر تبصرہ حصہ صرف جلد اول پر مشتمل ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ۱۰۶۱ھ میں تصنیف کی گئی تھی۔ اس کے مصنف کا نام شیخ فرید بھکری ہے اور اس میں جہانگیر اور شاہ جہاں کے خوانین اور امرا کا تذکرہ درج ہے۔ بعض امرا کے حالات مختصر ہیں اور بعض کے اچھے خاصے طویل ہیں۔ یہ کتاب عہد مغلیہ کے مطالعہ کے لئے بیش قیمت معلومات کا سرچشمہ ہے۔

ابتدا میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے ڈائرکٹر سید معین الحق کا فاضلانہ تعارف ہے جو ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بہت جامع ہے اس لئے کہ اس میں نہ صرف ان دونوں مخطوطوں کے بارے میں مکمل معلومات درج ہے بلکہ فن اسماءالرجال پر جس پر مسلمانوں کو اس قدر ناز ہے، سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب پر بعض حلقوں میں جو اعتراض وارد کئے گئے ہیں ان کا مسکت جواب بھی دیدیا گیا ہے۔ یہ تعارف انگریزی میں ہے۔

کتاب میں جابجا مفید نوٹ ملتے ہیں، آخر میں اسماءالرجال اور مقامات کا اشاریہ بھی دیا گیا ہے اور ہجری اور عیسوی سنین بھی دیدئے گئے تاکہ قارئین کو دقت نہو۔

بہترین ٹائپ کے ساتھ اور بہت اچھے گیٹ اپ کے ساتھ یہ کتاب ایشیا فاؤنڈیشن (پاکستان) کی مدد سے طبع کی گئی ہے۔ ہم پاکستانیوں کو فاؤنڈیشن کا ممنون احسان ہونا چاہئے کہ اس نے ایک قیمتی

اور نادر تاریخی کتاب پبلک کے ہاتھوں تک پہنچانے میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی امداد کی ۔

اس حصہ میں تقریباً دو سو حواشی کا تذکرہ ہے۔ کتاب اٹھارہ بیس چار پر چھاپی گئی ہے ۔ کاغذ دبیز استعمال کیا گیا ہے۔ جلد بہت مضبوط ہے اور قیمت ۱۸ روپے ہے۔

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کی یہ دسویں کتاب ہے جو منصہ شہود پر آئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ملک کی یونیورسٹیاں کالج اور علم دوست حضرات اس کی سرپرستی کریںگے ۔

ہر بڑے کتابدار سے یا پھر براہ راست پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۳ نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی ـ ۵ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ (ص ۔ ا ۔ ب)

اساس امن و سلامتی

مولف حکیم قاضی عطاء اللہ ۔
ناشر: عطاء کتب خانہ، کریمی دواخانہ، چوک میہاں سنگھ، گوجرانوالہ۔
سائز: بیس تیس سولہ — صفحات ۱۳۹ — مجلد —
قیمت: دو روپے ۔

کامرانی اور مسرت کے حصول کے سلسلہ میں یہ مولف کی دوسری پیشکش ہے ۔ اس میں مصنف نے تمام مذاہب پر اجمالی نظر ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ امن و سلامتی بغیر صحیح عقائد اور اعمال کے حاصل نہیں ہوسکتے ۔

کتاب کا بنیادی تخیل بہت اعلیٰ ہے یہ پہلا ایڈیشن ہے اور اسی لئے نیوز پرنٹ پر چھاپا گیا ہے ۔

مصنف جو اس سے پیشتر ”کامرانی و مسرت“ نامی کتاب شائع کرچکے ہیں، ایک خاص مقصد کو سامنے رکھکر اپنے خیالات کا پرچار کر رہے ہیں ۔ ان کی نظر بہت وسیع ہے ۔

کتاب میں غیر ضروری طور پر طویل حاشیے آگئے ہیں ۔ ان سب کو کتاب کا جزو بنا لینا چاہئے ۔ بیسویں صدی میں کتابیں جدید انداز میں چھپنی چاہئیں ۔ امید ہے کہ حکیم صاحب آئندہ کتابیں پیش کرتے وقت اس مشورہ کو ملحوظ رکھیں گے۔ (ص ۔ ا ۔ ب)

معیار ادب

مصنف ڈاکٹر شوکت سبزواری ۔
ناشر مکتبہ اسلوب ۔ ۵۰۳ مسلم لیگ کوارٹرز ۔ ناظم آباد ۔ کراچی ۔
سائز: بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۲۰۰ ۔ مجلد ۔
قیمت: چار روپے پچاس پیسے ۔

یہ مصنف کے مختصر تنقیدی مقالات ہیں جن میں مختلف مسائل اور نظریات پر اس انداز سے بحث کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں بصیرت پیدا ہو جائے ۔ یہ

مقالات ملک کے مختلف رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں ۔ بہر حال مصنف نے ان مضامین پر نظر ثانی کرلی ہے ۔ امید ہے کہ یہ مضامین دلچسپی سے پڑھے جائینگے ۔ یہ مضامین خصوصیت کے ساتھ طلبا کے لئے مفید ہیں ۔

صدر مملکت نے ہدایت کی ہے کہ کتابیں سستی شائع کی جائیں اور اس لئے میں پبلشرز سے درخواست کرونگا کہ اس کتاب کی قیمت پر نظر ثانی کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد اس سے مستفید ہو سکیں ۔
(ض ۔ ا ۔ ب)

کشکول باطن

مولف : مولانا عبدالباطن جونپوری ۔
ناشر : کتب خانہ انجمن ترقی اردو ، جامع مسجد ، دھلی ۔
سائز : بیس تیس سولہ — صفحات ۱۱۰ ۔ مجلد ۔
قیمت : ایک روپیہ پانچ آنے ۔

مولانا عبدالباطن نے مطالعہ کتب کے دوران میں مختلف پسندیدہ خیالات کو ایک جگہ جمع کردیا ہے ۔ اسے روح پرور خیالات کا گلدستہ کہنا چاھئے اس لئے کہ ان کا تعلق صفائی قلب اور ذھنی پاکیزگی سے ہے ۔ ان خیالات کے مطالعہ سے دل میں خدا کا ڈر پیدا ہوتا ہے ۔ یہ رسالہ ہر چھوٹے بڑے کے مطالعہ کے قابل ہے ۔
(ض ۔ ا ۔ ب)

رومیو جولیٹ

مترجم : عزیز احمد ۔
ناشر : انجمن ترقی اردو ، کراچی ۔ ۱
سول تقسیم کنندگان : اردو اکیڈیمی سندھ کراچی ۔
سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ ۔ صفحات ۲۶۸ ۔ مجلد ۔
قیمت : پانچ روپے ۔

رومیو جولیٹ کا شمار انگلستان کے مشہور شاعر ولیم شیکسپیئر کے بہترین ڈراموں میں ہوتا ہے ۔ اسکے اردو مترجم ہیں عزیز احمد ، بی اے ، جو ایک زمانہ میں اسکول آف اورینٹل اینڈ افریکن اسٹڈیز ، لندن ، میں ادبیات اردو کے پروفیسر تھے اور جامعہ عثمانیہ سے بھی وابستہ رہ چکے ہیں ۔ یہ نظم و نثر دونوں کا مرقع ہے ۔ جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے ، وہ دلکش اور رواں ہے ۔

شروع میں مترجم نے ۲۰ صفحے کا دیباچہ لکھا ہے ۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ کہانی کا پلاٹ کس سے ماخوذ ہے ، یہ کس سن میں چھپا تھا ، اسکے کتنے ایڈیشن ابتدا میں طبع کئے گئے تھے ، وغیرہ وغیرہ ۔ یہ طویل دیباچہ طلباء کے لئے بیحد ضروری اور مفید معلومات پر مشتمل ہے ۔

انجمن ترقی اردو مستحق مبارکباد ہے کہ اس نے اس ڈرامے کو اتنے اہتمام کے ساتھ

اردو کا جامہ پہنا کر شائع کیا ہے ۔ ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ شیکسپیئر کے باقی ڈرامے بھی اسی طرح سے شائع کئے جائینگے۔
فاضل مصنف نے (صفحہ ٤ پر) Quarto
کا ترجمہ صحیح نہیں دیا ۔ انہوں نے "چوتھائی تقطیع" لکھ کر معاملہ کو ختم کردیا ہے ۔ انہیں کاغذ کا سائز بتانا چاہئے تھا اسلئے کہ کوارٹو سے تو صرف یہ مراد ہے کہ کاغذ کے ایک تختہ کو دو دفعہ موڑنے کے بعد جو صفحہ بنتا ہے ، اسکی تقطیع ۔ اس سے ابتدائی ایڈیشنوں کے سائز کا اندازہ مطلق نہیں ہوتا ۔

افسوس ہے کہ چھپائی پریس کے شایان شان نہیں رہی ۔ ناتجربہ‌کار پرنٹر نے سیاہی میں غالباً تیل زیادہ ملادیا ہے جس کی وجہ سے بعض صفحات پر سیاہی کا اثر دونوں طرف نمایاں ہوگیا ہے ۔ اگرچہ پڑھنے میں مطلق تکلف نہیں ہوتا (ض ۔ ا ۔ ب)

شاد عارفی

یہ چھوٹا سا رسالہ شاد عارفی رامپوری کے جشن کی تقریب میں شائع کیا گیا ہے ۔ اس میں شاد نے اپنی زندگی کے کچھ واقعات لکھے ہیں ۔ ساتھ ہی ان کی شاعری کے کچھ نمونے بھی درج کئے گئے ہیں۔ بطور تعارف کے ہم یہاں پر چند اشعار نقل

Story of Nations

اس کتاب میں جسے ہنری ہولٹ اینڈ کمپنی ، نیو یارک نے شائع کیا ہے رسول اکرم کی تصویر شائع کی گئی ہے اور اسکے نیچے توہین آمیز عبارت درج ہے ۔ ایک اور صفحہ پر بتایا گیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا ۔ اسی کے مقابل صفحہ پر حضرت عیسیٰ کو امن اور جنر سگالی کا پیغمبر بتایا گیا ہے ۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ کتاب مشرقی پاکستان میں بی اے میں پڑھائی جاتی ہے۔ کیا ہمارے طالب علم یہی غلط خیالات لیکر دنیا میں نکلینگے ؟ بہر حال یہ غنیمت ہے کہ اسمیں ہسپانیہ میں عربوں کے کارناموں کا بہت اچھے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے ۔
سوال یہ ہے کیا اس کتاب کو نصاب کا جزو رکھنا چاہئے ؟

کرتا ہوں تاکہ قارئین "کتابی دنیا" بھی
لطف اندوز ہوں ۔ و ھو ھذا :—

ابر ہے انجانے ساقی ہے
اب یہ اخلاق کے ساقی ہے

انہیں ہر حال میں سجدہ کیا ہے
اسے اللہ بہتر جانتا ہے

ایک دو کیا، سیکڑوں ایمان سے جاتے رہے
اس توقع پہ کہ وہ بت مہرباں ہو جائیگا

آپ کے تیور بتاتے ہیں برا ہے ...
آپ سے کوئی اصولی کام ہونے سے رہا

میں نے نزدیک سے دیکھا ہے اسے
وہ نہیں ہے کہ جو مشہور ہے وہ

دیکھ لینا کہ ہر ستم کا نام
عدل ہوگا کسی زمانے میں

جب چلی انہوں کی گردن پر چلی
چوم لوں منہ آپ کی تلوار کا

جب سے پی ہے پی رہا ہے آدمی
شیخ بھی ہے آدمی کردار کا

کب فطرت بدل سکتی ہے ناموں کے بدلنے سے
اب شیخ کو میں برہمن کہدوں تو کیا ہوگا

جس کی لاٹھی اسی کی بھینس ہے آج
کیا اسی کو کہیں گے جنتا راج ؟

تقریب عابد رضا بیدار نے تحریر کی ہے ۔ شاد عارفی کی عمر ۶۰ سال کے قریب ہے خدا سے دعا ہے کہ وہ انہیں تا دیر سلامت رکھے ۔

اہل رامپور کی یہ کوشش سراہنے کے قابل ہے کہ انہوں نے اپنے ایک فن کار کا جشن منایا ۔ (ص ۔ ا ۔ ب)

بصائر

یہ علمی و ادبی و تاریخی سہ ماہی رسالہ ہے جو دائرۂ معین المعارف (۳۰ ۔ نیو

کراچی ھاؤسنگ سوسائیٹی کراچی۔ ۵) کا اوگن ہے۔ اس کا بنیادی مقصد اسلامی علوم و فنون کے بارے میں مضامین شائع کرنا ہے تا کہ "ترقی کے راستہ پر آگے بڑھنے اور معاشرہ کے کردار کو بلند اور مضبوط بنانے کے لئے ہمارے نوجوانوں میں اپنے تاریخی ورثہ اور روایات پر فخر کرنے کا جذبہ پیدا ہو،، یہ پہلا شمارہ جولائی ۹۶۲ میں شایع ہوا تھا اور اس کے مطالعہ سے توقع ہوتی ہے کہ جو شاندار مقصد رسالہ نے اپنے سامنے رکھا ہے ، وہ بتدریج پورا ہو رہیگا۔ بہر حال پہلا شمارہ خاصا خوش آیند ہے۔

پہلا مضمون سپہ سالار کی تاریخ کی ایک قسط ہے جسے عباس خاں سروانی نے لکھا ، اور جسے منشی مظہر علی خاں نے فورٹ ولیم کالج کے شعبہ تصنیف و تالیف کی طرف سے اردو میں منتقل کیا تھا مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے اور وہیں سے اس نسخہ کی مائیکرو فلم لی گئی ہے۔ (میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اس کا ایک اور نسخہ رائل ایشیاٹک سوسائیٹی لائبریری کلکتہ میں محفوظ ہے۔) اسکے لئے ۶۰ صفحے وقف کئے گئے ہیں۔ مضمون غالب اور صہبائی (از ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں) میں دونوں شعرا کی شاعری کا موازنہ کیا گیا ہے۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی نے الزہراوی پر بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔ یہ اندلس کا سرجن تھا اور آپٹکل سرجری کا موجد ہوا۔ اس کی کتابیں ۹ ویں صدی تک یورپ میں رائج رہیں۔ جو آلات اس نے ایجاد کیے تھے وہی آج یورپ میں کم و بیش رائج ہیں۔ ایک اور مضمون میں کتب خانہ وزیر الدولہ (ٹونک) کے چند نوادر کی صراحت کی گئی ہے۔ ان میں "دستنبو" کا ایک مطبوعہ نسخہ ہے جسے غالب نے اپنے ایک قطعہ کے ساتھ وزیر الدولہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس رسالہ میں اور بھی چند مضامین پڑھنے کے قابل ہیں۔ ہم اس علمی رسالہ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

(ص ب)

میں کیوں سوچوں؟

مصنف : جوگندر پال ۔

ناشر : ادبستان اردو ، ہال بازار ، امرتسر ۔ انڈیا ۔

سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۱۹۰ ۔ مجلد ۔

قیمت : تین روپے ۔

یہ جوگندر پال کی ایک نئی تصنیف ہے ۔ اس میں کوئی چھ افسانے ہیں اور چھ خیالی پروازیں ہیں جنھیں مصنف نے ''فین ٹیسی'' کا نام دیا ہے۔ اس میں ایک خیالی پرواز ''میں کیوں سوچوں'' میں مصنف نے آنے والی جنگ کی تباہ کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ خود کار مشینیں جو اگرچہ خود نہیں سوچتیں ، مگر دنیا کی تباہی کے بعد بھی پہلے کی طرح چل رہی ہیں بغیر اس علم کے کہ اب چلنے سے کیا فائدہ جبکہ ساری دنیا تباہ و برباد ہو چکی ہے ۔ آخری حصہ میں '' چھینٹے'' ہیں جن میں مصنف نے ہماری سوسائیٹی کی بعض کمزوریوں کو خوبصورتی سے اجاگر کیا ہے ۔

جوگندر پال افریقی افسانوں کی بدولت اردو ادب میں داخل ہوئے تھے ۔ اب وہ باقاعدہ افسانہ نگار بنتے جا رہے ہیں ۔ انہوں نے اپنے پڑھنے والوں کی ایک جماعت بنالی ہے جس میں اضافہ ہی ہوتا رہیگا ۔ ان کے لکھنے کا طرز پسندیدہ اور سلیس ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ پ)

قرآن پڑھو

یہ چھوٹا سا ۹۰ صفحوں کا رسالہ ہے جسے مولوی عمر احمد عثمانی ، ،شیر اسلامیات ، کراچی نے تحریر کیا ہے ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کا مطالعہ کرنے اور اس کی تعلیم پر چلنے کا شوق پیدا کیا جائے ، اس لئے کہ اس پر چل کر ہی ہم دنیوی اورآخروی نعمتیں حاصل کر سکتے ہیں ۔ رسالہ اپنے مقصد کو باحسن وجوہ پورا کرتا ہے ۔ زبان صاف ہے اور قرآنی آیات کا بر محل استعمال کیا گیا ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ پ)

خبریں

منٹو کی کہانیاں انگریزی میں

راولپنڈی - ۱۰ دسمبر - آج ڈاکٹر جیمس اسٹونرٹ نے ایک استقبالیہ میں بیان کیا کہ وہ منٹو کی مختصر کہانیوں کو اپنے ساتھ امریکہ لیجا رہے ہیں جہاں انہیں انگریزی میں شائع کیا جائیگا۔

شیلے کی نظمیں روسی زبان میں

مشہور انگریزی شاعر شیلے کی اہم نظموں کا مجموعہ شاعر کی پیدائش کی ۱۷۰ ویں سالگرہ کے موقع پر روس میں شائع کیا جائے گا۔
(یونیسکو)

" Story of Mankind "

" مارننگ نیوز " کی ۹ جنوری کی اشاعت میں سلطان احمد احسان کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ " انسان کی کہانی " میں جو ڈھاکا یونیورسٹی میں بی- اے آنرز کے نصاب میں شامل ہے، امریکی مصنف نے رسول اللہ کے متعلق گستاخانہ لہجہ اختیار کیا اور حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ اس بارے میں فوری طور پر مناسب اقدام کرے۔

کرار حسین قزلباش چل بسے

کراچی - ۲۳ جنوری - گزشتہ رات لاہالی جی بزم ملائک کے مصنف مسٹر قزلباش کا انتقال ہو گیا۔

امریکہ میں اردو

دھلی یونیورسٹی کے پروفیسر خواجہ احمد فاروقی کی کوششوں کی بدولت امریکہ کی دس کان سن یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ اگلے سال کے لئے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کو وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے امریکہ آنے کی دعوت دی گئی ہے۔

شمس لکھنوی کا انتقال

لکھنو ۔ ۱۰ دسمبر ۔ لکھنو کے مشہور شاعر حضرت ابوالفضل شمس کا گذشتہ شب ۱۱ بجے انتقال ہو گیا ۔ مرحوم کی عمر ۷۰ برس کی تھی ۔

قدیم دستاویزات کی نمائش

طباعت کے سامان اور اس سے متعلقہ تجارت کی ایک بین الاقوامی نمائش لندن میں آئندہ موسم گرما میں منعقد کی جائے گی ۔ اس میں کولمبس کا وہ مراسلہ بھی دکھایا جائے گا جس میں امریکہ کی دریافت کا اعلان درج ہے ۔

نیشنل ببلیو گرافی کی تیاری

پشاور ۔ ۱ جنوری ۔ پشاور یونیورسٹی ان کتابوں اور رسالوں کی ببلیوگرافی کی تیاری میں یونیورسٹی لائبریری کو امداد دے رہی ہے جو اگست ۱۹۴۷ء سے پشاور اور ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژنوں میں شائع ہوئے ہیں ۔ یہ ببلیوگرافی آئندہ فروری تک تیار ہو جائیگی ۔

کتابوں کا تحفہ

ڈاکٹر کرٹس سرار (Dr. Curtis Sarrar) نے ایشیا فاؤنڈیشن کے نمائندہ کی حیثیت سے صحت اور سوشیولاجی (عمرانیات) کے موضوع پر ۱۰۰ کتابیں بطور تحفہ ہیلتھ ایجوکیشن بیورو، حکومت پاکستان، کو آج صبح (۲ جنوری) پیش کیں ۔

مولانا سالک کی بیگم کا انتقال

یہ خبرانتہائی رنج و افسوس کےساتھ سنی جائے گی کہ مولانا سالک مرحوم کی بیگم کا بھی انتقال ہو گیا ۔ ان کی عمر ۶۷ سال کی تھی ۔ ادارہ ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر عبد السلام خور شید کی خدمت میں دلی ہمدردی پیش کرتا ہے ۔

معجز سہسوانی کی وفات

۶ جنوری کی رات کو معجز صاحب کا انتقال ہوگیا مرحوم ممتاز عالم، ادیب اور شاعر تھے ۔

سکھر میں کتابوں کی نمائش

سکھر کے ڈپٹی کمشنر مسٹر صفدر حسین نے گورنمنٹ کالج میں یونسکو کے زیر اہتمام عالمی امن اور روز مرہ کی سائنس کے موضوعات پر شائع شدہ کتب کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ کتابوں کو ہماری زندگی میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے ملکوں کی تاریخ بدل دی ہے۔ کتابوں کی اشاعت سے قیام امن اور انسانیت کے فروغ میں مدد ملیگی۔ یہ نمائش پاکستان بک سیلرز اینڈ پبلشرز ایسوسی ایشن کراچی زون کی جانب سے کی جا رہی ہے۔ اس سے قبل بھی اس قسم کی نمائش کراچی اور حیدرآباد میں منعقد ہو چکی ہے۔

آدم جی انعام

۳۱ جنوری کو لاہور میں آدم جی انعام کا اعلان کیا جائیگا۔

"مجلس ناشران علم و ادب"

لاہور ۔ ۸ جنوری ۔ آج ۳ بجے بعد از دوپہر مائدہ ہوٹل میں ادبی ناشران کتب کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ادبی ناشران کتب کے کاروبار کی گرتی ہوئی صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور باہمی مفاد کے تحفظ کے لئے ایک انجمن کی تشکیل ضروری قرار دی گئی۔ اس انجمن کا نام "مجلس ناشران علم و ادب" طے پایا اور مندرجہ ذیل عہدیدار متفقہ طور پر منتخب ہوئے :

صدر ۔ مولوی ثناءالله ۔ ۳۶۔ ریلوے روڈ ۔
سیکریٹری ۔ شیخ عبدالسلام۔ آئینۂ ادب۔
نائب سیکریٹری ۔ چودھری ثناءالله بھٹہ۔
پروپیگنڈا سیکریٹری ۔ خواجہ بدرالاسلام فروغی۔ دارالبلاغ ۔
خزانچی ۔ شیخ ریاض ھمایوں ۔ احسن برادرز ۔

ممبران ورکنگ کمیٹی

۱۔ ملک مبارک علی (گوشۂ ادب)۔
۲۔ معین الدین (مکتبۂ معین الادب)۔
۳۔ سلطان محمود (مقبول اکیڈمی)۔
۴۔ بشیر احمد چودھری (میری لائبریری)۔
۵۔ چودھری نذیر احمد (نیا ادارہ) ۔
۶۔ ظہیرالدین احمد (اردو مرکز) ۔

یہ بھی طے پایا کہ اس انجمن کے تمام ممبران کی مطبوعات کی ایک مشترکہ فہرست شائع کی جائے ۔ عبدالسلام

اردو مجلس حیدر آباد (دکن)

حیدر آباد ۔ اردو مجلس کا ماہانہ ادبی اجلاس ۹ جنوری کو سابق گورنر یو۔ پی ڈاکٹر بی ۔ رام کشن راؤ کی زیر صدارت منعقد ہوا ۔ پروفیسر ابو ظفر عبدالوحید نے اردو کے مزاح نگار شاعر مرزا شکور بیگ کے فن اور شخصیت پر مقالہ پڑھا ۔ محترمہ عائشہ رشاد نے مرحوم شاهد صدیقی کا مضمون ''شعر مرزا'' پڑھا جو وفات سے ۴ دن قبل لکھا گیا تھا ۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنی مزاحیہ اور طنزیہ شاعری پر روشنی ڈالی ۔ آخر میں راجہ پرتاب گیر جی کے سانحۂ ارتحال پر قرار داد تعزیت پیش کی گئی جسے حاضرین نے ایستادہ ہو کر دو منٹ کی خاموشی کے ساتھ منظور کیا ۔

ماسٹر جگت سنگھ کا انتقال

دہلی— ۲۶ دسمبر ۔ ''رہنمائے تعلیم'' کے مشہور ایڈیٹر ماسٹر جگت سنگھ کا آج انتقال ہوگیا۔ یہ رسالہ تقریباً ۵۰ سال سے تعلیم کی خدمت کر رہا ہے ۔

کتاب الہند کا ترجمہ روسی زبان میں

تاشقند ۔ وسط ایشا کے مشہور عالم (ابو ریحان البیرونی) کی مشہور تصنیف ''کتاب الہند'' روسی زبان میں شائع ہو گئی ہے ۔ اس کا ترجمہ براہ راست عربی سے کیا گیا ہے اور اس کا نام ''ہندوستان'' رکھا گیا ہے ۔

بچوں کی انسائیکلو پیڈیا

ماسکو ۔ سوویت چین میں بچوں کی انسائیکلو پیڈیا دس جلدوں میں شائع ہو گئی ہے ۔ پہلی جلد میں زمین کے متعلق اطلاعات ہیں اور ساتویں جلد میں انسان کی تاریخ دی گئی ہے ۔ ایک ہزار سے زیادہ عالموں، پروفیسروں اور مختلف علوم کے ماہروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے ۔

شاد عارفی کی علالت

رام پور ۔ شاد عارفی آجکل بہت بیمار ہیں ۔ وہ اپنے دوستوں سے دعائے صحت کے خواستگار ہیں۔

پروفیسر فاروقی کے عزائم

میڈیسن (ریاستہائے متحدہ امریکہ) ۔ خواجہ احمد فاروقی جو دہلی یونیورسٹی میں اردو ڈپارٹمنٹ کے چیئر مین ہیں ، پندرہ مہینے گزار کر اب ہندوستان واپس روانہ ہوگئے ہیں ۔ چلتے وقت ملاقات کے دوران میں انہوں نے کہا کہ '' ساری دنیا میں اردو کا میٹریل بکھرا پڑا ہے ۔ میں آکسفورڈ ، کیمبرج ، برٹش میوزیم ، اور جرمنی سے تمام مخطوطوں کے مائکرو فلم حاصل کرنے کا متمنی ہوں ۔ میری دلی خواہش ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اردو مخطوطات کی اول درجہ کی لائبریری قائم کرنے میں مدد دوں ۔ میں خوش ہوں کہ یو ۔ ایس ۔ لائبریری

آف کانگریس (واشنگٹن) کے ڈاکٹر ہوریس پول مین (Dr Horace Poleman) نے تمام مخطوطات کے مائکرو فلم حاصل کرنے کی تجویز منظور کرلی ہے۔ ،، پروفیسر فاروقی ستمبر ۱۹۹۱ میں امریکہ آئے تھے ۔ انہوں نے اردو لیٹریچر پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

اطلاعات

* اردو کالج کراچی کا رسالہ '' برگ گل ،، بابائے اردو سے متعلق ایک ضخیم نمبر شائع کررہا ہے جس کی ترتیب میں ممتاز ادیب حصہ لے رہے ہیں ۔

* نیشنل بینک آف پاکستان کے سینئر ڈائرکٹر مسٹر ممتاز حسن اور سندھ ادبی بورڈ کے صدر پیر حسام الدین راشدی کو حکومت ایران کے مہر نے '' نشان سپاس ،، عطا کیا ہے ان خدمات کے عوض میں جو ان دونوں حضرات نے پاکستان اور ایران کے باہمی ثقافتی رشتوں کو استوار کرنے کے سلسلہ میں انجام دی ہیں ۔

* ادارہ بتول (اچھرہ ، لاہور) نے حال میں تین کتابیں شائع کی ہیں جن کے نام یہ ہیں :— (۱) گھریلو جھگڑے ۔ (۲) ہم کیسے رہیں ۔ (۳) زندگی کا سلیقہ ۔

* شیخ غلام علی اینڈ سنز ، لاہور، نے '' دیوان جوہر ،، شائع کیا ہے جس میں مولانا محمد علی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ان غزلوں کے عکس بھی شامل ہیں جو انہوں نے چھندوارہ جیل سے لکھکر بھیجی تھیں۔

ان سب پر جیلر کے دستخط بھی ہیں ۔

* مینجر عصمت بکڈپو اطلاع دیتے ہیں کہ ذیل کی کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہوگئے ہیں :— (۱) عروس کربلا ۔ (۲) آفتاب دمشق (۳) سیدہ کا لال (۴) شام زندگی (۵) ناشتہ (۶) مغربی کھانے (۷) شاہی دسترخوان (۸) بیماروں کے کھانے (۹) سیدہ کی بیٹی (۱۰) مسلمانوں کی مائیں۔

* دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اردو کے وزٹنگ پروفیسر ہو کر ۲۰ جنوری کو امریکہ جارہے ہیں ۔

* سلطان حسین اینڈ سنز مطلع کرتے کہ انہوں نے اسی مہینے میں ذیل کی کتابیں شائع کی ہیں :— (۱) جوہر اور اس کی شاعری (۲) مقدس زندگیاں (۳) غالب کا ایک اور دیوان ۔ (۴) محاسن غالب ۔ مسلمانوں کے علمی کارنامے ۔

* رباط کی یونیورسٹی کی فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین محمد عزیز آجکل مغربی جرمنی کا دورہ کر رہے ہیں ۔ انہوں نے ایک عرب ادیب کو میونک بھیجنے پر اظہار رضامندی کیا ہے جو مغرب (مراقش ، الجزائر ، تیونس ، اور لیبیا) کی زندگی پر ایک ناول لکھیگے ۔ ڈین صاحب یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ جرمن کتابوں میں عربوں کے علوم کی غیر معمول پابندگی کی جاتی ہے ۔ عزیز صاحب رباط کی رائیٹرز ایسوسی ایشن کے صدر ہیں ۔

رسالوں پر طائرانہ نظر

ساقی (کراچی)— دسمبر کے شمارہ میں پہلا مضمون " طوطے کی فال " ڈاکٹر احسن فاروقی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ " خزانہ " عربی کہانی کا ترجمہ ہے۔ کہانی خوب ہے۔ " سترھویں کی میر " شاہد احمد کا لکھا ہوا خاکہ ہے۔ اس میں جو کرخنداری زبان استعمال کی گئی وہ مزے لے لے کر پڑھنے کے قابل ہے۔ کاش شاہد صاحب مختلف اسکیچوں میں کرخنداری زبان محفوظ کردیں! سابقہ اسکیچوں کی طرح یہ بھی ایک شاہکار ہے۔ اس میں جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ حقیقت سے بالکل قریب ہے۔

نگار پاکستان (کراچی) جنوری کے پرچہ میں چند مضامین معلوماتی بھی ہیں اور دلچسپ بھی۔ حافظ کے چند واقعاتی اور تلمیحی اشعار دینے کے بعد نیاز صاحب نے لکھا ہے کہ فال نکالنے کی داستانیں زیادہ تر موضوع ہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث نے ایک مضمون میں اردو میں ترجموں کی نوعیت اور اہمیت سے بحث کی ہے۔ یہ سارا مضمون بیحد معلوماتی ہے۔ غالب پر دوسرے فارسی شعرا کا اثر بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ اس موضوع پر چند مضامین پہلے بھی مختلف رسالوں میں شائع ہوچکے ہیں۔ عہد عباسیہ کے ایک ظریف درباری شاعر ابودلامہ پر جو مضمون نیاز صاحب نے لکھا ہے وہ کافی دلچسپ ہے۔ باب الاستفسار و باب المراسلہ بھی معلومات سے پر ہیں اور رسالہ کی افادیت کو بڑھانے والے ہیں۔ ۱۹۶۳ کا سالنامہ نیاز صاحب کے فن اور ان کی ادبی خدمات سے متعلق ہوگا۔

جامعہ (دہلی)— جنوری کے شمارہ میں عبداللطیف اعظمی نے امیر جامعہ عبدالمجید خواجہ مرحوم اور ان کے کاموں پر بھرپور تبصرہ کیا ہے۔ مرحوم کی تعلیمی خدمات ہمیشہ یاد آئینگی۔ نادم سیتا پوری نے مناسب تمہید کے ساتھ ڈاکٹر بجنوری کے چند خطوط شائع کرائے ہیں جو پڑھنے کے قابل ہیں۔ ابو علی اعظمی نے " عظمت رفتہ " پر اپنا تاثر پیش کیا ہے جو اپنی جگہ پر نہایت مکمل ہے۔ " انسانی حقوق کا شعور " بھی پڑھنے کی چیز ہے۔ یہ پرچہ ۴۸ ویں جلد کا پہلا شمارہ ہے۔

فروغ اردو (لکھنؤ) دسمبر کے پرچہ میں تین پرانے اخباروں سے ایک خبر اور غزلیں نقل کی گئی ہیں ان کے نام یہ ہیں : مظہرالعجائب (رنگون) ۷ دسمبر ۱۸۶۲، صادق الاخبار دہلی ۹ دسمبر ۱۸۵۶، اورخیرخواہ خلائق ۱۰ فروری ۱۸۵۱ - خبر میں لکھا ہے کہ بہادر شاہ ظفر " ایک انگریز رجمنٹ کے پہرے میں خانہ کے بجھوائے مدفون ہوئے - " " کوہ نور " پر جو مضمون دیا گیا ہے وہ معلوماتی ہے - " حسرت کی غزل " بھی پڑھنے کے قابل ہے - اس کے والے ہیں عطامحمد شعلہ -

جام نو (کراچی) جنوری کے شمارہ میں مضمون، دلچسپی سے پڑھے جانے کے ہیں لبیب تیموری اور ان کی شاعری اور کا اثر کردار پر بہت اچھے مضمون ہیں - یعقوب کا افسانہ "قسمت مری برگشتہ اور وہ بھی خفا مجھ سے " بھی قابل مطالعہ ہے - " جام نو " اگست میں اپنا بارہ سالہ نمبر پیش کر رہا ہے۔

فاران (کراچی) — جنوری کے پرچہ میں نقش اول پڑھنے کی چیز ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ جذبہ' عقیدت کو ہر غلو اور افراط سے پاک رکھنا چاہئے - حجت ابراہیمی بھی دلچسپ مضمون ہے اور اس میں طریقہ' تبلیغ پر بہت کچھ روشنی ڈالی گئی ہے - شیخ عبداللہ انصاری کا حال پڑھنے کے قابل ہے -

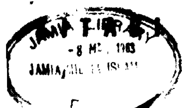
سب رس (حیدر آباد دکن) نومبر کے شمارہ میں ڈاکٹر زور کی یاد میں یوسف ناظم کا مضمون قابل مطالعہ ہے - انجم آفندی کا مضمون " کبیر داس کے دوہے " بھی بہت دلچسپ ہے - " ابن الوقت " پر یوسف سرمست کی تنقید بالکل صحیح ہے - وہ ڈاکٹر عبداللہ کی رائے سے متفق ہیں کہ ابن الوقت نذیر احمد کی کہانیوں میں بہترین ہے " تذکرہ گلشن گفتار " خاصا معلوماتی ہے - پنڈت چندر بھان برھمن والا مضمون بھی پڑھنے کی چیز ہے - اس کے لکھنے والے ہیں امین چندر شرما -

قومی زبان (کراچی) — یکم جنوری کا پرچہ ۲۲ ویں جلد کا پہلا شمارہ ہے - سب سے پہلے مضمون میں چند مخطوطوں کی وضاحت کی گئی ہے - جو فی الحال انجمن ترقی اردو کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں - یہ وضاحتی سلسلہ عرصہ تک چلے گا ایک اور مفید سلسلہ جو چند نمبروں سے جاری ہے اور جس کے مرتب سید ابن حسن قیصر اور زاہدہ خاتون ہیں ، بہت دلچسپی سے پڑھا جائے گا - اس میں اگست ۱۹۶۲ کے اردو اخبارات و رسائل کا اشاریہ درج ہے -

پرنٹر و پبلشر : ضیاءالدین برنی بی - اے-
۹-د گلیمبل لیکھراج روڈ ، کراچی-۱

مطبوعہ ٹکنکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی ، میکلوڈ روڈ - کراچی

Regd. No. S—1975



KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ :
ضیاءالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ فروری ۱۹۶۳ ع ☆ شمارہ ۲

فہرست مضامین صفحات

اقبال اکیڈیمی کراچی کی مطبوعات

— اردو —

روپے

۱۔ اقبالیات کا تنقیدی جائزہ ... ۳/-
از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی

۲۔ اقبال کے خطوط عطیہ بیگم کے نام ... ... ۵٫۷۵
مترجمہ ضیاالدین احمد برنی

۳۔ اقبال ایرانیوں کی نظر میں ... ... ۱۰٫۵۰
از ڈاکٹر عرفانی

۴۔ مکتوبات اقبال ... ... ۵٫۵۰
از سید نذیر اے ۔ نیازی

۵۔ اسلامی تصوف اور اقبال ... ... ۶٫۵۰
از ڈاکٹر اے ۔ ایس ۔ نورالدین

۶۔ اقبال کے آخری دو سال ۹/-
از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی

۷۔ اقبال اور حیدر آباد (دکن) ۵/-
از نظر حیدر آبادی

۸۔ اسرار و رموز پر ایک نظر ... ... ۲٫۵۰
از پروفیسر محمد عثمان

۹۔ اقبال اور سیاست ملی ... ... ۵٫۵۰
از رئیس احمد جعفری

۱۰۔ علم الاقتصاد ... ... ۵٫۹۰
از علامہ اقبال

ان مطبوعات کے واحد فروخت کنندگان :

سلطان حسین اینڈ سنز ، ناشران و تاجران کتب

مولیدینا مسافر خانہ ۔ کراچی

فہرست طلب کیجئے

فہرست طلب کیجئے

چند ہم عصر

(سید امجد علی اشہری نے ۱۹۰۴ء میں جبکہ انکی عمر ۵۰ برس سے متجاوز ہوگئی تھی، ''ایشیائی شاعری،، کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس کے آخر میں انہوں نے اپنے چند ہمعصروں کا تذکرہ کیا ہے ۔ عابد رضا صاحب بیدار نے ان ہمعصروں کے حالات اسی سے نقل کر کے '' ہماری زبان،، میں شائع کرائے ہیں ۔ یہ بیانات دستاویزی اہمیت رکھتے ہیں اور اس لئے ان کے اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں ، جو امید ہے کہ دلچسپی سے پڑھے جائینگے ۔ مدیر)

میر انیس

میں نے میر انیس غفران مآب کو دو مرتبہ دیکھا اور ان کی زبان سے مجلس میں یہ مرثیہ سنا ہے :

جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے

میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اپنی تمام عمر میں میر انیس سے زیادہ کسی کو فصیح البیان پایا ہو ۔ اس میں کچھ مبالغہ نہیں کہ میر انیس کے تحت اللفظ پڑھنے میں ان کی خوش بیانیاں وہ لطف پیدا کرتی تھیں جو صرف انہی کا حصہ مانا جاتا ہے ۔ ہر سال عظیم آباد میں محرم کی مجلسیں پڑھنے تشریف لیجاتے تھے ۔ ہزاروں روپیہ اس قسم کی نذر و نیاز سے ملتا تھا ۔ ایک مرتبہ سالار جنگ نے حیدرآباد میں طلب کیا تھا ۔ وہاں ۱۳ روز رہے ۔ سر سالار نے ۱۳ ہزار پیش کش کئے ۔ سر آسمان جاہ بہادر نے چاہا کہ میر صاحب منبر پر ٹوپی پہنکر بیٹھنے کی جگہ حیدرآباد کی منصبداری پگڑی رکھکر بیٹھیں تو ایک مجلس کے ۱۰ ہزار پیش کئے جا سکتے ہیں ۔ مگر میر صاحب نے کہا کہ میں اہل بیت کے دربار میں جس وضع سے حاضر ہوتا ہوں اس کے خلاف گوارا نہیں کر سکتا اور آخرکار ۱۰ ہزار چھوڑے ۔

مرزا دبیر

مرزا دبیر نے مرثیہ کہنا اہل بیت اظہار کے جوش تولا سے اختیار کیا ۔ وہ ایک سید کے احترام میں ایسی فروتنی ظاہر کرتے تھے جو اس زمانہ میں کمیاب ہے ۔ ان کی شاعری میں ایک خاص طور کی آمد اور آورد کو جگہ دی گئی تھی ۔ راقم کو بزمانۂ قیام لکھنو اکثر مرزا صاحب سے حصول نیاز کا موقع ملا ہے ۔ مرزا دبیر کا انتقال میر انیس کے بعد ہوا ۔

غالب

مجھ کو دلی کی آبادی اور شاعری کی دنیا میں ایک مرزا اسداللہ خاں غالب کا

دیکھو لینا ولی و سودا سب کو دیکھ لینے کے برابر ہے۔ ۱۲۸۰ھ میں میں نے حضرت میرزا صاحب کو الہ آباد میں بابو بینی پرشاد وکیل ہائی کورٹ کے دیوان خانہ میں دیکھا تھا ۔ ان کی شیوا بیانیوں سے بھی مستفیض ہوا ۔ اس وقت میری عمر ۱۷، ۱۸ برس کی تھی ۔ نواب سکندر بیگم صاحبہ والیہ' ریاست بھوپال نے بہت چاہا کہ حضرت میرزا صاحب بھوپال تشریف لائیں اور یہیں قیام فرمائیں، مگر میرزا سے ولی چھٹنا مشکل تھا ۔

میرزا غالب کا اردو دیوان شاعری کی جان ہے ۔ وہ اردو شاعری میں اپنی وضع کے آپ موجد ہیں ۔ حکیم مومن خاں اور استاد ذوق ان کے مشہور اور مستند ہمعصر ہیں ۔ لیکن میرزا غالب کا کمال فن اور چیز ہے ۔

بسیار خوباں دیدہ ام
لیکن تو چیزے دیگری

تسلیم

منشی امیراللہ تسلیم سے رام پور میں ملا ہوں اور جناب تسلیم کا کلام ان کی زبان سے سنا ہے ۔ اب سن شریف قریب ۷۰ برس کے ہوگا ۔

امیر مینائی

میں نے حضرت منشی صاحب کو رام پور میں اور بھوپال میں دیکھا اور آخر میں اس قدسی پیکر کی حیدرآباد میں زیارت کی ہے ۔ ایک زمانہ میں خطوط کا سلسلہ بھی جاری تھا ۔

منشی صاحب کا کلام غزل قصیدہ دونوں میں ان کا کمال ظاہر کرتا ہے ۔ تین دیوان منشی صاحب کے چھپ چکے ہیں ۔ ان میں ایک دیوان نعت جناب

سرور کائنات میں ہے۔ اردو کی دنیا میں کسی کا کلام نعت اس مرتبہ کا نہیں۔ شاعری کے علاوہ منشی صاحب نے لغات کی تدوین میں اپنی وسعت معلومات کا اظہار کیا ہے۔ جو حصہ نعت کا چھپ کر شائع ہوچکا ہے وہ آپ ہی اپنا نظیر سمجھاجاتا ہے۔ آخر ۱۹۰۰ء میں امیر صاحب کا انتقال حیدرآباد دکن میں ہوا۔ ان دنوں راقم بھی حیدرآباد میں موجود تھا۔ بنارس میں حضور نظام نے منشی صاحب کو حیدرآباد آنے کا ایما فرمایا تھا۔ جب منشی صاحب بھوپال پہنچے تو بعض عوارض کی شکایت تھی۔ جناب نواب شاہ جہاں بیگم نے چار ہزار روپے پیش کئے اور پندرہ روز اپنے آراستہ باغ میں مہمان رکھا اور فرمایا کہ اب آپ یہیں رہیں۔ مگر موت کی کشش کا روکنے والا کون تھا؟ آخر کار حیدرآباد تشریف لے گئے اور حضور کے ایما سے جناب داغ کے مہمان ہوئے اور چند روز بعارضہ پیچش مبتلا رہکر انتقال فرمایا۔

نواب میرزا داغ

جناب داغ کی تعریف مستغنی عن البیان ہے۔ دوسرے حضور نظام کی استادی اور ۱۰۰۰ روپے ماہوار کی ملازمت نے ان کو سب تعریفوں سے بے نیاز کردیا تھا۔ جناب داغ خواجہ ابراہیم ذوق کے شاگرد رشید ہیں۔ جب جناب داغ حیدرآباد کو تشریف لے گئے تو راقم وہاں موجود تھا۔ خدا بخشے مولوی سیف الحق صاحب ادیب دہلوی نے مجھکو ان سے ملایا تھا۔

مولانا حالی

مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب قصبہ پانی پت کے متوطن ہیں مگر ساری عمر دلی کی صحبتوں میں گزری۔ خواجہ ابراہیم ذوق ، حکیم مومن خاں، مولوی امام بخش صہبائی، مفتی صدرالدین خاں ، نواب علاؤالدین خاں رئیس لوہارو، میرزا اسد اللہ خاں غالب جیسے ادبا و شعرائے کاملین کی ہم بزمی کا موقع پایا۔ مولانا حالی کا دماغ من حیث شاعری کے اکثر دماغوں سے زیادہ روشن ہے۔

ریاض خیرآبادی

منشی ریاض احمد ریاض خیرالبلاد خیرآباد کے متوطن ہیں۔ جناب ریاض حضرت مینائی کے شاگرد رشید ہیں، لیکن انداز بیان میں داغ کے ساتھ چلنا چاہتے ہیں۔ ریاض کے استعارات کی رنگینی خاص قسم کی ہے۔

کرار حسن قزلباش کی وفات

(از ض۔ ا۔ ب)

کچھ زیادہ دن نہیں گزرے کہ قزلباش صاحب نے مجھے ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ انہوں نے ایک مختصر سی کتاب "بزم ملائک" کے نام سے لکھی ہے اور خواہش ظاہر کی کہ میں اسے سن لوں۔ چنانچہ ایک دن صبح کو میں وقت نکال کر میں ان کے یہاں پہنچا اور وہاں چند گھنٹے کے قیام میں انہوں نے مجھے ساری کتاب سنا ڈالی۔ میں نے کتاب کو بہت پسند کیا اور رائے دی کہ اسے فوراً طباعت کے لئے دیدیا جائے۔ چنانچہ کتاب چھپ گئی اور فروخت کے لئے ایک سیلرز کے حوالہ کردی گئی۔ اس اثنا میں وہ کئی دفعہ بیمار پڑے اور ہر مرتبہ جب اچھے ہو جاتے تو پھر کام میں لگ جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بیکار بیٹھنا نہیں جانتے تھے۔ انہیں دل کا عارضہ تھا مگر شاید ڈاکٹر بہت دیر میں مرض کی صحیح تشخیص کرسکے۔

مرحوم نے "بزم ملائک" لکھکر یہ ثابت کر دیا تھا کہ ان میں لکھنے کی صلاحیت بدرجہٗ اتم موجود ہے۔ اگر کچھ عرصہ اور زندہ رہتے تووہ چند اور کتابیں دنیا کو دیتے۔ ان کے خاکے ان کے ذہن میں تیار تھے۔

قزلباش آگرہ کے علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ راقم الحروف سے ان کے تعلقات خلوص پر مبنی تھے۔ میں ان کا بیحد قدر دان تھا۔ اور اس لئے قدرتاً مجھے ان کی موت سے بہت رنج ہوا۔

وہ بہت شگفتہ مزاج تھے۔ اردو لٹریچر پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ وہ میر انیس کے بیحد مداح تھے اور مرثیوں کے بیشمار اشعار انہیں زبانی یاد تھے۔ طبیعت کے بھی بہت مرنجان مرنج تھے۔ دوسروں کی خدمت کرنے میں انہیں لطف آتا تھا۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!

سردار جگت سنگھ

سردار صاحب کی ساری زندگی علمی مشاغل میں گزری۔ انہوں نے ۵۰ سال قبل "رہنمائے تعلیم" جاری کیا تھا جو آج تک جاری ہے۔ امید ہے کہ سردار صاحب کے صاحبزاد گان اپنے والد کی اس مفید یاد گار کو قائم رکھینگے۔ راقم الحروف مدت مدید سے سردار صاحب کے نام نامی سے واقف تھا، لیکن ۱۹۴۸ کے آخر میں ان سے دہلی میں پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی، اس کے بعد متعدد ملاقاتیں رہیں۔ میں نے انہیں بہت دلچسپ انسان پایا۔ انہوں نے انقلاب ۱۹۴۷ء کے واقعات پر بھی ایک نمبر شائع کیا تھا اور اصرار کرکے مجھ سے بھی مضمون لکھوایا تھا۔ میرے مضمون کا عنوان تھا "اغوا شدہ عورتیں۔" مرحوم بہت روشن خیال بزرگ تھے اور تعصب سے بری۔ مرتے وقت ان کی عمر ۸۰ کے قریب ہوگی۔ خدا ان کی روح کو ابدی سکون بخشے!



تبصرے

نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔

هندوستانی قصوں سے ماخوذ

اردو مثنویاں

مصنف: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ایم۔ اے
ریڈر، شعبۂ اردو۔ دہلی یونیورسٹی،
دہلی۔

ناشر: مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ، نیو دہلی۔

سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۳۸۴۔
مجلد۔

قیمت: چھ روپے۔

جب میں نے پڑھنے کے لئے یہ کتاب ہاتھ میں لی اس وقت تک مجھے احساس نہیں تھا کہ مثنویوں کے معاملہ میں اردو اس قدر مالدار ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد مجھے ایک گونہ فخر محسوس ہوا کہ اس معاملہ میں ہمارا ادب دنیا میں کسی دوسرے ادب سے کمتر نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مواد فراہم کرنے کے سلسلے میں جو غواصی کی ہے وہ ہر لحاظ سے تعریف کی مستحق ہے۔ انہوں نے اتنا مواد اکٹھا کر دیا ہے کہ اب اگر کوئی چاہے تو اس کی مدد سے کئی ایک جداگانہ کتابیں تیار کر سکتا ہے۔ یہ اپنے فن پر پہلی اور جامع کتاب ہے اگرچہ اس سے پہلے اردو مثنویات پر ایک کتاب شائع ہو چکی ہے مگر اس کا موضوع بہت محدود تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ اردو زبان ہندو مسلمانوں کا قابل فخر ورثہ ہے۔ بعض مثنویوں کی بنیاد خالصتاً ہندوستانی ہے اور اسی چیز نے مشترکہ مجلسی زبان بنانے میں بے حد مدد دی ہے۔

عرصہ دراز تک یہ کتاب حرف آخر سمجھی جائے گی۔ ممکن ہے کہ مزید تحقیقات سے کچھ اور مثنویوں کا پتہ چل سکے، مگر جو مقام اسے حاصل ہو گیا ہے وہ بہت اونچا ہے۔

اردو علم ادب میں یہ کتاب نہایت مفید اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے اور یقین ہے کہ اس کی پوری پوری قدر کی جائے گی۔ ڈاکٹر نارنگ سے اردو ادب کو بہت سی توقعات وابستہ ہیں خدا سے دعا ہے کہ وہ انہیں تا دیر زندہ و سلامت رکھے تاکہ وہ اردو کے دامن کو مختلف قسم کے پھولوں سے بھرتے رہیں۔

کتاب کا انتساب ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کے نام کیا گیا ہے۔

مکتبہ جامعہ بھی قابل مبارک باد ہے کہ وہ ایسی مفید کتاب شائع کرنے کا ذریعہ بنا۔ کاغذ، لکھائی چھپائی اور جلد بہت نفیس ہے۔ ڈسٹ کور بھی جاذب نظر ہے۔
(ض۔ ا۔ ب)

مشکلات غالب

مصنف: نیاز فتح پوری۔
ناشر: ادارہ نگار پاکستان۔ ۳۲۔ گاندھی گارڈن مارکیٹ، کراچی ۳۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۰۹۔
قیمت: دو روپے۔

غالب پر متعدد شرحیں مختلف زاویہ نگاہ سے لکھی گئی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ان میں ایک مفید اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ شرح دیوان غالب کے سب اشعار پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں ۲۳۴ غزلوں کے صرف مشکل اشعار کی مختصر طریقہ سے تشریح کر دی گئی ہے تاکہ "غیرضروری مباحث میں الجھے بغیر سادہ الفاظ میں غالب کے مشکل اشعار کا مفہوم ظاہر کردیا جائے۔"

غالب کا ہر شعر بلند پایہ نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے کہیں کہیں نیاز صاحب نے تنقید کرتے ہوئے یہ کہدیا ہے کہ یہ طرز آج کل نا مقبول ہے۔ مولانا محمد علی

بھی غالب کے ہر شعر کو اچھا نہیں کہتے تھے ۔ مگر اس سے غالب کے فن میں کوئی فرق نہیں آتا ۔ غالب " فطرتاً عام راہ سے ہٹ کر اپنی راہ الگ پیدا کرنے والا بڑا مشکل پسند انسان تھا اور بیان کے لئے زاویے تلاش کرنے کے لئے اس کا خیال ہمیشہ دماغ کی پیچیدہ راہوں سے گزر کر سامنے آتا تھا حتیٰ کہ وہ اپنے سہل و سادہ اشعار میں بھی کوئی نہ کوئی گرہ ضرور چھوڑ جاتا تھا چہ جائیکہ کہ حکمت و تصوف کے دقیق اشعار کہ انہیں تو معنوی نزاکت اور ندارت خیال کے لحاظ سے مشکل ہونا ہی چاہئے ۔ "

زیر تبصرہ شرح غالب کے طلبا کے لئے بہت کار آمد ثابت ہوگی ۔ اس میں مطلق لفاظی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ سادہ اور مختصر الفاظ میں اشعار کی روح سے قارئین کو آشنا کردیا گیا ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

دیوان جوہر

مرتب : نورالرحمن ۔

ناشر : شیخ غلام علی اینڈ سنز ، لاہور ۔

سائز : بیس تیس آٹھ ۔ صفحات ۱۷۰ مجلد

قیمت : ۱۰ روپے ۔

یہ مولانا محمد علی کے کلام کا مجموعہ ہے اس میں ان کا ابتدائی کلام بھی ہے ۔ وہ کلام بھی جو علیگڑھ سے رخصت ہوتے وقت لکھا گیا تھا اور وہ بھی جو چھندواڑہ ، کراچی اور بیجاپور میں دوران قید میں کہا گیا تھا ۔ اس مجموعہ میں وہ تمام نظمیں اور غزلیں آگئی ہیں جو جامعہ ملیہ دہلی والے ایڈیشن میں درج ہیں بلکہ چند زائد ہی ہیں ۔

اس مجموعہ کا خصوصی پہلو یہ ہے کہ اس میں بیجا پور کی قید کے زمانہ کی ۳۳ غزلیں خود مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی درج کی گئی ہیں ۔ اصل تحریریں نیشنل

میوزیم آف پاکستان کی ملکیت میں اور پبلشر نے وہیں سے حاصل کرکے انہیں شائع کیا ہے ۔ ایک طرف اصل تحریر کا عکس ہے اور مقابل کے صفحہ پر خط نستعلیق میں وہی تحریر دیدی گئی ہے تاکہ جو لوگ شکستہ پڑھنے میں تکلف محسوس کریں وہ نستعلیق میں لکھی ہوئی تحریروں سے مستفید ہو جائیں ۔

پیش لفظ میں مرتب نے ۲۸ صفحات میں مولانا محمد علی کی سیاست اور شاعری سے بحث کی ہے ۔ اس کے بعد پروفیسر محمد طاہر فاروقی نے مولانا کی سیرت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ۔ ساتھ ہی ان کی شاعری کے کچھ بہترین نمونے بھی دئیے گئے ہیں ۔ انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب مولانا سے حد درجہ متاثر ہیں ۔ اس کے بعد مولانا کی زندگی کے بڑے بڑے واقعات سن وار دئیے گئے ہیں ۔ واقعات تقریباً درست ہیں، صرف ایک جگہ غلط بیانی ہو گئی ہے ، یعنی ان کی وفات کا دن بجائے ۴ جنوری کے ۵ جنوری بتایا گیا ہے ۔ اس کے بعد کلام شروع ہوتا ہے جس کا سلسلہ اخر تک چلتا ہے ۔

لکھائی چھپائی اچھی ہے ۔ کاغذ دبیز استعمال کیا گیا ہے ۔ ٹائیٹل پیج پر مولانا محمد علی کی تصویر درج ہے ۔

بعض غزلوں پر نوٹوں کی ضرورت تھی ۔ اگر مرتب صاحب نوٹ دے دیتے تو قارئین کو اشعار کی تلمیحات سمجھنے میں آسانی ہوتی اس لئے کہ مولانا کے بعض اشعار ایسے ہیں جو مخصوص مواقع پر لکھے گئے تھے اور جب تک ان کا شان نزول معلوم نہ ہو حقیقی لطف نہیں آسکتا ۔

شیخ غلام علی اینڈ سنز کی یہ کوشش استحسان کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

عرض نغمہ

یہ ترجمہ ہے رابندر ناتھ ٹیگور کی مشہور

معروف کتاب گیتانجلی کا جس پر انہیں ۵۰ سال قبل نوبل پرائز ملا تھا ۔ اس وقت یہ مجموعہ نظم اپنے اچھوتے پن کی وجہ سے تمام دنیا میں شہرت پزیر ہوگیا تھا اور آج بھی اس شہرت میں فرق نہیں آیا ۔ حضرت نیاز نے اردو زبان میں سب سے پہلے اس کا ترجمہ "عرض نغمہ" کے نام سے کیا تھا جو بہت مقبول ہوا۔ اب اسے پاکستان میں ۵۰ سال بعد پہلی مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے ۔ یہ ترجمہ نیوز پرنٹ پر چھاپا گیا ہے اور ٹائیل پر ٹیگور کی دیدہ زیب تصویر بھی دی گئی ہے ۔

شروع میں نیاز صاحب نے ۳۰ صفحات کے مقدمہ میں ٹیگور کی شاعری کی خصوصیات بیان کی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ وہ کیوں اور کس طرح اس مجموعہ نظم سے متاثر ہوئے ۔ وہ لکھتے ہیں : "انداز بیان کا عجیز ، لہجہ کی قدرتی ، الفاظ میں ایک خاص معکنت ۔ یہ سب مل کر کچھ ایسی رقت پیدا کر دیتے ہیں کہ بے اختیار آنسو نکل آتے ہیں اور کچھ ایسا سماں نکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جیسے کوئی فقیر لذت موسیقی سے سرشار کوئی چیز تنہا بیٹھا جنگل میں گا رہا ہو اور خود بھی کبھی رو بھی پڑتا ہو ۔"

میں نیاز صاحب کا ہم نوا ہوں کہ کتاب سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا بار بار مطالعہ کیا جائے " کیونکہ نگاہ اول میں سارے مطالب و محاسن سے لطف اٹھانا مشکل ہے۔ جس قدر غور کیجئے گا اسی قدر اس کی خوبیاں ذہن نشین ہوتی جائیں گی ۔"

اس کتاب میں کوئی ۱۰۳ نغمے ہیں ۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے اور قیمت سوا روپے ہے ۔

ایک نظم میں ایک جملہ کا ترجمہ ہونے سے رہ گیا ہے ۔ آئندہ ایڈیشن میں پوری کتاب پر طائرانہ نظر ڈالکر مقابلہ کر لیا جائے تو بہتر ہوگا ۔ ممکن ہے کہ ترجمہ کے متن میں بھی تبدیلی کی ضرورت پڑے ۔

کتاب دفتر نگار پاکستان ، ۳۲ ۔ گاندھی گارڈن مارکیٹ ۔ کراچی ۔ ۳ سے حاصل کی جا سکتی ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

" جامعہ " کا سالنامہ

زیر بحث نمبر رسالہ جامعہ (جامعہ نگر ، نئی دھلی ۔ ۲۵) کا سالنامہ ھے جس میں ۱۹۶۱ء کے اردو ادب کا جائزہ لیا گیا ھے ۔ جس طریقہ سے سارے مضمون کو سمیٹا گیا ھے وہ بہت قابل تعریف ھے ۔ مثلاً ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنے مضمون میں " پاکستان کی اردو مطبوعات پر ایک نظر " ڈالی ھے اور تمام اھم کتابوں کا مختصراً ھی سہی ، احاطہ کرلیا ھے ۔ راجندر ناتھ شیدا نے پچھلے دو سال کے تحقیقی اور تنقیدی ادب سے بحث کی ھے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے تنقید کا بھی پورا پورا حق ادا کر دیا ھے ۔ ڈاکٹر قمر رئیس نے " اردو افسانہ اور ناول " پر اظہار خیال کیا ھے اور غلام احمد فرقت کاکوروی نے " مزاحیہ ادب " پر روشنی ڈالی ھے اور مزاح کے بعض لطیف نمونے بھی درج کر دئے ھیں ۔ محمد حسین خاں نے بچوں اور بالغوں کی کتابوں سے بحث کی ھے ۔ عبداللطیف اعظمی نے ۱۹۶۱ء کی علمی و مذھبی ، تعلیمی ، سیاسی اور ادبی کتابوں پر تنقید کی ھے اور آخر میں بتایا ھے کہ کن حالات میں یہ سالنامہ شائع کیا گیا ھے ۔ اس کے ساتھ ھی انھوں نے اپنی کوتاھیوں اور معذوریوں کا بھی ذکر کردیا ھے ۔

۱۹۶۱ء میں جن ادیبوں اور مصنفوں کی وفات ہوئی ھے ان کے مختصر سے حالات زندگی کے ساتھ ان کے ادبی کارنامے بھی دیدئے گئے ھیں ۔ ان کی یاد منانے کا یہ اچھا طریقہ ھے ۔ ایک ھی جگہ سب چیزیں مل جائینگی ۔

بہرحال یہ سالنامہ ایک قابل قدر دستاویز ھے ۔ اچھے کام کی بنیاد پڑ چکی ھے اور یقین ھے کہ آنے والا سالنامہ اور بھی زیادہ جامع ہوگا ۔ اس دفعہ پاکستان کے چند ادیب جامعہ والوں کی مدد کر رھے ھیں ، اور اس لئے نتائج پچھلے سال سے بہتر ہونگے ۔
(ض ۔ ا ۔ ب)

اطلاع

کراچی میں کتابوں کا جو میلہ آرٹ کونسل میں دس دن تک ہوتا رہا ھے وہ اپنی دلچسپیوں کی وجہ سے عرصہ تک یادگار رھے گا ۔ اس کی رپورٹ آئندہ شائع ہوگی ۔

فرمان رسول (صلعم)

مجلس اصلاح و تبلیغ، کشمی بازار، لاھور نمبر ۸ نے سلسلہ' ندائے حق جاری کیا ہے۔ پہلا نمبر پیش نظر ہے۔ یہ چھوٹے سائز کا کتابچہ ۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایسی احادیث درج کی گئی ھیں جو آج کل کی سماجی خرابیوں سے تعلق رکھتی ھیں۔ سلسلہ کا بنیادی تخیل یقیناً اچھا ہے۔ لیکن ایسے کتابچے بہترین لکھائی، چھپائی کے ساتھ شائع ہونے چاھئیں۔ کاغذ بھی جاذب توجہ ہونا چاھئے۔

زیر تبصرہ کتابچہ میں بعض احادیث کی تکرار ہو گئی ہے اور بعض احادیث کا ترجمہ مبہم ہو کر رہ گیا ہے۔ ترجمہ بیسوی صدی کی اردو میں ہونا چاھئے۔ بعض جگہ عبادت میں بھی سقم ہے۔

مختلف تاجران کے پاس یہ کتابچے رکھوا دینے چاھئیں تاکہ وہ اپنے خریداروں میں انہیں تقسیم کرتے رھیں۔ اسلام کا پیغام پہنچانے کے کیلئے ھمیں بائیبل سوسائیٹی کے طریقوں پر عمل پیرا ہونا چاھئے۔

(ض۔ ا۔ ب)

بزم ھند
(ھند و پاک نمبر)

یہ رسالہ آسنسول (مغربی بنگال) سے تین سال سے نکل رہا ہے۔ زیر تبصرہ ''ھند و پاکستان نمبر،، اپنی نوعیت کا دوسرا نمبر ہے۔ اس میں بہت سے اچھے مضامین اور نظمیں ھیں جو پڑھے جانے کے قابل ھیں۔ ان میں سردار پال اختر، وفا راشدی، مس نیلوفر بانو، شوکت خلیل، حنیف چودھری موھن پاور اور بعض دوسرے ادیبوں کے مضامین کافی دلچسپ ھیں۔ نظموں میں ''نغمہ' وطن''، ''تاسف،،، ''یادوں کے سائے،،، ''بیاد دکن،،، ''امید،،، ''صحافت،، پڑھنے کی چیزیں ھیں، آخر میں جمیل قریشی نے مجاز کے بہت سے نئے لطیفے دئے ھیں جو اس سے پہلے میری نظر سے نہیں گزرے تھے۔ لطیفے اچھے ھیں اور مجاز کی باغ و بہار شخصیت کی نمائندگی کرتے ھیں۔

بہ حیثیت مجموعی یہ نمبر ھلکے پھلکے مضامین اور نظموں اور غزلوں پر مشتمل ھے ۔ بلیغ صاحب کو نمبر نکالنے کا اچھا سلیقہ ھے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

اعجوبۂ اسرار

مصنف: تقی محمد خان خورجوی ۔

ناشر: ادارۂ علم مجلسی ۔ ۵ ستنام ھاؤس ۔ گرانٹ روڈ کراچی ۔

سائز: بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۱۹۲ دبیر کور ۔

قیمت: دو روپے ۔

اس کتاب کے مصنف تقی محمد خاں ھیں ۔ ان کی ساری عمر پولس کی ملازمت میں گزری مگر اس کے باوجود وہ ادبی مشاغل میں بھی مصروف رھے ۔ ان کی خود نوشت سوانح عمری جسے '' عمر رفتہ '' کا نام دیا گیا ھے ، ایک معرکۃ الآرا کتاب ھے اور بہت سے دلچسپ واقعات پر مشتمل ھے ۔ وہ سب سے زیادہ اپنی اسی کتاب کی بدولت علمی دنیا سے روشناس ھوئے ھیں۔

زیر بحث کتاب تصوف سے متعلق ھے ۔ اپنی طویل زندگی میں مصنف کو جو جو روحانی تجربے یا مشاھدے ھوئے وہ سب درج کتاب کردئے گئے ھیں ۔ ابتدا میں تصوف کی تاریخ دی گئی ھے ۔ اس کے بعد انسان کی ماھیت اور حقیقت سے بحث کی گئی ھے ۔ پھر اخلاق ، نفسانیت ، فنا ، پیر و مرشد ، محبت جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ھے ۔ یہ سب کچھ تصوف کی تعلیمات کی روشنی میں کیا گیا ھے ۔ '' فنا '' والا باب بڑا عبرت انگیز ھے اور پڑھنے کے بعد دیر تک دل پر گہرا اثر قائم رھتا ھے ۔ کہیں کہیں دوسرے مذاھب کے ذکر اذکار اور مشاغل سے بھی مقابلہ کیا گیا ھے یہ دکھانے کے لئے کہ اسلامی طریقے افضل ھیں ۔

روح کے متعلق بھی دلچسپ باتیں لکھی گئی ھیں اور اس مسئلہ پر مغربی مفکرین کے خیالات بھی پیش کئے گئے ھیں ۔ کتاب دلچسپ اور فکر انگیز ھے ۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

یاد ماضی۰۰۰۰

از خالد بارہ بنکوی

کبھی یاد ماضی جو آجائے ہے — تو آنسو لہو کے رلا جائے ہے
تصور میں جب کوئی آجائے ہے — ستم پر ستم اور ڈھا جائے ہے
جو آ آ کے پیہم ستا جائے ہے — نثار اس پہ دل بھی ہوا جائے ہے
نظر سے نظر جب ملا جائے ہے — تو اک آگ دل میں لگا جائے ہے
گھٹا دل پہ جب غم کی چھا جائے ہے — تو سیلاب آنکھوں میں آجائے ہے
تصور کی دنیا میں آکر کوئی — مرا بخت خفتہ جگا جائے ہے
مری چاک دامانیوں پر کوئی — یہ کیا کم ہے جو مسکرا جائے ہے
وہ دل جس نے پایا غم عاشقی — اسے طور جینے کا آجائے ہے
محبت میں جینا کچھ آساں نہیں — ترا نام لے کر جیا جائے ہے
جنون محبت کا یہ معجزہ — بیاباں بھی گلشن بنا جائے ہے
افق پر کبھی یاس و حرماں کے بھی — ستارہ کوئی مسکرا جائے ہے
کبھی یوں بھی روشن ہوا غم کدہ — دیا جیسے کوئی جلا جائے ہے
محبت میں جو اشک غم پی گیا — وہ طوفاں میں ساحل کو پا جائے ہے
جدائی کی بے کیف راتوں میں بھی — صدا تیری کانوں میں آجائے ہے
کوئی خود ہے کانٹوں میں الجھا ہوا — کوئی اپنا دامن بچا جائے ہے
جو سنتا ہے آکر مری داستاں — وہ دو چار آنسو بہا جائے ہے

یہ راہ محبت ہے "خالد" سنبھل
قدم خود یہاں ڈگمگا جائے ہے

خبریں

آدم جی انعامات

لاہور - ۳۱ جنوری - آدم جی انعامات برائے ۱۹۶۲ء حسب ذیل اشخاص کو دئے گئے ہیں :- قاضی عبدالمنان (بنگال ساھتیہ مسلم سادھنا) ، شوکت عثمان (کرتا ویر ھاسی) ، جعفر طاہر (ہفت کشور) اور مس خدیجہ مستور (آنگن)۔

قلم کی طاقت

لاہور - جنوری - صدر ایوب نے ادارہ مصنفین پاکستان کی چوتھی سالگرہ کے موقع پر مصنفین سے کہا ہے کہ وہ قومی اتحاد کے حصول کے لئے اپنے قلم کا استعمال کریں اور مختلف سماجی برائیوں کو دور کرنا وہ اپنی ذمہ داری سمجھیں ، اس لئے کہ سماجی برائیاں محض قانون کی طاقت سے دور نہیں کی جا سکتیں -

---

داؤد فاؤنڈیشن کے انعامات

کراچی - آدم جی انعامات کی طرح داؤد فاؤنڈیشن نے بھی ادبی انعامات کا اعلان کیا ہے - ہر سال ۲۰ ہزار روپے کے انعامات دئے جائینگے -

---

نادم سیتاپوری کی آمد

لاہور کی اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ نادم سیتاپوری آج کل آئے ہوئے ہیں اور عنقریب کراچی میں بھی تشریف لائینگے - لاہور میں وہ رئیس احمد جعفری کے یہاں مقیم ہیں -

---

ہاتھی دانت پر بنائی ہوئی تصویریں

نیویارک - کولمبس کی دریافت امریکہ سے پہلے کی بنی ہوئی تصویروں کی جو نمائش یہاں ہو رہی ہے اس میں لوگ جوق در جوق آرہے ہیں - یہ تصاویر مسلم فنکاروں کی بنائی ہوئی ہیں - بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ امریکہ میں مسلم آرٹ کا سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

اثر رامپوری کا انتقال

۲۰ جنوری کو رامپور کے مشہور ادیب اور شاعر انتقال کر گئے - وہ آرزو اسکول سے تعلق رکھتے تھے - اور کئی سال سے فالج میں مبتلا تھے - مرحوم ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ تھے ان کی تصانیف میں " ارمغان پارس "، " مسدس بے نظیر " اور "تذکرہ شاعران رامپور"، قابل ذکر ہیں۔

فحش لٹریچر

کراچی - ۱۳ فروری - پولیس نے کل شہر کے متعدد بک اسٹالوں پر چھاپہ مارا اور فحش لٹریچر اور عریاں تصاویر اپنے قبضہ میں کرلیں - '' کمنٹ '' یہ خبر دینے کے بعد لکھتا ہے کہ اگرچہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں پر آئے دن مقدمات کئے جاتے ہیں لیکن یہ خرابی بدستور موجود ہے - سرکاری طور پر اس لٹریچر کی درآمد ممنوع ہےمگر بعض تاجر کسٹمز والوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں - کچھ لوگ فرانس سے اپنے ذاتی سامان کی حیثیت سے اسے لے آتے ہیں '' -

---

راز یزدانی کی وفات

۱۲ جنوری کو رام پور کے مشہور شاعر احمد ولی خاں راز یزدانی کا قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال ہو گیا - مرحوم عرصہ سے قلب کے مریض تھے۔ مرتے وقت ان کی عمر ۶۰ سال تھی -

---

رابرٹ فراسٹ چل بسے

امریکہ کے ممتاز شاعر رابرٹ فراسٹ نے ۸۸ برس کی عمر میں وفات پائی - ان کے دو آپریشن ہوئے تھے۔ انہیں امریکہ سے گہری محبت تھی ان کی نظموں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں -

اردو لٹریچر کی کس مپرسی

الجمعیۃ (دہلی) اپنی ایک حالیہ اشاعت میں لکھتا ہے :-

ہندوستان میں اردو زبان کا جو حال ہے۔ اس کا اظہار کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے یہ شکایت تو ہر زبان پر ہے کہ حکومت اردو کو مٹا رہی ہے اور اس لے اپنے وعدوں کو پس پشت ڈال دیا ہے - لیکن اردو کے سب سے بڑے دشمن وہی لوگ ہیں جو حکومت سے شکایت کرتے ہیں۔ ہمیں حکومت سے کسی بہتری کی امید نہیں ہے کیونکہ اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے اور تنگ نظری یہاں کا پیدائشی حق ہے لیکن جو لوگ اردو زبان کا دم بھرتے ہیں انہوں نے اس زبان کو جتنا عظیم نقصان پہنچایا ہے ، اتنا شائدحکومت نہیں پہنچا سکی ہے۔ اردو کے حامی اردو کے لٹریچر کو ہاتھ نہیں لگاتے - اول تو ان میں اچھی کتابیں پڑھنے کا کوئی ذوق نہیں اور جن کو ذوق ہے وہ دام دے کرکبھی کتاب نہیں خریدتے۔ انہیں پڑھنے کے لئے کوئی کتاب مفت ملنی چاہئے۔ چھ کروڑ مسلمانوں میں سے اگر پچاس لاکھ مسلمان بھی خواندہ ہوتے اور ایک نے ایک سال میں صرف ایک کتاب بھی پڑھی تو اردو کی پچاس لاکھ کتابیں آسانی سے فروخت ہو سکتی ہیں، اگرچہ اردو کا مسئلہ فرقہ وار نہیں ہے مگر ہم نے مسلمانوں کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ وہ حکومت کی زیادہ شکایت کرتے رہتے ہیں -''

ادبی اطلاعات

★ ماہنامہ "فاران" کا "توحید نمبر" تیسری مرتبہ شائع ہو گیا ہے۔ مدیر "فاران" کے علاوہ حسب ذیل ارباب فکر نے بھی اس نمبر کی ترتیب میں حصہ لیا ہے:—

علامہ محمد البشر الابراہیمی (الجزائر) مولانا مودودی، مفتی محمد شفیع، مولانا امین احسن اصلاحی، سید ابوالحسن علی ندوی، قاری محمد طیب، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد اسحٰق، ڈاکٹر میر ولی الدین، مولانا عامر عثمانی، قاضی زین العابدین سجاد، مولانا محمد اویس ندوی نگرامی، مولانا ابو محمد امام الدین رام نگری، اور محترمہ عطیہ خلیل عرب۔ قیمت چار روپے ۵۰ پیسے۔ مکتبہ فاران، کیمبل اسٹریٹ، کراچی سے طلب کیجئے۔

★ معلوم ہوا ہے کہ دہلی کے کروڑی مل کالج کے ایک پروفیسر نے وہ تمام نظمیں ایک جگہ جمع کردی ہیں اور انہیں کتابی صورت میں بھی شائع کردیا ہے جو چین و ہندوستان کے سرحدی تنازعہ کے آغاز سے اب تک اردو میں لکھی گئی ہیں۔ اس کی کئی ہزار جلدیں نوجوانوں میں تقسیم کی جائیں گی۔

★ دہلی۔ امریکہ کی دس کان سن یونیورسٹی میں اردو کا تعلیمی کام مستقل بنیادوں پر شروع کردیا گیا ہے۔ سال آئندہ کے لئے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (ریڈر، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی) کو وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ (مرتضیٰ حسین بلگرامی۔ سیکریٹری، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی)

★ حکومت ہند نے یوم جمہوریت کے موقع پر دو مشہور ادیبوں کو بھی خطاب سے نوازا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ذاکر حسین کو بھارت رتن کا اور پروفیسر رشید احمد صدیقی کو پدم شری کا خطاب دیا گیا ہے۔

رسالوں پر طائرانہ نظر

ادیب (علیگڈھ)۔ دسمبر کے پرچہ میں کئی ایک مضمون پڑھنے کے قابل ہیں ابن فرید کا مضمون متعلق بہ جگر چند دلچسپ یادوں پر مشتمل ہے جن سے ان کی سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔ کبیر احمد جائسی نے مولوی عبدالحق کے چند خطوط شائع کرائے ہیں جو پڑھنے کی چیز ہیں۔ مفتون نے اپنے مضمون میں بتایا ہے کہ اردو غزل میں تحریک عمل کا کافی جذبہ موجود

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین برنی بی۔ اے۔
۵۰۱ گیدومل لیکھراج روڈ، کراچی—۱

مطبوعہ ٹکنکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی۔ میکلوڈ روڈ۔ کراچی

ہے اور اس کا یہ تعمیری پہلو اسے ہمیشہ پائندہ رکھے گا۔ '' پریم چند پر ایک نظر '' میں پریم چند کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ سہیل کی شاعری پر حکیم مصلح الدین نے بھر پور تبصرہ کیا ہے۔ یہ پہلی قسط ہے۔ دوسری قسط کا انتظار رہے گا۔ ایک اور مضمون میں محمد تحسین صدیقی نے '' سیاست نامہ '' کے مصنف نظام الملک پر اچھا مقالہ لکھا ہے اور بجا طور پر اسے '' معلومات کا ذخیرہ '' قرار دیا ہے۔

آج کل (دہلی)۔ دسمبر کے پرچہ میں اس پرانی بحث پر کہ ظفر کی شاعری '' چکیدہ' استاد '' ہے، دو مضمونوں میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ دونوں مضمون نگاروں نے (تنویر احمد علوی اور عبدالباقی) ظفر کی انفرادیت سے بحث کی ہے اور متعدد اشعار ایسے دئے ہیں جو ذوق کی استادی کے زمانہ سے پہلے کے ہیں۔ بہر حال ان دونوں حضرات نے مختلف شواھد کی موجودگی میں یہ ماننے سے انکار کیا ہے کہ ظفر کی شاعری ذوق کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ ذوق اور ظفر کی تحریروں کے عکس بھی دئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر زور پر عبدالقادر سروری نے بہت اچھا مقالہ لکھا ہے اور ان کی خدمات کا پورا پورا اعتراف کیا ہے۔ جوش ملسیانی کا مضمون '' نوح ناروی کی یاد میں '' پڑھنے کے قابل ہے۔

* **آج کل (دہلی)**۔ جنوری کے پرچہ میں سالک رام کا مضمون ''شعلہ' آواز'' خوب ہے۔ اسمیں سراج لکھنوی کے کلام پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ خورشید مصطفیٰ رضوی کا مضمون متعلق بہ بیگم زینت محل پڑھنے کے قابل ہے۔ اسمیں دوران عذر میں زینت محل کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دینا ناتھ مست نے ظفر کے ھندی پنجابی کلام پر بہت اچھا تبصرہ کیا ہے۔

کاروان ادب (بمبئی)۔ یہ سال نامہ ہے جو سینٹ زیویرز کالج بمبئی کی اردو لٹریری سوسائٹی کی طرف سے نکلتاہے۔ زیر تبصرہ شمارہ چودھواں ہے۔ غلام مصطفیٰ نے بہ حیثیت اسلامی مفکر کے اقبال کو پیش کیا ہے۔ محمد صالح قاضی مولانا ابوالکلام آزاد پر شاعر کی حیثیت سے بحث کی ہے۔ اس مضمون میں ایک جگہ یہ لکھا گیا ہے کہ ''اقبال'' سر سید اور اجمل خاں جیسی ہستیاں آزاد کی آتش نوائی اور شعلہ سنجیوں کا لوہا مان چکی تھیں۔'' اس فقرے میں سر سید غلطی سے شامل کرلیا گیا ہے اسلئے کہ ان کا انتقال آزاد سے بہت پہلے ہوچکا تھا۔ جاوید حجازی نے ''ساحر اور اس کا فن'' پر اچھا مضمون لکھا ہے۔ صلاح الدین پرکار نے ''نیاز فتحپوری اور ان کا اسلوب بیان'' پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لکھنے والے نے موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ سالنامہ پڑھنے کی چیز ہے اور ہر لحاظ سے رطب و یابس سے پاک ہے۔

Regd. No. S—1975

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دُنیا

مدیر اعزازی : (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ :

ضیاؔالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ مئی ۱۹۶۳ ع ☆ شمارہ ۵

فرینک فرٹ میں جرمن لائبریری

فرینک فرٹ کی جس جرمن لائبریری کی تصویر پچھلے پرچہ میں شائع کی گئی تھی اس کے ایک دارالمطالعہ کا منظر - اس لائبریری میں چار لاکھ چالیس ہزار سے اوپر کتابیں ہیں -

حیات اقبال کی چند جھلکیاں

۱

انجمن حمایت الاسلام کا ایک اجلاس جس میں اقبال نے اپنی مشہور نظم "شکوہ" اپنے خاص انداز میں پڑھی، بہت لوگوں کو یاد ہوگا - کیف غم کا سماں جلسہ پر چھا گیا تھا - ان کے بہت سے مداح پھولوں سے جھولیاں بھر کر لائے تھے اور جب وہ پڑھ رہے تھے تو ان پر پھول برسا رہے تھے - اس وقت کی ایک اور بات خاص طور پر قابل دید تھی اور وہ یہ کہ اقبال کا معمر باپ اس نظم کے سننے والوں میں موجود تھا - باپ کی آنکھوں میں بیٹے کی کامیابی دیکھ کر خوشی کے آنسو تھے، مگر لبوں پر تاثیر کلام سے وہی علامات غم تھیں جو بیٹے کے چہرے پر تھیں - در حقیقت یہ خصوصیت بیٹے نے باپ سے ورثہ میں پائی تھی -(سر عبدالقادر)

۲

۱۹۱۸ میں والد مرحوم کی وفات پر ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایک تاریخی رباعی بھیجی جو ان کی قبر پر کتبہ کی صورت میں کندہ ہے :-

در گلستان دہر ہمایون نکتہ سنج
آمد مثال شبنم و چون بوئے گل رسید
می جست عندلیب خوش آہنگ سال فوت
علامہ، نسیم زہر چار سو شنید

۳

ایک روز میں نے عرض کی کہ ایک نقاد دوست نے آپ کے ایک شعر پر اعتراض کیا ہے کہ لفظ " مینا " مونث نہیں مذکر ہے - مجھے بھی اس اعتراض پر تعجب ہوا کیونکہ مینا شکل و صورت سے اور آواز سے مونث معلوم ہوتا ہے - علی بخش سے کہا کہ رسالہ تذکیر و تانیث لاؤ - دیکھا اور کہا: " ہاں ایسی غلطیاں مجھسے ہو جاتی ہیں - "

۴

ایک دن میں نے بعض سیاسی لیڈروں کا ذکر کیا - جوش میں آکر فرمانے لگے کہ یہ لوگ سب خود غرض ہیں ، ایثار نہیں کر سکتے - لیڈر امیروں کی جماعت میں موجود ہیں ہی نہیں ، مسلمانوں کے لیڈر عوام سے پیدا ہونگے - تم دیکھ لینا ایسا ہوکر رہے گا - پھر وہ لوگ رہنمائی کرسکیں گے - (میاں بشیر احمد)

۵

۱۴ اپریل ۱۹۳۰ کو حاضرخدمت ہوا - میرے ساتھ حکیم طالب علی بھی تھے - ہمارے حاضر ہونے سے پہلے مشہور شاعرہ اورقائدہ مسز سروجنی نائڈو اور میاں بشیر احمد موجود تھے - ان سے انگریزی میں بات چیت ہوتی رہی - میں نے شاعرہ کو پہلی اور

آخری بار دیکھا اور یہ بات بھی ایک ہی دفعہ دیکھی کہ علامہ شاعرہ کو رخصت کرنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر کوٹھی کے بر آمدے تک تشریف لائے ۔

۶

ایک دن فرمایا : " قرآن سے پہلے کسی ارضی یا سماوی کتاب نے انسان کو اس بلند مقام پر نہیں پہنچایا جس کی قرآن نے اطلاع دی ۔ یہ لفظ تم قرآن کے سوا کہیں نہ دیکھو گے :۔ " سخر لکم مافی السماوات و الارض ۔ " آج تک تم جن ارضی و سماوی مہیب یا مفید ہستیوں کو اپنا معبود سمجھتے رہے ہو وہ سب اور دیگر تمام کائنات تمہاری خدمت کے لئے خلق کی گئی ہے ۔ توحید کا یہ مرتبہ اعلیٰ ماسوا سے بے پروا کر دینے والا ، یہ انسانی خودی کا حقیقی عرفان قرآن سے پہلے کہیں نظر نہیں آتا ۔ (حکیم محمد حسن قرشی)

۷

ایک دن میں نے پوچھا تمدن Civilisation اور تہذیب Culture اس طرح استعمال ہو رہے ہیں گویا کہ وہ ہم معنی لفظ ہیں ۔ آپ ان میں کس طرح امتیاز کریں گے؟ فرمایا Civilisation کا تعلق باہر کی دنیا سے ہے اور Culture کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے ۔ (ڈاکٹر سعید اللہ)

۸

علامہ مرحوم کے یہاں آنے جانے کی دقت کبھی نہ ہوتی تھی ۔ وہ جہاں بڑے سے بڑے آدمیوں کی کسی گرم جوشی کے ساتھ آؤ بھگت نہ کرتے تھے ، وہاں معمولی سے معمولی حیثیت کے آدمی کے ساتھ بہت حسن سلوک فرماتے تھے ۔ نہ کسی کے استقبال کا خاص اہتمام ہوتا تھا نہ کسی کی راہ میں رکاوٹ پیش ہوتی ۔

(خواجہ عبدالوحید)

۹

ایک دن نظریہ' فوق البشر کے متعلق بات چیت ہوئی تو ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ فوق البشر کی کیا تعریف ہے؟ کہنے لگے : " ہر صحیح مومن فوق البشر ہے اور اسلام وہ بہترین سانچہ ہے جس میں فوق البشر ڈھلتے ہیں ۔ " (سید الطاف حسین)

(ماخوذ از ملفوظات)

ایک فیضانی لمحہ کی یاد

(از ڈاکٹر تاثیر ۔ ایم ، اے)

ایک شام کو ہم چار (تاثیر ، چغتائی اور ان کے دو بھائی) حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جاتے ہی غیر مطبوعہ اردو کلام کا مطالبہ شروع کر دیا ۔ '' کارواں '' کے نکالنے کا آپ ہی نے مشورہ دیا تھا ۔ آپ کا غیر مطبوعہ اردو کلام لیوا تو ہماری نیازمندی لوگوں کی نظر میں مشکوک ٹھیریگی ۔ ہم کچھ نہ کچھ لے کر ٹلیں گے ۔ حضرت علامہ کہنے لگے ، اردو میں شعر نازل ہی نہیں ہوتے ۔ ہم نے دلائل بازی میں شکست ہوتی دیکھ کر نیازمندی کو سہارا بنایا اور '' اردو غزل لیکر ٹلیں گے '' کی رٹ لگانی شروع کردی ۔ یکا یک حضرت علامہ نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ تم اس وفد کے سرغنہ ہو اور شاعر ہو ۔ اپنے اشعار سناؤ شاید طبیعت کو بہانا مل جائے ۔ میری خاموشی پر حضرت علامہ بولے ، بھئی کچھ سناؤ گے تو شاید تمہاری قسمت کی کوئی چیز ہوجائے ۔ اس پر چغتائی کہ اٹھے ۔ ''وہ سمجھا تھا میں'' والی غزل سنادو ۔ میں نے ایک مطلع پڑھا پھر دوسرا ۔ علامہ اقبال اس کا ایک مصرع ۔

تم کو اپنی زندگی کا آسرا سمجھا تھا میں

دھرانے لگے مجھے کچھ تسکین ہوئی ۔ آخری شعر پر مجھے خود یقین تھا :

زلف آوارہ گریباں چاک اے مست شباب
تیری صورت سے تجھے درد آشنا سمجھا تھا میں

حضرت علامہ کہنے لگے ، ''زمین اچھی ہے ۔'' خدا کا قافیہ کیوں چھوڑ دیا؟ اور پھر کچھ چپ سے ہو گئے ۔ فکر شعر میں سر جھکا لیا ۔ بولے : اگر قافیہ بدل دیا جائے تو ؟ میں فوراً بولا ، ''تو بہتر ہوگا ۔''

حضرت علامہ کہنے لگے ، لو سنو ، تغزل ہی سہی ۔ تم غزل غزل پکار رہے تھے تو غزل ہی سہی ۔

عرصۂ محشر میں میری خوب رسوائی ہوئی
داور محشر کو اپنا رازداں سمجھا تھا میں

یہ شعر کہ کر علامہ کچھ رکے دو تین منٹ تک ، اور پھر یہ حالت تھی کہ میں نقل نہیں کر چکتا کہ ایک اور شعر تیار ہوجاتا ۔ جوں جوں شعر ہوتے جاتے علامہ کی حالت بدلتی جاتی تھی ۔ آواز میں لرزش آگئی اور اس شعر پر ۔

تھی وہ اک درماندہ رہرو کی صدائے دردناک
جس کو آواز رحیل کارواں سمجھا تھا میں

وہ بھی رو رہے تھے اور ہم بھی ۔ مطلع کے متعلق حضرت علامہ نے مجھے ایک خط میں لکھا کہ یوں کردیا جائے ۔

اپنی جولانگہ زیر آسماں سمجھا تھا میں
کس رباط کہنہ کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں

مگر میں نے تعمیل ارشاد نہ کرتے ہوئے اس فیضانی لمحے کی یادگار کو جوں کا توں رہنے دیا ۔

" بال جبریل " میں جس طرح یہ غزل درج ہوئی ہے ، اسے ملاحظہ کیجئے :

اپنی جولانگہ زیر آسماں سمجھا تھا میں
آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں
بے حجابی سے تیری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم
اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں
عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں
کہ گئیں رازِ محبت پردہ داریہا ئے شوق
تھی فغاں وہ بھی جسے ضبط فغاں سمجھا تھا میں
تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے دردناک
جسکو آواز رحیل کارواں سمجھا تھا میں

(ماخوذ از ملفوظات)

ادیبوں کی موت

(از ضیاء الدین احمد برنی)

۱

ایم - اے - شاھد

یہ میرے بمبئی کے دوست تھے - انہیں لکھنے پڑھنے کا اچھا خاصا شوق تھا - کراچی آنے کے بعد وہ مختلف مشاغل میں مصروف رہے ، مگر لکھنے کا ذوق برابر قائم رہا - کچھ عرصہ کے لئے وہ ''اوتھ کمشنر،، بھی مقرر ہو گئے تھے - ان کا کام یہ تھا کہ وہ پاسپورٹوں وغیرہ پر تصدیقی دستخط کیا کریں - حکومت نے انہیں دفتر کے لئے کوئی جگہ نہ دی تھی اور اسلئے وہ اپنا کاروبار فوجداری عدالتوں کے رسٹوراں میں بیٹھ کر انجام دیا کرتے تھے - انہوں نے یہاں آنکر ائمہٗ اسلام کی سوانح حیات بھی شائع کی تھیں جو مخصوص حلقوں میں کافی مقبول ہوئیں - بہت خوش مزاج اور تیز طبع واقع ہوئے تھے - '' کتابی دنیا ،، کے شروع سے خریدار تھے - خدا انہیں غریق رحمت کرے اور پسماندوں کو صبر دے !

۲

شفیق جونپوری

۸ مارچ کی شام کو اردو کے نامور شاعر شفیق جونپوری کا ان کے وطن میں انتقال ہوگیا - وہ چند سال سے دق کا شکار تھے - انہیں حکومت ہند سے ادبی وظیفہ بھی ملتا تھا - ۱۹۵۶ میں ان کا جشن بھی منایا گیا تھا - شاعری میں وہ حسرت موھانی کے شاگرد تھے - وہ اپنے پیچھے کلام کے کئی مجموعے اور کچھ نثری کتابیں چھوڑ گئے ھیں - ان کے دل میں قوم و وطن کا کافی درد تھا - ان کے انتقال کی خبر سنتے ھی جونپور کے دفاتر اور تعلیمی ادارے بند کر دئے گئے - ھندوستان کے مشہور رسالہ ''شاعر،، نے حکومت ہند سے درخواست کی ہے کہ مرحوم کا وظیفہ ان کی بیوہ کے نام منتقل کر دے اسلئے کہ ان کی ادبی خدمات کا بھی سب سے بڑا اعتراف ہوگا - خدا مرحوم کو غریق رحمت کرے -

---

۳

شوکت تھانوی

شوکت کا انتقال لاھور میں ۴ مئی کی صبح کو یکایک ہو گیا - وہ طنز اور مزاح کے بادشاہ تھے اور اپنے رنگ میں منفرد تھے - وہ جگر کے سرطان میں مبتلا تھے اور چند ھی ہفتوں میں ہم سے جدا ہو گئے - وہ بڑے ہنس مکھ آدمی تھے - ان کی صحبت میں بیٹھنے کے بعد ناممکن تھا کہ یاس و حرمان پاس پھٹک جائیں - اردو ادب کو ابھی ان جیسے ادیبوں کی سخت ضرورت تھی - وہ بہت ذھین اور طباع تھے - میری رائے یہ ہے کہ اگر جرنلسٹ نہ بنجاتے تو وہ ملک و قوم کو اور بہت سی زندہ رہنے والی

کتابیں دے جاتے - شوکت کی موت نے ہند و پاکستان میں ہزارہا لوگوں کو غمزدہ بنادیا ہے۔دس بارہ سال ہوئے ان سے میری پہلی ملاقات کراچی میں ہوئی تھی- جو جگہ ان کی موت سے خالی ہوئی ہے وہ برسوں خالی رہے گی -

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اقتباسات

۱

حیدرآباد : - جب سے اعلیٰ حضرت نظام نے اعلان کیا ہے کہ وہ نیشنل فنڈ میں مزید کوئی رقم نہیں دے سکتے اور یہ کہ وہ آج کل زیر بار ہیں دنیا بھر کے لوگوں نے ان کے ساتھ اظہار ہمدردی شروع کردیا ہے - کسی نے نئے دس پیسے بذریعہ منی آرڈر، کسی نے پرانی ترکی ٹوپی بغیر پھندنے کی توکسی نے پرانے جوتوں کا جوڑا غرضیکہ یہ اعلان ان کے لئے عذاب جان بن گیا ہے اور اس کی ہمہ گیریت بڑھتی ہی جارہی ہے۔ اب ولایت بھی اظہار ہمدردی پر اتر آیا ہے اور ایک صاحب مسٹر ولیم نے اعلان کیا ہے کہ مجھے نظام حیدرآباد سے بڑی ہمدردی ہے اس لئے میں انہیں ۲۰ سینٹ بطور امداد بھیج رہا ہوں -

(نئی کرن)

۲

لکھنؤ کا ایک ادبی ہنگامہ

۳۰ - ۳۰ سال پیشتر لکھنو سے ایک رسالہ '' صاعقہ ،، نکلتا تھا - اس میں ایک ادبی ہنگامے کے خاتمہ کے عنوان سے سراج الحسن صاحب سراج لکھنوی کا ذیلی مکتوب اور محمد حسین صاحب افقر موہانی ایڈیٹر جام جہاں نما کا معذرت نامہ شائع ہوا ہے۔ چونکہ اس قسم کی چیز آج بھی ہنگامہ کا باعث ہو سکتی ہے اس لئے اسے درج کیا جاتا ہے - امید ہے کہ قارئین اسے دلچسپی سے پڑھیں گے -

محلہ باغ قاضی ، لکھنؤ

یکم فروری ۱۹۳۲

جناب من - تسلیم - غالباً آپ کو علم ہے کہ رسالہ جام جہاں نما بابت اکتوبر ۱۹۳۰ء میں میری ایک غزل کےمتعلق مجھ پر سرقہ کا الزام عائد کیا گیا تھا - چونکہ یہ الزام غلط اور بے بنیاد تھا ، اس لئے میں نے دفعہ ۵۰۰ کے تحت دعویٰ دائر کردیا تھا- قبل اس کے کہ مقدمہ میں حکم سنایا جائے ، ملزمان نے معذرت نامہ آٹھ آنے کا ٹکٹ لگا کر عدالت میں داخل کر دیا - چونکہ وہ الزامات جومجھ پر قائم کئے گئے تھے ، دفع ہو گئے لہذا میں نے اس معذرت نامہ کو قبول کر لیا اور اس کے بعد فریقین کی جانب سے ایک درخواست بھی

عدالت میں داخل کردی گئی جس میں لکھ دیا گیا ہے کہ معذرت نامہ کی بنا پر مقدمہ داخل دفتر کیا جائے ۔ ملزمان کے معذرت نامہ کی نقل حسب ذیل ہے ۔ از راہ کرم اس خط کو مع ملزمان کے معذرت نامہ کے " صاعقہ " کی اشاعت میں شائع فرمادیجئے ۔ سراج لکھنوی ۔ ر هو هذا :-

معذرت نامہ

اکتوبر ۱۹۳۰ کے جام جہان نمامیں جو الزامات سراج الحسن سراج لکھنوی پر ہم ملزمان نے قائم کئے تھے ، وہ نا مناسب ہیں ، ان کے لئے ہم ملزمان نادم ہیں اور اظہار افسوس کرتے ہیں ۔ مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ ۔

محمد اقر موہانی ۔ ایڈیٹر جام

جہاں نما ، لکھنؤ

متین الدین ایڈووکیٹ برائے

صفدر علی شارق

(ملخص از "ہماری زبان")

۳

بشیر صاحب کی نصیحت

مسٹر دلیپ نے " بھودان تحریک " میں آبلو کے بشیر صاحب پر ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کے اخیر میں ذیل کی عبارت درج ہے :-

"بشیر صاحب کی وفات کو ایک عرصہ ہوچکا ہے ، لیکن ان کی یاد آج بھی میرے دل میں تازہ ہے ۔ وہ مجھے کہا کرتے تھے:" بابو، جو کچھ میں کرتے ہوئے تمہیں نظر آتا ہوں ، وہ میں نہیں کرتا ۔ مجھ سے جو نیک عمل ہوا ہے ، وہ سب پرور دگار کا فیض ہے ۔ میں نہ کوئی ساحر ہوں اور نہ مجھ میں کوئی غیبی طاقت ہے ۔ میں تو صرف صدق دل سے اس کا مطیع ہوں ۔ "

خبریں

منظور بخاری کے ورثا کی امداد

کوئٹہ کے ڈرامہ نویس منظور بخاری کے ورثا کو صدر ایوب نے ایک ہزار روپے کی رقم دی ہے اور گزارے کے لئے ڈیڑھ سو روپے ماہانہ مقرر کردئے ہیں ۔ بخاری صاحب کچھ عرصہ قبل حرکت قلب بند ہوجانے سے رحلت کر چکے ہیں ۔

بال جبریل کا انگریزی ترجمہ

اینی میری شمل نے بال جبریل کا جو ترجمہ کیا تھا اور اسپر اپنے حاشیے لکھے تھے وہ کتابی صورت میں چھپ گئے ہیں ۔ کتاب ای ۔ جے ۔ برل (E. J. Brill) نے لیڈن سے شائع کی ہے ۔

ڈاکٹر اسلم فرخی

کراچی یونیورسٹی کے حالیہ کانوویکیشن میں اسلم فرخی کو محمد حسین آزاد پر ریسرچ کرنے پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی ہے ۔

ایک نادر ادبی خدمت

لکھنؤ کے ایڈووکیٹ چودھری بدرالزماں صدیقی نے غالب کے اردو کلام کا انگریزی میں ترجمہ مکمل کر لیا ہے ۔ آجکل مترجم ایک مفصل تنقیدی مقدمہ لکھنے میں مصروف ہیں ۔

یوم نذیر احمد

مولوی نذیر احمد کی برسی پہلی مرتبہ کراچی میں ۳ مئی کو کا ترک ہال میں منائی گئی ۔ یہ رائٹرز گلڈ کی زیر سرپرستی منعقد ہوئی تھی ۔ شروع میں ضیاء الدین احمد برنی ، اسلم فرخی ، جمیل جالبی ڈاکٹر شوکت سبزواری ، بیگم برلاس ، علامہ عبدالعزیز میمن ، اور اے ۔ ڈی ۔ اظہرنے مقالوں اور تقریروں کے ذریعہ مولوی نذیر احمد کی زندگی اور ان کے ادب پر روشنی ڈالی ۔ پھر حفیظ جالندھری اور جمیل نقوی کی نظمیں ہوئیں جو خاص اسی موقع کے لئے لکھی گئی تھیں ۔ صدر (ممتاز حسن) نے اپنی تقریر میں چند مفید مشورے دئے اور یوم نذیر احمد کے منائے جانے پر اپنی دلی مسرت کا اظہار فرمایا ۔ آخر میں مولوی صاحب کے ناول توبۃ النصوح کے ایک جزو کو ڈرامے کی شکل میں دکھایا گیا ۔ کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ کا رول نہایت خوبی سے ادا کیا گیا ۔ یہ دلچسپ صحبت گیارہ بجے رات کو اختتام کو پہنچی ۔

یاد نذیر احمد رح

کاترک ہال کراچی میں ۳ مئی کو یوم نذیر احمد کی برسی کی تقریب کے موقع پر حفیظ جالندھری نے جو نظم پڑھی وہ درج ذیل کیجاتی ہے :-

اے نذیر احمد، صریرہر قلم ہے تیری یاد
لوح دل پر جب سے تو نے لکھ دیا حق العباد
تیری تحریروں سے پہلے کیا تھی حالت قوم کی
چھائی تھی بنکر مرض ہر سو جہالت قوم کی
نبض تونے دیکھ لی بگڑا ہوا تھا ہر مزاج
اے مسیحا نے قلم، تونے کیا اس کا علاج
زود رس تھی عقل تیری اور روشن تھا دماغ
ملک میں روشن کیا تہذیب کا تونے چراغ
تیری ہر تحریر ہے تصویر خورشید علوم
کرتے ہیں کسب ضیا اس نور سے ماہ و نجوم
نور تیرے ہی قلم نے ملک میں پھیلا دیا
رات کو دن کر دیا کرنوں کا مینہ برسا دیا
دشمن اسلام کا منہ تو نے کالا کر دیا
علم و فن کا روئے عالم میں اجالا کر دیا

صدر کا اظہار تعزیت

۴ مئی ۔ صدر ایوب نے بیگم شوکت تھانوی کے نام اظہار تعزیت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرحوم ملک کے مقتدر لکھنے والوں میں تھے اور اردو شاعری اور ادب کی ترقی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے ۔ ان کی وفات حقیقی معنوں میں قومی نقصان ہے ۔

قومی پرندہ

حکومت ھند نے مور کو قومی پرندے کی حیثیت دیدی ہے ۔

نفاست حسین صدیقی مرحوم

افسوس ہے کہ ھمارے شہر کے ایک ممتاز بک سیلر اور پبلشر نفاست حسین صدیقی ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ء کو اس دار فانی سے گزر گئے ۔ مرحوم بک کارپوریشن، آرام باغ روڈ، کراچی سے وابستہ تھے ۔ ان کی عمر ۵۰ سال کے قریب تھی ۔ بہت شگفتہ مزاج اور محبت کے آدمی تھے ۔ وہ اپنے پیچھے ایک بیوہ، سات لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ گئے ھیں ۔ تقریباً دو سال سے انہیں عارضہ قلب تھا اور اسی موذی مرض نے ان کی جان لی ۔ خدا مرحوم کی مغفرت کرے اور پسماندگاں کو صبر جمیل عطا کرے ۔



نفاست حسین صدیقی



تبصرے

نوٹ : تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے ۔

مسلمانوں کی سائیں

مصنف : مولانا رازق الخیری ۔
ناشر : عصمت بک ڈپو ۔ ازد ایروس سنیما کراچی ۔
سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۵۰۰ ۔ مجلد ۔ (معمولی کاغذ) ۔
قیمت ۔ ٦ روپے ۵۰ پیسے ۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰٦ء میں نکلا تھا۔ خیری صاحب قابل مبارک باد ہیں کہ چند سال کے عرصہ میں وہ متعدد اضافوں کے ساتھ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرسکے ۔

اس موضوع پر اردو میں صرف چند کتابیں ہیں ، اور ان میں زیر تبصرہ کتاب سب سے زیادہ جامع ہے۔ مولف نے ہر جگہ مغربی مصنفین کی غلط روایات کی تکذیب کر دی ہے اور یہ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے ۔ اسلام کو بدنام کرتے وقت مغربی مصنفین کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ کہیں عیسائی مسلمان نہ بنجائیں ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی ایسی تصویر پیش کرتے ہیں جس سے گھن آئے ۔ فاضل مولف نے بڑی محنت سے مختلف غلط بیانیوں کی تردید کی ہے اور تردید بھی ایسی کہ جس سے پڑھنے والا مطمئن ہو جائے ۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ یوروپین زبانوں میں بھی اسے منتقل کیا جائے ۔ امید ہے کہ اس مشورہ کی طرف توجہ کیجائیگی۔
(ض ۔ ا ۔ ب)

رسوم دہلی

مصنف : مولوی سید احمد دہلوی مرحوم۔
ناشر : اردو اکیڈمی سندھ بہ تعاون ترقی اردو بورڈ ، کراچی ۔
سائز ۔ بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۳۱+۲۱۷ مجلد ۔
قیمت : چھہ روپے ۔

یہ مشہور کتاب ان نادر کتب میں سے ایک ہے ''جن کا دوبارہ چھاپنا بورڈ کے مد نظر تھا۔،، ۱۹۰۵ میں اس کا پہلا ایڈیشن مخزن پریس، دہلی ، سے شائع ہوا تھا ۔ موجودہ نسخہ اس پر مبنی ہے۔

شروع میں سید یوسف بخاری نے جو مرحوم مصنف کے عزیز بھی ہوتے ہیں ، ایک طویل دیباچہ لکھا ہے جس میں وہ سب باتیں آ گئی ہیں جن کا جاننا اس کتاب کے سلسلہ میں ضروری تھا ۔ آخر میں ان الفاظ کی فرھنگ بھی دیدی گئی ہے جن کے معانی فرھنگ آصفیہ جیسی کتابوں میں بند ہیں ۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ دونوں کام بڑی محنت اورخوش اسلوبی اور کافی سلیقہ سے انجام دئے گئے ہیں ۔ شروع میں ترقی اردو بورڈ کے سیکریٹری شان الحق حقی کا مختصر سا پیش لفظ ہے جس میں صحیح طور پر انہوں نے تحریر کیا ہے :- ''رسوم دھلی کی اھمیت لغوی ، تاریخی اور سماجی ہے ۔،، پڑھنے والے کو اسی نقطہ نظر سے کتاب کا مطالعہ کرنا چاھئے ۔

اب ان رسموں میں بہت انقلاب آ گیا ہے ۔ یہ اس دور کی رسمیں ہیں جبکہ لوگوں کو فراغت نصیب تھی اور اپنے حوصلے ان رسموں کی تکمیل میں نکالتے تھے ۔ اب یہ رسمیں تقریباً غائب ہیں ، اور اگر ہیں تو صرف ان کا ھیولیٰ باقی رہ گیا ہے ۔ بہر حال یہ اسلامی تہذیب کا ایک ایسا باب ہے ''جس کا مطالعہ ان لوگوں کے لئے شرط ہے جو اپنی تہذیبی و سماجی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہوں ۔،،

ترقی اردو بورڈ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے نادر کتابوں کو دوبارہ چھاپنے کا انتظام کیا ہے ۔

اسلامی اور ھندوآنی رسوم پر چند کتابیں اردو میں ضرور ہیں ، مگر زیر تبصرہ کتاب اپنے رنگ میں منفرد اور جامع ہے اور اسی میں اسکی اھمیت مضمر ہے ۔

طباعت اچھی ہے ، گیٹ اپ بھی خوبصورت ہے ۔ کتاب میں مولوی سید احمد دھلوی کی تصویر ہونی چاھئیے تھی ، وھی تصویر جسے بورڈ اپنے رسالے میں چھاپ چکا ہے ۔

کتاب کی قیمت میں قدرے کمی کرلے کی ضرورت ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

ساقی کا مشرقی پاکستان نمبر

زیر تبصرہ نمبر ''ساقی'' کا سالنامہ ہے جو ''مشرقی پاکستان نمبر'' سے موسوم ہے ۔ یہ ۳۰۹ صفحات پر حاوی ہے اور اس میں مشرقی پاکستان کے لوگوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے ۔ جہانتک میری معلومات کا تعلق ہے یہ سب سے پہلی کامیاب کوشش ہے جسکے ذریعہ مشرقی و مغربی پاکستان کی درمیانی دیوار غیریت کو ڈھایا گیا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم مشرقی پاکستان والوں سے ابھی اتنے واقف نہیں ہیں جتنا ہمیں ہونا چاہئے ۔ اس نمبر نے غیریت کو بہت وسیع حد تک دور کر دیا ہے ۔ اسے پڑھنے کے بعد مغربی پاکستان کے لوگ مشرقی پاکستان کے بھائیوں سے پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگ جائیں گے اور ان کے دل میں یہ خواہش موجزن ہوگی کہ ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں ۔

یہ نمبر ۱۰۸ مضامین پر مشتمل ہے۔ لکھنے والوں میں سلیم اللہ فہمی ، وحید قیصر ندوی ، عابد دانا پوری ، انسر ماہ پوری، ڈاکٹر شہیداللہ، جلال الدین احمد، پروفیسر سعد منیر ، یونس احمر ، وفا راشدی اعجاز الحق قدوسی ، عندلیب شادانی جیسے ادیب شامل ہیں ۔ بعض اصحاب نے متعدد مضامین لکھے ہیں اور کوشش کی ہے کہ مشرقی پاکستان کی عمارتوں ، کارخانوں ، صنعتوں ، لوک کہانیوں ، اردو و بنگالی کے شاعروں ، گیتوں ، میلوں ، صوفیوں ، قبائلیوں ، ڈراموں نویسوں ، جنگلوں ، موسموں وغیرہ کے بارے میں دلچسپ معلومات پیش کردیں۔ مضامین کا یہ تنوع ھی اسکی جامعیت کی سب سے بڑی دلیل ہے ۔

یقین ہے کہ رسالہ کا پر جوش خیر مقدم کیا جائیگا اور ہمارے اردو ناشر اسکے مضامین نقل کرینگے تاکہ رسالے کا مشن پورا ہو ، اور وہ یہ ہے کہ پاکستان کے دونوں حصوں کو باوجود فاصلہ کے قریب تر لے آیا جائے ۔

قیمت صرف چار روپے ہے جو اسکی گوناگوں خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ۳۰۹ صفحات میں سارا مشرقی بنگال

سمو دیا گیا ہے ۔ پڑھئے اور لطف اٹھائیے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

گھریلو جھگڑے

مصنف : ابن فرید ۔
ناشر : ادارۂ بتول ، ۳ اے ۔ ذیلدار پارک ، اچھرہ ، لاہور ۔
سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۱۶۶ ۔ پیپر بیک ۔
قیمت : دو روپے سینتیس پیسے ۔

اس سے قبل ابن فرید کی دو کتابوں پر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ یہ ان کی تیسری کتاب ہے جس پر اب اظہار خیال کیا جا رہا ہے ۔ یہ بھی دوسری کتابوں کی طرح بہت اہم موضوع پر لکھی گئی ہے۔ اس میں ۱۰ عنوانات ہیں :- بچوں کے جھگڑے ، بڑوں کی رنجشیں ، ہمسایوں کی کدورت ، سسرال میں ان بن ، ازدواجی جھگڑے ، وغیرہ۔ یہ اگر چہ معمولی جھگڑے ہوتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے بعض اوقات لوگوں کی زندگیوں میں خلل پیدا ہوتا ہے اور تباہ کن مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے ۔ اس کتاب کی بنیاد قرآن مجید کی ان آیات پر رکھی گئی ہے۔ (۱) ''اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح قائم کرو،، (۲) ''بیشک مسلمان بھائی بھائی ہیں ۔ بس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح قائم رکھو۔'' ذیل کی حدیث کو بھی بنیادی جگہ دی گئی ہے ۔

'' میں تمہیں بتاؤں روزے اور خیرات اور نماز سے بھی افضل کیا چیز ہے ؟ وہ بگاڑ میں صلح کرانا ۔ اور لوگوں کے باہمی تعلقات میں فساد ڈالنا وہ فعل ہے جو آدمی کی ساری نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے ۔ ،، اگر ہم ان آیات اور حدیث کے الفاظ کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں تو ہماری زندگی میں جو تبدیلی آئے گی وہ خوشگوار زندگی کی ضامن ہوگی ۔

یہ کتاب عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے لیکن اس سے مرد بھی یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں ۔

مصنف نے عوام کی زندگیوں کو بہتر بنانے کا جو بلند مقصد اپنے پیش نظر رکھا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے ۔ یقین ہے اس دور کے مسلمان ان کی کتابوں کو پڑھ کر اپنی زندگیوں کے ماحول کو خوشگوار بنانے کی سعی کرینگے ۔ یہ بغایت درجہ تعمیری کتاب ہے ۔ انداز بیان بھی ایسا ہے جو دلوں میں اتر جائے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

کتابوں کی نئی دوکان

واحد بکڈپو (جونا مارکیٹ، کراچی) شایقین علم کی خدمت میں مصروف ہے ۔ یہاں ہر قسم کی کتابیں ملتی ہیں ۔ اسلامی ممالک کی کتابیں بھی ملتی ہیں ۔ قیمتیں مناسب ہیں ۔

ادبی اطلاعات

* محمد ایوب قادری مشہور صوفی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حالات اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں جو امید ہے ماہ جون میں شائع ہوجائیگی۔

* مکتبۂ افکار (کراچی) نے جنوری سے اپریل تک ذیل کی کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع کئے ہیں :- (۱) تاریخ صحف سماوی (از پروفیسر سید نواب علی)، (۲) ایک وائلن دریا کے کنارے (از کرشن چندر)، (۳) ایک عورت ہزار دیوانے (ایضاً)، (۴) ایک بوند لہو کی (از جوگندر پال)۔ ''میرے خوابوں کی سر زمین،، اور ''مشرقی پاکستان،، آیندہ تین ماہ میں شائع ہونگی —

* سلطان حسین اینڈ سنز کراچی ''جہاں غالب،، کے نام سے ان مضامین کا مجموعہ شائع کر رہے ہیں جو نادم سیتا پوری نے غالب پر لکھے ہیں۔

* سیفیہ کالج بھوپال کے پرنسپل عبد القوی دسنوی نے '' اور ہندوستان جاگ اٹھا،، کے نام سے ان قومی نظموں کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جو چینی جارحیت کے خلاف کہی گئی ہیں - یہ مجموعہ ۳۷ شعرا کے کلام پر مشتمل ہے —

مراسلہ

صدائے احتجاج

(از مولانا اسدالقادری ، صدر مجلس علمائے پاکستان)

مولوی محمد ذکریا مائل سنجیدہ اہل قلم میں سے ہیں۔ لیکن جب میں نے ''تہذیب الاخلاق،، (مئی ۱۹۶۳) میں ان کا ڈراما '' خلافت فاروقی،، دیکھا تو مجھے سخت اذیت ہوئی - میں اس انداز کی تحریروں کو مسلم معاشرہ کے لئے مہلک سمجھتا ہوں -

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

رسالوں پر طائرانہ نظر

الشجاع۔ مئی کے شمارہ میں اولین جگہ شفیق حسن زیدی کے مضمون کو دی گئی ہے جس میں ایک عورت اور ایک مرد کی دائمی رفاقت (شادی) کے معاهده کی داستان بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف ممالک کے قبائلیوں کے رسم و رواج کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ ترکی کی بعض مساجد کا حال ایک دوسرے مضمون میں دیا گیا ہے۔ سماجی ناول کی اصطلاح اچھا مضمون ہے۔ فرمان فتحپوری نے ان چند متنازعہ فیہ اشعار کی ملکیت پر روشنی ڈالی ہے جنہیں مختلف شعرا سے منسوب کیا جاتا ہے - مقابلہ دلچسپ کہانی ہے۔

الشجاع (کراچی) — اپریل کے شمارے میں گیشا پر جو مضمون معصوم صاحب نے لکھا ہے اس سے صدیوں پرانی جاپانی تہذیب کے ایک گوشہ پر روشنی پڑتی ہے۔ جاپان میں اسلام (از محمود بریلوی) ہمارے مبلغین کے لئے دعوت فکر ہے۔ اگر اس سرزمین میں اسلام کے پیر جم گئے تو بہت دور رس نتائج نکلینگے۔ بقول بریلوی صاحب جاپان میں اسلام کی تبلیغ کی کامیابی کے امکانات بہت درخشاں ہیں۔ " سپنوں کا قیدی" دلچسپ کہانی ہے اس نمبر مین کئی ایک اچھی غزلیں درج ہیں۔

سب رس (حیدر آباد دکن) — اپریل کا پرچہ " ادارہ نمبر " ہے اس میں ادارہ ادبیات اردو کی مختلف سرگرمیوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ شروع میں سید محی الدین قادری زور (تاریخ وفات ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲) کی تصویر درج ہے۔ یہ نمبر اهل علم کے مطالعہ کے قابل ہے۔

عصمت (کراچی) — مئی کے شمارے میں آمنہ نفاست حزیں نے " عید قرباں " پر بہت خوبصورت نظم لکھی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔ امام اکبر آبادی کا مضمون " یاجوج ماجوج " بہت عبرت انگیز ہے۔ نذر سجاد حیدر کا مضمون " ایام گزشتہ " کافی حد تک دلچسپ ہے۔ اس میں سفینہ حجاج کی تعریف میں ایک نظم درج ہے۔ یہ جہاز پین اسلامک کمپنی کا ہے اور حاجیوں کو لانے لیجانے میں مصروف رهتا ہے۔

فاران (کراچی) مئی کے شمارے میں نقش اول گہرے مطالعہ کی چیز ہے۔ اس میں ارباب حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں تاکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرح یہ تبدیلی حکومت کے کار و بار پر اثر انداز ہو۔ ' مذہبی کمین گاہوں سے '' بھی قابل مطالعہ ہے۔ نو مسلم خاتون مریم جمیلہ کے واردات اور خیالات کو ایک مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ کفر و الحاد کی حالت کیونکر ایمان و یقین سے بدلی۔

شاعر (بمبئی) - ۱۹۶۳ کے تیسرے شمارے میں مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی نے لفظ " بیت " کے معنوں کی تحقیق کی ہے اور مختلف فاضلوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اسپر روشنی ڈالی ہے۔ مضمون قابل مطالعہ ہے۔ اردو کی تعمیر میں یورپین مصنفوں کا حصہ ایک دلچسپ مضمون کا عنوان ہے مگر یہ مضمون تشنہ ہے اس لئے کہ اس میں سب یورپین مصنفوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ "وحیدہ نسیم کی شاعری" سے مصلح الدین احمد نے اچھے انداز میں بحث کی ہے۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاء الدین برنی بی - اے۔
۵۰۱ لیلوسل لیکھراج روڈ ، کراچی—۱

مطبوعہ ٹیکنیکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی- میکلوڈ روڈ - کراچی۔

اکیڈمی لائبریری

کلاسیکی ، معیاری ادب اور ارزاں قیمت

* اردو میں "پینگوین سیریز" کا نقش اول جس کی ابتدا جون ۱۹۶۰ء میں کی گئی تھی اور جو سستی کتابوں کے کئی سلسلے نکل آنے کے باوجود متنوع مضامین اور معیاری انتخاب کی وجہ سے آج بھی نمایاں ، ممتاز اور منفرد ہے

* —— تین سیٹ شائع ہو چکے ہیں ——*—— چوتھا سیٹ زیر طبع ہے —— *

پہلا سیٹ

(۱) مثنوی گلزار نسیم
از ۔ دیا شنکر نسیم ،
مقدمہ وقار عظیم : ۱-۲۵
(۲) فسانہ مبتلا ، مع فرہنگ
از مولوی نذیر احمد ۲-۵۰
(۳) مضامین سرسید
تبصرہ مولوی عبد الحق ۔
سوانح ڈاکٹر اعجاز حسین ۱-۲۵
(۴) افادات مہدی
تبصرہ مولوی عبدالحق ۔
از مہدی حسن افادی ۰-۷۵
(۵) انتخاب مقالات شبلی
(از شبلی نعمانی) ۱-۲۵
(۶) دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۲-۰۰
(۷) نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ اپنی زبانی
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۱-۲۵
(۸) آزادی و تہذیب' از جان ڈیوی
مترجم ڈاکٹر عبادت بریلوی
۲-۵۰
(۹) اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر
از علامہ شبلی نعمانی ۱-۲۵
(۱۰) الفوزالکبیر ، از شاہ ولی اللہ
تذکرہ محمد سلیم عبداللہ
۲-۲۵
(۱۱) اصغری الذین (مزاحیہ ناول)
از سجاد حسین ۱-۲۵
(۱۲) خطبات اقبال
مرتبہ وحیہ فرحت بانو ۱-۲۵

دوسرا سیٹ

(۱) شاہد رعنا (ناول)
از قاری سرفراز حسین ۲-۰۰
(۲) توبۃ النصوح (ناول)
از مولوی نذیر احمد ۲-۰۰
(۳) ضدی (ناول)
از عصمت چغتائی ۱-۲۵
(۴) چوٹیں۔ پیش لفظ کرشن چندر
از عصمت چغتائی ۱-۷۵
(۵) باغ و بہار ۔
از میر امن دہلوی
تذکرہ و تبصرہ سید
ابو الخیر کشفی ۲-۰۰
(۶) شریف زادہ از محمد ہادی رسوا
مقدمہ ڈاکٹر احسن فاروقی ۱-۵۰
(۷) مریم مجدلانی
مصنف مارس ماترلنگ مترجم
وحشی محمود آبادی ۱-۲۵
(۸) دیوان غالب
مطابق طاہر ایڈیشن ۱-۲۵
(۹) امراؤ جان ادا
از مرزا محمد ہادی رسوا ۔
تنقید و تبصرہ
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۳-۰۰
(۱۰) اختری بیگم ، (ناول)
از مرزا محمد ہادی رسوا ۲-۵۰
(۱۱) بوڑھا اور سمندر
مصنف ارنسٹ ہیمنگ وے
ترجمہ و تلخیص ابن سلیم ۲-۰۰
(۱۲) حالی اور نیا تنقیدی شعور
از پروفیسر اختر انصاری ۱-۵۰

تیسرا سیٹ

(۱) دیوان خواجہ میر درد
مرتبہ عبدالباری آسی ۰-۵۰
(۲) مقدمہ شعر و شاعری (تنقید)
از خواجہ الطاف حسین حالی
۰-۷۵
(۳) نیرنگ خیال ۔ محمد حسین آزاد
مقدمہ و تبصرہ از پروفیسر
اسلم فرخی ۰-۷۵
(۴) یادگار غالب ۔ حصہ اول
خواجہ الطاف حسین حالی ۰-۷۵
(۵) یادگار غالب ، حصہ فارسی
(جلد دوم) ۔
خواجہ الطاف حسین حالی ۰-۲۵
(۶) زاد راہ (افسانے)
از منشی پریم چند ۰-۷۰
(۷) موازنہ انیس و دبیر (تجزیہ)
از علامہ شبلی نعمانی ۰
(۸) ایک ملکہ ایک محبوبہ
مترجم عمر عامر
(نپولین اور اس کی محبوبہ کے خطوط) ۰-۵۰
(۹) چھوٹی موٹی (افسانے)
از عصمت چغتائی (زیر طبع)
(۱۰) قصص ہند (تاریخی واقعات)
از محمد حسین آزاد (زیر طبع)
(۱۱) عود ہندی (انشا)
از مرزا غالب (زیر طبع)
(۱۲) کلیات اکبر
مرتبہ و مقدمہ سید وقار عظیم
(زیر طبع)

ناشر : اردو اکیڈمی سندھ
آفس:- ۱۶ بہادر شاہ مارکیٹ ۔ بندر روڈ ۔ کراچی
سیلز ڈپو:- رحمت بلڈنگ (اردو بازار) ... ۔ کراچی

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی : (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ :

ضیاءالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ جون ۱۹۶۳ع ☆ شمارہ ۶

مندرجات

صفحات

ادیبوں کی وفات

(۱) ڈاکٹر ہادی حسن

کوئی پچیس سال ہوئے بمبئی یونیورسٹی نے ڈاکٹر ہادی حسن کو دعوت دی تھی کہ وہ آئیں اور یونیورسٹی ہال میں شکنتلا پر تقریر کریں ۔ پروفیسر واڈیا اس موقع پر صدر تھے ۔ ہال کھچاکھچ بھرا ہوا تھا ۔ یونیورسٹی کے پروفیسروں اور طلبا کے علاوہ ادیبوں کی ایک کثیر تعداد بھی ان کی تقریر سننے کے لئے موجود تھی ۔ سننے والوں میں مسز سروجنی نائیڈو بھی تھیں اور انھوں نے ھی ڈاکٹر صاحب سے میرا تعارف کرایا تھا ۔ وہ ڈاکٹر صاحب کو بیٹا کہکر پکارتی تھیں ۔

انہوں نے سارا ڈراما تنہا ایکٹ کرکے دکھا دیا ۔ زبان انگریزی تھی اور ایکٹنگ نہایت نفیس ۔ میری طرح سارا مجمع مسحور تھا ۔ اس سے پیشتر میں نے ڈاکٹر صاحب کی بہت کچھ تعریف سن رکھی تھی ۔ مگر ان کی تقریر سنکر کہنا پڑا : "تجھے جیسا سنتے تھے ویسا ھی پایا ۔" جس روانی کے ساتھ وہ انگریزی بول رہے تھے اس سے ان کی فطری قادرالکلامی ظاھر ھوتی تھی ۔ میرے برابر انگریزی کے ایک بہت بڑے مصنف بیٹھے تھے ۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگے کہ یہ محض حافظہ کا اعجاز ہے ۔ میں نے جواب دیا کچھ بھی سہی ہے تو اعجاز ۔

انگریزی کی طرح انہیں اردو اور فارسی پر بھی یکساں قدرت حاصل تھی ۔ علیگڑھ کالج کے طلبا کتنے خوش نصیب تھے کہ وہ مدتوں ان کی خدا داد قابلیت سے مستفید ہوا کئے ۔

چند سال ہوئے میں نے "لیڈر" کراچی کے لئے ایک مضمون لکھا تھا جسمیں میں نے ان چند خطیبوں کی امتیازی خصوصیات بتائی تھیں جن کی تقریریں سننے کی مجھے سعادت نصیب ہوچکی ہے ۔ ان میں ڈاکٹر ہادی حسن بھی تھے ۔ میں ان کے ڈرامے سے بالکل مسحور ہو گیا تھا اور آج بھی دماغ پر وھی تاثر باقی ہے ۔

ان کی موت جو علیگڑھ میں ۲۳ مئی کو ہوئی علم و ادب کے لئے ایک زبردست سانحہ ہے ۔ دعا ہے کہ خدائے برتر مرحوم کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔
(ض ۔ ا ۔ ب)

---

(۲) ڈاکٹر محمد نصیرالدین

ھائے اس مہینے ایک اور ادیب دوست چل بسا ۔ یہ ھیں ھمارے ڈاکٹر نصیرالدین ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس ، ڈی ۔ پی ۔ ایچ

جو کراچی کی ہاؤسنگ سوسائٹی میں "رین بسیرا" میں رہتے تھے۔ ان کی میری پہلی ملاقات عرصہ ہوا ، بمبئی کراچی میں ہوئی ، اور بہت جلد یہ ملاقات دوستی میں تبدیل ہوگئی۔ ہم ملتے کم تھے لیکن جب بھی ملاقات ہوتی ان کی جانب سے ایسی محبت اور اخلاص کا اظہار ہوتا تھا جس کا مظاہرہ پہلی ملاقات کے وقت ہوا تھا۔ وہ "پردہ سیمیں" "جلوۂ رنگیں" "داستان دل" جیسی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی آخری تصنیف "صحت کی کہانی۔ ایک ڈاکٹر کی زبانی"، میری پسندیدہ کتابوں میں ہے اور ہر وقت میز پر رہتی ہے۔ انہوں نے یہ کتاب عام فہم اور شگفتہ زبان میں لکھی ہے اور بقول عبدالحق انہوں نے یہ کتاب لکھ کر "قوم پر احسان کیا ہے۔" وہ ۱۹۴۸ میں پاکستان آگئے تھے۔ انہوں نے پٹنہ میڈیکل کالج سے ڈگری لی تھی۔ ایک دن اور وہ منحوس تاریخ ۶ مئی تھی، ان کے دماغ کی ایک رگ پھٹ گئی اور دوسرے دن وہ خدا کو پیارے ہوگئے۔ جو لوگ ڈاکٹر صاحب سے قریبی تعلقات رکھتے تھے وہ بتائیں گے کہ ان میں کس قدر خلوص تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس قدر پسندیدہ اخلاق کے حامل تھے۔ وہ وضعداری ، ملنساری ، مہمان نوازی کا پیکر مجسم تھے۔ تقریباً ہر سال وہ اپنے بوڑھے باپ سے ملنے کے لئے ہندوستان تشریف لیجاتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں خدا نے شفا دے رکھی تھی اور بلامبالغہ انہوں نے ہزاروں مریضوں کو اچھا کیا ہوگا۔ وہ عام ڈاکٹروں سے قدرے مختلف تھے۔ میں بیگم صاحبہ کی خدمت میں ہدیۂ تعزیت پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ انہیں صبر عطا کرے اور مرحوم کی روح کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے! (ض۔اسب)

تبصرے



نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔

دل ناداں

مصنف: کرشن موہن۔

ناشر: انڈین اکیڈیمی ، ۲۹۔ نرندر پلس - نئی دھلی۔ انڈیا۔

سائز: اٹھارہ تیئیس ، آٹھ - صفحات ۱۰۶ مجلد

قیمت: چھ روپے۔

"دل ناداں" کرشن موہن کا تیسرا مجموعۂ کلام ہے جو پبلک کے سامنے آیا ہے

اس سے پہلے ان کے دو مجموعے " شبنم شبنم " اور " تماشائی " شائع ہو چکے ہیں ۔ کرشن موہن کا اسلوب نگارش منفرد ہے اور فکری اعتبار سے اردو شاعری میں ایک نئے باب کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ان کی نظموں میں گہرائی اور خلوص ہے اور ان کے تخیل میں نیاپن ہے ۔ کلام میں کافی پختگی ہے ۔ انداز بھی شگفتہ ہے ۔ " دل نادان " پہلا مجموعہ ہے جو میری نظر سے گزرا ہے ۔

اس کے دو حصے ہیں ۔ پہلے حصے میں نظمیں ہیں اور دوسرے میں غزلیات ۔ کچھ نظمیں سیاسی نوعیت کی بھی ہیں ۔ ایک نظم موتی لال نہرو کی شان میں ہے ۔ اس کا ایک بند ملاحظہ ہو :—

تو نے قربان کردیا قوم و وطن کے واسطے
اپنا مال و زر ، نشاط عیش ، آرام و سکوں
تو نے قول و فعل سے کی خدمت اہل وطن
آشکارا ہے زمانہ پر ترا جذب دروں

غزلوں کا رنگ ذیل کے اشعار سے ظاہر ہو گا :—

کم ظرف تھے کہ تھوڑی سی پی کر بہک گئے
اپنا ہی تھا قصور ، نہیں تھا قصور سے

———

وائے نادانی قفس کو آشیاں سمجھا تھا میں
اور گلچیں چمن کو باغباں سمجھا تھا میں
فصل گل میں چاردن گلشن پہ جوبن دیکھ کر
چار دن کی چاندنی کو جاوداں سمجھا تھا میں

———

چھوڑ گئے شب تیرہ میں ہم سفر سارے
نبھا سکا نہ کوئی دشت غم کی ہمسفری

———

ہو گیا حسین کتنا وقت واپسیں میرا
دوست پاس بیٹھے ہیں چارہ ساز گھیرے ہیں

———

دل افسردہ میں یادوں کے سوا کچھ بھی نہیں
آہ ویرانوں میں بھوتوں کے سوا کچھ بھی نہیں
میں نے دیکھا ہے بہاروں کا تبسم اکثر
پھول ہنستے ہوئے زخموں کے سوا کچھ بھی نہیں

———

دنیا کا تن اجلا اجلا لیکن من ہے میلا میلا
سکھ کی ندی سطحی سطحی دکھ کا ساگر گہرا گہرا

———

قطعہ

آخر میں کچھ قطعے بھی ہیں ۔ ایک قطعہ ملاحظہ ہو:۔

میری قسمت میں تنہائی لکھی ہے
ستم دنیا کے میں تنہا سہونگا
ازل سے یکہ و تنہا رہا ہوں
ابد تک یکہ و تنہا رہونگا

نظموں کے حصہ میں ایک نظم ہے 'قلوپش'۔ اس میں تقسیم کے بعد کے واقعات پر مذہب کے نام سے جو مظالم کئے گئے ہیں ان پر گہری طنز کی گئی ہے ۔ مصنف نے لکھا ہے کہ تقسیم کے بعد ایک فسادات میں غنڈوں نے اغوا کردہ لڑکیوں کے ساتھوں پر اپنے نام کندہ کروادئے تھے ۔ اس واقعہ سے شاعر کا حساس دل متاثر ہوتا ہے اور وہ رقمطراز ہے :۔

حسن پر تو نے ظلم توڑے ہیں
کچی کلیوں کے رس نچوڑے ہیں
تو نے عفت مآب سینوں پر
اپنی وحشت کے نقش چھوڑے ہیں

ہم کو ڈستے رہے سپہنوں سے
سانپ لپٹے رہے ہیں سینوں سے
اہل ظلمت نے لوٹ لی ہے چمک
نور عصمت کے آبگینوں سے
نکہتیں چھین لی ہیں مذہب نے
شرم کے قرئی پسینوں سے

کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ انتہائی دیدہ زیب ہے ۔ کتاب خوشنویسی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے ، اور آرٹسٹ ہیں نظام الدین - مصور کے قلم نے اپنی گلکاریوں سے جو خوبصورتی پیدا کردی ہے اس سے اس اہتمام کا اندازہ ہوجاتا ہے جو کتاب کی طباعت پر کیا گیا ہے ۔ جلد بھی بہت مضبوط اور خوب صورت ہے ۔ کتاب آفسٹ کی چھپائی کا بہترین نمونہ ہے ۔ کتاب ہاتھ میں لیتے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی شاعر کے کلام کا مجموعہ ہے ۔ ان سب چیزوں

نے ملکر کتاب کی جاذبیت میں بیحد اضافہ کردیا ہے اور اب اردو ادب فخر سے اپنا سر اونچا کر سکتا ہے ۔ کاش یہاں بھی ایسی کتابیں چھپنے لگیں ۔ (ض ۔ ا۔ ب)

Karkhandari Dialect of Delhi Urdu

دھلی کی اردو کی کرخنداری بولی

مصنف : ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ۔ ایم ۔ اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ ریڈر دھلی یونیورسٹی ۔ دھلی ۔

ناشر : منشی رام منوھر لال ' اوریئنٹل بک سیلرز و پبلشرز ۔ نئی سڑک دھلی ۔ ٦

سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۸۰ ۔ مجلد

قیمت : سات روپے پچاس پیسے ۔

میری نظر سے اب تک کرخنداری زبان کی صرف ایک کتاب " نرالی اردو " مصنفہ ایم ۔ اے ۔ مغنی گزری ہے ۔ اسے میں نے عرصہ ہوا بمبئی میں پڑھا تھا اور اس کے بعد سے میں مغنی صاحب سے متعدد بار درخواست کر چکا ہوں کہ وہ اس بولی کوجہاں تک ہوسکے کتابی صورت میں محفوظ کردیں ۔ اس کے بولنے والے تین لاکھ سے کم نہیں ہیں اور یہ صرف دھلی میں بولی جاتی ہے ۔ نارنگ صاحب نے ایک نقشہ کے ذریعہ ان علاقوں کے نام گنوائے ہیں جہاں اب بھی یہ بولی استعمال کی جاتی ہے ۔

نارنگ صاحب نے بڑی دیدہ ریزی سے عام زبان اور بولی کے امتیازات کو سیکڑوں مثالیں پیش کرکے دکھایا ہے ۔ ان میں سے بیشتر رومن حروف میں ہیں اور کچھ اردو میں ۔ ضرورت تھی کہ یہ سب مثالیں اردو میں بھی دی جاتیں ۔ انہوں نے مختلف حروف کی آوازیں نکالنے کے لئے مختلف انگریزی حروف بھی وضع کئے ہیں ۔ آخری حصے میں رومن میں کرخنداری بولی کے مضامین مع انگریزی ترجمہ کے دئے گئے ہیں ۔

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ، یہ انگریزی میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے ۔ مصنف نے جس انداز سے اپنے موضوع سے بحث کی ہے ، اس سے ان کی قابلیت کا اندازہ ہو جاتا ہے ۔ اس میدان میں یہ پہلی کوشش ہے اور بڑی کامیاب کوشش ہے ۔ طباعت اور گیٹ اپ بہت خوبصورت ہے ۔ قیمت میں کمی کرنے کی ضرورت ہے ۔ تاریخ اشاعت جولائی ۱۹٦۱ ہے ۔ (ض۔ا۔ب)

تاریخ شیر شاہی

اس کتاب کے اصل مصنف عباس خان سروانی ہیں ۔ انہوں نے اکبر کی درخواست پر فارسی میں شیر شاہی دور کی سب سے پہلی تاریخ لکھی ۔ مصنف نے بہت سے واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور یہی وجہ ہے کہ " اکثر و بیشتر بیانات مبالغہ اور تصنع سے بری ہیں ۔ "، کتاب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباس خان کوئی بڑا ادیب نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ عبارت آرائی کے ذریعہ اس نے واقعات کی شکل بدلنے یا ان کو کسی خاص رنگ میں پیش کرنے کی کوشش نہیں کی ۔

اس فارسی کتاب کا اردو ترجمہ انیسویں صدی کی ابتدا میں مظہر علی خاں ولا نے کیا تھا، جن کا تعلق فورٹ ولیم کالج سے تھا ۔ یہ ترجمہ کپتان مووٹ کی فرمائش پر کیا گیا تھا ۔ چونکہ کتاب کی زبان ڈیڑھ سو سال پرانی ہے اس لئے شروع شروع میں پڑھنے والے کو دقت پیش آئیگی ، مگر جوں جوں وہ عبارت سے مانوس ہوتا جائے گا غرابت جاتی رہیگی ۔

اس کتاب کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ یہ اصل ماخذ ہے اور اردو زبان کو مالا مال کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اصل چیز پیش کی جائے ۔ یہ شیر شاہ کے دور کی تاریخ کے لئے بہترین ذریعہ معلومات ہے ۔

کتاب بڑے سائز پر چھاپی گئی ہے ۔ شروع میں ڈاکٹر معین الحق کا دیباچہ ہے جو کتاب کو سمجھنے میں کافی حد تک مددگار ثابت ہوتا ہے ۔ صفحات کی تعداد ۱۵۶ ہے ۔ فروری ۱۹۶۳ میں چھپی ہے ۔

ابتدا میں شیر شاہ کے مقبرہ کا فوٹو دیا گیا ہے جو سہسرام میں واقع ہے ۔ یہ مقبرہ پٹھانی طرز تعمیر کا اچھا نمونہ ہے ۔

کتاب کے گہرے مطالعہ سے ثابت ہوگا کہ شیر شاہ کے چہرے سے شروع ہی سے اقبال مندی کے آثار نمایاں تھے ۔ جس طریقہ سے اس نے اپنی سلطنت قائم کی اور مختلف قسم کی اصلاحات نافذ کیں ، وہ بجائے خود بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ اہل پاکستان بھی اس کے مطالعہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں ۔

کتاب میں جا بجا نوٹ اور حواشی دئے گئے ہیں تاکہ مشکل مقامات کی تشریح ہو جائے ۔ بعض مقامات پر انگریز مورخین کی غلط بیانیوں کو بھی درست کر دیا گیا ہے ۔

کتاب میں متعدد مقامات پر طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہیں ۔ پروف اگر ٹھیک طرح سے پڑھ جاتے تو یہ کوتاہیاں نہ ہونے پاتیں ۔

کتاب پانچ روپے میں سلمان اکیڈیمی ۳۰ نیو کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی ، کراچی ۵ سے مل سکتی ہے یا پھر ہر کتب فروش سے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

گنجینۂ گوہر

مصنف : شاہد احمد دہلوی۔

ناشر : مکتبۂ نیا دور ، کراچی ۵ - (سول ایجنٹ مشتاق بک ڈپو ، نزد اردو کالج ، کراچی)

سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ - صفحات ۲۷۲ مجلد -

قیمت : چھہ روپے —

اس کتاب میں ۱۷ اشخاص کے خاکے ہیں جن میں چار پانچ افراد کو چھوڑ کر باقی وہ ہیں جو اس دنیا میں اب موجود نہیں ہیں - یہ خاکے ان اشخاص کے بارے میں ہیں جو یا تو مصنف کے بزرگ تھے ، یا جن سے مصنف کے ذاتی تعلقات تھے - کچھ واقعات ایسے بھی درج کتاب ہو گئے ہیں جو مصنف نے سنکر لکھے ہیں - ان واقعات میں قدرے غلط بیانی کا امکان ہو سکتا ہے -

شاہد احمد ایسی پیاری زبان لکھتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ ان خاکوں کو بار بار پڑھتے رہئے - میں نے خود بعض خاکوں کو چھ چھ مرتبہ پڑھا ہے اور سیری نہیں ہوئی - ہر دفعہ نیا لطف ملتا ہے - اب بھی فرصت کے اوقات میں میں ان کی کتاب اٹھا لیتا ہوں اور پڑھتا رہتا ہوں - شبلی نے محمد حسین آزاد کے بارے میں کہا تھا کہ یہ شخص اگر کوئی بات جھوٹوں بھی لکھدیتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ ہے - یہی حالت شاہد احمد کی ہے - اگر وہ سہواً کوئی غلط بیانی کر جاتے ہیں تو وہ سچ کا حکم رکھتی ہے - اسکی وجہ ان کا انداز بیان ہے - اس رنگ کے لکھنے والے خال خال رہ گئے ہیں -

اس کتاب کا آخری خاکہ خود مصنف نے اپنے متعلق لکھا ہے - انہوں نے اپنا حال اس طرح سے لکھا ہے کہ اسے پڑھکر دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا -

جمیل جالبی کے حالات انہوں نے جس انداز میں لکھے ہیں اس سے محض اظہار دوستی مقصود نہیں ، بلکہ دوست کی فطری خصوصیتوں کو اجاگر کرنا بھی مقصود ہے - جو لوگ جمیل صاحب سے مل چکے ہیں وہ شاہد صاحب کی ہر بات پر صاد کرینگے - یہ ایک ہدیہ ہے جو ایک دوست نے دوسرے دوست کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ مضمون پڑھنے کے بعد دونوں کی قدر و عزت بڑھ جاتی ہے -

ان خاکوں کے ساتھ اگر تصویریں بھی دیدی جاتیں تو کتاب کی افادیت میں بیحد اضافہ ہو جاتا -

میراجی والے مضمون میں ایک پیراگراف تو ایسا ہے جسے ایسی سنجیدہ کتاب کا جزو نہ بننا چاہئے تھا - یہ حذف کئے جانے کے قابل ہے - بہ حیثیت مجموعی کتاب بہت ہی نفیس ہے - اس موضوع پر جتنی کتابیں اردو میں موجود ہیں بلاشبہ ان میں یہ خوشگوار اضافہ

ھے ۔ میں شاھد صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اور ایسے خاکے لکھکر اردو زبان کو مالا مال کردیں ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

مشاھدات بلاد اسلامیہ

مصنفہ : محمودہ عثمان حیدر ۔
ناشر : ادارہ علم مجلسی ، ۵ ستنام ھاؤس ۔ گرانٹ روڈ ۔ کراچی — ۱
سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۳۳۴ ۔ پیپر کرر ۔
قیمت : دو روپے پچاس پیسے ۔

بیگم محمودہ عثمان حیدر ۱۹۲۸ سے ۱۹۳۳ تک اپنے شوھر سید عثمان حیدر کے ساتھ مشرق وسطیٰ میں مقیم رھیں ۔ انھوں نے ترکی ، عراق اور ایران میں علی الترتیب اتاترک ، شاہ فیصل اول اور رضا شاہ پہلوی کا دور دیکھا تھا ۔ یہ سفر نامہ جو مشاھدات بلاد اسلامیہ پر مشتمل ھے ، آج سے کوئی ۳۰ سال قبل لکھا گیا تھا ۔ یہ دلچسپ معلومات پر مشتمل ھے اور اس میں بعض واقعات کو نہایت صفائی سے لکھا گیا ھے مثلاً ترکوں کے خلاف عربوں کی بغاوت کو غداری سے تعبیر کیا گیا ھے ، انور پاشا جیسے لیڈروں کی بہت تعریف کی گئی ھے اور مجاوروں کی پریشان کن حرکات کو مذموم قرار دیا گیا ھے ۔ انھوں نے بتایا ھے کہ انگریزوں نے عراق پر قبضہ کے دوران میں جن جن مقامات کے نام بدل دئے تھے عربوں نے پھر ان کے قدیم نام رکھ لئے ھیں اور غیر ملکی اثرات کو جہاں تک مٹا سکتے تھے ، مٹا دیا ھے ۔ بیگم صاحبہ نے جہاں جہاں حب الوطنی کے واقعات دیکھے ، انھیں من و عن بیان کردیا ھے ۔ بعض واقعات بہت ھی دلچسپ ھیں اور اگرچہ کچھ واقعات اس زمانہ کے اخبارات میں چھپ گئے تھے ، تاھم وہ آج بھی ویسے ھی حیرت افزا ھیں جیسے اس زمانہ میں تھے ۔

اس سفر نامہ کی زبان سلیس اور سادہ ہے اور انداز بیان اتنا دلکش ہے کہ کتاب کو ختم کرنے سے پہلے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ۔ مصنفہ نے جو جو باتیں مشاہدہ کیں انہیں جوں کا توں لکھ دیا ہے ۔ اسے ذاتی ڈائری کہ سکتے ھیں ۔

اردو میں حال میں بہت ھی کم سفر نامے لکھے گئے ھیں، حالاں کہ ادب کی یہ ایک ضروری شق ہے ۔ اس لئے یقین کیا جا سکتا ہے کہ زیر تبصرہ سفرنامہ کو ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا ، بالخصوص اس وجہ سے کہ اس کی لکھنے والی ایک خاتون ھیں ۔

اس کتاب کے دو حصے : ھیں پہلا حصہ سفر نامہ پر مشتمل ہے اور دوسرے حصہ میں حضرت حذیفہ ، حضرت جابر ، حضرت سلیمان اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات درج ھیں ۔

کور بہت خوبصورت ہے ۔ اس میں تصویروں کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے ۔

مصنفہ اور ان کے خاوند کے فوٹو سے یہ کتاب مزین ہے ۔ تاریخ اشاعت ستمبر ۱۹۶۲ ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

اردو کا
بابائے اردو نمبر

سہ ماھی رسالہ اردو کا یہ نمبر مولوی عبدالحق کی یاد میں شائع کیا گیا ہے ۔ اس میں کوئی ۳۱ ادیبوں نے حصہ لیا ہے۔ مضامین مولوی عبدالحقؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتے ھیں ۔ سب سے پہلی جگہ سردار دیوان سنگھ مفتون کے مضمون کو دی گئی ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ مولوی صاحب کو اردو سے کتنا گہرا عشق تھا ۔ ابدی بھائی بھی پڑھنے کی چیز ہے ۔ اس میں شیخ احمد حسن (برادر مولوی عبدالحق) نے ایسے واقعات لکھے ھیں جن سے مولوی صاحب کی سیرت پر روشنی پڑتی ہے ۔ غلام ربانی نے صحیح طور پر انہیں ” عظیم انسان “ سے تعبیر کیا ہے ۔ سید

وقار عظیم نے مولوی صاحب کی سیرت نگاری سے بحث کی ہے اور نمونے درج کر کے ان کی قادر الکلامی کو اجا گر کیا ہے ۔ لکھنے والوں میں ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ، وفا راشدی ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ، ڈاکٹر ریاض الحسن وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ ہر ایک نے اپنے موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے ۔

یہ نمبر جامعیت کا پہلو رکھتا ہے ۔ اردو والوں کے لئے عموماً اور مولوی عبدالحق کے شیدائیوں کے لئے خصوصاً یہ ایک نادر تحفہ ہے ۔ اس کے مرتب سید وقار عظیم ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اس کی تدوین میں کافی محنت صرف کی ہے ۔

اردو میں ریسرچ کرنے والوں کو اس نمبر سے کافی مدد ملے گی ۔

صفحات کی تعداد ۳۶۸ ہے ۔ قیمت سات روپے ہے اور دفتر انجمن ترقی اردو پاکستان سے مل سکتا ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

مہر و ماہ کا یادگار نمبر

میں اس قسم کے نمبر کو جس میں کسی بزرگ کے کارنامے بیان کئے گئے ہوں اور لکھنے والے وہ لوگ ہوں جنہوں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے ، ہمیشہ خاص دلچسپی سے پڑھا کرتا ہوں ۔ میں نامی صاحب سے واقف نہیں لیکن ان کے بارے میں مختلف اصحاب نے جو باتیں لکھی ہیں انہیں پڑھ کر دل میں خود بخود ان کے لئے جذبات احترام پیدا ہو جاتے ہیں ۔ مختلف مقالے پڑھ کر میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دنیا سے کس قدر مختلف تھے ۔ یہ خدمت کیا کم ہے کہ ان کے گزر جانے کے بعد " مہر و ماہ " نے ان کی یاد گار میں ان کے قریبی عزیزوں اور دوستوں کی مدد سے ایک قابل فخر نمبر نکال دیا اور اس طرح ان کے کم از کم کچھ کارنامے تو محفوظ ہوگئے ۔ اگرچہ مختلف مقالہ نگاروں نے ان کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو روشن کر دیا ہے پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تشنگی دور نہیں ہوئی ۔ ان کی جو تصانیف

زندہ رہنے والی ہیں ان کی اشاعت کا بندوبست ہونا چاہئیے ۔ ان کی شاعری کو اور ''تاریخوں'' کو بھی علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہونا چاہئیے۔مگر یہ سب چیزیں بیسویں صدی کے معیار کے مطابق چھپنی چاہئیں ، یعنی کتابت بھی اور گیٹ اپ بھی عمدہ ہو جس کے لئے ایک زمانے میں لاہور اس قدر ممتاز تھا ۔ یہ نمبر چوک متی لاہور کے پتے سے دفتر '' مہر و ماہ '' سے ملسکتا ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

خبریں

اڑیسہ کے اردو شاعر کی عزت افزائی

اڑیسہ کے اردو شاعر حضرت امجد نجمی کے لئے مرکزی اور صوبائی حکومتوں نے مشترکہ طور پر ۱۹۶۲ سے چھ سو روپے سالانہ کا وظیفہ مقرر کیا ہے ۔ نجمی صاحب اڑیسہ کے پہلے اردو شاعر ہیں جنہیں اس طرح نوازا گیا ہے ۔

اردو کا ذکر خیر ایران میں

صدر جمہوریہ' ہند ڈاکٹر رادھا کرشن نے جو ایران کے چھ روزہ دورے پر گئے تھے ، ہندوستان اور ایران کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے طہران میں ایک سپاسنامے کے جواب میں فرمایا : '' ہمارے ملک کے بہت سے حصوں میں ایک مشترکہ ہند ایرانی زبان بولی جاتی ہے جسے اردو کہتے ہیں ۔ ''

رشید صدیقی نمبر

نگار (رام پور) نے ذاکر نمبر شائع کرنے کا اعلان کردیا ہے ۔ اس کے بعد رشید صدیقی نمبر نکلے گا ۔

کتاب پر سے پابندی ہٹالی گئی

جب سے (۱۸ اپریل) مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب '' سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب '' حکومت پاکستان کی جانب سے ضبط ہوئی ہے ، اس حکم کے خلاف اس وقت سے ربوہ اور دوسرے مقامات سے مسلسل صدائے احتجاج بلند ہورہی ہے ۔ اس ایجیٹیشن سے متاثر ہوکر حکومت نے ڈیڑھ دو مہینے کے بعد ھی ضبطی کا حکم واپس لے لیا ہے ۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۸۹۷ میں چھپی تھی ۔

قرآن بریل ٹائپ میں

نابیناؤں کی قومی انجمن بہبود کی صدر بیگم طیب جی نے حال ھی میں ترکی سفیر متعینہ پاکستان کو بریل ٹائپ میں چھپا ہوا قرآن مجید دیا ہے۔ یہ چھ جلدوں میں ہے۔ ہر جلد میں ۵ پارے ہیں ۔ اس نسخہ کی مدد سے بصارت سے محروم افراد کلام پاک پڑھ سکینگے ۔

شوکت نمبر

کتاب (لکھنو) جولائی میں شوکت نمبر شائع کر رہا ہے جس میں شوکت تھانوی کی تخلیقات کے اقتباسات بھی پیش کئے جائیں گے ۔

شاہ جہاں و ممتاز محل کی قبر کا معمہ

عبدالعزیز (عمر ۸۷ سال) نے جو عرصہ دراز تک تاج محل کے محافظ کی حیثیت سے کام کرچکے ہیں، بیان کیا ہے کہ نیچے کے جن کمروں میں شاہ جہاں اور ممتاز محل کی قبریں دکھائی جاتی ہیں ، وہ اصل قبریں نہیں ہیں بلکہ نیچے ایک اور تہخانہ ہے جس میں اصل قبریں موجود ہیں مگر یہ ابھی تک کسی نے نہیں دیکھیں اور اگر دیکھی ہیں تو بہت کم لوگوں نے ۔ جن کمروں میں یہ قبریں ہیں ان تک جانے والا راستہ ریت مٹی سے اٹ گیا ہے مگر وہ ابھی تک موجود ہیں ۔ البتہ ان کمروں کے دروازے چونے وغیرہ سے بند کردئے گئے ہیں ۔ دریائے جمنا کی طرف سنگ مر مر کا چبوترہ بنا ہوا ہے ، اس کے پیچھے سے ایک زمین دوز راستہ ان کمروں تک جاتا ہے ۔ ان تک پہنچنے کے لئے کافی نیچے جانا پڑتا ہے جہاں ۱۱ کمروں کی ایک قطار ہے ۔ یہ بڑے کمرے خوب آراستہ پیراستہ ہیں ۔ دریا کی طرف کے روشن دانوں سے ان میں روشنی پہنچتی ہے ۔ ایک دفعہ آگرہ کے دفتر آثار قدیمہ کے سپرنٹنڈنٹ مولوی ظفر حسن ایک گورنر جنرل کو لیکر اس تاریک راستے سے ہوتے ہوئے ان کمروں تک پہنچے اور انہوں نے گورنر جنرل کو اصل قبریں دکھائیں ۔

تاشقند کے کتب خانے

تاشقند میں کئی ایک شاندار کتب خانے ہیں جنمیں فارسی ، عربی اور ترکی وغیرہ کی قدیم اور نایاب کتابوں کے ذخیرے ہیں۔ ایک کتب خانہ میں اردو کے کچھ قدیم اوراق بھی ہیں ۔

ایک ادیب کی شادی خانہ آبادی

۱۰ مئی کی شام کو مولانا رازق الخیری کے صاحبزادے حاذق الخیری کی شادی نجم الدین احمد صاحب (ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر) کی صاحبزادی قمر جہاں بیگم (بی ۔ اے) سے ہو گئی ۔ حاذق صاحب ایڈووکیٹ ہیں اور ادیب و مصنف بھی ۔

ریڈیو سے شکایت

آج ۳۱ مئی کو ڈیڑھ بجے کے قریب ریڈیو کراچی سے یہ مصرع سنائی دیا :—

''کڑک تھی وہ بجلی کی یا صوت ہادی،،

اس سے زیادہ حالی پر اور کیا ظلم ہوگا کہ کہ ان کے کلام کو اس طریقہ سے پیش کیا جائے ! ریڈیو والوں کی اطلاع کے لئے اصل مصرع درج ذیل کیاجاتا ہے :—

''وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادیؑ،،

رسالوں پر طائرانہ نظر

سیارہ (لاہور) — مئی کا پرچہ تمامتر اقبال کے لئے وقف ہے ۔ اس میں متعدد اصحاب نے ڈاکٹر صاحب سے اپنی ملاقاتوں کے تاثرات بیان کئے ہیں ۔ مشہور ادیب سید محمد عبداللہ نے اپنے مضمون میں تجویز پیش کی ہے کہ ہماری درسیات میں اقبال کی کافی نمائندگی ہونی چاہئے ۔ اور بھی متعدد فکر انگیز مقالے اس نمبر میں درج ہے ۔ الغرض یہ شمارہ ہر لحاظ سے ایک کامیاب پیشکش ہے ۔

جون کے شمارے میں پروفیسر ملیحہ الجارحی اوغلو کا انٹرویو پڑھنے کی چیز ہے ۔ محترمہ یوم اقبال کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائی تھیں ۔ ان کے خیالات پاکستانیوں کے لئے کئی اعتبار سے مشعل راہ ثابت ہوسکتے ہیں ۔ احسان دانش کی نظم " رومانی شادی " بھی خوب ہے ۔ " ابلیس کا خط جبرئیل کے نام " ترجمہ ہے مارک ٹوئین کے ایک خط کا ۔ چونکہ یہ مصنف قنوطی تھا اس لئے اس نے اس خط میں اپنی قنوطیت کا پورا مظاہرہ کیا ہے ۔ اس کے باوجود یہ ہماری سوسائیٹی پر بھر پور طنز ہے ۔ " اقبال اور اقبالیت " کا پروفیسر صنیائی نے نئے طریقہ سے " جائزہ " لیا ہے جس میں انہوں نے اقبال کے پایہ کو گھٹانے کی مذموم کوشش کی ہے اور ان کے دینی مطالعہ کو بھی " واجبی سا " بتایا ہے ۔ مگر ثبوت میں جو دلائل دئے گئے ہیں وہ بودے ہیں ۔

قریشی (دھلی) — یہ طب یونانی اور اردو ادب کا نقیب ہے ، اگر چہ مئی کے شمارہ میں ایک بھی طبی مضمون نہیں ہے ۔ اس میں حکیم مومن خاں کا ایک خط دیا گیا ہے جو بہادر شاہ کے طبیب خاص حکیم احسن اللہ خاں کے نام لکھا گیا تھا ۔ خط خوب ہے ۔ اس نمبر میں دو تین اچھے افسانے بھی ہیں اور چند غزلیں بھی ۔ عید کے موضوع پر مولانا آزاد ، خواجہ حسن نظامی اور چند دوسرے ادیبوں کے مقالوں کے اقتباسات دئے گئے ہیں ۔

عصمت (کراچی) — جون کے پرچہ میں کئی ایک مضمون قابل مطالعہ ہیں ۔ لکھنے والوں میں ہیں مسز صوفی ، آمنہ نازلی ، مصلح الدین احمد ، تقی محمد خاں اور نذر سجاد حیدر ۔ ایک دو مضامین واقعہ کربلا سے متعلق ہیں ۔ اپنے صاحبزادے کی شادی کے سلسلے میں مولانا خیری نے اپنی دونوں شادیوں کا ذکر بھی سبق آموز طریقہ سے کر دیا ہے ۔

آج کل (دھلی) — اپریل کے شمارے میں "صدائے تیشہ زنی" کے عنوان سے قطعا

ابن فیضی کی بہت ہی اچھی نظم درج کی گئی ہے جس میں یہ کہکر قوم کوجنگ کے لئے ابھارا گیا ہے : '' اٹھا لہ شیشہ کہ اب سنگ کی ضرورت ہے ،، ۔ مصطفیٰ احسن رضوی نے صفی کی ایک غیر مطبوعہ مثنوی '' قنداب ،، پر بہت اچھا مضمون لکھا ہے اور ساتھ ہی مثنوی کا بہت بڑا حصہ بھی دیدیا ہے۔ یہ مثنوی لطافتوں سے بھر پور ہے ۔ ایک اور مضمون میں غالب کے شاگرد ولایت علی خاں کے حالات اور انکی شاعری کے نمونے دئے گئے ہیں ۔ ثمینہ شوکت نے نئے مواد کی روشنی میں غالب کا صحیح سن ولادت ۱۲۰۸ ھ بتایا ہے ۔

پگڈنڈی (امرتسر) — اپریل کے پرچہ میں پہلے مضمون میں ہادی مچھلی شہری کی مثنویہ شاعری سے بحث کی گئی ہے ۔ لکھنے والے ہیں منتوں کوثری ۔ ایک انٹرویو میں فراق گورکھپوری نے الزام لگایا ہے کہ '' ہم ھندی کو غیر فطری بنا رہے ہیں ،، ۔ '' تاج کا چھٹا بادشاہ ،، ایک دلچسپ کہانی ہے ۔

معارف (اعظمگڑھ) — اپریل کے شمارے میں اسلامی ہند کے نصف اول میں علوم عقلیہ کے رواج سے بالتفصیل بحث کی گئی ہے ۔ یہ مضمون عالمانہ بھی ہے اور معلوماتی بھی ۔ معارف کے تین شماروں (جنوری تا مارچ) میں میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حالات زندگی شائع ہوئے ہیں ۔ اب عبدالرزاق قریشی نے ایک مقالہ میں ان کی غلطیوں کی نشاندھی کی ہے ۔ ڈاکٹر امیر حسن عابدی نے دیوان اویس بیگ فطرت سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو میر معز فطرت کے ساتھ گڈ مڈ کردیا ہے ۔ جاحظ پر دوسری قسط شائع ہوئی ہے ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے خطوط بنام مولانا سلیمان ندوی درج رسالہ کئے گئے ہیں ۔ ایک خط میں وہ لکھتے ہیں کہ '' مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے خیالات کو مولوی شبلی صاحب مرحوم کے الفاظ میں بھر کر ان کے کردار کو داغدار بنانے کی نامبارک کوشش کی ہے ۔ ،، خطوط پڑھنے کے قابل ہیں ۔

مئی کے شمارے میں ایک مضمون ہے جسے عرب و ہند کے تعلقات کی مزید کڑی سمجھنا چاہئے ۔ مضمون محنت سے لکھا گیا ہے ۔ ابو عثمان جاحظ پر تیسری قسط شائع ہوئی ہے ۔ پچھلی قسط کی طرح یہ بھی معلوماتی ہے ۔ لکھنے والے ہیں مولوی ضیاءالدین احمد اصلاحی ۔ '' حیدر آباد میں قدیم سکوں کا ایک نادر خزانہ ،، بھی دلچسپ مقالہ ہے ۔ یہ خزانہ چادر گھاٹ کے پل کے قریب ایک مکان میں تھا جس کا نام سوئیٹ آبرن (Sweet Auburn) تھا۔اس کے مالک ڈاکٹر پالن شاوکشا تارا پور تھے ۔ اس کا حال بیان کرنے کے بعد امین الدین حسینی نے افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ نہ اب وہ مکان ہی رہا اور نہ ہی وہ مکین رہے ۔ ''

مناظر احسن گیلانی کے چند اور خطوط بنام سید سلیمان ندوی شائع کئے گئے ھیں ۔

فاران (کراچی) — جون کے پرچے میں سب سے اھم مضمون '' غلاف کعبہ کا جلوس و نمائش '' ہے ۔ اس میں مولانا مودودی نے اپنے رویہ کی تشریح کی ہے اور مخصوص اعتراضوں کا جواب بھی دیا ہے ۔

منادی (دھلی) — ۱۹۶۳ کا چوتھا اور پانچواں شمارہ '' خسرو نمبر'' ہے ۔ اس ایک نمبر میں جو ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے خان بہادر نقی محمد خاں خورجوی کی '' حیات خسرو '' پوری کی پوری شائع کردی گئی ہے ۔

نگار (رامپور) — اپریل کا پرچہ اقبال نمبر ہے ۔ اڈیٹر نے ملاحظات میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ '' اقبال کو زمان و مکان کی قیود میں رکھکر نہ ھم اس کے ساتھ بھلا کرسکتے ھیں اور نہ اپنے ساتھ۔ '' اس کے بعد ایسے اشعار درج کئے گئے ھیں جو اقبال کی ھمہ گیریت کے حامل ھیں ۔ رسالہ میں سب سے پہلی جگہ رشید احمد صدیقی کے مقالہ کو دی گئی ہے جو ۱۹۴۰ میں رعنا انٹرمیڈیٹ کالج رامپور میں پڑھا گیا تھا - صدیقی صاحب نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ '' ھمارے ادب میں اتنا جامع حیثیات شاعر اب تک نہیں پیدا ہوا ۔ اس کی یادگار منانا سعادت مندی بھی ہے اور اقبال مندی بھی ہے ۔ '' محمد عبدالسلام خاں کا مضمون '' اقبال کا فکری ارتقا '' پرانا ہے اور اس میں صرف ۱۹۰۸ تک کی شاعری سے بحث کی گئی ہے ، لیکن مضمون کے آخر میں لفظ '' باقی '' سے امید بندھتی ہے کہ اس مفید سلسلہ کو ان کی وفات تک لے آیا جائے گا ۔ صالحہ عابد الکبریٰ عرشی نے اقبال سے '' بہ حیثیت استاد '' دلچسپ بحث کی ہے اور چند مزیدار یادیں درج کی ھیں -

جام نو (کراچی) — مئی کے پرچوں میں '' اردو غزل میں محبوب پرستی '' اچھا مضمون ہے اور متعدد مثالیں دیکر اسے خوب واضح کیا گیا ہے ۔ اس میں دو دلچسپ کہانیاں بھی دی گئی ھیں ۔جام نو نے اگست میں بارہ سالہ نمبر شائع کرنے کا اعلان کیا ہے جو نئے اور پرانے مضامین پر مشتمل ہوگا ۔

سب رس (حیدر آباد) — مئی کے شمارے میں دو تین مضمون دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ھیں: '' بچوں کا ادب '' میر تقی میر کا کلیات فارسی '' اور '' ھند قدیم کا افادی فلسفہ '' ۔ آخری مضمون گہرے مطالعہ کا طالب ہے ۔

قومی زبان (کراچی)—مئی کے پرچہ میں '' اردو کے سپاھی '' کے عنوان سے نیا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس کی ابتدا غلام رسول مہر سے کی گئی ہے ۔ تحسین سروری نے علامہ اقبال کی ایک پرانی تحریر

عبدالحکیم سیالکوٹی کی سوانح عمری سے نقل کرکے پیش کی ہے ۔ اسی طرح غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی قطعہ تاریخ بھی درج رسالہ کیا گیا ہے جسے غالب نے سید صفدر حسن مودودی کی تفسیر قرآن کیلئے تحریر کیا تھا ۔ مخطوطات انجمن ترقی اردو کی مزید قسط دی گئی ہے ۔ سید ابن حسن قیصر اور زاھدہ خاتون نے جنوری ۱۹۶۳ کے اردو اخبارات و رسائل میں شائع شدہ مضامین کی وضاحتی فہرست دی ہے ۔ یہ مفید سلسلہ آیندہ بھی جاری رہے گا ۔

افکار (کراچی) — جون کے شمارے میں خواجہ احمد عباس کی کہانی " لکشمی "، بہت سبق آموز ہے ۔ جوگندر پال کی " سلولیس "، بھی اچھا ہے ۔ اس رسالہ نے اپنے خریداروں سے اپیل ہے کہ وہ اس کے لئے کم سے کم ۱۰ ہزار خریدار مہیا کردیں تاکہ وہ اپنی "چند در چند مشکلات" پر قابو پاسکے ۔

ہم قلم (کراچی) — اپریل کے شمارے میں جوگندر پال کا مضمون " داستان — داستان"، مختلف افکار عالیہ پر مشتمل ہے ۔ ابن فرید نے رشید احمد صدیقی پر بہت اچھا مضمون لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ان کی تحریروں کے تمام پہلو نمایاں ہو جاتے ھیں ۔

ساقی (کراچی) — مئی کے پرچہ میں دو تین کہانیاں قابل مطالعہ ھیں ۔

مختصر مضمونوں میں " امیر خسرو "، (از ڈاکٹر ذاکر حسین) اور "عجیب انتقام" (از تقی محمد خان خرجوی) بہت ھی اچھے ھیں ۔ موخرالذکر مضمون پٹھانوں کی ذھنیت کا آئینہ دار ھے ۔ ڈاکٹر نارنگ نے ایک چھوٹے سے مقالہ میں ادیب اور شاعر کے " فرض "، سے سلجھے ھوئے انداز میں بحث کی ھے ۔پورا مضمون پڑھنے کے قابل ھے ۔

ادبی اطلاعات

* پروفیسر رشید احمد صدیقی نے متنبہ کیا ھے کہ ان کے نجی خطوط کسی صورت میں ان کی زندگی میں یا اس کے بعد شائع نہ کئے جائیں ۔

* محمد ایوب قادری مشہور صوفی بزرگ جہالیاں جہاں گشت کے حالات اور انکی تبلیغی سرگرمیوں پر ایک کتاب لکھ رھے ھیں ۔

* سلطان حسین اینڈ سنز کراچی "جہان غالب" کے نام سے ان مضامین کا مجموعہ شائع کر رھے ھیں جو نادم سیتاپوری نے غالب پر لکھے ھیں ۔

* " جام نو "، نے انگریزی رسالوں کی تقلید میں اپنے رسالہ کو اور زیادہ مقبول بنانے کے لئے یہ تجویز کی ھے کہ دو سال کا چندہ دینے والوں کو تین سال تک پرچہ ملتا رھے گا ۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین برنی بی - اے-
۱۰۵ کیتھولک لیکھراج روڈ ، کراچی-۱

مطبوعہ ٹیکنیکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی- میکلوڈ روڈ - کراچی۔

اکیڈمی لائبریری

کلاسیکی، معیاری ادب اور ارزاں قیمت

اردو میں ''(۱۰۰) واں سیریز'' کا نقش اول جس کی ابتدا جون ۱۹۶۰ء میں کی گئی تھی اور جو سستی کتابوں کے کئی سلسلے نکل آنے کے باوجود متنوع مضامین اور معیاری انتخاب کی وجہ سے آج بھی نمایاں، ممتاز اور منفرد ہے

* —— تین سیٹ شائع ہو چکے ہیں —*— چوتھا سیٹ زیر طبع ہے —— *

پہلا سیٹ

(۱) مثنوی گلزار نسیم
از - دیا شنکر نسیم،
مقدمہ وقار عظیم : ۱-۲۵
(۲) فسانۂ مبتلا، مع فرہنگ
از مولوی نذیر احمد ۲-۵۰
(۳) مضامین سرسید
تبصرہ مولوی عبد الحق -
سوانح ڈاکٹر اعجاز حسین ۱-۲۵
(۴) افادات مہدی
تبصرہ مولوی عبدالحق -
از مہدی حسن افادی ۰-۷۵
(۵) انتخاب مقالات شبلی
(از شبلی نعمانی) ۱-۲۵
(۶) دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۲-۰
(۷) نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ اپنی زبانی
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۱-۲۵
(۸) آزادی و تہذیب، از جانڈیوی
مترجم ڈاکٹر عبادت بریلوی
۲-۵۰
(۹) اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر
از علامہ شبلی نعمانی ۱-۲۵
(۱۰) الفوزالکبیر، از شاہ ولی اللہ
تذکرہ محمد سلیم عبداللہ
۲-۲۵
(۱۱) احمق الذین (مزاحیہ ناول)
از سجاد حسین ۱-۲۵
(۱۲) خطبات اقبال
مرتبہ رضیہ فرحت بانو ۱-۲۰

دوسرا سیٹ

(۱) شاہد رعنا (ناول)
از قاری سرفراز حسین ۲-۰
(۲) توبۃ النصوح (ناول)
از مولوی نذیر احمد ۲-۰
(۳) ضدی (ناول)
از عصمت چغتائی ۱-۲۵
(۴) چوٹیں-پیش لفظ کرشن چندر
از عصمت چغتائی ۱-۷۵
(۵) باغ و بہار -
از میر امن دھلوی
تذکرہ و تبصرہ سید
ابو الخیر کشفی ۲-۰
(۶) شریف زادہ از محمد ہادی رسوا
مقدمہ ڈاکٹر احسن فاروقی ۱-۵۰
(۷) مریم مجدلانی
مصنف مارس ماترلنگ مترجم
وحشی محمود آبادی ۱-۲۵
(۸) دیوان غالب
مطابق طاہر ایڈیشن ۱-۲۵
(۹) امراؤ جان ادا
از مرزا محمد ہادی رسوا -
تنقید و تبصرہ
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۳-۰
(۱۰) اختری بیگم، (ناول)
از مرزا محمد ہادی رسوا ۲-۵۰
(۱۱) بوڑھا اور سمندر
مصنف ارنسٹ ھمنگ وے
ترجمہ وتعارف ابن سلیم ۲-۰
(۱۲) حالی اور نیا تنقیدی شعور
از پروفیسر اختر انصاری ۱-۵۰

تیسرا سیٹ

(۱) دیوان خواجہ میر درد
مرتبہ عبدالباری آسی ۱-۵۰
(۲) مقدمہ شعر و شاعری (تنقید)
از خواجہ الطاف حسین حالی
۱-۷۵
(۳) نیرنگ خیال - محمد حسین آزاد
مقدمہ و تبصرہ از پروفیسر
اسلم فرخی ۱-۵۰
(۴) یادگار غالب - حصہ اول
خواجہ الطاف حسین حالی ۱-۷۵
(۵) یادگار غالب، حصہ فارسی
(جلد دوم) -
خواجہ الطاف حسین حالی ۲-۲۵
(۶) زاد راہ (افسانے)
از منشی پریم چند ۰-۷۵
(۷) موازنۂ انیس و دبیر (تجزیہ)
از علامہ شبلی نعمانی ۰-
(۸) ایک ملکہ ایک محبوبہ
مترجم عمر عامر
(نپولین اور اس کی محبوبہ کے
خطوط) ۰-۵۰
(۹) چھوٹی موٹی (افسانے)
از عصمت چغتائی (زیر طبع)
(۱۰) قصص ہند (تاریخی واقعات)
از محمد حسین آزاد (زیر طبع)
(۱۱) عود ہندی (انشا)
از مرزا غالب (زیر طبع)
(۱۲) کلیات آتش
مرتبہ و مقدمہ سید وقار عظیم
(زیر طبع)

ناشر : اردو اکیڈمی سندھ
آفس :- ۱۶ بہادر شاہ مارکیٹ - بندر روڈ - کراچی
سیلز ڈپو :- وحدت بلڈنگ (نزد مسافر خانہ) بندر روڈ - کراچی

Regd. No. S—1975
KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی: (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ :
ضیاءالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ جولائی ۱۹۶۳ع ☆ شمارہ ۷

مندرجات



تبصرے

نوٹ : تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے ۔

خطوط

قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی بنام سید الطاف علی بریلوی

اس مجموعہ میں ۲۸ خطوط ہیں جو قاضی صاحب نے ۱۸ اپریل ۱۹۳۱ اور ۵ اگست ۱۹۵۰ کی درمیانی مدت میں سیدصاحب کو تحریر کئے تھے ۔ ویسے تو یہ خطوط نجی ہیں مگر ان میں ادبی اور علمی باتیں بھی آگئی ہیں۔ شروع میں سید صاحب نے ایک دیباچہ لکھا ہے جسمیں ان مصائب کا حال درج کیا ہے جن میں سے تقسیم سے کچھ عرصہ قبل اور بعد قاضی صاحب کو گزرنا پڑا ۔ اس دیباچہ کی ابتدا اس درد انگیز شعر سے کی گئی ہے :۔

تارا ٹوٹا سب نے دیکھا پر نہ کسی نے غور کیا
کسکی آنکھ سے آنسو ٹپکا کس کا سہارا ٹوٹ گیا

اس سے زیادہ موزوں شعر کا اطلاق قاضی صاحب کی ذات گرامی پر نہیں ہو سکتا ۔ آخر میں وہ سندھ یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ کے شعبہ کے سر براہ بن گئے تھے اور اسی خدمت پر فائز تھے کہ ۶ اگست ۱۹۶۲ کی صبح کو ان کا انتقال ہوگیا ۔ ان خطوط کو شائع ہوئے بہت دن ہو چکے ہیں ۔ لیکن میری نظر سے حال ہی میں گذرے ہیں ۔ چنانچہ میں نے یہ تعارفی الفاظ لکھ دئے ہیں تاکہ ان کے احباب ان خطوں کو پڑھیں اور دیکھیں کہ ایک برگزیدہ ہستی پر کیا کیا وارداتیں گزری ہیں ۔ سید صاحب نے حواشی کے ذریعہ بہت سے امور کی تشریح کر دی ہے ۔ یہ حواشی خطوط کی جان ہیں ۔ یہ رسالہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے دفتر واقع پہلی چورنگی کراچی سے مل سکتا ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

نگار پاکستان کے نیاز نمبر

فرمان فتحپوری نے اپنے چند رفقائے کار کی مدد سے ''نگار'' کے دو ضخیم نمبر حال میں شائع کئے ہیں ، جن میں حضرت نیاز فتحپوری کے فن کے جملہ پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے ۔ ہند و پاکستان کے تقریباً تمام بڑے بڑے لکھنے والوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ نیاز کی ادبی زندگی کے اتنے پہلو سامنے آگئے ہیں

کہ حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے چالیس پینتالیس سال کی مدت میں اتنا کام کیسے کر لیا ۔ جو اشاریہ قیصر ابن حسن نے بعد محنت سے تیار کیا ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اکیلے نیاز صاحب نے ادب کی کتنی خدمت کی ہے ۔ مولوی نذیر احمد منشی ذکاء اللہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ اگر منشی صاحب کی تصانیف اوپر تلے رکھی جائیں تو وہ اوسط قد کے آدمی سے نکل جائیگی ۔ یہی حالت نیاز صاحب کی ہے ۔ ان کی تحریرات میں جو تنوع پایا جاتا ہے وہ دوسرے مصنفین یا ادیبوں کی تصنیفات میں مشکل سے ملیگا ۔ الا ماشاء اللہ ۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ نیاز صاحب کے جتنے جن اہل ملک نے ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے ۔ یہ گویا ہدیہ عقیدت ہے جسے انہوں نے ان کے حضور میں پیش کیا ہے ۔

مضامین کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ایک ایک پر اظہار رائے کرنا ممکن نہیں ۔ لیکن یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہ ہوگا کہ ہر مضمون نگار نے اپنے موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے ۔

میں فرمان فتحپوری اور ان کے رفقائے کار کی خدمت میں ایسا کامیاب نمبر شائع کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ نیاز صاحب کی ساری ادبی زندگی چھ سو سوا چھ سو صفحات میں آگئی ہے اگرچہ ابھی اوربھی پہلو ہیں جو تشنہ رہ گئے ہیں اور جنکی طرف صرف ان نمبروں میں اشارے ہی ملتے ہیں اور جن پر پوری بحث نہیں کی گئی ہے ۔ مثلاً نیاز کے خطوط بجائے خود ایک نہایت ہی دلچسپ موضوع ہے جسے کسی آئندہ شمارے میں زیر بحث لانا چاہئے ۔

یہ حیثیت مجموعی یہ دونوں نمبر بیحد قابل قدر ہیں اور حضرت نیاز کے مختلف ادوار کے فوٹوؤں سے مزین ہیں ۔ سب سے دلچسپ گروپ وہ ہے جو ''یاران نجد'' پر مشتمل ہے ۔ یہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے ۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

دھوپ چھاؤں

مترجم : اشرف صبوحی ۔

ناشر : دارالاشاعت پنجاب ۰ ے ریلوے روڈ، لاہور ۔

سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۵۰۹ ۔ مجلد ۔

قیمت : سات روپے ۔

یہ کتاب ترجمہ ہے امریکی ناول ”گڈ وائوز“ Good Wives کا جسکی لکھنے والی ہیں Lousa May Alcott ۔یہ ناول پہلے پہل ۱۸۶۸ء میں اشاعت پزیر ہوا تھا اور یہ دراصل دوسرا حصہ ہے Little Women کا ۔ ابتدائی ایڈیشن میں خاکے بھی تھے ، مگر ترجمہ میں تصاویر حذف کر دی گئی ہیں، دیدی جاتیں تو کتاب کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ۔ اسے مکتبہ فرینکلن کے اشتراک سے شائع کیا گیا ہے۔

اس ناول کا تعلق امریکہ کے نچلے متوسط طبقہ کے ایک شریف خاندان سے ہے ۔ اس میں اعلیٰ انسانی اقدار پر جس طریقہ سے روشنی ڈالی گئی ہے اس سے کتاب میں مزید لطف پیدا ہو گیا ہے ۔ یہ ایسا ناول ہے جو شریف خواتین کےلئے لکھا گیا ہے اور جس میں معصومانہ شرارتیں،خوشیاں اور شوخیاں اس انداز سے سمو دی گئی ہیں کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ یہ ناول امریکہ میں بہت مقبول ہوا ہے اور یقین ہے کہ اردو داں طبقہ میں بھی مقبولیت عامہ حاصل کئے بغیر نہ رہیگا ۔

جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے وہ بالکل صاف ستھرا اور رواں ہے اور ٹھیٹھ دلی کی زبان کا لطف آ جاتا ہے ۔ ایسے ناولوں کا ترجمہ جو ہر قسم کی خرافات سے پاک ہوں ایک مستقل ادبی خدمت ہے۔ امید ہے سنجیدہ طبقہ اسکی پوری قدر کریگا ۔قیمت میں کمی کرلے کی ضرورت ہے (ض ۔ ا ۔ ب)

دو ہفتے مشرقی پاکستان میں

یہ اس سفر کی داستان ہے جس پر حکومت کے خرچ سے چند صحافی اور رسائل کے مدیر دو ہفتہ کے لئے کراچی سے مشرقی پاکستان بھیجے گئے تھے تاکہ مشترکہ ثقافت کو فروغ ہو ۔

اس اسکیم کے ماتحت قیوم ملک (مدیر انٹرپرائز)، شریف المجاهد (کراچی یونیورسٹی) ذاکر علی (نمائندۂ تعمیر) رازق الخیری (مدیر عصمت) اور صہبا (مدیر افکار) ۱۶ جون ۱۹۶۱ء کو مشرقی پاکستان کے ثقافتی دورہ پر روانہ ہوئے اور مقررہ مدت کے اندر واپس آ گئے ۔ واپسی پر مولانا رازق الخیری نے اپنا سفر نامہ " عصمت " میں ماہ بماہ لکھنا شروع کیا اور اب یہی ۱۹۶۲ء کے آخر میں کتابی صورت میں شائع ہوا ہے ۔ یہ ایک قسم کی ڈائری ہے جو تاریخ وار شائع کی گئی ہے ۔ اس میں ان مقامات کا ذکر درج ہے جنہیں وفد نے دیکھا ، ان دعوتوں کا حال ہے جو اس کے اعزاز میں میں دی گئیں ، ان واقعات کا اندراج ہے جو وفد کے ممبران کے مشاہدہ میں آئے اور وہ گفتگوئیں ہیں جو جا بجا وفد کے ممبران نے مشرقی پاکستان والوں سے کیں ۔

مولانا کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کہیں جاتے ہیں اپنی عصمتی بہنوں کو فراموش نہیں کرتے ۔ چنانچہ وہ اپنے خریداروں کو پہلے سے اطلاع دیدیتے ہیں کہ فلاں وقت ملنے کے لئے آئینگے ۔ ان ملاقاتوں کا حال بھی کتاب میں نمایاں طریقہ سے درج ہے ۔ میں مولانا کی اس ادا کو پسند کرتا ہوں اس لئے کہ بالعموم ایڈیٹر اور خریداروں کے ما بین کوئی رابطہ نہیں ہوتا مگر مولانا اس ملاقات کے ذریعہ جو دوستانہ ماحول پیدا کر دیتے ہیں وہ بہت ہی خوشگوار ہوتا ہے ۔ اگر سب مدیر ایسا کرنے لگیں تو یہ طریقہ کار ادبی نقطہ نظر سے اچھے اثرات پر منتج ہوگا ۔

کتاب کی زبان بہت شستہ ہے۔ اس میں ستائیس فوٹو ہیں جو دوران سفر میں مختلف موقعوں پر لئے گئے تھے۔

حال میں اردو میں بہت کم سفر نامے لکھے گئے ہیں۔ یہ مختصر سی ڈائری ایک خوشگوار اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

کتاب بیس تیس سولہ پر چھاپی گئی ہے اور اس میں ۱۴۳ صفحات ہیں۔

کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مثلاً اس مل میں روزانہ ۹۰ اور ۱۰۰ من کے درمیان کاغذ تیار ہوتا ہے۔ من کی جگہ ٹن ہونا چاہئے۔ صفحہ ۷۸ پر " ٹریکٹس " کی بجائے " ٹریکس " لکھا گیا ہے۔ " باریسال " کی بجائے " بری سال " ہونا چاہئے۔ جس بنگالی کتاب پر ۵ ہزار روپے کا آدم جی انعام دیا گیا تھا، اس کا نام 'کبیدہ' نہیں ہے بلکہ 'کوبی دا' ہے۔

مولانا نے اپنی ڈائری میں وفد کے ایک رفیق حضرت صہبا کی غیر ضروری تعریف کی ہے اور یہی رنگ صہبا نے اپنے سفر نامے میں مولانا کے متعلق اختیار کیا ہے، مگر۔

چہ حاجت کہ نہ کرسی آسماں
نہی زیر پائے قزل ارسلاں ؟

حکومت کے محکمۂ تعمیر نو نے از راہ قدردانی اسکی ۵۰۰ جلدیں خرید کی ہیں۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

میرے خوابوں کی سرزمین

یہ مشرقی پاکستان کے دورے کا دوسرا سفر نامہ ہے جسے وفد کے ایک اور ممبر صہبا صاحب نے مکتبۂ افکار (رابسن روڈ کراچی) سے شائع کیا ہے۔ اپنے سفر نامہ کے اغراض کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ اس دورے سے مجھے " کروڑوں عوام کے ان گنت مسائل کو سمجھنے اور حالات کا آزادانہ جائزہ لینے کے مواقع مل گئے۔ "

آگے چل کر وہ رقمطراز ھیں : "گزشتہ ۱۵ سال میں بے شمار ادیبوں اور صحافیوں کے وفد آئے گئے لیکن اس عرصہ میں ایسی مثال شاذ ھی ملے گی کہ کسی ادیب یا صحافی نے مشرقی پاکستان کے ھمہ گیر مسائل اور وھاں کی عام زندگی کا بہ حیثیت مجموعی جائزہ پیش کیا ھو۔" اس سفرنامہ کی اشاعت سے قبل ابراھیم جلیس "بنگلا دیش ھے کتنا سندر" کے عنوان سے 'جنگ' میں متعدد کالم لکھ چکے ھیں ۔ ساقی کا "مشرقی پاکستان نمبر" کافی ھمہ گیر ھے ، سلیم اللہ فہمی کی کتاب جو مشرقی پاکستان کے بارے میں ھے قیمتی معلومات سے بھر پور ھے ۔ پھر رازق الخیری کی ڈائری ھے ۔ "میرے خوابوں کی سر زمین" ان سبھ تحریروں سے استفادہ کیا گیا ھے یہاں تک کہ بعض جگہ تو عبارتوں میں کافی یکسانیت آگئی ھے ۔ لہذا زیر تبصرہ کتاب کے بارے میں یہ لکھنا کہ یہ "تمامتر میرے ذاتی خیالات ، تاثرات ، مشاھدات اور تجربات کی آئینہ دار" ھے ، شاعرانہ مبالغہ ھے ۔

صفحہ ۳۸ پر "حسن منزل" (جسے رازق الخیری نے احسن منزل لکھا ھے) کا محض ذکر درج ھے لیکن تفصیلات نہیں دی گئی ھیں ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ صرف دور ھی سے وفد کے ممبروں نے اس منزل کو دیکھا ھوگا جہاں مسلم لیگ کی بنیاد پڑی تھی ۔

کتاب کے نام کا جہاں تک تعلق ھے ، اس کے بارے میں مولف لکھتے ھیں :-

" مشرقی پاکستان میرے خوابوں میں بستا تھا ۔ ۲۰ سال سے میری تمنا تھی کہ اس خطۂ ملک کو قریب سے جاکر دیکھوں ۔ ۲۰ سال بعد میری تمنا پوری ھوسکی ۔" اس کے بعد نام سمجھ میں آجانا چاھئے ۔

آخری ۹۲ صفحات بظاھر غیر ضروری ھیں اس لئے کہ موجودہ دورہے سے ان کا کوئی خاص تعلق نہیں ھے مگر یہ صفحات ھیں کافی معلوماتی ۔ صفحہ ۱۲۷ پر یہ عبارت ملتی ھے : " ادھر کی مویشی ادھر چلی جاتی ھے اور ادھر سے ادھر آجاتی ھے ۔" مجھے مویشی کے مونث ھونے میں شک ھے ؟ ممکن ھے لکھنؤ میں اسی طرح بولتے ھوں ۔

کتاب میں ۲۶ فوٹو ہیں - بعض فوٹو ان مقامات کے بھی شامل کر لئے گئے ہیں جہاں وفد نہیں گیا تھا - کچھ فوٹو دونوں کتابوں میں مشترک ہیں -

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے صہبا صاحب کی یہ پہلی نثری کوشش ہے اور اسے پیش کرکے وہ صحیح معنوں میں مصنفین اردو کے زمرہ میں داخل ہوگئے ہیں - کتاب کا اسلوب تحریر سادہ و سلیس ہے لیکن مشرقی پاکستان کے جن حصوں کو انہوں نے اپنے خوابوں کی سرزمین بتایا ہے وہاں کی عبارت خاصی شاعرانہ ہو گئی ہے۔

جہاں تک پبلک کا تعلق ہے اسے خوش ہونا چاہئیے کہ اس مختصر سے سرکاری دورے کی بدولت ایک چھوڑ دو دو دلچسپ سفرنامے معرض وجود میں آگئے -

کتاب کی قیمت میں کمی کرنے کی ضرورت ہے - یہ بیس تیس سولہ سائز پر چھاپی گئی ہے اور اس میں ۲۳۸ صفحے ہیں - ڈسٹ کور خاصا جاذب نظر ہے - (ض - ا - ب)

تذکرہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی

یہ ۶۳ صفحے کا مختصر سا تذکرہ ہے جسمیں حضرت شاہ ولی محمد چشتی (رح) کے حالات اور مناقب درج ہیں - بقول وفا راشدی جنہوں نے اس رسالہ کا پیش لفظ تحریر کیا ہے ، ''یہ ان اولیائے کبار میں سے تھے جن کی ذات با برکات کی بدولت راجپوتانہ میں تجلیات الہی اور انوار محمدی کی ضیا پاشی ہوتی رہی - ،، اسکے مرتب ہین جناب حکیم سید اکرام حسین صاحب سیکری - شروع میں شاہ صاحب کے بزرگوں کے مختصر سے حالات دوج کئے گئے ہیں اور آخر میں چند نظمیں ہیں جنہیں '' گلہائے عقیدت ،، کہنا چاہئیے - بعض نظمیں حکیم صاحب کی ہیں -

شروع میں شاہ صاحب کا نسب نامہ دیا گیا ہے۔ اسکے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ان کے بزرگوں کو کن کن اولیا سے فیض پہنچتا رہا ہے۔

وفا صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ موجودہ زمانہ میں '' ماحول اور معاشرہ کی اصلاح اور تطہیر کے لئے ایسے لٹریچر کی اشد ضرورت ہے جو اللہ اور رسول (ص) کی تعلیمات ، اسلاف کے کارناموں اور اسلام کی عظمتوں کی حامل ہو،، پڑھنے والے اس تذکرہ کو ایسا ہی پائینگے۔

رسالہ قابل مطالعہ ہے اور پبلک کو حکیم صاحب کا شکر گزار ہونا چاہئیے کہ انہوں نے شاہ صاحب کے روح پرور حالات لکھکر شائع کئے - حالات سلیس زبان میں تحریر کئے گئے ہیں - رسالہ حکیم صاحب سے مکان نمبر ۹۸۱- لونگ بھگت گلی- شاہی بازار- حیدرآباد (سندھ) سے غالباً مفت مل سکیگا - (ض- ا- ب)

امام الہند

مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت دونوں مملکتوں میں دن بدن زیادہ مقبول ہوتی جارہی ہے اور اس کا ثبوت وہ متعدد کتابیں ہیں جو ان کی وفات کے بعد سے یہاں اور وہاں مسلسل نکل رہی ہیں۔ ابو سلمان الہندی نے ابوالکلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اسی غرض سے قائم کیا ہے تاکہ مولانا کی تحریرات کو عوام تک پہنچائیں۔ اس سلسلہ میں زیر تبصرہ کتاب ان کی پہلی کوشش ہے۔ اسمیں انہوں نے نئے انداز سے مولانا آزاد کی تعمیر افکار کا جائزہ لیا ہے ، اور بتایا ہے کہ وہ کونسے عوامل تھے جنہوں نے ان کی زندگی کی تعمیر میں حصہ لیا۔ یہ بہت دشوار کام تھا لیکن ابو سلمان صاحب نے باحسن وجوہ اس مشکل پر قابو پالیا ہے ۔ امید ہے کہ قارئین ان کی اس کاوش اور تحقیق کی داد دینگے اسلئے کہ ان صفحات میں مولانا کی ذات گرامی پوری رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ مختلف کتابوں کے اقتباسات نے اس کتاب کو کافی مستند بنادیا ہے۔ مکتبۂ اسلوب ، پوسٹ بکس ۱۳۷ سے چھہ روپے میں ملیگی ۔ (ض۔ ا۔ ب)

ایک وائلن سمندر کے کنارے

مصنف : کرشن چندر ۔
ناشر : مکتبۂ افکار ، رابسن روڈ ، کراچی
سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۲۰۰ ۔ مجلد
قیمت : چھہ روپے

یہ ہند و پاکستان کے مشہور مصنف کرشن چندر کا تازہ ناول ہے جو بڑی حد تک ہندو علم الاصنام پر مبنی ہے۔ کرشن چندر اپنے خیالات کی اعتدال پسندی کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو جذبات یا تعصب کی رو میں بہ جاتے ہوں ۔ زیر تبصرہ ناول میں بھی انہوں نے اپنی بے تعصبی کا اظہار کرتے ہوئے ایک مقام پر اورنگ زیب کی مدافعت بھی کی ہے۔ ناول کی زبان بہت سلیس اور رواں ہے۔ بعض بعض جگہ موقع کے لحاظ سے اس میں غیر معمولی زور پیدا ہوگیا ہے۔

ناول میں جتنے کردار آئے ہیں وہ سب اپنی جگہ پر خوب ہیں، مگر کبشو کی اخلاقی بلندی میری نظر میں سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

"مکتبۂ افکار" کی بدولت کرشن چندر کے ناول پاکستان میں شائع ہو رہے ہیں اور یہ بھی ادب ہی کی خدمت ہے - قیمت بہت زیادہ ہے ' اس میں کمی کی ضرورت ہے - (ض۔ ا۔ ب)

گل خنداں کا سیدالشہدا نمبر

یہ "گل خنداں" (کشمیری بازار۔لاہور) کا خصوصی نمبر ہے جو حضرت حسین کی شہادت کے موضوع کے لئے وقف ہے۔ لکھنے والوں میں مختلف الخیال لوگ شریک ہیں۔ بعض مضامین بہت پرانے ہیں اور ان کے لکھنے والے مرحوم ہوچکے ہیں۔ مرتب نے در حقیقت مختلف مضامین کا ایک گلدستہ تیار کرکے سامنے رکھدیا ہے۔ اسمیں کوئی تیس موضوعات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

انداز بیان سنجیدہ ہے اور محض جذبات سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ کارکنان ''گل خنداں'' کی یہ کوشش قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ نمبر چھوٹے سائز کے ۲۱۰ صفحات پر حاوی ہے اور اس کی قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ ہے۔ (ض-ا-ب)

قادیانی اور مسلمان

یہ ۱۶ صفحے کا رسالہ ہے جسمیں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی سے بحث کی گئی ہے اور ان کی تحریروں سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو جو انہیں نہیں مانتے، کافر سمجھتے ہیں۔ بہر حال قادیانیوں کو ایک اعلان کے ذریعہ بتادینا چاہئے کہ دوسرے مسلمانوں کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر کیا ہے تاکہ یہ بحث ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے۔ اس رسالہ کے لکھنے والے عبدالرحیم اشرف ہیں۔ مکتبۂ المنبر لائل پور سے ایک آنہ میں طلب فرمائیے۔ (ض۔ا۔ب)

ادیب سہارنپوری

کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا جبکہ کسی نہ کسی مصنف، ادیب یا شاعر کی موت واقع نہو جاتی ہو۔ تازہ ترین سانحہ یہ ہے کہ پاکستان کے ایک ممتاز شاعر ادیب سہانپوری تین چار ہفتے کی علالت کے بعد ۱۶ جولائی کی سہ پہر کو نیول ہاسٹل کراچی میں انتقال کر گئے۔ پاکستان آنے کے بعد مرحوم کچھ دنوں تک ریڈیو سے وابستہ رہے اور پھر نیوی میں لائبریرین ہوگئے۔ اسی عہدہ پر فائز تھے کہ دنیا سے چل بسے۔ مرحوم نے آخر وقت تک اردو شاعری کو مالا مال کرنے کی کوشش کی۔ شاعری کی کوئی صنف ایسی نہ ہوگی جسمیں انہوں نے کامیابی کے ساتھ طبع آزمائی نہ کی ہو۔ ان کی نعتیں اور قومی ترانے اور غزلیں ہمیشہ یاد آئینگی۔ ان کا ترنم ایسا تھا کہ ہزاروں اسکے گرویدہ تھے۔ مبدء فیاض نے انہیں حقیقی معنوں میں شاعر بناکر دنیا میں بھیجا تھا۔

وہ مرنجاں مرنج شخص تھے اور بیحد وضعدار۔ تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ان کی ظاھری یادگار باقی رہ گئی ہیں۔ اسکے علاوہ بیشمار دوست ہیں جو مدتوں انہیں یاد کرینگے۔ ان کی موت سے جو خلا کراچی کی دنیائے شاعری میں پیدا ہوا ہے، وہ عرصہ تک پر نہو سکیگا۔

شریک غم ضیاءالدین احمد برنی

خریداروں کی خدمت میں

کیا آپ نے سال رواں کا چندہ ادا کردیا ہے؟

کیا آپ پر کچھ بقایا ہے؟ اگر ہے تو اسکی ادائگی جلد سے جلد فرمادیں۔

منیجر

انقلاب عالم بطفیل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

(از سید قسیم الحق گیاوی)

رسول اللہ کی بعثت سے پہلے
بشر معبود رکھتا تھا بہت سے

خدائے واحد و یکتا کے بندے
اسیر دام ابلیس لعیں تھے

جو کہتا تھا انہیں مردود شیطاں
وہی بے چوں چرا کرتا تھا انساں

درندے بن رہے تھے سارے انساں
مسلط ہو چکا تھا ان پہ شیطاں

بشر کا خون تھا بالکل ہی ارزاں
نہ تھا انساں کی تکلیفوں کا درماں

گھٹا ظلمت کی چھائی ہر طرف تھی
شقاوت، بے حیائی ہر طرف تھی

کوئی سورج کو دیوتا مانتا تھا
کوئی آتشکدوں کو پوجتا تھا

کوئی لات و ہبل پر مر مٹا تھا
عبادت پتھروں کی کر رہا تھا

جہالت کی حکومت ہر طرف تھی
کوئی طاعت نہ کرتا تھا خدا کی

ہوئی جب حد سے افزوں ہر برائی
گھٹا رحم و کرم کی آ کے چھائی

کرم پر ہو گئی مائل خدائی
عرب کو مل گئی فرماں روائی

محمد مصطفےٰ دنیا میں آئے
خدا کی رحمتوں کو ساتھ لائے

ہوئی بارش خدا کی رحمتوں کی
مٹی ظلمت، شقاوت، بے حیائی

فضا روشن ہوئی پھیلی تجلی
بشر نے چھوڑ دی آتش پرستی

بتوں سے ہو گئی انساں کو نفرت
خدا سے ہو گئی سب کو محبت

ملا عورت کو رتبہ اور عظمت
ہوئی محفوظ عزت اور عصمت

مٹی ہر چار جانب سے جہالت
چکھی انساں نے ایماں کی حلاوت

ہوئی انساں کے دل سے دور سختی
بھری اس میں شرافت اور نرمی

ہوا اخلاق کا پھر بول بالا
سبق سب کو ملا رحم و کرم کا

ہوئی معمور علم و فن سے دنیا
اندھیرا چھٹ گیا پھیلا اجالا

رہا کوئی نہ سر کش اور مغرور
ہوا شیطان بے بس اور مجبور

یہ تھی اس ذات عالی کی کرامت
جو تھے بیشک سراپا حلم و رافت

جو انساں کے لئے لائے تھے عزت
فرشتوں سے فزوں تر جنکی عظمت

قسیم احسانمند ان کا ہے انساں
خدا کے بعد جو سب سے ہیں ذیشاں

خبریں

کتابوں کے بارے میں کتاب

بریمن (جرمنی) کے ناشر Schunemann نے کتابوں کے بارے میں ایک کتاب شائع کی ہے ۔ اس کے لکھنے والے ہیں ڈاکٹر ہیلمیٹ پریس جو گیو ٹنبرگ پرنٹنگ میوزیم کے کیوریٹر ہیں ۔ اس کتاب میں مصنف نے قدیم زمانے سے لیکر اب تک کتاب سازی کے بارے میں جملہ معلومات فراہم کردی ہے ۔

شاہ ولی اللہ اکیڈیمی

حیدر آباد سندھ میں شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے ایک ادارہ قائم ہوگیا ہے ۔ رسالہ ,, الرحیم ،، اس اکیڈیمی کا ترجمان ہے جو ہر مہینہ شائع ہوتا ہے ۔

ملا نصر الدین کا سات سو سالہ جشن

القرہ ۔ ۲۸ جون ۔ ٹرکی کے مشہور ظریف ، فلسفی اور شاعر کا سات سو سالہ جشن جولائی میں منایا جا رہا ہے ۔ اسکے لطیفے خاص و عام میں مشہور ہیں ۔

(اس کے لطائف تعلیمی مرکز، کراچی ۔ ۱ نے شائع کر دئیے ہیں ۔ یہ ۱۲۸ صفحات کی مجلد کتاب ہے اور اسکی قیمت سوا روپیہ ہے ۔ اس کے پڑھنے سے غم کی گھڑیاں مسرت میں تبدیل ہو جاتی ہیں ۔)

کتابوں کا تحفہ

امریکی قونصل جنرل متعینہ لاہور ڈیوڈ این ۔ بین نے انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا کی ۲۴ جلدوں کا ایک سیٹ مغربی پاکستان اسمبلی کو پیش کیا ہے ۔ اسپیکر مبین الحق صدیقی نے کتابوں کے اس تحفہ کو وصول کیا ۔

امیر خسرو کی ہشت بہشت

ایک روسی پروفیسر نے دو جلدوں میں فارسی شاعری کا ایک انتخاب کیا ہے ۔ پہلی

...ہ شائع ہو چکی ہے ۔ اس میں دسویں ...دی سے ۲۰ ویں صدی کی شاہکار نظموں ...و شامل کیا گیا ہے ۔ امیر خسرو کی بلند ...خلیق ہشت بہشت بھی پہلی بار شائع ...ی گئی ہے ۔

ایک فاضلانہ کتاب ضبط

معلوم ہوا ہے کہ سید علی احمد عباسی ...ی کتاب 'حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی' کو حکومت مغربی پاکستان نے ضبط کر لیا ہے ۔

...لوی عبدالحق کی ڈکشنری پر ڈاکہ

دہلی ۔ معلوم ہوا ہے کہ یہاں کے ایک ناشر نے مولوی عبدالحق کی ڈکشنری کو ناجائز طریقہ سے شائع کر دیا ہے ۔ کلا اس سلسلے میں سر گرم عمل ہے ۔

عابد رضا کو ڈگری

علیگڈھ یونیورسٹی نے عابد رضا کو پی۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگری دینا منظور کر لیا ہے ۔ یہ ڈگری ان کے مقالہ (مشرقی وسطیٰ کی سیاست) پر دی گئی ہے ۔

ناظم حکمت کا انتقال

ترکی کے عظیم انقلابی شاعر ناظم حکمت کا انتقال ماسکو میں ۶۱ برس کی عمر میں ہو گیا ۔ انہوں نے ۱۳ برس تک قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور ۱۹۵۰ میں رہائی کے بعد روس چلے گئے اور وہیں کے ہو رہے ۔

کوریا میں بچوں کے میوزیم

اس سال کوریا میں سیول اور تین دوسرے شہروں میں پانچ میوزیم بچوں کے لئے کھولے جائیں گے ، جن میں تاریخی چیزیں رکھی جائینگی ۔

صلیب احمر کی صدسالہ یادگار

ریڈ کراس (صلیب احمر) کی صد سالہ یاد میں جینیوا کی جھیل میں مسافروں کو لانے لیجانے والی ایک لانچ کا نام 'هینری ڈیونینٹ' رکھا گیا ہے ۔ جہاز کے اندرونی حصوں میں صلیب احمر کے مختلف سین پینٹ کئے گئے ہیں ۔ آرٹسٹ ہیں سوئٹزر لینڈ کے رابرٹ ہیری ٹیئر Robert Heritier- (یونیسکو فیچر)

"میری کہانی" سنسکرت میں

پنڈت نہرو کی خود نوشت سوانح حیات کا سنسکرت میں ترجمہ ہو گیا ہے ۔ پنڈت جی نے اس امر پر بڑے فخر کا اظہار کیا ہے کہ ان کی لائف سنسکرت میں بھی منتقل ہو گئی ہے۔ (ہماری زبان)

ڈاکٹر سمپورا نانند کے ارشادات

راجستان کے گورنر نے ہندوستانی اکیڈیمی کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا کہ " اردو غیر ملکی زبان نہیں ہے ، اس نے اسی ملک میں جنم لیا ہے ۔"
(ہماری زبان)

انجمن ترقی اردو ہند کی کتابیں

انجمن ترقی اردو ہند اپنی بعض کتابیں جو بازار میں دستیاب نہیں ہوتیں ، دوبارہ چھاپنے پر غور کر رہی ہے ۔ اس سلسلے میں پروفیسر آل احمد سرور نے عوام سے استدعا کی ہے کہ ''وہ جعلی ایڈیشنوں کی سر پرستی نہ فرمائیں۔'' (ہماری زبان)

''ضمیمہ جات مقبول'' ضبط

لاہور ۔ حکومت مغربی پاکستان نے ضمیمہ جات مقبول ۔ ترجمہ و حواشی ،، کو ضبط کر لیا ہے ۔ یہ ضمیمہ جات مقبول احمد کی تفسیر قرآن کا نام ہیں ! یہ ضخیم کتاب ۰ ۹ سال قبل استقلال پریس سے شائع ہوئی تھی ۔

شوکت کی بیوی اور بچوں کے لئے وظیفے

معلوم ہوا ہے کہ شوکت تھانوی کی دو بیویوں اور بچوں کے لئے تین مربعے ، پانچ ہزار روپے نقد اور پانچ سو روپے ماہوار مقرر ہوئے ہیں ۔ سنا ہے کہ مرحوم کی تیسری بیوی بھی اپنا حق حکومت میں پیش کرنے والی ہیں ۔

بنگال کی کتابوں کی فراہمی

مالک جنرل بک ڈپو (مقابل سلیقہ مشین کمپنی ، فریئر روڈ ، کراچی ۔۱) اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی دکان سے بنگالی زبان کی اسلامی ، مذہبی اور ادبی کتابیں مل سکتی ہیں ۔

''روح القرآن'' کی اشاعت کا افتتاح

۱۰ ۔ جون کو کلکتہ میں ونو باجی نے اردو روح القرآن کی اشاعت کا افتتاح کیا ۔ پہلے ایک جلسہ ہوا ۔ جلسہ میں معزز مسلمان اور ہندوؤں نے شرکت کی ۔ جلسہ کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا ۔ اس کے بعد ونو باجی نے تقریر کی اور اپنے ہاتھ سے کتاب کی فروخت شروع کی اور کیش میمو پر اردو میں دستخط کئے ۔

جوہر بدایونی کی وفات

لکشمی نراین صاحب جوہر بدایونی اردو کے چوٹی کے شعرا میں شمار ہوتے تھے ۔ افسوس ہے کہ وہ اس دار فانی سے چل بسے ۔ مرحوم نے ۷۲ برس کی عمر پائی ، ساری عمر اردو کی خدمت میں لگے رہے ۔ آخری عمر میں ''آئینۂ جوہر'' کے نام سے ان کے کلام کا ایک مختصر مجموعہ نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا ہے۔ (ہماری زبان)

الم مظفر نگری کے لئے وظیفہ

حکومت اترپردیش نے گیتا کا منظوم ترجمہ کرنے والے شاعر الم مظفر نگری کے لئے صرف ۵۰ روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ہے ۔

رسالوں پر طائرانہ نظر

العلم (کراچی) ۔ دوسری سہ ماہی (اپریل تا جون) کے شمارے میں چند بہت ہی دلچسپ اور معلوماتی مضامین شائع ہوئے ہیں جو سب کے سب قابل مطالعہ ہیں۔ " علیگڑھ میں میرے چوالیس سال "، از (پروفیسر عبدالمجید قریشی) انتہائی دلچسپ یادوں پر مشتمل ہے اور اس کے پڑھنے سے علیگڑھ کی روح سے واقفیت ہو جاتی ہے۔" جگر لخت لخت "، (از پروفیسر جلیل قدوائی) کی چوتھی قسط میں جگر کے بارے میں جو یادیں دی گئی ہیں ان سے جگر کے فن اور سیرت پر کافی روشنی پڑتی ہے ۔ ڈاکٹر سر ضیاالدین احمد مرحوم پر سید الطاف علی بریلوی کے مضمون سے اس بے پناہ محبت کا اندازہ ہو جاتا ہے جو مرحوم کو علیگڑھ سے تھی ۔ نواب محمد ینگش پر سید مصطفیٰ علی بریلوی کا مضمون بہت معلوماتی ہے ۔ اس کی یہ دوسری قسط ہے۔ شوکت تھانوی (از سوز شاہجہانپوری) بھی خوب ہے ۔

الشجاع (کراچی) ۔ جون کے پرچے میں اے ۔ بی ۔ راجپوت نے درہ خیبر کی تاریخ بیان کی ہے جس سے اسکی اہمیت کا پوری طرح اندازہ ہوجاتا ہے ۔ " سرحد کی لوریاں "، بھی قابل مطالعہ ہے ۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ان لوریوں کے ذریعہ شروع ہی سے بچہ کے دماغ میں حب الوطنی اور انتقام کے جذبات پیدا کئے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سرحد کے پٹھان عزت اور وطن کی خاطر جان دے دینا اپنی معراج سمجھتے ہیں ۔ ارشد تھانوی نے " برادر عزیز "، کے عنوان سے شوکت تھانوی کی زندگی کے چند نقوش دیئے ہیں ۔ " گود سے گور تک "، دلچسپ کہانی ہے ۔ ماحول کی جبریت ادیب پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے ، اسے ایک مضمون میں بیان کیا گیا ہے ۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ساری ذمہ‌داری ماحول پر رکھنا غلط ہے ۔

جامعہ (نیو دھلی) ۔ یہ جامعہ کا سالنامہ ہے ۔ یہ ۱۹۶۲ کے اردو ادب کے جائزے کے لئے وقف ہے ۔ انیس خورشید نے پاکستان میں شائع ہونے والی کتابوں کا ایک سر سری جائزہ لیا ہے اور حق یہ ہے کہ بالکل بے لاگ طریقے سے انہوں نے اپنے فرض منصبی کو ادا کیا ہے ۔ عبدالطیف اعظمی اور قاضی عبدالودود نے تحقیقی ادب پر تبصرہ کیا ہے ۔ ظفر پیامی نے اردو افسانہ کا جائزہ لیا ہے ۔ علی جواد زیدی نے ۱۹۶۲ کے شعری ادب پر ایک نظر ڈالی ہے۔ عبدالطیف اعظمی نے ہندوستان کے تصنیفی اداروں پر طائرانہ نظر ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ انھوں نے پچھلے سال کیا کیا خدمت انجام دی ۔ ایک مضمون میں ان ادیبوں ،

شاعروں اور صحافیوں کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں جن کا ۱۹۶۲ میں انتقال ہوا ہے۔ ان میں ایسے ۲۰ اشخاص کے مختصر حالات درج کئے گئے ہیں جو ادب پر گہرا نشان چھوڑ گئے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ نمبر ایک کامیاب کوشش ہے اگرچہ ہندوستانی مطبوعات کا جائزہ تشنہ رہ گیا ہے۔

اردو نامہ (کراچی) ۔ شمارہ ۱۲ (از اپریل تا جون) میں ابوالفضل صدیقی کا وہ طویل افسانہ درج کیا گیا ہے جس پر انہیں انعام ملا تھا ۔ ''وادی سندھ پر یونانی اثرات،، بھی قابل مطالعہ ہے۔ سر راس مسعود پر دو مضمون شائع ہوئے ہیں، ایک جمیل نقوی کا اور دوسرا نواب سعید جنگ کا ۔ دونوں اپنی جگہ پر بہت خوب ہیں ۔ سخاوت مرزا نے بیجاپور کے دو گمنام شاعروں کا کلام اور حال دیا ہے جن میں سے ایک بیٹا ہے افضل خاں کا جسے شیوا جی نے دھو کے سے واگ ناگ کے ذریعہ پیٹ پھاڑ کے مار دیا تھا ۔ ان کے علاوہ تبصرے، مراسلات وغیرہ بھی پڑھنے کی چیزیں ہیں ۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے ''ابلیس،، کے معنی کی تصحیح کر دی ہے اور بتایا ہے کہ ''یہ تمام تر مسیحی عقیدہ ہے ۔ ،،

جام نو (کراچی) ۔ جون کے پرچے میں عبداللہ خاور نے ایک مضمون میں شفیق جونپوری کا ماتم کیا ہے ۔ محمد احمد صدیقی نے ''جگر کی نظم نگاری'' پر اچھا مضمون لکھا ہے ۔ اس کے علاوہ دو تین دلچسپ کہانیاں بھی اس نمبر میں درج ہیں ۔ اگست میں ''جام نو،، کا بارہ سالہ نمبر شائع ہوگا جس میں اپریل ۱۹۵۱ سے مارچ ۱۹۶۱ تک کے منتخب مضامین کے علاوہ ''تازہ تخلیقات،، بھی شائع کیجائیگی ۔

پگڈنڈی (امرتسر) ۔ مئی کے شمارہ میں ملک اسمعیل حسن خاں نے مولانا ضیا احمد بدایونی کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے ہیں اور ساتھ ہی ان کی علمی، ادبی اور شاعرانہ کاوشوں پر بہت اچھا تبصرہ کیا ہے ۔ مشہور چینی سیاح ھیون سانگ بیس سال کی عمر میں ۶۲۹ عیسوی میں ہندوستان آیا تھا اور ۵ سال تک نالندہ یونیورسٹی میں قیام پذیر رہا تھا ۔ گربچن چندن نے اس کی طرف سے ماؤسی تنگ کے نام ایک خط لکھا ہے جو کافی دلچسپ ہے ۔ اس میں صاحب مضمون نے ماؤسی تنگ کو مشورہ دیا ہے کہ ہندوستان جا کر اپنے بھائی ، بھائی ہونے کا اعلان کرو اس لئے کہ ''پیکنگ اور دھلی کا ملاپ ایک ایسی دیو کہانی ہوگی جس پر تاریخ ہمشہ فخر کریگی ۔ ،، حفیظ جالندھری سے ایک انٹرویو بھی دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے ۔ عادل رشید کی کہانی ''چوری کے بیر'' پسندیدہ ہے ۔

ادیب (علیگڑھ) ۔ مارچ و اپریل کے پرچہ میں کبیر احمد جائسی نے اپنے

مضمون میں شاہ انتظام الدین جمالی کے بارہ میں چند یادیں دی ہیں جو دلچسپ ہونے کے علاوہ سبق آموز بھی ہیں ۔ مولانا سعید انصاری کے خطوط بھی پڑھنے کے قابل ہیں ۔ مولوی مہیش داس مرحوم کا ایک مضمون ندیم (گیا) سے نقل کیا گیا ہے جسمیں مثالیں دیکر بتایا گیا ہے کہ غالب اپنے خطوط میں بعض الفاظ کا املا کس طرح کیا کرتے تھے ۔ سید سخی احمد ہاشمی نے وفا راسدی کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا ہے اور ان کی ادبی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے ۔

فاران (کراچی) ۔ جولائی کے شمارہ میں ''نقش اول،، میں ایڈیٹر نے شیعہ سنی مسئلہ پر اظہار خیال کیا ہے ۔ یہ پڑھنے کی چیز ہے ۔ مولوی حبیب الرحمن نے ''قرآن اور مسلمان،، میں واضح کیا ہے کہ قرآن کے مطابق اسلام کا مفہوم اور مسلمان کی تعریف کیا ہے ۔ امریکی نو مسلمہ مریم جمیلہ کا طویل خط بھی قابل مطالعہ ہے جو انہوں نے اپنے والدین کے نام بھیجا ہے ۔ حبیب احمد بدایونی نے محسن کاکوری کی نعتیہ شاعری سے بحث کی ہے اور ان کی نعتوں کے بہت سے نمونے بھی دئے ہیں ۔ ملا واحدی نے مولانا ابوالکلام آزاد اور نواب عبداللہ کسمنڈوی جیسی شخصیتوں پر اظہار خیال کیا ہے ۔ موخرالذکر کو لوگ بھول گئے ہیں حالانکہ وہ اپنے دور میں اہم اشخاص میں شمار ہوتے تھے ۔

منادی (دھلی) ۔ جون کے شمارے میں دو مضامین عام دلچسپی کے ہیں ، ایک ملا واحدی کا مضمون ''ملفوظات حضرت خواجہ حسن نظامی،، اور دوسرا ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا مضمون جس میں خواجہ صاحب کو ہر اعظم کا تنہا نگار صحافی قرار دیا گیا ہے ۔ اس مقالہ میں جو لاہور میں یوم خواجہ حسن نظامی کے موقع پر پڑھا گیا تھا ، خواجہ صاحب کی فکر انگیز تحریرات کے اقتباسات بھی دے دئے گئے ہیں ۔

نگار (رامپور) ۔ مئی کے پرچہ میں ڈاکٹر عبدالعلیم نامی نے ''اردو ڈراما حال اور مستقبل،، پر ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ ''آج ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام کو ڈراموں کے صحیح متن سے روشناس کرا دیا جائے تاکہ وہ اپنے ڈراما نویسوں اور ان کے پیش کردہ ادب کو پہچان سکیں ۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اردو اسٹیج اور ڈرامہ کا مستقبل شاندار ہے ۔،، ''ذوق ایک مطالعہ،، بھی پڑھنے کے قابل ہے ۔'' ١٩٦١ کا بہترین طنزیہ مزاحیہ ادب'' موضوع ہے ایک مقالہ کا جسمیں اس سال کے بہترین ادب کے بعض پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے ۔ باب الانتقاد میں رشید حسن خاں نے 'جذبات نادر' پر ایک نظر ڈالی ہے اور بہت سی ایسی نظموں کی نشاندھی کی ہے جو ترقی اردو بورڈ والے ایڈیشن میں غائب ہیں حالانکہ یہ ایڈیشن ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہیئے تھا ۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین برنی بی ۔ اے۔
مطبوعہ ٹیکنیکل پرنٹرز

Regd. No. S-[illegible]

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دُنیا

مدیر اعزازی: ضیاءالدین احمد برنی

(رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان)

سالانہ چندہ: دو روپے

فی پرچہ: صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ اگست ۱۹۶۳ ع ☆ شمارہ ۸

فہرست مضامین

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی 22 SEP 1983
اگست ۱۹۸۳ء

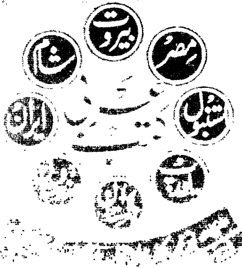
"حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی"

جب انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور یہ دیکھا کہ اس براعظم میں مختلف قسم کے لوگ آباد ہیں جو بعض صورتوں میں متضاد عقائد رکھتے ہیں تو انہوں نے پالیسی کے طور پر اپنی مذہبی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔

انگریزوں کے زمانہ میں ایسی کتابیں ضبط کی جاتی تھیں جن میں حکومت کو یا ملک معظم کو بدنیتی اور عناد کی بنا پر برا بھلا کہا جاتا تھا یا مذاہب اور ان کے بانیوں پر حملے کئے جاتے تھے۔

آج سے ۵۰ - ۶۰ سال پیشتر مسلمانوں، آریوں اور مسیحیوں میں سر عام مناظرے ہوتے تھے جن میں ایک دوسرے کے مذہب کے خلاف کھلم کھلا سب و شتم کیا جاتا تھا۔ پھر ایسی کتابیں بھی نکلنے لگیں جن میں ایک دوسرے کے خلاف گندگی اچھالی جاتی تھی۔ مثلاً ۱۸۹۸ میں ایک پادری نے اسلام پر ایک انتہائی اشتعال انگیز کتاب لکھی جسکے خلاف متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں نے شور مچایا اور بالآخر حکومت نے اسے ضبط کر لیا۔ "رنگیلا رسول" کا واقعہ بہتوں کو یاد ہوگا۔ یہ ایسی زہریلی کتاب تھی کہ پنجاب کے ایک مسلمان نے تو مشتعل ہو کر لکھنے والے کو قتل ہی کرڈالا۔

میری ملازمت بمبئی کے دوران میں ایسی بہت سی اردو، انگریزی، مراٹھی اور گجراتی کتابیں ضبط ہوئیں جن میں رسول اکرم کی زندگی کے حالات متعصبانہ رنگ میں درج کئے گئے تھے۔ کوئی تیس سال ہوئے ٹائمز آف انڈیا، اسٹیٹسمین اور ایسوسی ایٹڈ نیوز پیپرز آف سیلون لمیٹڈ کے زیر انتظام ہوم لائبریری کلب کے نام سے بہت سی مفید کتابیں شائع ہوئیں جنمیں ۶۰۷ صفحات کی ایک اچھی کتاب One Hundred Great Lives خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اس



میں رسول اکرم پر بھی ایک مضمون تھا جو سر ولیم میور کے رنگ میں لکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس پر بڑی لے دے ہوئی اور بالآخر یہ طے پایا کہ اس مضمون کو حذف کرکے اس کی بجائے ایک مقالہ کسی مسلم فاضل سے لکھوا کر داخل کتاب کردیا جائے۔ چنانچہ بمبئی کے مشہور فاضل آصف علی اصغر فیضی سے مضمون لکھوا کر داخل کتاب کردیا گیا۔

انگریزوں کے دور حکومت میں عیسائیوں کی طرف سے مناظرانہ رنگ کی جو کتابیں لکھی جاتی تھیں وہ کوئی تحقیق یا ریسرچ کا پہلو لئے ہوئے نہ ہوتی تھیں۔ ان کا واحد مقصد رسول اکرم کو گھٹانا اور یسوع مسیح کو چڑھانا ہوتا تھا۔ عیسائی مصنف اسلام اور بانی اسلام کے خلاف پوچ اور لاطائل قسم کے الزامات بھی لگاتے تھے تاکہ عیسائیوں میں اسلام کے خلاف اشتعال پھیلے اور یسوع مسیح کے ماننے والے مسلمان نہ ہونے پائیں۔ اس کا ناپاک سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں آج تک جاری ہے۔

کوئی تیس پینتیس سال پیشتر متحدہ ہندوستان میں "شہید انسانیت" کے نام سے ایک کتاب نکلی تھی۔ لکھنے والے اور چھاپنے والے سبھی شیعہ حضرات تھے۔ اتفاق سے ایک مضمون نگار نے کہیں یہ لکھ دیا تھا کہ دسویں محرم کی صبح کو امام نے غسل کیا۔ اس جملے کے خلاف وہ ہنگامہ برپا ہوا کہ خدا کی پناہ۔ شیعوں نے ایجی ٹیشن کرکے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس کتاب کو ضبط کیا جائے اس لئے کہ یہ ہمارا جزو ایمان ہے کہ امام اور ان کی پارٹی پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ ایسی حالت میں غسل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یاد نہیں رہا کہ اس کتاب کا کیا ہوا۔

تحقیقی کتابوں میں نواب محسن الملک
کتاب ”آیات بینات“ خاص شہرت
کھتی ہے - اس کتاب میں نواب صاحب نے
ض ایسے اہم مسائل سے بحث کی ہے جو
یعوں اور سنیوں میں مابہ النزاع چلے آرہے
ں - اگرچہ شیعوں کی طرف سے بھی اس
تاب کے جوابات شائع کئے گئے تھے ،
کر مسدس حالی کی طرح ”آیات بینات“
و دوام حاصل ہے ، اور جوابات کو آج
وئی جانتا بھی نہیں - اب اگر اس قسم
کتابوں کو جو ریسرچ کا بہترین نمونہ
ں، یہ کہکر ضبط کرلیا جائے کہ اس
ایک فرقہ کے ”عقائد“ کو صدمہ پہنچتا
تو بہت بڑا ظلم ہوگا۔ اگر اسی استدلال
و مزید وسعت دیدی گئی تو پھر عیسائی
مطالبہ کرسکتے ہیں کہ (خاکم بدھن)
آن مجید کو بھی ضبط کیا جائے، اسلئے
ہ اس میں یسوع مسیح کو ایک معمولی
ر بتایا گیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ
ن اللہ نہیں تھے اور یہ کہ انہیں پھانسی
یں ہوئی، حالانکہ ان کا پھانسی پر
ڑھنا اور پھر اسی حالت میں مرنا ہمارا
مان ہے۔

حال میں ایک چھوٹے سے پمفلٹ کو جسے
رزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۹۷ میں کسی
یسائی کے چار سوالات کے جواب میں تحریر
یا تھا، ۹۶ سال کے بعد مغربی پاکستان
حکومت نے ضبط کرلیا تھا۔ اس پر

قادیانیوں نے اتنا شور مچایا کہ بالآخر
حکومت جھک گئی اور ضبطی کے احکام واپس
لے لئے گئے۔ اس ایک واقعہ سے اندازہ
ہوجاتا ہے کہ ضبطی کے احکام جاری کرتے
وقت حکومت نے ماله وما علیه پر پوری طرح
غور نہ کیا تھا۔

مغربی پاکستان کی حکومت نے پروفیسر علی احمد عباسی کی کتاب "حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی" کو ضبط کرلیا ہے، حالانکہ یہ نہایت سلجھی ہوئی فاضلانہ کتاب ہے۔ اسکے مطالعہ سے فرقہ وارانہ جذبات بالکل نہیں بھڑکتے، اسکی زبان غیر جارحانہ اور علمی ہے۔ اس میں جو تحقیق کی گئی ہے وہ بہت اونچی قسم کی ہے۔ اسلئے اگر ایسی کتابوں کی ضبطی شروع ہوگئی تو پھر اسکے یہ معنی ہونگے کہ اس مملکت میں نئی ریسرچ کا دروازہ بند کیا جارہا ہے۔

معلوم نہیں کہ حکومت کے پاس کونسا معیار ہے جسپر وہ ایسی تحقیقی کتابوں کو پرکھتی ہے۔ دفتر کے کلرک ان باتوں سے واقف نہیں ہوسکتے اور ظاہر ہے کہ ایسے احکام کہیں اوپر ہی سے آتے ہونگے۔ سوال یہ ہے کہ جن اشخاص نے ضبطی کے احکام صادر کئے ہیں کیا وہ کتاب کے موضوع پر پوری نظر رکھتے ہیں، کیا وہ عربی سے کماحقہ واقف ہیں اور کیا وہ ریسرچ کی ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں؟ میرے خیال میں حکومت کو چاہئیے کہ کتابیں ضبط کرنے کا کام آئندہ کیلئے دفتری لوگوں کے ہاتھ سے نکال لے اور اسے فضلا کی ایک چھوٹی سی کمیٹی کی سپردگی میں دیدے تاکہ خواہ مخواہ بعد میں حکومت کے احکام کا مذاق نہ اڑے۔ صرف وہ کتاب ضبط ہونی چاہئے جسمیں واقعات کو بالارادہ مسخ کرکے بیان کیا گیا ہو، جسمیں پڑھنے والوں کو تشدد پر اکسایا گیا ہو، جسمیں نازیبا زبان استعمال کی گئی ہو وغیرہ۔ مگر تحقیقی کتابوں کو ضبطی کی حد میں لانا قطعاً غلط ہے۔ جو الزامات حضرت معاویہ کے خلاف عائد کئے جاتے ہیں، اگر کسی کتاب میں ان کی صفائی کی جائے تو وہ کیونکر قابل ضبطی ٹھہرسکتی ہے۔ طبی کتابیں کوک شاستر کے زمرہ میں داخل نہیں ہوسکتیں۔ سلطان محمود بت شکنی اور مندر شکنی کے لئے بدنام ہے۔ اب اگر کوئی شخص تصویر کا دوسرا رخ پیش کرکے یہ ثابت کردے کہ

یہ الزامات جھوٹے اور بے بنیاد ہیں تو ہندو
یہ کہنے میں کہاں تک حق بجانب ہونگے
کہ یہ ہمارے ''عقائد،، ہیں اور ان کے
خلاف لکھنے سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے؟

کوئی پچیس سال ہوئے میرے محترم
وست پروفیسر سید تفضل داؤد نے ''اصلی
یواجی،، (Real Shivaji) کے نام سے ایک
کتاب لکھی تھی۔ اس پر ہندوؤں نے بیحد
ور و غوغا مچانا شروع کردیا اور کہا
کہ اس سے ہمارے ہیرو کی سخت توہین
وئی ہے، اس لئے کہ اسے لٹیرا اور ڈاکو
نایا گیا ہے۔ کتاب تحقیق کا بہترین نمونہ
ے۔ اب اگر ایسی کتاب بھی ضبط ہوجائے
و اسکے معنی یہ ہونگے کہ ہم حقائق
ا اظہار بھی نہیں کرسکتے۔

بہر حال میں ادب کے ساتھ حکومت سے
رخواست کرونگا کہ وہ پروفیسر عباسی کی
ن کتاب کے بارے میں اپنے احکام واپس
لے یا پھر ایسے فضلا کی کمیٹی کے سپرد
رکے اس کی رائے معلوم کرے۔ اور اگر
کمیٹی ضبطی کے خلاف رائے دے تو
کومت کو چاہئیے کہ بلا تامل اس کی
رائے پر عمل کرے۔ بصورت دیگر مصنف
یا پبلشر کے پاس ایک ہی چارہ کار رہ جاتا
ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ ہائی کورٹ میں
مرافعہ دائر کرے اور حکومت کے ناروا
حکم کے خلاف انصاف کا طالب ہو۔

ضیاءالدین احمد برنی

نظر حیدرآبادی چل بسے

کراچی — ۲۸ اگست۔ آج صبح ساڑھے
چار بجے نظر حیدرآبادی جناح ہسپتال میں
انتقال کرگئے۔ مرتے وقت ان کی عمر ۴۴ سال
تھی۔ گلڈ نے ایک ہزار روپے ان کی
بیگم کی خدمت میں بھیجے ہیں۔

رسالوں پر طائرانہ نظر

جامعہ (نئی دھلی) — جولائی کے شمارے میں دو مضمون قابل مطالعہ ھیں۔ پہلا سید غلام ربانی کا ڈاکٹر غلام یزدانی کے بارے میں ھے۔ ڈاکٹر صاحب ۱۹۰۸ میں سینٹ اسٹیفنز کالج دھلی میں میرے استاد تھے اور اسی لئے میں نے ان کے حالات زندگی اور ادبی کارناموں کو انتہائی ذوق و شوق سے پڑھا۔ مضمون نگار نے بلاشبہ اپنے موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ھے۔ دوسرا مضمون عبدالمجید قریشی کا ھے۔ اس میں انہوں نے ان کتابوں کا تفصیلی ذکر کیا ھے جو "چھپ نہ سکیں۔" یہ مضمون قدرتی طور پر بہت طویل ھے مگر مضمون نگار نے پوری ژرف نگاھی کا ثبوت دیا ھے۔

سب رس (حیدرآباد دکن) — جون کے شمارہ میں ایک مضمون میں "شبلی کی شخصیت کا تعین ان کے خطوط کی روشنی میں" کیا گیا ھے۔ قادر جاوید نے ایک مختصر سے مضمون میں غالب کے ایک شعر کی تشریح کی ھے۔ ایک اور مضمون میں طیب انصاری نے نصرتی کی شاعری پر بھرپور تبصرہ کیا ھے۔

جولائی کے پرچہ کی ابتدا کرشن چندر کے ریویو سے کی گئی ھے جو انہوں نے یوسف ناظم کی کتاب "کیف و کم" پر کیا ھے۔ ریویو نگار انہیں طنز و مزاح میں "ایک اعلیٰ درجہ کا جوھر" قرار دیتے ھیں۔ دوسرا قابل مطالعہ مضمون یوسف ناظم کا ھے جو انہوں نے نیاز صاحب کے بارے میں لکھا ھے۔ سیفی پریمی نے اپنے مضمون میں اسمعیل میرٹھی کو "شاعر انسانیت" قرار دیا ھے۔

جام نو (کراچی) — جولائی کے پرچہ میں عبدالعزیز فطرت نے "شمع خموش" کے عنوان سے رسا بریلوی کے مزید حالات

دئے ھیں - ضمناً جنرل ڈایر کی لجی زندگی کے چند واقعات بھی معرض تحریر میں آگئے ھیں جن سے شقاوت کے اس دیوتا کی سیرت پر نئی روشنی پڑتی ہے۔ راز اور قمر کی غزلیں ایک صفحہ پر دی گئی ھیں مگر نام ادھر ادھر ھوگئے ھیں -

پگڈنڈی (امرتسر) — صغیرہ نسیم نے جولائی کے پرچے میں مجاز کے فن اور شخصیت پر بہت اچھا محاکمہ کیا ہے۔ ''شراب بھی مجاز کے غم کا مداوا نہ بن سکی اور آخر کار وہ شراب ھی کی نذر ھو گیا۔'' بیتاب بریلوی نے اپنے مضمون میں روسی تعلیم نظام کی بیحد تعریف کی ہے۔

عصمت (کراچی) — جولائی کے شمارے میں ''حسین ٹیکری کے واقعات'' تعجب انگیز ھیں - ایسا معلوم ھوتا ہے کہ وھاں کے پانی میں بیماریاں دور کرنے کی تاثیر موجود ہے۔ ھار جیت (از نذر سجاد حیدر) بہت ھی دلچسپ افسانہ ہے۔ باوجود طوالت کے اس کی دلچسپی میں کوئی فرق نہیں آتا -

ساقی (کراچی) — جون کے پرچہ میں اولین جگہ جمیل جالبی کے مضمون (ادیب کی سماجی زمہ داری) کو دی گئی ہے۔ وہ ادیب کی آزادی کے تخیل کے پوری طرح قائل ھیں - مضمون گہرے مطالعہ کا طالب ہے۔ ''فراق گورکھپوری سے ایک ملاقات'' اور ''دیس نکالا'' بھی دلچسپ ھیں -

الشجاع (کراچی) — جولائی کے پرچہ میں شروع میں صدر پاکستان کے دورہ نیپال کے حالات دئے گئے ھیں - ایک اور مضمون میں نیپال کی دو عظیم ھستیوں کے حالات تحریر کئے گئے ھیں ، ایک مہاتما بدھ اور دوسری تن سنگھ فاتح ایورسٹ - دونوں مضمون خوب ھیں -

ھم قلم (کراچی) — مئی کے شمارہ میں دو تین مضمون اور نظمیں قابل مطالعہ ھیں - ''ایک یاد'' انگریزی نظم کا اچھا ترجمہ ہے۔ ادب میں زندگی اور شخصیت کا اظہار (از اطہر پرویز) پڑھنے کی چیز ہے - ''منکہ ایک مصنف'' بھی اچھا ہے۔ صارم صاحب نے پبلشروں پر اور مفت خوروں پر خوب لے دے کی ہے -

جون کے پرچہ میں تین چار کہانیاں بہت دلچسپ ھیں - '' پیا ملن کو جانا ،، (از ڈاکٹر فاروقی) میں بتایا گیا ہے کہ شہنشاہ اکبر نے کس خوبصورتی سے ستی کی رسم پر قدغن لگائی اور چتا پر سے ایک لڑکی کو بچا لیا - ''لا علم،، (از مسعود مفتی) سبق آموز کہانی ہے جس میں ملاوٹ کے خلاف انوکھے انداز میں تنقید کی گئی ہے -

قومی زبان (کراچی) - جون کے شمارے میں شمیم احمد نے ایک مضمون میں ڈاکٹر سبزواری کا تفصیلی تعارف کرایا ہے - آخر میں فروری ۱۹۶۳ء کے اردو اخبارات و رسائل کے شائع شدہ مضامین کی وضاحتی فہرست درج کی گئی ہے جسے سید ابن حسن قیصر اور زاھدہ خاتون نے مرتب کیا ہے -

آج کل (دھلی) - جون کے شمارہ میں ابن فرید نے مولانا شبلی کے بھائی ، محمد مہدی کے مکاتیب لندن سے بحث کی ہے اور کچھ اقتباسات بھی دئے ھیں - 'حسین کا فن' موضوع ہے ایک مضمون کا جسکے ساتھ بہت سی تصاویر بھی دی گئی ھیں -

جولائی کے پرچہ میں ماسٹر رامچندر کا سو سالہ پرانا مضمون درج کیا گیا ہے جس میں انھوں نے زور دیا ہے کہ ہندوستان میں مغربی علوم کو صرف اردو زبان کے ذریعہ رواج دینا چاھئیے - بہادر شاہ کی خدمت میں ''سلاطین ،، کی ایک درخواست شائع کی گئی ہے جو بہت پر درد ہے - اس درخواست کا تعلق اس خبر سے ہے کہ ولی عہد کی سربرآرائی کے وقت قلعۂ معلیٰ خالی کرا لیا جائیگا - '' سرزمین ہند پر زمین کی پیمایش ،، بہت معلوماتی مضمون ہے - اس میں شبیر احمد خان غوری نے بتایا ہے کہ البیرونی نے محیط ارضی کی پہلی پیمایش ۴۱۷ ھجری میں سندھ کے بیابان میں کی تھی -

منادی (نئی دھلی) ــ شمارہ ۷ میں پہلے مضمون کا عنوان ''رحمۃ للعالمین'' ہے ۔ اسے سید قریشی شمس نے لکھا ہے ۔ مضمون بہت جامع ہے ۔ فوائد الفواد کا ترجمہ قسط وار شائع ہو رہا ہے ۔ مترجم ہیں حسن ثانی نظامی ۔ ملفوظات خواجہ حسن نظامی (مرتبہ ملا واحدی) کی تیسری قسط دی گئی ہے ۔

معارف (اعظم گڑھ) ــ جون کے پرچہ میں مولانا محمد تقی امینی کے مضمون ''خلافت فاروقی میں اراضی کی تقسیم'' کی مزید قسط دی گئی ہے ۔ یہ مضمون فکر انگیز ہے ۔ جاحظ کی چوتھی قسط شائع ہوئی ہے ۔ 'حجر رشید' بہت ہی فاضلانہ مضمون ہے ۔ اس کا تعلق ایک قدیم کتبے سے ہے ۔

جولائی کے پرچہ میں پروفیسر سید علی احمد نیر واسطی نے طب میں مسلمانوں کے اکتشافات اور اجتہادات سے بحث کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ هاروے سے تین سو سال پہلے مسلمانوں نے دوران خون کی حقیقت دریافت کر لی تھی ۔ جاحظ والے مضمون کی آخری قسط میں اس کے لطیفے اور اقوال پیش کئے گئے ھیں ۔ آصف علی فیضی کے ایک مضمون کا ترجمہ دیا گیا ہے جسمیں انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی کو رائے دی ہے کہ وہ رومن لا کی بجائے محمڈن لا کو داخل نصاب کرے ۔ محمد تقی خان (والد مولانا حبیب الرحمن شروانی) کے حالات سبق آموز ھیں ۔

فاران (کراچی) ــ اگست کے شمارہ م نقش اول میں نواب بہادر یار جنگ تقریروں کے اقتباسات دیکر ماہر القادری واضح کیا ہے کہ ہمیں بالآخر کس قسم پاکستان بنانا ہوگا ۔ ''پختہ قبریں'' عنو ہے ایک مضمون کا جسمیں قبروں کے متعل اسلامی مسلک کی صراحت کی گئی ہے ۔

افکار (کراچی) ــ جولائی کے پرچہ م پروفیسر حنیف فوق کا مضمون 'جہان تازہ' قابل مطالعہ ہے ۔ سجاد ظفر کی کہا بھی خوب ہے ۔ آئندہ شمارہ 'حفیظ نم ہوگا ۔

نوائے ادب (بمبئی) ــ یہ انجمن اسلا اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا ترجمان ہے ا اس کے ایڈیٹر سید نجیب اشرف ندوی ھیں دوسری سہ ماہی کے شمارہ میں پروفیسر کول طالب کے سلسلہ مضامین ''سرمایہ کلام غالب'' کی ۸ ویں قسط دی گئی ہے اس کا موضوع ہے تصوف ۔ غالب کے کلا سے ایسے اشعار کی صراحت کی گئی ہے جن میں تصوف آ گیا ہے لیکن اس کے باوجود طالب کی نظر میں غالب کوئی صوفی یا درویش نہ تھے ۔ نادم سیتا پوری نے حضرت شاد بہاری کی شاعری اور تصانیف سے بحث کی ہے ۔ محمد مسعود احمد نے ایک مضمون میں سید علی غمگین کے حالات دئے ھیں ۔ طلحہ رضوی برق نے غالب اور ذوق کے معرکوں کے سلسلہ میں مہر محمد خان شہاب کے تبصرہ پر کڑی نکتہ چینی کی ہے ۔

خبریں

"روح القرآن" اردو میں

پچھلے سال اچاریہ ونوبا بھوے نے ایک انگریزی کتاب Essence of the Quran مرتب کی تھی جس میں ۱۰۶۰ آیات کے ترجمہ کے ذریعہ اسلام کی روحانی تعلیم کو ملک کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اب اس کا اردو اور ہندی ایڈیشن بھی شایع ہوگیا ہے۔

حیدرآباد دکن پر نئی کتاب

میر لائق علی خان نے جو حملہ کے وقت حیدرآباد کے وزیر اعظم تھے، انگریزی میں ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جس میں حیدرآباد اور ہندوستان کے باھمی نامہ و پیام کی مختلف منازل کا بیان کیا گیا ہے۔ کتاب طباعت کی آخری منزل میں ہے۔

"اردو کا ناقابل فراموش ادیب"

اپنی زندگی میں مولانا ابوالکلام آزاد نے "ناقابل فروش" کتاب لکھنے پر سردار دیوان سنگھ مفتوں کے لئے تا حیات دو سو روپیہ ماھوار کی پنشن منظور کی تھی۔ حال میں حکومت پنجاب نے از راہ قدردانی انہیں ۱۱۰۰ روپے کی تھیلی، ایک سپاسنامہ اور خلعت فاخرہ بھی عطا کیا ہے۔ سپاسنامہ میں سردار جی کو "اردوی معلیٰ کا ناقابل فراموش ادیب" قرار دیا گیا ہے۔

راشدی کی آپ بیتی

پیر علی محمد راشدی آج کل ھانگ کانگ میں بیٹھکر "آپ بیتی" تحریر کررھے ھیں۔ "آپ بیتی" کے ساتھ "جنگ بیتی" بھی لکھی جارھی ہے۔

---

۱۰۰ عظیم مسلمانوں کی زندگیاں

جمیل الدین احمد جو Heritage of Islam کے مصنف ھیں، آج کل ۱۰۰ عظیم مسلمانوں کی زندگیاں لکھنے میں مصروف ھیں۔

"تعمیر پاکستان" کا پیش لفظ

راولپنڈی ۔ صدر محمد ایوب خان نے ایک نوجوان پاکستان کاشتکار مسٹر عبدالمتین چودھری کی کتاب "تعمیر پاکستان" کا پیش لفظ تحریر کیا ھے۔ چودھری نے بیروت کی امریکی یونیورسٹی سے زراعت میں ڈپلوما حاصل کیا ھے اور آجکل نواکھالی میں اپنے فارم پر کام کررھے ھیں۔

غالب کا مکان

دھلی کے محلہ بلی ماراں میں جس مکان میں غالب رہتے تھے، اسے کسٹوڈین نے چند ہزار روپے میں فروخت کردیا ھے۔ "آزاد ہند" (کلکتہ) نے لکھا ھے کہ "اگر دھلی کے باشندوں نے غالب کے مکان کو نہ بچایا تو تاریخ انہیں معاف نہیں کریگی۔"

مقالات اقبال

اقبال کے شیدائی سید عبدالواحد معینی م ۔ اے (آکسن) نے اقبال کے ۲۳ مضامین ہر ادھر سے جمع کرکے کتابی صورت میں تب کردئے ھیں ۔ ناشر ھین شیخ محمد رف لاھور۔

شیکسپیئر کی ۴۰۰ ویں سالگرہ

انگلستان کے شاعر اعظم ولیم شیکسپیئر ی پیدائش کی ۴۰۰ ویں سالگرہ اپریل ۱۹۶۴ ں منائی جائیگی ۔ اس سلسلہ میں ایک انش بھی ھوگی جسکی سرپرست ملکہ زبیتھ ھیں ۔

شوکت تھانوی کا آخری شعر

حریم (لکھنو) میں شوکت کی زندگی ے آخری لمحات پر ایک مضمون نکلا ھے سمیں لکھا ھے کہ انہوں نے بستر مرگ پر ، شعر کہا تھا :۔

میں ترا بندہ ھوں لیکن بندگی سے بے نیاز
تو خدا ھے اور خدا ھوکر بھی تو غافل نہیں

نئی لائبریری کا قیام

حیدرآباد کے مقام ھیرآباد ایکسٹینشن ں خورشید اسلامی لائبریری کے نام سے یک لائبریری انجمن خدام الاسلام کی ر سرپرستی قائم کی گئی ھے۔

مولوی محمد سعید کو صدمہ

۱۷ اگست کو ھمارے شہر کے مشہور پبلشر محمد سعید صاحب کے نوجوان صاحبزادے جو حال ھی میں ولایت سے تعلیم ختم کرکے آئے تھے، یکایک انتقال کرگئے ۔ مرحوم بیحد صلاحیتوں کے مالک تھے ۔ ادارہ اس غم میں برابر کا شریک ھے ۔

شوکت کے "نعتیہ شعر"

شوکت تھانوی کے دو نعتیہ شعر "صدق جدید" سے نقل کرکے دئے جارھے ھیں تاکہ کتابی دنیا " کے پڑھنے والے محروم نہ رھیں ۔ و ھو ھذا :۔

دیوانہ وار آھی گیا انکی بزم میں
اک روسیاہ حسرت طاعت لئے ھوئے
جیسے کہ سامنے متبسم حضور (ص) ھیں
اور ھم ھیں ایک اشک ندامت لئے ھوئے

خریداروں کی خدمت میں

کیا آپ نے سال رواں کا چندہ ادا کردیا ھے؟

کیا آپ پر کچھ بقایا ھے؟ اگر ھے تو اسکی ادائگی جلد سے جلد فرمادیں ۔ شکریہ ۔

منیجر



تبصرے

نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے -

محمد علی جوہر

یہ مولانا محمد علی جوہر کے کلام کا مجموعہ ہے اور یہ مبنی ہے اس مجموعہ پر جسے مکتبہ' جامعہ' ملیہ دھلی نے ۱۹۳۱ میں شایع کیا تھا۔ اسکے مرتب عبدالرؤف عروج ھیں۔ یہ مجلد کتاب بیس تیس سولہ پر چھاپی گئی ہے۔ اس میں ۱۷۶ صفحات ھیں اور قیمت تین روپے ہے۔

مولانا محمد علی کا کلام زیادہ نہیں ہے، مگر جتنا کچھ بھی ہے اس سے ان کے مذھبی خلوص کا بدرجہ' اتم اظہار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ایک خاص کیفیت ہے۔ ان کے کچھ اشعار ضربہ‌المثل بن چکے ھیں جو رہتی دنیا تک زندہ رھینگے۔

عروج صاحب نے بعض واقعاتی غلطیاں کی ھیں جنکی تصحیح ضروری ہے۔ جنگ طرابلس ۱۹۱۳ کی بجائے ۱۹۱۲ کے آخر میں برپا ہوئی تھی۔ اسی طرح یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ھے کہ ''وفات کی رات بھی مولانا کام کرتے رھے۔''

ایک جگہ عروج صاحب نے مولانا کا وطن نجیب آباد بتایا ھے۔ یہ بھی غلط ھے۔خود مولانا نے اپنی کتاب My Life— A Fragment میں رامپور ھی کو اپنا وطن قرار دیا ھے۔ جامعہ والے ایڈیشن میں دو تین اشعار مکرر درج ھوگئے ھیں اور عروج صاحب نے اس بارے میں '' نقل مطابق اصل '' کی پوری پابندی کی ھے، ویسے مرتب نے حالات کے جمع کرنے میں خاصی کاوش سے کام لیا ھے۔

سلطان حسین اینڈ سنز کراچی ۱ نے کلام جوہر کا اچھا ایڈیشن شایع کرکے اھم ادبی خدمت انجام دی ھے ۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

آفتاب هجویر

یہ کتاب حضرت داتا گنج بخش کے سوانح حیات پر مشتمل ھے۔ اسکے تین حصے ھیں، ایک میں خاندانی حالات نیز ان بزرگوں کے حالات دئے گئے ھیں، جن سے انہوں نے استفادہ کیا یا جن کی صحبت انہیں میسر آئی۔ دوسرے میں ان کتابوں کا اجمالی ذکر کیا گیا ھے جو وقتاً فوقتاً انہوں نے تصنیف کیں اور تیسرے میں '' کشف‌المحجوب'' کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا ھے ۔

ایسے زمانہ میں جبکہ لوگ مغرب‌زدگی کی وجہ سے حقیقی تصوف سے دور جا پڑے ھیں اور صوفیائے کرام کے باطنی فیوض کے قائل نہیں رھے ھیں، ملک سراج الدین اینڈ سنز لاھور کا داتا گنج بخش جیسے صوفی بزرگ کے سوانح حیات شائع کرنا بہت بڑی دینی خدمت ھے۔

کتاب کا اسلوب بیان سلیس اور شگفتہ ھے اور تحریر میں کافی روانی ھے۔ اگر "گودڑی" کی بجائے "گدڑی" کا آسان لفظ استعمال کیا جاتا تو بہتر ھوتا۔

یہ مجلد کتاب اپریل ۱۹۶۳ میں شایع ھوئی ھے۔ اس کا سائز بیس تیس سولہ ھے اور صفحات کی تعداد ۱۰۲ ھے۔ کاغذ لکھائی چھپائی پسندیدہ ھے۔ قیمت صرف دو روپے ھے جو اسکی افادیت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ھے۔ (ض۔ ا۔ ب)

بیمۂ زندگی

بیمہ کے موضوع پر یہ پہلی اردو کتاب ھے جو میری نظر سے گزری ھے۔ مؤلف نے بیمہ کو اسلامی بنانے کے مقصد سے یہ کتاب لکھی ھے۔ بیمہ جدید چیز ھے اور جن اصولوں پر اسے چلایا جاتا ھے اسکی کوئی نظیر ھمارے یہاں اس سے پہلے موجود نہ تھی۔ لہذا سود کے احکام کا اسپر اطلاق کرکے فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ھے۔ مؤلف نے بیمہ کے مقاصد سے بھی بحث کی ھے، لیکن میرے خیال میں یہ بحث بڑھائی جاسکتی ھے اسلئے کہ موجودہ زمانہ کی ہر ہیچ زندگی کے تقاضوں کا بالتفصیل ذکر کرنے سے یہ فائدہ ھوگا کہ قاری اسکی ھمہ گیر اھمیت، افادیت اور اثرات سے پوری طرح واقف ھوجائیگا۔ یہ پہلا ایڈیشن ھے۔ دوسرے میں ایسی کمیوں کو دور کردینے کی ضرورت ھے۔ مؤلف نے بیمہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد رائے دی ھے کہ اس میں خلاف اسلام کوئی چیز نہیں ھے۔

اسکے مؤلف ابو سلمان الھندی ھیں۔ اور وہ مکتبۂ سعدیہ، کوارٹر نمبر ۸۵ء، بلاک نمبر ۳، لالوکھیت، کراچی نمبر ۱۹ سے مل سکتی ھے۔

قیمت ۲-۵۰ روپے ھے۔ (ض۔ ا۔ ب)

کتاب (لکھنؤ) کا شوکت نمبر

جولائی کا پرچہ شوکت تھانوی کے لئے وقف ھے۔ اس میں متعدد مضامین ھیں جن میں شوکت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ھے۔ لکھنے والوں میں غالب تعداد ایسے اصحاب کی ھے جنھوں نے انہیں قریب سے دیکھا تھا۔ مولانا عبدالماجد، ارشد تھانوی، ابراھیم جلیس، سید احتشام حسین، عشرت رحمانی اور محمد طفیل، ان سب حضرات نے اپنے اپنے تاثرات دل آویز انداز میں تحریر کئے ھیں جو قابل مطالعہ ھیں۔ انہیں پڑھتے وقت ایسا معلوم ھوتا ھے کہ شوکت پاس ھی کھڑے مسکرا رھے

ہیں۔ آخر میں شوکت کے ایسے مطبوعہ مضامین (نظم و نثر) کا انتخاب دیا گیا ہے جو عوام میں مقبول ہیں۔ سر ورق جاذب نظر ہے اور اسپر " سودیشی ریل " براماں خراماں چلتی ہوئی دکھائی گئی ہے۔

اس نمبر کو جو اولیت حاصل ہے وہ بھی اپنی جگہ پر قابل لحاظ ہے۔

قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ (ض۔ ا۔ ب)

شیعہ سنی تنازعہ پر مولوی محمد حسین آزاد کی رائے

مذھب کے معاملہ میں میرا ایکخیال ہے۔ خدا جانے احباب کو پسند آئے یا نہ آئے۔ ذرا خیال کر کے دیکھو۔ اسلام ایک، خدا ایک، پیغمبر ایک۔ سنی اور شیعہ کا اختلاف ایک منصب خلافت پر ہے جس کے واقعہ کو آج کوئی کم تیرہ سو برس گزر چکے ہیں۔ وہ ایک حق تھا کہ سنی بھائی کہتے ہیں جنہوں نے لیا حق لیا۔ شیعہ بھائی کہتے ہیں کہ نہیں، حق اوروں کا تھا ان کا نہ تھا۔ اگر پوچھیں کہ انہوں نے اپنا حق آپ کیوں نہ لیا؟ جواب یہی دینگے کہ صبر کیا اور سکوت کیا تم لینے والوں سے لیکر اس وقت دلوا سکتے ہو؟ نہیں۔ لینے والے موجود ہیں؟ نہیں۔ طرفین میں سے کوئی ہے؟ نہیں۔ اچھا جب یہ صورت ہے تو آج ۱۳ سو برس کے بعد اس معاملہ کو اسقدر طول دینا کہ قوم میں ایک فساد عظیم کھڑا ہو جائے، چار آدمی بیٹھے ہوں تو صحبت کا مزا جاتا رہے، کام چلتے ہوں تو بند ہو جائیں، دوستیاں ہوں تو دشمنیاں ہو جائیں دنیا جو مزرعۂ الاخرۃ ہے اس کا وقت کارہائے مفید سے ہٹ کر جھگڑے میں جاالجھے، قوم کی اتحادی قوت ٹوٹ کر چند دور چند نقصان گلے پڑ جائیں۔ یہ کیا ضرور ہے! بہت خوب، تم ہی حق پر سہی لیکن انہوں نے سکوت اور صبر کیا، پس اگر ان کے ہو تو تم بھی صبر اور سکوت ہی کرو۔ زبانی بد گوئی اور بد کلامی کرنی اور بھٹیاریوں کی طرح لڑنا کیا عقل ہے؟ اور کیا انسانیت ہے؟ کیا تہذیب ہے؟ اور کیا حسن خلق ہے؟

۱۳ سو برس کے معاملے کی بات ایک بھائی کے سامنے اس طرح کہدینی جس سے اس کا دل آزردہ بلکہ جل کر خاک ہو جائے اس میں خوبی کیا ہے؟ میرے دوستو! اول ایک ذرا سی بات تھی۔ خدا جانے کن کن لوگوں کے جوش طبع اور کن کن سببوں سے تلواریں درمیان آکر لاکھوں خون بہ گئے۔ خیر اب وہ خون خشک ہو گئے۔ زمانہ کی گردش نے پہاڑوں خاک اور جنگلوں مٹی ان پر ڈالدی۔ ان جھگڑوں

کی ھڈیاں اکھیڑ کر تفرقہ کو تازہ کرنا اپنایت میں فرق ڈالنا کیا ضرور ہے ؟ اور دیکھو اس تفرقہ کو تم زبانی باتیں نہ سمجھو ۔ یہ وہ نازک معاملہ ہے کہ جن کے حق کے لئے تم آج جھگڑے کھڑے کرتے ہو وہ خود سکوت کر گئے ۔ تقدیری بات ہے اسلام کے اقبال کو ایک صدمہ پہنچنا تھا ، سو نصیب ہوا ۔ فرقہ کا تفرقہ ہو گیا ۔ ایک کے دو ٹکڑے ہوگئے ۔ پورا زور تھا آدھا آدھا ہوگیا ۔ اور دیکھو تم ! ۱۳ سو برس کے حق کے لئے آج جھگڑتے ہو؟ نہیں سمجھتے کہ ان جھگڑوں کے تازہ کرنے میں تمہاری جمیعت اور مسکین فرقہ میں ہزاروں حقداروں کے حق برباد ہوتے ہیں ، بنے ہوئے کام بگڑتے ہیں۔ روزگار جاتے ہیں ، روٹیوں سے محتاج ہو جاتے ہیں ۔ آئندہ نسلیں لیاقت اور علم و فضل سے محروم رہی جاتی ہیں ۔ میرے شیعہ بھائی اس کا جواب ضرور دینگے کہ جوشِ محبت میں مخالفوں کے لئے حرف بد زبان سے نکل جاتے ہیں ۔ اس کے جواب میں فقط اتنی بات کا سمجھنا کافی ہے کہ عجب جوش محبت ہے جو دو لفظوں میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور عجب دل ہے جو مصلحت کو نہیں سمجھتا ۔ ہمارے مقتداؤں نے جو بات نہ کی ، ہم کریں اور قوم میں فساد کا منارہ قائم کریں ۔ یہ کیا اطاعت اور پیروی ہے ! محبت تم جانتے ہو کیا شے ہے ؟ ایک اتفاقی پسند ہے ۔ تمہیں ایک شے بھلی لگتی ہے ۔ دوسرے کو بھلی نہیں لگتی اسی طرح بالعکس ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جو چیز تمہیں بھاتی ہے وہی سب کو بھائے ؟ یہ بات کیونکر چل سکے گی ؟ ابوالفضل ہی نے ایک جگہ کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے کہ جو شخص تمہارے خلاف رستہ پر چلتا ہے ، یا حق پر ہے یا ناحق ہے پر، اگر حق پر ہے تو احسانمند ہو کر پیروی کرو۔ ناحق پر ہے تو یا بیخبر ہے یا جان بوجھ کر چلتا ہے ۔ بے خبر ہے تو اندھا ہے ، واجب الرحم ہے ، اس کا ہاتھ پکڑو ، جان بوجھ کر چلتا ہے تو ڈرو اور خدا سے پناہ مانگو ۔ غصہ کیا اور جھگڑنا کیا ؟

میرے با کمال دوستو ! میں نے خود دیکھا اور اکثر دیکھا کہ بے لیاقت شیطان جب حریف کی لیاقت اپنی طاقت سے باہر دیکھتے ہیں تو اپنا جتھا بڑھانے کو مذہب کا جھگڑا بیچ میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ ان میں فقط دشمنی ہی نہیں بڑھتی ، بلکہ کیساہی با لیاقت حریف ہو ، اس کی جمعیت ٹوٹ جاتی ہے اور ان شیطانوں کی جمعیت بڑھ جاتی ہے ۔ دنیا میں ایسے نا فہم بے خبر بہت ہیں کہ بات تو نہیں سمجھتے ، مذہب کا نام آیا اور آپے سے باہر ہو گئے ۔ بھلا دنیا کے معاملات میں مذہب کا کیا کام ؟

ہم سب ایک ہی منزل مقصود کے مسافر ہیں اتفاقاً گزر گاہ دنیا میں یکجا ہوگئے ہیں ، رستہ کا ساتھ ہے ، بنا بنایا کارواں چلا جاتا ہے ۔ اتفاق اور ملنساری

کے ساتھ چلو گے ، مل جل کر چلوگے ، ایک دوسرے کا بوجھ اٹھاتے چلوگے ، ھمدردی سے کام بٹاتے چلو گے تو ھنستے کھیلتے رستہ کٹ ھی جائے گا ۔ اگر ایسا نہ کروگے اور ان جھگڑالوؤں کے جھگڑے تم بھی پیدا کرو گے ، تو نقصان اٹھاؤ گے ، آپ بھی تکلیف پاؤ گے ، ساتھیوں کو بھی تکلیف دو گے ، جو مزے کی زندگی خدا نے دی ہے بد مزہ ہو جائے گی ۔

مذھب کے معاملہ میں انگریزوں نے خوب قاعدہ رکھا ہے ۔ ان میں بھی دو فرقے ھیں اور ان میں سخت مخالفت ہے پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک ۔ دو دوست بلکہ دو بھائی ، بلکہ کبھی میاں بیوی کے مذھب بھی الگ الگ ہوتے ھیں وہ ایک گھر میں رہتے ھیں ، ایک میز پر کھانا کھاتے ھیں ، ھنسنا بولنا رھنا سہنا سب ایک جگہ ، مذھب کا ذکر بھی نہیں اتوار کو اپنی اپنی کتابیں اٹھائیں ایک ھی بگھی میں سوار ہوئے باتیں چیتیں کرتے چلے جاتے ھیں ، ایک کا گرجا رستہ میں آیا وھاں اتر پڑا ۔ دوسرا بگھی میں بیٹھا اپنے گرجا کو چلا گیا ۔ گرجا ہوچکا وہ بگھی میں سوار ہوکر آیا ۔ رفیق کے گرجا پر آیا اسے سوار کر لیا ، گھر پہنچے اس نے اپنی کتاب اپنی میز پر رکھ دی ، اس نے اپنی میز پر ۔ پھر وھی ھنسنا بولنا کاروبار ۔ اس کا ذکر بھی نہیں کہ تم کہاں گئے تھے ارر وھاں کیوں نہ گئے تھے جہاں ھم گئے تھے ۔

آزاد ! کہاں تھا اور کہاں آن پڑا ! کجا ابوالفضل کا حال کجا سنی شیعہ کا جھگڑا ! لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ ملا صاحب کی برکت نے آخر تجھے بھی لپیٹ لیا ۔

(" دربار اکبری " صفحات ۳۸۲ تا ۳۸۳ - ایڈیشن ۱۹۱۰ - لاہور)

افرنگ زدہ

(۱)

ترا وجود سراپا تجلی افرنگ
کہ تو وھاں کے عمارتگروں کی ہے تعمیر
مگر یہ پیکر خاکی خودی سے ہے خالی
فقط نیام ھے تو زر نگار و بے شمشیر

(۲)

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا
وجود کیا ھے ؟ فقط جوھر خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوھر ھے بے نمود ترا

علامہ اقبال رح

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین برنی بی - اے -
۵۰۶ گیدومل لیکھراج روڈ ، کراچی - ۱

مطبوعہ لیکتیکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی - میکلوڈ روڈ - کراچی

اکیڈمی لائبریری

کلاسیکی ، معیاری ادب اور ارزاں قیمت

اردو میں "پینگوین سیریز" کا نقش اول جس کی ابتدا جون ۱۹۶۰ء میں کی گئی تھی اور جو سستی کتابوں کے کئی سلسلے نکل آنے کے باوجود متنوع مضامین اور معیاری انتخاب کی وجہ سے آج بھی نمایاں ، ممتاز اور منفرد ہے

* —— تین سیٹ شائع ہو چکے ہیں —*— چوتھا سیٹ زیر طبع ہے —— *

پہلا سیٹ

(۱) مثنوی گلزار نسیم
از - دیا شنکر نسیم ،
مقدمہ وقار عظیم : ۱-۲۵
(۲) فسانۂ مبتلا ، مع فرہنگ
از مولوی نذیر احمد ۲-۵۰
(۳) مضامین سرسید،
تبصرہ مولوی عبد الحق -
سوانح ڈاکٹر اعجاز حسین ۱-۲۵
(۴) افادات مہدی
تبصرہ مولوی عبدالحق -
از مہدی حسن افادی ۰-۷۵
(۵) انتخاب مقالات شبلی
(از شبلی نعمانی) ۱-۲۵
(۶) دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۲-۰
(۷) نذیر احمد کی کہانی کچھ
ان کی کچھ اپنی زبانی
مرزا فرحت اللہ بیگ ۱-۲۵
(۸) آزادی و تہذیب' از جان ڈیوی
مترجم ڈاکٹر عبادت بریلوی
۲-۵۰
(۹) اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر
از علامہ شبلی نعمانی ۱-۲۵
(۱۰) الفوزالکبیر ، از شاہ ولی اللہ
تذکرہ محمد سلیم عبداللہ
۲-۲۵
(۱۱) احمق الذین (مزاحیہ ناول)
از سجاد حسین ۱-۲۵
(۱۲) خطبات اقبال
مرتبہ وتبصرہ فرحت بانو ۱-۲۵

دوسرا سیٹ

(۱) شاہد رعنا (ناول)
از قاری سرفراز حسین ۲-۰
(۲) توبۃ النصوح (ناول)
از مولوی نذیر احمد ۲-۰
(۳) ضدی (ناول)
از عصمت چغتائی ۱-۲۵
(۴) چوٹیں - پیش لفظ کرشن چندر
از عصمت چغتائی ۱-۷۵
(۵) باغ و بہار -
از میر امن دہلوی
تذکرہ و تبصرہ سید
ابو الخیر کشفی ۲-۰
(۶) شریف زادہ از محمد ہادی رسوا
مقدمہ ڈاکٹر احسن فاروقی ۱-۵۰
(۷) مریم مجدلانی
مصنف مارس ماترلنگ مترجم
وحشی محمود آبادی ۱-۲۵
(۸) دیوان غالب
مطابق طاہر ایڈیشن ۱-۲۵
(۹) امراؤ جان ادا
از مرزا محمد ہادی رسوا -
تنقید و تبصرہ
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۳-۰
(۱۰) اختری بیگم ، (ناول)
از مرزا محمد ہادی رسوا ۲-۰
(۱۱) بوڑھا اور سمندر
مصنف ارنسٹ ہیمنگ وے
ترجمہ وتعارف ابن سلیم ۲-۰
(۱۲) حالی اور لیا تنقیدی شعور
از پروفیسر اختر انصاری ۱-۵۰

تیسرا سیٹ

(۱) دیوان خواجہ میر درد
مرتبہ عبدالباری آسی ۱-۵۰
(۲) مقدمہ شعر و شاعری (تنقید)
از خواجہ الطاف حسین حالی
۱-۷۵
(۳) نیرنگ خیال - محمد حسین آزاد
مقدمہ و تبصرہ از پروفیسر
اسلم فرخی ۱-۷۵
(۴) یادگار غالب - حصہ اول
خواجہ الطاف حسین حالی ۱-۷۵
(۵) یادگار غالب ، حصہ فارسی
(جلد دوم) -
خواجہ الطاف حسین حالی ۲-۲۵
(۶) زاد راہ (افسانے)
از منشی پریم چند ۲-۷۵
(۷) موازنۂ انیس و دبیر (تجزیہ
از علامہ شبلی نعمانی ۳-۰
(۸) ایک ملکہ ایک محبوبہ
مترجم عمر ہامر
(نپولین اور اس کی محبوبہ کے
خطوط) ۱-۵۰
(۹) چھوٹی موٹی (افسانے)
از عصمت چغتائی (زیر طبع)
(۱۰) قصص ہند (تاریخی واقعات)
محمد حسین آزاد (زیر طبع)
(۱۱) عود ہندی (انشا)
از مرزا غالب (زیر طبع)
(۱۲) کلیات اکبر
مرتبہ و مقدمہ سید وقار عظیم
(زیر طبع)

ناشر : اردو اکیڈمی سندھ
آفس :- ۱۶ بہادر شاہ مارکیٹ - بندر روڈ - کراچی
سیلز ڈپو :- وحدت بلڈنگ (نزد مسافر خانہ) بندر روڈ - کراچی

Regd. No. S-[illegible]

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دُنیا

مدیر اعزازی: (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ:

ضیاء الدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ ستمبر ۱۹۶۳ع ☆ شمارہ ۹

فہرست مضامین صفحہ



اس معصوم نے کھانے کا کیا مزا پایا!

بے چارہ بچہ! اس کی شکل ہی سے ظاہر ہے کہ اس کے پیٹ کی حالت ٹھیک نہیں۔
کھانے کا ہضم نہ ہونا کھانا نہ ملنے سے بھی زیادہ قابلِ افسوس ہے۔
بچوں کی بہت سی بیماریاں ہاضمے ہی کی خرابی سے شروع ہوتی ہیں،
حتیٰ کہ پیٹ میں کیچوے اور چنونے بھی خرابیٔ ہضم سے پیدا ہو جاتے ہیں۔
"کارمینا" کی ہاضم اور مزے دار ٹکیاں بچوں کے ہضم کو ہمیشہ صحیح رکھتی ہیں۔
بچے کھانا کچھ ہی کھائیں کھانے کے بعد "کارمینا" کی ایک مزے دار ٹکیہ اکسیر کا
حکم رکھتی ہے۔ ان کو بدہضمی ہوگی نہ دست آئیں گے۔ نہ دردِ شکم کی
کوئی تکلیف ہوگی۔ ان کے اعضائے ہضم ٹھیک ٹھیک کام کریں گے۔
اور وہ چست اور تندرست رہیں گے۔





کارمینا

معدہ اور جگر کے فعل کی اصلاح کرتی ہے

ہر کیمسٹ، ڈرگسٹ اور جنرل اسٹور سے ملتی ہے

کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے

ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان کراچی لاہور ڈھاکہ چٹاگانگ



تبصرے

نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔

RAMBLES
&
RECOLLECTIONS

مصنف: میجر سعید محمد خان، وزیر منزل، خورجہ (یو۔ پی) انڈیا۔

سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۴۰۔ پیپر کور۔

قیمت: دو روپے۔

اس مختصر سے رسالہ میں مصنف نے جو ایک زمانہ میں ''اولڈ بوائے'' کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں، اپنے دور کے علیگڑہ کالج کے حالات دلچسپ انداز میں تحریر کئے ہیں۔ اسمیں انہوں نے اپنے پروفیسروں کا حال بھی لکھا ہے، اس زمانہ کی عمارتوں کا نقشہ بھی کھینچا ہے اور بتایا ہے کہ خود سر سید احمد خان لڑکوں کی ہمت افزائی کرنے کی غرض سے میچوں میں شریک ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے کالج کے ایک پروفیسر شاعر (مسٹر ٹیننگ) کی وہ نظم تمام و کمال نقل کردی ہے جسمیں پٹیالہ کے کرکٹ میچ کا حال لکھا گیا ہے اور جسکے بعد سے علیگڑہ کی ٹیم ہندوستان کی بہترین ٹیم تسلیم کرلی گئی تھی۔ مولانا محمد علی سے مصنف کے جو تعلقات تھے ان کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ اس میچ کا بھی مختصر حال دیا گیا ہے جو ۱۹۰۳ میں علیگڑہ اور آکسفورڈ کی ٹیموں میں کھیلا گیا تھا اور جسمیں محمد علی بھی آکسن ہونے کی وجہ سے شریک ہوئے تھے۔ یہ رسالہ علیگڑھ کی زندگی کی بہت سی پرانی یادوں کو اجاگر کردیتا ہے۔ میجر سعید فروری ۱۸۹۳ میں کالج میں داخل ہوئے تھے، اور ۱۹۰۳ والے میچ میں کالج کی ٹیم کے کپتان تھے۔ ویسے میجر صاحب علیگڑھ کی ٹیم کے کپتان بھی رہ چکے ہیں۔ اور کالج سے فراغت پانے کے بعد محکمۂ پولیس میں ڈپٹی سپرنٹینڈنٹ مقرر ہوگئے تھے، لیکن بعد کو مولانا محمد علی کی ہمدردی میں انہوں نے اپنے عہدے سے استعفا دیدیا تھا۔ میجر صاحب خود بھی تاریخی شخصیت رکھتے ہیں۔

علیگڑہ پر حال میں جتنا لٹریچر شایع ہوا ہے، اسمیں یہ رسالہ خوشگوار اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ (ض۔ ا۔ ب)

فردوس گوش

مصنف: حضرت جوش ملسیانی۔

ناشر: مرکز تصنیف و تالیف۔ نکودر۔ (پنجاب) انڈیا۔

سائز: اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۲۳۲۔ مجلد۔

قیمت: چھ روپے۔

جوش ملسیانی کے کلام کا یہ غالباً تیسرا مجموعہ ہے۔ پہلا اور دوسرا مجموعہ جنون و ہوش اور بادۂ سرجوش عرصہ ہوا شائع ہوچکا ہے۔ ''فردوس گوش'' میں پہلے دو مجموعوں کا انتخاب بھی شامل کرلیا گیا ہے جن کی تعریف ریاض خیر آبادی، یگانہ چنگیزی، جگر مراد آبادی، جعفر علی خان اثر، رشید احمد صدیقی، نیاز فتحپوری، اور خواجہ غلام السیدین تک کرچکے ہیں۔ جوش نے ساری عمر اردو کی خدمت کی ہے اور یہی مزید ثبوت ہے اس دعوے کا کہ اردو ہندو مسلمان دونوں کی زبان ہے۔

جوش کی شاعری میں سوز و گداز بھی ہے اور کیف بھی، خلوص بھی ہے اور دل سوزی بھی۔ ان کے کلام میں سادگی اور صفائی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ انہوں نے اپنے استاد داغ کی روایات کو پورے طور پر نبھایا ہے۔ ان کی شرافت نفس اور وسیع القلبی، مروت اور محبت ان کے کلام میں پوری طرح جھلکتی ہے۔

اب جوش صاحب کی عمر تقریباً ۷۹ سال کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا انہیں عرصۂ دراز تک زندہ رکھے تاکہ وہ اردو کو مالدار بناتے رہیں۔

کتابت نہایت شاندار ہے اور آفسٹ پروسیس سے چھاپی گئی ہے۔ کاغذ بھی بہت اچھا استعمال کیا گیا ہے، مگر جلد کتابت اور کاغذ کی نفاست کی ٹکر کی نہیں ہے۔

یقین واثق هے که جوش صاحب کے کلام بلاغت نظام کی قدر دونوں مملکتوں میں یکساں طور پر کیجائیگی۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

مجاهد الجزائر

مصنف: نسیم احمد شائقؔ ۔

ناشر: ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز، کشمیری بازار، لاهور۔

سائز: بیس تیس سوله ۔ صفحات ۲۲۴ ۔ مجلد ۔

قیمت: تین روپے ۔

یه ایک سیدها ساده تاریخی ناول هے جسمیں ترکی کے مشهور امیرالبحر خیرالدین باربروسه کے کارنامے اجاگر کئے گئے هیں ۔ یه اس دور کی داستان هے جبکه ترکی قوت اپنے شباب پر تهی ۔ باربروسه ۱۴۷۳ میں پیدا هوا اور ۱۵۴۶ میں اسکی وفات هوگئی ۔ اسمیں وه تمام صفات موجود تهیں جو ایک زنده قوم کے لیڈر میں هوا کرتی هیں ۔ یه غالباً پهلا موقع هے که همارے ملک کے ایک ناشر نے ترکی کے ایک نامور فرزند کے کارنامے اردو میں کتابی صورت میں شائع کئے هیں۔ بهتر هوتا اگر ان کی زندگی کے اهم واقعات بهی ابتدائے کتاب میں درج کردئے جاتے۔ پهر بهی به حیثیت مجموعی کتاب روح پرور هے ۔ ایسی کتابیں بهترین گیٹ اپ اور کتابت کے ساتھ شایع هونی چاهئیں ۔ ناشران کو کتابت کی طرف زیاده توجه دینے کی ضرورت هے، اسلئے که لاهور همیشه سے بهترین کتابت کا مرکز رها هے ۔ غازی عصمت انونو، اوغلو ازمیر، اور امیرالبحر نجدت اور ان کے پیغامات بهی دئے گئے، هیں جن میں انهوں نے اس کتاب کی اشاعت پر اپنی دلی مسرت کا اظهار کیا هے ۔ کتاب بجا طور پر پاکستانی بحریه کے نوجوانوں کے نام معنون کی گئی هے ۔ خدا کرے همارے بحری جوان بار بروسه کی روایات کو اپنائیں، اور اپنے کارناموں سے دنیا بهر سے خراج تحسین حاصل کریں ۔ نه صرف یه بلکه وه اس قابل بنیں که دنیا کی قیادت کریں ۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

اردو املا کا آسان طریقہ

مصنف: عبدالغفار مدھولی۔

ناشر: مکتبہ' جامعہ' ملیہ ۔ جامعہ نگر۔ نئی دھلی ۲۵۔ انڈیا۔

سائز: بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۶۳ ۔ دبیز پیپر کور۔

قیمت: ۵۰ نئے پیسے ۔

عبدالغفار صاحب کوئی چالیس سال سے اردو پڑھانے کا کام کر رہے ھیں ۔ در حقیقت انھوں نے اردو املا کو آسان کرنے کے سلسلہ میں بھی بہت ٹھوس کام انجام دیا ھے۔ یہ رسالہ ان لوگوں کے لئے لکھا گیا ھے جن کی مادری زبان اردو نہیں ھے اور جو اردو لکھتے وقت دشواریاں محسوس کرتے ھیں ۔ جو طریقے اس رسالہ میں درج کئے گئے ھیں ان سے یقیناً اردو کا املا جلد سے جلد سیکھنے میں مدد ملیگی۔

کتاب کے آخر میں ۱۸۰ طالب علموں کے خط ، مضمون وغیرہ درج کئے گئے ھیں۔ یہ طالب علم وہ ھیں جنھوں نے زیر تبصرہ کتاب کے مندرجہ طریقہ کے مطابق اردو سیکھی تھی۔ یہ نمونے بیحد حوصلہ افزا ھیں۔

میرے خیال میں اعراب میں مزید کمی کیجاسکتی ھے، ورنہ خطرہ ھے کہ کہیں طالب علم انھی میں الجھکر نہ رہ جائیں۔

کتاب جس مقصد کے لئے لکھی گئی ھے اس میں مصنف پورے طور پر کامیاب ھیں ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

تاریخ زبان اردو
یعنی
اردوئے قدیم

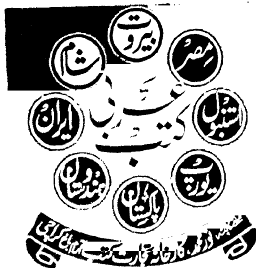
مصنف: حکیم سید شمس‌اللہ قادری ۔

ناشر: سلطان حسین اینڈ سنز۔ مقابل عیدگاہ ۔ کراچی۔

سائز: بیس تیس سولہ صفحات ۲۷۶ ۔ مجلد ۔

قیمت: پانچ روپے ۔

زیر تبصرہ کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن ھے۔ اسکے لکھنے والے مشہور مصنف سید شمس اللہ قادری ھیں جو پرانی اردو



(دکھنی اردو) پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس کتاب کی مدد سے دکھنی اردو کا مطالعہ آسان ہوجائیگا اور غرابت بھی دور ہوجائیگی۔

مصنف نے اردو زبان کا ابتدا سے حال درج کیا ہے اور ۱۱۰۹ھ تک کی تصانیف پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ دکھنی ادب موجودہ اردو ادب کی ابتدائی شکل ہے اور اردو کا کوئی طالب علم اس حصہ ادب کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کتاب دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ اس اکیلی کتاب میں اتنی معلومات آگئی ہے کہ قاری کو وہ دوسری کتابوں سے تقریباً بے نیاز کردیتی ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ قدیم اردو نثر اور نظم دونوں کے نمونے بھی دیدئے گئے ہیں۔ (ض۔ا۔ب)

آفتاب

یہ چھوٹا سا رسالہ ''گریہ' عزاداری اور جلوس۔تابوت و علم کے جواز'' میں لکھا گیا ہے اور لکھنے والے ہیں ابہم۔ عباس اورنگ آبادی۔ در حقیقت یہ جواب ہے ان باتوں کا جو ''فاران'' میں جولائی کے کے پرچہ میں لکھی گئی تھیں۔ میرے خیال میں ماہر صاحب نے رونے دھونے سے کبھی کسی کو نہیں روکا۔ یہ جذبہ تو قدرتی ہے' اور اس سے کبھی منع نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ بدعت کے بارے میں میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ جو باتیں رسول اکرم کے زمانہ میں موجود نہ تھیں، انہیں مذہب کے نام سے کرنا یا انہیں شعایر اسلام قرار دے دینا غلط ہے، یہ اور بات ہے کہ ہمارے علما نے بدعت کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے، ایک اچھی اور دوسری بری۔ میرے خیال میں ہر وہ بدعت بری ہے جس سے اسلام کی تعلیم مسخ ہوتی ہو۔ عباس صاحب نے غلاف کعبہ کے بارے میں یہ عندیہ ظاہر کیا ہے کہ اسے بھی بدعت قرار دینا چاہئے۔ بلاشبہ یہ بدعت ہے لیکن چونکہ اسکے ذریعہ سعودی عرب اور پاکستان کے رشتے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں، اسلئے یہ سیاسی بدعت قابل برداشت کہی جاسکتی ہے۔ کسی حد تک ماہر صاحب صرف ان ہی چیزوں کو روکنا

چاہئے ہیں جو محرم کے سلسلہ میں عام طور پر کیجاتی ہیں اور جنکی وجہ سے اس واقعہ کے "تقدیس" میں فرق آتا ہے جسے ہم دنیا کے سامنے فخریہ طور پر پیش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے وہ دن بہت مبارک ہوگا جب حضرت حسین کی شہادت کو مناسب تقدس کے ساتھ پیش کیا جائیگا۔ موجودہ رسوم میں اصلاح کی بہت کچھ گنجائش موجود ہے اور میری خواہش ہے کہ اسکی ابتدا آئندہ سال سے اسطرح سے کیجائے کہ دیکھنے والے حضرت حسین کی عظمت سیرت سے متاثر ہوں۔ ماہر صاحب کے "نقش اول" میں کئی ایک ضمنی باتیں ایسی آگئی ہیں جن سے عباس صاحب نے شد و مد سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً "حضرت علی اور حضرت معاویہ کا مقابلہ" اور "شیعان علی اور شیعان معاویہ" وغیرہ۔ اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ ہمیں احتیاط برتنی چاہئے اور ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہئے جن سے کسی کے جذبات کو خواہ مخواہ ٹھیس پہنچے، کیونکہ اب یہ معاملات مذہب کے حدود سے نکلکر جذبات کی نازک دنیا میں آگئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جہاں کوئی بات کہی گئی وہاں سننے والا چمک گیا۔ بہر حال ہمارا ایماندارانہ فرض یہ ہے کہ ہم ہر صحابی کے رتبہ کو پہچانیں اور لیے اسکے رتبہ سے آگے نہ بڑھائیں۔ یہی افراط و تفریط بہت سی خرابیوں کی جڑ ہے۔

رسالہ کے آخری صفحہ پر جن جذبات کا اظہار کیا گیا ہے، میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ میرے خیال میں فارسی کا شعر مولانا روم سے غلط طریقہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ وہ ہرگز ایسی مہمل بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بنی سقیفہ میں جاکر فیصلہ کن طرز عمل اختیار نہ کرتے تو خدا جانے اسلام پر کیا بیتا گزرتی۔
رسالہ زیدی بک ڈپو، خوجہ مسجد، کھارادر سے یا مکتبہ منصف، ٹھٹھائی کمپاؤنڈ کراچی سے مل سکتا ہے۔ (ض۔ ا۔ ب)

وفاتیات

(۱) نظر حیدرآبادی

پچھلے مہینہ دو ایک ادیبوں کی موت کا ماتم کیا جا چکا ہے۔ اس مہینہ بھی ہمیں دو تین ممتاز ہستیوں کے اٹھ جانے کا ماتم کرنا ہے۔ ان میں ایک ہیں نظر حیدرآبادی جو ایک بڑے شاعر مرحوم علی اختر کے صاحبزادے تھے۔ ان سے میری پہلی ملاقات کراچی میں ہوئی اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ان کے کلام سے لطف اندوز ہولے کے بیسیوں مواقع حاصل رہے ہیں۔ ان کے پڑھنے کا طرز بھی مخصوص تھا۔ انہوں نے کراچی کی ادبی زندگی میں اپنے لئے مخصوص جگہ پیدا کرلی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ان کی موت کا ہر طبقہ میں ماتم کیا جارہا ہے۔ مجھے ان کے والد ماجد کی خدمت میں بھی نیاز حاصل تھا اور ایک مرتبہ وہ میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لائے تھے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ باپ بیٹا دونوں فطرت سے صحیح مذاق شاعری لیکر اس دنیائے آب و گل میں آئے تھے۔ ان کی موت ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ہوئی۔ وہ مشکل سے تین چار دن جناح ہاسپٹل میں رہے ہونگے کہ کسی متعلقہ شخص نے انہیں سلانے کی غرض سے کوئی دوا (شاید مارفیا کا انجکشن) دیدی، جس کی وجہ سے وہ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے۔ ممکن ہے کہ دوا مقدار سے زیادہ دیدی گئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مرحوم کی کتاب ''اقبال اور حیدرآباد'' جب ۱۹۶۱ میں شائع ہوئی تو اسوقت اخبارات اور رسائل نے اسپر اچھے الفاظ میں ریویو کیا۔ میں نے بھی ''کتابی دنیا'' میں اسپر بہت اچھی رائے ظاہر کی تھی۔ مرحوم میں لکھنے پڑھنے کی خداداد صلاحیتیں موجود تھیں اور خیال تھا کہ وہ اور بھی اچھی کتابیں لکھینگے لیکن۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مرنے سے پیشتر انہوں نے جوش کے بارے میں ایک طویل مضمون "ہماری زبان" (علیگڑھ) میں بغرض اشاعت بھیجا تھا، جسکی پہلی قسط کراچی میں اسوقت پہنچی جبکہ وہ جناح ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ امید ہے کہ ان کے متعلقین ان کے کلام کا دیدہ زیب ایڈیشن جلد سے جلد شائع کرنے کی کوشش کرینگے۔ اس سلسلہ میں رائیٹرز گلڈ کے مشوروں سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

رائٹرز گلڈ قابل مبارکباد ہے کہ اس نے مرحوم کی بیوہ اور ۱۰ بچوں کی فوری مالی امداد کی۔ لیکن محض وقتی امداد کافی نہیں ہے۔ مرحوم کے بچوں کے لئے گلڈ کو کوئی مستقل انتظام کرنا چاہئے۔ وہ ہر لحاظ سے حکومت کی امداد کے مستحق ہیں۔ ان کے بچے اب ساری قوم کی امانت ہیں۔

مرحوم کے متعلقین کو ہسپتال والوں سے شکایت ہے کہ انہوں نے دیکھ بھال میں کمی کی۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ صحیح حالات لکھ کر افسران ہسپتال اور اخبارات کو بھیجیں تاکہ حقیقی اصلاح کی صورت نکلے۔ مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جناح ہسپتال جیسے پبلک ادارہ میں غریب مریضوں سے کیوں کہا جاتا ہے کہ وہ دوائیں اور انجیکشن باہر سے خرید کر لائیں۔ کیا حکومت اتنی غریب ہے کہ وہ انہیں اپنے پاس سے دوائیں اور انجیکشن بھی نہیں دے سکتی؟ غریب اور محتاج مریض قیمتی دواؤں کا بوجھ کب تک برداشت کر سکتے ہیں؟ اس طریق عمل میں فوری تبدیلی کی ضرورت ہے۔ غریب اور محدود ذرائع آمدنی رکھنے والے مریضوں کا سو فیصدی خرچہ حکومت کو برداشت کرنا چاہئے۔ آخر جو دوائیں ہسپتالوں میں آتی ہیں وہ کہاں جاتی ہیں اور کن پر استعمال ہوتی ہیں؟ رائیٹرز گلڈ کا فرض ہے کہ وہ کوشش کرے کہ سرکاری ہسپتالوں میں ادیبوں کا علاج بالکل مفت اور خاطر خواہ طریقہ سے ہوا کرے۔ اور یہ کم سے کم رعایت ہے جو اس سلسلہ میں روا رکھی جا سکتی ہے۔

مرحوم بہت وضعدار اور ملنسار انسان تھے اور مشکلات کے دور میں سے گذرنے کے باوجود مسکراہٹ ہر وقت ان کے چہرے پر رقصاں رہتی تھی ۔

آخر میں مرحوم کے متعلقین کی خدمت میں ہدیہ ہمدردی پیش کرتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ خدا مرحوم کو اپنی بے پایاں رحمت سے نوازے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب

---

(۴) علامہ عنایت اللہ مشرقی

۱۹۳۸ کے آخر میں علامہ ایک مرتبہ بمبئی تشریف لائے اور ماہم میں میرے مکان کے قریب ہی اپنے سالار ڈاکٹر محمد صادق کے یہاں مقیم ہوئے ۔ ڈاکٹر صاحب آج کل موہن روڈ کراچی میں مطب کرتے ہیں اور مریضوں کی خدمت بدستور سابق اسلامی جذبہ سے کرتے ہیں ۔ جب مجھے ان کی آمد کی اطلاع ملی تو میں ان کی خدمت میں پہنچا ۔ چونکہ میرے والد ان کی کتابوں بالخصوص ” تذکرہ “ اور ” اشارات “ کی کتابت کرچکے تھے اس لئے تعارف میں کوئی دشواری نہیں ہوئی ۔ انہوں نے بیحد محبت اور شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور دیر تک باتیں کیں ۔ گفتگو زیادہ تر میرے والد اور ان کے فن ہی کے متعلق ہوتی رہی ۔ اس موقع پر اور بھی لوگ ان سے ملنے کے لئے آگئے تھے اور اس لئے انہوں نے باہر نکل کر فٹ پاتھ پر کوئی دس منٹ تک ہمیں ڈرل کرائی ۔ یہ تھی میری ان سے پہلی ملاقات ۔ اس کے بعد کراچی میں کئی ایک ملاقاتیں رہیں ۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے علامہ کی قیادت میں ڈرل کی ۔

مرحوم بے انتہا قابل شخص تھے انہوں نے اپنی زندگی میں جتنی علمی ڈگریاں حاصل کیں وہ غالباً پاکستان کے کسی اور شخص کے حصہ میں نہ آئی ہوں گی ۔ ان کی ڈگریاں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی ۔ ان کے دل میں قومی خدمت کی غیر معمولی تڑپ تھی ۔ ان کی تصنیفات کا واحد مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو پھر سے طاقتور بنایا جائے تاکہ وہ ازسرنو سے دنیا کی قوموں کی قیادت سنبھالیں اور اسی غرض سے انہوں نے

مسلمانوں کو جگانے کے لئے معرکہ کی کتابیں لکھیں اور خاکسار تحریک کی داغ بیل ڈالی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی اصلاح نفس ہو تب جاکر وہ وہی حیرت انگیز کام کرنے لگیں گے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے انجام دیے تھے۔

مرحوم میں قائد بننے کی جملہ خصوصیات موجود تھیں۔ اگر سکندر حیات خاں کی حکومت سے ان کا ٹکراؤ نہ ہوتا تو خاکسار تحریک آج بھی جاری رہتی، اور اس علامہ کے مقاصد کی ترقی کے لئے ملک کو بیحد فائدہ پہنچاتی۔ برطانوی عہد میں یہ تحریک بہت سے خونچکاں واقعات سے دو چار رہ چکی ہے۔ کاش یہ واقعات پیش نہ آئے ہوتے!

لوگ خواہ کچھ کہیں علامہ اپنے دور کے ایک نہایت دل کش اور زلزلہ فگن شخص تھے۔ کہتے ہیں کہ ہٹلر سے بھی ان کی ملاقات ہوچکی تھی اور خاکسار تحریک ان دونوں کی باہمی گفتگو کے نتیجہ میں شروع کی گئی تھی۔

ان کے قلم میں کافی زور تھا۔ انہیں اپنے مشن پر پورا بھروسہ تھا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو تنظیم انہوں نے چند ہی سال کی مدت میں ملت میں پیدا کردی اور جو بے غرضانہ خدمت کا جذبہ اپنی تحریک کی بدولت خوابیدہ مسلمانوں میں اجاگر کردیا اسکی خوشگوار یادیں مدتوں تازہ رہینگی۔ اب یہ نظارے کاہے کو دیکھنے میں آئینگے۔ اگر حکومت وقت ان کی تحریک کو اپنالیتی تو آج قوم بہ حیثیت مجموعی عملی لحاظ سے بہت اونچی ہوتی۔ اس کے ذریعہ بہت کچھ اخلاقی اصلاح عمل میں آسکتی تھی اور فواحشات کا سدباب ہوسکتا تھا۔

علامہ کی موت سے آزادی کا ایک زبردست سپاہی ہم میں سے رخصت ہوگیا۔ وہ دور غلامی کا غالباً آخری مرد مجاھد تھا۔ وہ ایسا شخص تھا جسکی یاد دور آزادی میں بھی ہمیشہ آئیگی۔

خدا ان کی قبر کو اپنے نور سے بھردے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے! (ض - ا - ب)

---

(۳) محمود علی خاں جامعی

اردو دان طبقہ ان کے نام نامی سے ضرور واقف ہوگا وہ ایک عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ پچھلے چند ماہ سے ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب رہی۔ افسوس ہے کہ وہ اس بیماری سے جانبر نہ ہوسکے۔ مرحوم کی وفات ۹ اگست کو ہوئی اور انہیں جامعہ ملیہ ملیر کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

یہ فرخ آباد کے رہنے والے تھے اور علیگڈھ کے ان قدیم طلبا میں سے تھے جنہوں نے ایثار و قربانی کے جذبہ سے سرشار ہوکر ترک موالات کی تحریک میں علیگڈھ کو خیر باد کہا اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کو اپنا لیا۔ وہ فرخ آباد ڈسٹرکٹ بورڈ کے صدر، ڈاکٹر انصاری کے پرائیویٹ سیکریٹری،

بھوپال کے منسٹر کمشنر اور ڈکسٹائل کمشنر کی حیثیت سے بھی کام کر چکے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۷ میں ہجرت کرکے کراچی آگئے اور اسی وقت سے ان کی طویل علالت کا سلسلہ شروع ہوا جو بالآخر ان کی موت پر منتج ہوا۔

انہیں ابتدا ھی سے پڑھنے لکھنے کا شوق رہا۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ سے وابستگی کے زمانہ میں انہوں نے مشہور اردو شعرا کے سو شعروں کا سلسلہ شروع کیا جو بہت مقبول ہوا۔ وہ بہت اچھے مترجم بھی تھے۔ انہوں نے پنڈت نہرو کی کتاب "ڈسکوری آف انڈیا" کا ترجمہ "جگ بیتی" کے نام سے کیا۔ بالغوں اور بچوں کے لئے بہت سی کتابیں لکھیں۔ انتقال سے قبل جگر صاحب کی فرمائش پر "تذکرۂ جگر" لکھا جسے اردو اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔ ایک لحاظ سے اردو لکھنا پڑھنا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ جس طرح وہ دھلی میں مکتبۂ جامعہ سے مدتوں وابستہ رہے اسی طرح کراچی آجانے کے بعد وہ اردو اکیڈمی سندھ سے وابستہ ہوگئے۔

مرحوم پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ ان میں قربانی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ بہت مخلص اور بے غرض تھے اور بڑی محبت کے انسان تھے۔

وہ اپنے پیچھے ایک لڑکا، دو لڑکیاں اور ایک بیوہ چھوڑ گئے ھیں۔ میں رائٹرز گلڈ کی توجہ ان کے اس ماندگان کی طرف مبذول کراتا ھوں اور متوقع ھوں کہ ان کی ہر طریقے سے دستگیری کی جائے گی۔

خدا مرحوم کو اپنی رحمت سے نوازے اور متعلقین کو صبر کی طاقت بخشے۔

(ض - ا - ب)

بقیہ خبریں صفحہ ۱۶

نے جنسیات کے تیرہ اشاعت گھروں کو بند کیا ھے۔ ان کے دفاتر امریکہ میں ھیں جہاں سے مغرب اخلاق لٹریچر وھاں پہنچتا ھے۔ امریکہ نے دوسرے ممالک کو اپنے فحش لٹریچر سے سنڈاس بنادیا ھے۔

(الجمیعت)

شاہ عبدالغنی کی وفات

کراچی۔ ۳۰ اگست کی شام کو ٦ بجے عبدالغنی پھولپوری رحلت فرما گئے۔ مرحوم چند مذھبی کتابوں کے مولف تھے جن میں "معارف الہیہ" اور "صراط مستقیم" قابل ذکر ھیں۔ مرحوم حضرت تھانوی کے خلیفہ بھی تھے۔

روسی زبان میں قرآن کا ترجمہ

ماسکو ۲ - ستمبر سوویٹ اکیڈمی آف سائنس قرآن مجید کا نیا ترجمہ شائع کررھی ھے۔ پہلا روسی ترجمہ پچھلی صدی میں کیا گیا تھا اس میں کچھ اغلاط رہ گئی تھیں۔ روسی زبان میں قرآن کے سب سے پہلے ترجمہ کی اجازت سید جمال الدین افغانی نے خاص طور پر زار سے لے کر دلوائی تھی۔

رسالوں پر طائرانہ نظر

ماہ نو (کراچی) — تازہ ترین نمبر "سیرت رسول نمبر" ہے۔یہ غالباً پہلا موقع ہے کہ اس پرچہ نے اس اسم کا نمبر شائع کیا ہے۔ اس میں جہاں نعتیں ہیں وہاں متعدد نثری مضامین بھی ہیں ۔ موحزالذکر میں کافی تنوع ہے اوروہ رسول اکرم کی پوری مبارک زندگی پر حاوی ہیں ۔ مضامین اتنے ہیں کہ ہر مضمون کا انفرادی طور پر ذکر کرنا مشکل ہے۔ بہ حیثیت مجموعی یہ نمبر بہت کامیاب کوشش ہے۔ ساتھ ہی متعدد فوٹوؤں سے مزین بھی ہے ۔ صفحات کی تعداد ۲۲۸ ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ بہت نفیس ہے۔ قیمت صرف دو روپے ہے ۔ سرورق انتہائی جاذب نظر ہے ۔

صبح امید (بمبئی) — جون و جولائی کے شمارے میں دو تین مضمون پڑھنے کے قابل ہیں ۔ " تعزیہ " پر غلام احمد فرقت نے اچھا مضمون لکھا ہے، لیکن وہ رو میں بعض بے بنیاد روایات لکھ گئے ہیں مثلاً حضرت امام حسین کا براق پر بیٹھکر کربلا سے جنت میں تشریف لے جانا ۔

اگست کے شمارے میں دو مضمون قابل مطالعہ ہیں ۔ پہلے کا تعلق ہے ہند قدیم میں ڈرامے کے ارتقا" سے اور دوسرے کا فانی کے قیام حیدر آباد سے - صدق جائسی نے مرحوم فانی کی مصائب کی داستان لکھی ہے جس کا لہجہ انتہائی دل کش ہے ۔

ادیب (علیگڑھ) — ابن فرید نےمئی و جون کے شمارے میں غدر کی روشنی میں غالب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے یہاں رجائیت اور قنوطیت دونوں ملتی ہیں ۔ " مکاتیب مولانا تمکین کاظمی " بہت دلچسپ ہیں ۔ شفیق جونپوری پر تین چار اچھے مضمون لکھے گئے ہیں جو سب کے سب قابل مطالعہ ہیں ۔ " اکبر لکھنوی حیدر آباد میں " "ڈاکٹر وحید قریشی بہ حیثیت محقق و نقاد "، اور " جگر کی شاعری " بھی پڑھنے کے قابل ہیں ۔

نگار پاکستان (کراچی) — اگست کے پرچہ میں ملاحظات کے عنوان کے ماتحت نیاز صاحب نے " نگار " کے آئندہ لائحہ عمل سے بحث کی ہے ۔ " ایران کے لیلیٰ مجنوں "، میں مولانا نیاز نے علی قلی خاں والہ داغستانی اور خدیجہ سلطان کے عشق کا قصہ بیان کیا ہے۔ محمد انصار اللہ نظر نے ذوق کے کلام میں بعض الحاقی اشعار کی نشان دھی کی ہے ۔ یوسف بخار، نے مولوی عبدالرحمن جے پوری ثم دھلوی کے حالات ایک مقالہ کی شکل میں دئیے ہیں اور ان کی تصانیف پر طائرانہ نظر ڈالی ہے ۔ مضمون میں بعض حقائق انتہائی

عبرت انگیز ہیں ۔ باب المراسلہ اور باب الاستفسار کی بعض چیزیں تحقیقات کا اچھا نمونہ ہیں ۔

جامعہ (نئی دہلی) — اگست کا شمارہ ” لطف اللہ کی خود نوشت سوانح عمری “ سے شروع ہوتا ہے ۔ ضیاءالحق فاروقی نے اس پر جو تفصیلی تبصرہ کیا ہے وہ بیحد دلچسپ اور سبق آموز ہے ۔ سوامی وویکا نند کے حالات ایک مضمون کی شکل میں دئے گئے ہیں ۔ ” انجمن مناظرہ دہلی،، کے واقعات باوجود پرانے ہونے کے آج بھی اپنے اندر کافی دلچسپی رکھتے ہیں ۔ ” مثنوی ابر کرم،، پر مرتضیٰ حسن بلگرامی کا تبصرہ قابل مطالعہ ہے ۔

جزوہ (کراچی) — یہ ماہانہ پرچہ ایک قسم کا ادبی ڈائیجسٹ ہے جس میں ہندوستان اور پاکستان کے رسالوں کے منتخب مضامین اور افسانے شائع ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اگست کے شمارے میں کئی ایک مضامین اور کہانیاں قابل مطالعہ ہیں ۔ یہ رسالہ ” نقش ،، کے نہج پر نکلتا ہے ۔ اس نمبر میں بنگالی سے ترجمہ کردہ کہانیاں بھی ہیں ۔ یہ شمارہ ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ ہے ۔

اقبال ریو یو (کراچی) — یہ اقبال اکیڈمی کراچی کا سہ ماہی رسالہ ہے ، دو پرچے اردو میں نکلتے ہیں اور دو انگریزی میں ۔ سالانہ چندہ آٹھ روپے ہے ۔ تازہ شمارہ جنوری کا ہے ۔ پہلا مضمون محمد عبداللہ قریشی کا ہے جس میں مولوی محبوب عالم اور اقبال کے باہمی تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ دوسرا مضمون صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کا ہے جس میں کلام اقبال میں ” موضوع اور ہیئت کی ہم آہنگی “ مثالیں دیکر واضح کی گئی ہے ۔ اکبر علی خاں نے اقبال کی چند ایسی تحریریں اور نظمیں پیش کی ہیں جو مختلف رسالوں اور اخباروں کے فائلوں میں دبی پڑی تھیں ۔ اقبال کے شیدائیوں کیلئے یہ تحریریں ایک انمول تحفہ ہیں ۔

سیارہ (لاہور) — اگست کے پرچہ میں ” نصیرالدین ہاشمی کے ساتھ ایک شام ،، دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے ۔ مولوی ثناءاللہ امرتسری (از عبدالمجید قریشی) خوب ہے ۔ اس کے پڑھنے سے بہت سی پرانی یادیں تازہ ہوگئیں ‘ مگر ان کی شخصیت متقاضی ہے کہ ایسے بہت سے مضامین لکھے جائیں ۔دنیا انہیں بھولتی جارہی ہے حالاں کہ وہ اپنے دور میں صف اول میں تھے ۔

ستمبر کے شمارے میں عبدالکریم ثمر کا انٹرویو دلچسپ ہے ‘ مگر یہ ملاقات اور دلچسپ ہوجاتی اگر ان کی شاعری کے مزید نمونے بھی دیے جاتے ۔ ” زندگی کیا ہے ،، (از قمر لکھنوی) فکر انگیز مضمون ہے ۔ ” جشن استقلال پاکستان “ اچھی نظم ہے ۔ ” طوفانوں کی سرزمین نواکھالی ،، پر از معلومات ہے ۔ ” حضرت ضرار ،، (از طالب ہاشمی) کے حالات زندگی بھی سبق

آموز ہیں ۔ " شاہ بھٹائی کی شاعری (از عابد نظامی) قابل مطالعہ ہے ۔ " ربت کا گھروندا ،، بہت ہی نفیس کہانی ہے ۔

منادی (دھلی) - تازہ پرچہ میں "نئی تہذیب کی ٹریجڈی " کے عنوان سے ڈاکٹر وارڈ کے مقدمہ پر نئے انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ فوائد الفواد کی مزید قسط دی گئی ہے۔ " سلطان المشائخ کے فیض یافتگان ،، کے عنوان سے ایک نیا مفید سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔

سب رس (حیدر آباد دکن) ــ اگست کے شمارے میں اردو کے ممتاز شاعر شاھد صدیقی پر دو مضمون شائع کئے گئے ہیں ۔ دونوں میں ان کی شاعری اور شخصیت پر بھر پور تبصرہ کیا گیا ہے ۔ ایک مضمون میں جس کا عنوان ہے " غالب کا سیاسی تدبر ،، ھما صاحب نے لکھا ہے کہ غالب کا یہ سیاسی تدبر تھا کہ وہ حالات کے ساتھ ساتھ چلتے رہے اور یہ پالیسی انہوں نے اس لئے اختیار کی کہ وہ دور اندیش مفکر تھے ۔ ڈاکٹر مرتضیٰ صدیقی نے مولانا آزاد کو ایک مضمون میں خراج تحسین ادا کیا ہے۔ یہ مضمون مقامی اردو مجلس میں بھی پڑھا جا چکا ہے ۔ " مول سنگھ ،، اچھی کہانی ہے ۔

ہم قلم (کراچی) ــ جولائی کے نمبر میں احمد اسحاق نعمانی نے شبلی کی شخصیت کے تین رخ دکھائے ہیں ، ان کی انانیت ، رومانویت اور بورژوائیت ۔ مضمون بہ حیثیت مجموعی دلچسپ ہے ۔ " بورلیئر کے دیباچے ،، (تین غیر مطبوعہ مسودے) بھی پڑھنے کی چیز ہیں ۔ " ایک بچہ دو مائیں ،، بہت ہی مزیدار کہانی ہے ۔

آج کل (دھلی) ــ اگست کا شمارہ افسانہ نمبر ہے ۔ اس میں کوئی پندرہ افسانے ہیں جو مراٹھی ، گجراتی ، تلیگو ، ملیالم ، بنگالی ، اڑیہ وغیرہ سے لئے گئے ہیں ۔ افسانے دلچسپ ہیں اور ان سے پتا چلتا ہے کہ کون کون سے رجحانات ان زبانوں پر غالب ہیں - ٹائٹل پیج پر جو تصویر دی گئی ہے۔ وہ فن کا اچھا نمونہ ہے ۔ یہ نمبر ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے اور قیمت ایک روپیہ ہے ۔

نقوش (لاھور) ــ جون کا شمارہ خاصا ضخیم ہے تقریباً ۵۰۰ صفحے کا ۔ اور اس کی قیمت تین روپے ہے ۔ شروع میں چند ادیبوں نے موجودہ دور میں اردو کی مرکزیت کے موضوع پر دلچسپ انداز میں بحث کی ہے آج اردو لال قلعہ کی زبان نہیں رھی ہے بلکہ براعظم پاک و ھند کی زبان بن گئی ہے ۔ اس نمبر میں نظمیں بھی ہیں ، ناولٹ بھی اور افسانے بھی ۔ لکھنے والوں میں بعض چوٹی کے ادیب شامل ہیں ۔

نگار (رامپور) ــ جولائی کے پرچے میں ملاحظات میں مشورہ دیا گیا ہے کہ تحقیق کرنے والے مصنفین کی ہر طریقہ سے ہمت افزائی ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنی تحقیقات سے سارے ملک کو فائدہ پہنچاسکیں ۔ اسحاق النبی خاں نے رسول اکرم کی سیرۃ نگاروں کی

بعض کوتاھیوں پر توجہ دلائی ہے ۔ اسی سلسلہ میں وہ لفظ "امی ،، سے بحث کرتے ہوئے رقمطراز ھیں : '' توریت اور انجیل کی تمام پیشین گوئیاں ھمارے سامنے ھیں اور ان میں ایک بھی ایسی نہیں جس میں کسی ناخواندہ نبی کی آمد کی خبر دی گئی ھو۔'' یہ بالکل غلط ہے ۔ یسعیاہ کے باب ۲۹ کی آیت ۱۲ ملاحظہ ھو: ''اور کتاب اسے دی گئی ہے جو ناخواندہ ہے یہ کہکر کہ میں تجھ سے التجا کرتاھوں کہ اسے پڑھ ، اور اس نے کہا کہ میں خواندہ نہیں ھوں - ،، اس پیشین گوئی کی موجود گی میں یہ دعویٰ کرنا کہ کسی ناخواندہ نبی کی آمد کی خبر توریت میں موجود نہیں ہے ، کس طرح حق بجانب ھوسکتا ہے - ''توبۃ النصوح کا ایک انگریزی ترجمہ ،، (از مبارزالدین رفعت) قابل مطالعہ ہے ۔ غالبیات کے سلسلے میں اکبر علی خاں نے بہت سے اخبارات کے متعلقہ اقتباسات پیش کئے ھیں جن سے غالب کے بارے میں مفید معلومات حاصل ھوتی ہے ۔

مشرق (کراچی) — اگست کے شمارے میں شروع کے چند مضامین رسول اکرم (صلعم) کے لئے وقف ھیں ۔ کچھ نظموں بھی خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے ۔ اسلامی نظام حکومت عنوان ہے ایک مضمون کا جسمیں ان حقوق سے بحث کی گئی ہے جو اسلام نے انسان کو عطا کئے ھیں ۔ '' دختر فرنگ ،، اچھی نظم ہے ۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے شاھد رعنا کو اردو کا بہترین ناول قرار دیا ہے اور امراؤ جان ادا سے بھی کہیں کہیں اس کا مقابلہ کیا ہے ۔ کراچی کے سندھ مدرسہ پر عارف حجازی کا مضمون قابل مطالعہ ہے ۔

عصمت (کراچی) ستمبر کے پرچہ میں '' ماسکو میں مسلمان ،، خاصا معلوماتی مضمون ہے - '' آخر یہ غفلت کب تک '' عنوان ہے ایک مضمون کا جس میں ایک درناک واقعہ بیان کرکے لوگوں کو نیلون کے کپڑے استعمال کرنے سے روکا گیا ہے ۔ مسز الطاف حسین نے '' لیڈی ازم '' کی حمایت کی ہے کہ یہ تحریک ھمیں کفایت شعاری کی راہ پر لئے جارھی ہے ۔ '' سفر قاھرہ '' اچھا دلچسپ مضمون ہے ۔ جہاں آرا چودھری نے اقبال کی شاعری میں عورت کے تصور سے بحث کی ہے اور زور دیا ہے کہ اسلامی اصولوں پر اپنی اولاد کی پرورش کرنی چاھئے ۔ انوکھاجہیز دلچسپ کہانی ہے ۔ '' عبرت انگیز واقعات '' عنوان ہے ایک مضمون کا جس میں اقی محمد خاں صاحب نے توزک جہانگیری سے بعض عبرت انگیز واقعات اخذ کرکے قلمبند کئے ھیں ۔

خبریں

قرآن کا انتخاب

ونوباجی کہنے لگے :-

قران شریف کا یہ انتخاب در اصل میں نے غیر مسلموں کے لئے کیا ہے ۔ مسلمان تو پوری کتاب پڑھتا ہی ہے ۔ اس کو بھی اس انتخاب سے فائدہ ہوگا ۔ لیکن اصل میں اسلام کی روحانی اور اخلاقی تعلیم چن چن کر میں نے کل دنیا کے غیر مسلموں کے سامنے پیش کی ہے ۔ (ایک لمحہ سکوت کے بعد) اس دیش میں ہندو اور مسلمان ہزاروں برسوں سے ایک ساتھ رہتے آئے ہیں ۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں عسائیوں کی تعداد یہاں تھوڑی ہے ۔ پھر بھی ایک ہندو کو عیسائی دھرم کی جتنی واقفیت ہے اتنی اسلام کے بارے میں نہیں ہے ۔ اتنا کہتے کہتے ونوباجی کی آنکھیں چھلک پڑیں اور دیر تک آنسو بہتے رہے ۔ کچھ دیر بعد آنسو پونچھ کر ونوباجی نے اس کتابچہ کا ذکر چھیڑا ، جس کا مصنف کوئی پاکستانی ہے اور جس کا داخلہ ہند میں ممنوع قرار دیا گیا ہے ۔ ونوباجی نے کہا —— وہ کتابچہ میرے لئے لکھا گیا ہے ، اور میں نے بھی اسے نہیں پڑھا ہے شاید اس میں انہوں نے مجھے مسلمان ہونے کو کہا ہوگا ، نام سے تو ایسا ہی لگتا ہے ۔ لیکن وہ شخص اگر میرے سامنے ہوتا تو میں اس سے پوچھتا —— میں اللہ کو مانتا ہوں ، رسول کو مانتا ہوں ، کتاب کو مانتا ہوں ۔ اس کے بعد مسلمان ہونے کے کیلئے مجھے کیا کرنا ہوگا ؟ (بھودان تحریک)

تعزیتی جلسہ

کراچی — ۹ ستمبر ۔ بہادر یار جنگ اسکول میں ممتاز حسن صاحب کی زیر صدارت نظر حیدرآبادی کا سوگ منانے کے لئے تعزیتی جلسہ ہوا جس میں پروفیسر ممتاز حسین، شاعر لکھنؤی ، جمالی ' ابراہیم جلیس ، سحاب قزلباش ' شاہد احمد ، اے ۔ ڈی اظہر ' جلیل قدوائی، ماہرالقادری وغیرہ نے نظمیں پڑھیں' تقریریں کیں اور مقالے پڑھے ۔ صدر نے تجویز پیش کی کہ ادیبوں کے پسماندگان کے لئے ایک علیحدہ فنڈ ہونا چاہئے ۔

مخرب اخلاق لٹریچر

حکومت ملایا نے کتب فروشوں سے اپیل کی ہے کہ وہ مخرب اخلاق لٹریچر فروخت نہ کریں ۔ اب تک حکومت سنگاپور

بقیہ صفحہ ۱۱ پر ۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین برنی بی ۔ اے ۔
۵۰۱ کیتھڈرل لیکھراج روڈ ' کراچی ۔۱

مطبوعہ ٹیکنیکل پرنٹرز،
کوچہ حاجی عثمانی ۔ میکلوڈ روڈ ۔ کراچی

اسلامی دنیا کی نادر و نایاب کتابیں

سیرت و سوانح

سیرت النبی کامل مصنفہ ابن ہشام ترجمہ: عبدالجلیل صدیقی -دوجلدوں میں مکمل - نظرثانی و تہذیب :— غلام رسول مہر - ۳۲/

رحمت العالمین مکمل تین جلدوں میں قاضی سلیمان منصور پوری
پلا جلد ۱۴ روپے
مجلد - ۱۷/ روپے

سرور عالم ، غلام رسول مہر ۲/۵۰

خطوب قرآن - مرتضیٰ حسین لکھنوی - ۱۲/-

انبیائے قرآن - محمد جمیل ایم - اے- جلد اول - ۱۱/-
,, ,, ,, جلد دوم ۱۰/-
,, ,, ,, جلد سوم ۱۳/۵۰

انوارالانبیا - ادارہ تصنیف و تالیف - ۱۰/-

انوارلاصفیا ,, ,, ,, ۱۲/-

انوارلاولیا - رئیس احمد جعفری -/۱۰

حضرت علی ابن ابی طالب - ارمان سرحدی ۱۰/-

امام ابوحنیفہ تصنیف ابو زہرہ مصری ترجمہ رئیس احمد جعفری ۱۵/-

آثار امام شافعی ترجمہ رئیس احمد جعفری ۱۳/-

آثار امام محمد ، امام مالک ترجمہ رئیس احمد جعفری ۱۲/۵۰

حیات امام جعفر صادق ترجمہ رئیس احمد جعفری ۱۵/-

امام مالک ترجمہ عبداللہ قلسی ۱۰/-

امام ابن تیم ترجمہ غلام احمد زیر طبع

سیرت آئمہ اربعہ - رئیس احمد جعفری ۱۰/-

غزالی نامہ - تصنیف جمال ہمائی ترجمہ رئیس احمد جعفری ۹/-

حکمائے عالم - ترجمہ غلام جیلانی برق ۱۰/-

سید احمد شہید - غلام رسول مہر ۱۵/-

بابر (شیر ببر) تصنیف ہیرلڈیم ترجمہ ہاشمی فریدآبادی ۸/-

سیرت محمد علی - رئیس احمد جعفری ۶/-

کمال اتاترک - محمد توفیق ۳/۷۵

غوث الاعظم - ادارہ تصنیف و تالیف ۵/۲۵

تصوف

مفتاح العلوم (شرح مثنوی مولانا روم) ۱۸ جلد ۹۰/-

۱۷ حصص - مکمل سیٹ مجلد ۱۲۴/-

مذاق العارفین - امام غزالی ۴۰/-

عوارف المعارف - تصنیف شہاب الدین سہروردی ترجمہ محمد رشید ایم - اے - ۱۳/۵۰

کیمیائے سعادت - تصنیف امام غزالی ترجمہ ذاکر حسین نقوی ۱۲/-

الفتح الربانی (عربی - اردو) ترجمہ ارمان سرحدی ۱۲/-

غنیۃ الطالبین (اردو) ,, ۱۲/-

فتوح الغیب (اردو) ,, ,, ۴/-

کشف المحجوب - تصنیف گنج بخش ہجویری ترجمہ کشتر جالندھری ۶/-

اسلامیات

اشرفی بہشتی زیور (عکسی) مولانا اشرف علی تھانوی ۱۰/-

بوادرالنوادر - اشرف علی تھانوی ۱۸/-

اسلام صراط مستقیم - تصنیف کینتھ مورگن ترجمہ غلام رسول مہر ۱۴/-

اصلاحات کبریٰ - رفیق دلاوری ۹/-

شمائل کبریٰ ,, ,, ۱۰/-

عمادالدین ,, ,, ۸/-

الوحی المحمدی - تصنیف سید محمد رشید رضا ترجمہ سید رشید احمد ارشد ۷/۵۰

برہان الٰہی - اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ) ترجمہ محمد اسماعیل گودھروی ۲۵/-

بہار شریعت کامل مجلد - مولانا امجد علی ۲۸/-

نہج البلاغت - عبدالرزاق ملیح آبادی - نیا ایڈیشن ترمیم و اضافہ کے ساتھ ۳۰/-

جزیہ اور اسلام تصنیف ڈینئل سی ڈینٹ ترجمہ غلام رسول مہر ۱۰/-

اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول - تصنیف محمد اسد - ترجمہ غلام رسول مہر ۸/-

نہج الفصاحت - ترجمہ المصر الاجتہادی ۲۵/-

اسلام منزل بہ منزل - تصنیف طٰہٰ حسین ترجمہ رئیس احمد جعفری ۹/-

صحیفہ کاملہ ترجمہ سید قاسم رضا ۱۲/-

صحیفہ علویہ ترجمہ سید مرتضیٰ حسین - ۴/-

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز - لاہور - پشاور - حیدر آباد - کراچی

Regd. No. S. 1975

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی: (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ:
ضیاالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ اکتوبر ۱۹۶۳ع ☆ شمارہ ۱۰

فہرست مضامین

صفحہ

نوٹ

پریس آرڈیننس

میری ملازمت کے ۲۷ سال بمبئی کی پریس برانچ میں گزرے ھیں ۔ میں نے اپنی زندگی بھی مولانا محمد علی کے روزانہ اخبار ''ھمدرد'' میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے شروع کی اور ساری عمر لکھتا لکھاتا رہا ہوں ۔ مدعا کہنے کا یہ ہے کہ پریس آرڈیننس پر میں بھی کچھ اپنے خیالات رکھتا ہوں ۔ اور وہ خیالات وہی ھیں جو مولانا محمد علی کے تھے ۔ ۱۸۸۵ میں کانگریس وجود میں آئی ۔ اس کا اولین مقصد یہ تھا کہ وہ فریق مخالف کی حیثیت سے حکومت کے کاموں پر نکتہ چینی کرے تاکہ حکومت اپنی اصلاح کرتی رہے ۔ جب مولانا محمد علی نے اپنا اخبار '' کامریڈ '' نکالا تو انہوں نے ایک نیا نظریہ پیش کیا ۔ ان کے الفاظ یہ ھیں :—

'' راعی اور رعایا کے درمیان جو خط امتیازی اس وقت موجود ہے ہم اسے محو کر دینا چاہتے ھیں تاکہ شاعر کی تعبیر پوری ہوسکے ۔

من توشدم تومن شدی من تن شدم توجاں شدی
تاکس نہ گوید بعدازیں من دیگرم تو دیگری

'' جب یہ اختلاف مٹ جائیگا تو مخالفانہ تنقید کے موجودہ خطرات بھی خود بخود ختم ہوجائیں گے ۔ فریق مخالف بھی پھر حکومت کی طرح ذمہ دار بن جائیگا ۔ ''

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ فریق مخالف اور حکمران طبقہ ایک دوسرے کے خلاف رہ کر ملک کی فلاح حاصل نہیں کر سکتے ۔ انہیں ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش بھی نہ کرنی چاہئے بلکہ ایک دوسرے کو سمجھنا چاہئے اس لئے کہ ہم آزاد حکومت کے افراد ھیں اور غلام نہیں ھیں ۔

مولانا محمد علی کے اخبار پر ایک انگریزی شاعر کے چار مصرعے درج رہتے تھے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

'' دیانتدار رہو ۔ اپنے خیالات کا کھلم کھلا اظہار کرو ۔ اس سچائی کا اعلان کرو جس کے تم حامل ہو تاکہ اس میں سب شریک ہوسکیں ۔ دلیر بنو ، ہر جگہ حق کی منادی کرو ۔ وہی لوگ زندہ رہتے ھیں جنمیں جرات ہوتی ہے ۔ ''

حکومت جو قانون بھی بنائے اس میں اسے دیکھنا چاہئے کہ عوام کے اس بنیادی حق پر ضرب نہ پڑے ۔ بقول جسٹس ایس ۔ اے ۔ رحمن '' قائداعظم کے تصور میں ایک ایسا ملک تھا جسمیں خدا کی بادشاہت کے تحت اس کے بندے ایسے آفاقی اصولوں پر حکومت کا ڈول ڈالیں گے جن سے اسلام کی جمالی اور جلالی شان کا کامل اظہار ہوگا ۔ '' یہی تصور ہمارے ہر کام میں پیش نظر رہنا چاہئے ۔

ضیاءالدین احمد برنی

نیوز پرنٹ کی ہوش ربا گرانی

کراچی کی بھر مارکیٹ کا عجیب حال ہے ۔ کوئی چیز مقررہ قیمت پر نہیں ملتی ۔ ملتی ہے تو صرف چند دن تک ۔ کاغذ کے تاجر پھرتے رہتے ہیں جہاں دیکھا کہ فلاں قسم کے کاغذ کی کمی ہوگئی ہے تو وہ مختلف دکانداروں سے مال لے کر بھر لیتے ہیں اور پھر اسے کچھ عرصہ روکے رکھتے ہیں تاکہ بعد میں اسے من مانی قیمت پر بیچیں ۔ بیچ میں بہت سے دلال ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے نرخ اور اونچے ہوتے جاتے ہیں۔ میں نے ساڑھے سولہ روپے ایک رم کے لئے ادا کئے ہیں ۔

دنیا کے کسی ملک میں نیوز پرنٹ اسقدر گراں نہیں ہوگا جتنا ہمارے یہاں ہے ۔

یہی حال ولایتی کاغذ کا ہے جسے بونس پر منگایا جاتا ہے ۔ سب کی بلیک مارکیٹ ہوتی ہے اور گاہک ہے کہ پسا جاتا ہے ۔

نیوز پرنٹ پہلے ہی جس قیمت پر بکتا تھا وہ بھی درآمد شدہ مال کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی ۔ سودیشی چیز کے معنی یہ تھے اور ہیں کہ ولایتی مال کے مقابلہ میں وہ سستی ہو۔ مگر یہاں معاملہ الٹا ہے ۔

خرد کا نام جنوں رکھدیا جنوں کا خرد

زندگی دشوار سے دشوار تر ہوتی جارہی ہے ۔ اس کا نام ترقی نہیں ہے کہ چیزیں اونچی سے اونچی قیمت پر فروخت ہوں ۔ اگر گرانی کے معنی یہ ہیں کہ معیار زندگی بلند ہو رہا ہے تو یہ دھوکا ہے اور اس لئے بھی بہتر ہے کہ معیار زندگی گرا رہے ۔ اخبارات والے بھی صدائے احتجاج بلند کر چکے ہیں ، مگر کوئی نہیں سنتا ۔ اب اندیشہ یہ ہے کہ بلیک مارکیٹ میں رہ کر قیمتیں جس اونچائی پر پہنچ چکی ہیں ، کہیں وہی معمولی قیمتیں متصور ہونے نہ لگ جائیں اس لئے کہ ایک دفعہ چڑھنے کے بعد پھر قیمتیں ہمارے ملک میں نیچے آنے کا نام نہیں لیتیں ۔

ضیاءالدین احمد برنی

مراسلات

(۱)

مکرمی جناب برنی صاحب اسلام علیکم

کتابی دنیا بابت ماہ اگست ملا۔ شکریہ۔ حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی پر آپ نے جو مقالہ لکھا ہے اس سے میں کلیتاً متفق ہوں۔ فی الحقیقت اگر عقائد و تحقیقاتی کتابوں کی کی اشاعت کا سلسلہ بند ہوجائے تو اشاعت علم و تعلیم کا دروازہ مسدود ہو جاتا ہے۔ کسی کتاب پر احتجاج کر کے بند کروانا اس کے اپنے عقائد کی کمزوری کی دلیل ہے یا جوابات کے سرمایہ کی کمی ہے۔ عباسی کی کتاب حرف آخر تو نہیں ہے۔ پھر اس کا جواب لکھنا لازمی ہے۔ اس پر بھی اگر فریق ثانی حکومت سے احتجاج کر کے بند کروائے تو یہ بھی اس فرقہ کے عقائد کی کمزری ہے۔ میں اس بات کا سو فیصد حامی ہوں کہ مذہبی عقائد کی چھان بین ہوتی رہے تاکہ ہر فرقہ کا اصلی رنگ نکھر آئے اور تجزیہ کے بعد حقیقت ارباب نظر کے سامنے آجائے۔ پھر حق و باطل اور حقیقت و مجاز کا فیصلہ کرنا اصحاب غور و فکر کا کام ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ تحقیقات و تجربات حدود ادب و تہذیب اور ایک دوسرے کے عقائد کے احترام کے ساتھ ہو۔ اشارہ و کنایہ ہو مگر شیریں نگاری کے ساتھ۔ چنانچہ میں آپ کے مطالبہ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آزادی تحریر و تقریر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

ایم۔ عباس اورنگ آبادی

کراچی ۱۱ ستمبر ۱۹۶۳ء (ایڈیٹر منصف)

---

(۲)

مکرمی۔ السلام علیکم۔ آپ کے جریدہ میں مولانا محمد حسین آزاد کا مضمون شیعہ

سنی اختلاف کے متعلق نظر سے گزرا ۔ مولانا نے انگریزوں، یا عیسائیوں کے مذہبی اختلاف کی جو کیفیت لکھی ہے وہ اس مذہب کے ماننے والوں کے لئے تو ٹھیک ہے جنہوں نے مذہب کو ایک رسم بنا کر اسے گرجا تک محدود کردیا ہے لیکن دین حقیقی کا مطالبہ تو یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اور زندگی کے پورے معاملات پر اللہ کے دین کا رنگ نمایاں بلکہ غالب رہے ۔ اگر مسلمان صرف اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کو اپنا مقصد زندگی بنالیں تو پھر کوئی اختلاف ہی باقی نہ رہے ۔

اس موقع پر ایک بات اور عرض کردوں۔ اللہ کے رسول نے صرف حضرت اسماعیل کے واقعہ' قربانی کی یادگار قائم کی کیونکہ اس میں تسلیم و رضا اور اپنے مالک حقیقی سے انتہائی محبت کا اظہار ہوتا ہے ورنہ آپ نے نہ کوئی دن منایا اور نہ کوئی یادگار قائم کی ۔ آپ چاہتے تو حضرت حمزہ کی شہادت کے دن کی یادگار قائم کرتے کیونکہ حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد ان کی لاش کے ساتھ جو بے حرمتی کا سلوک کیا گیا وہ بڑا ہی دلسوز سانحہ تھا ۔ یہ صرف حق کی حمایت کی پاداش میں ہوا ۔ لیکن وہ لوگ جن کے پیش نظر ایک بلند تر مقصود ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کے لئے جس راہ پر چلنا ہے اس میں اس سے بھی زیادہ جگر خراش منظر دیکھنا پڑتے ہیں ۔ اور قافلہ کو جاری رکھنا پڑتا ہے ۔ یہی وسول اکرم نے اپنے عمل مبارک کی حق ہے کہ اسی قبیل کے واقعات کی یاد کو قایم کریں ...... اس سے نہ تو دین کی کوئی تبلیغ ہوتی ہے نہ اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ہوتا ہے اور نہ مسلمانوں کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے ۔ کیا ہم سب مسلمان ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں' جذبات سے بالا تر ہوکر، صرف اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اکرم کی تعلیمات کو پیش نظر رکھ کر ؟ اور پھر غور کیا جائے کہ کیا واقعی اس قسم کے مظاہروں سے ہم کس قدر دین مبین کی خدمت کرتے ہیں اور کس حد تک اپنی خواہشات کو پورا کرتے ہیں ۔

اے کاش یہ قوم سنبھل جائے ورنہ اللہ بے نیاز ہے ۔ والسلام

شیخ محمد عثمان دہلوی ۔

دارالسلام ، فیڈرل بی ایریا ۔ کراچی ۔

اقتباسات

(۱) جینے کا سلیقہ

(ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین نے دھلی یونیورسٹی میں ۲۸ مارچ ۱۹۶۳ع کو ایک مضمون پڑھا تھا "جینے کا سلیقہ ۔" اس کا آخری حصہ اس قدر خوبصورت ھے کہ میں اس ادب لطیف کو ھدیہ ناظرین کرتا ھوں ۔ و ھو ھذا :۔ مدیر)

بس جو کہنا تھا کہ چکا۔ جی چاھتا ھے کہ آخر میں زندگی کے معنی اور مقصد کے بارے میں ایک بہت خوبصورت اور دل نشین عبارت کا ترجمہ آپ کو سناؤں جو میں نے ایک امریکی رسالہ میں پڑھی تھی۔ اس کا عنوان ھے حضرت عیسیٰ کا یہ قول* کہ "انسان صرف روٹی سے زندہ نہیں رھتا۔" اور بتانا یہ ھے کہ زندگی کے حسین نغمہ میں کتنے بہت سے اور کتنے مختلف سر سمائے ہوئے ھیں۔ اگر ھم انہیں نظر انداز کرتے ھیں تو گویا اپنی زندگی کو تنگ اور بے مایہ بناتے ھیں ۔ سنیے :-

"انسان صرف روٹی سے زندہ نہیں رھتا بلکہ زندہ رھتا ھے حسن اور ھم آھنگی سے، سچائی اور نیکی سے، محبت اور دوستی سے، آرزو کی خاشن اور عبادت کے شوق سے ۔

"صرف روٹی سے نہیں بلکہ رات کے سناٹے میں تاروں بھرے آسمان کی خوبصورتی سے، طلوع آفتاب کے وقت آسمان کی شان و شوکت اور غروب آفتاب کے وقت رنگوں کے حسین میل سے، پھولوں سے بھرے ھوئے درختوں کے جمال اور سر بفلک پہاڑوں کی عظمت اور جلال سے ۔

"صرف روٹی سے نہیں بلکہ سمندر کی موجوں کے جوش و خروش سے، جھیل کے

*یہ قول حضرت عیسیٰ کا نہیں ھے بلکہ یہ توریت سے نقل کیا گیا ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ حضرت عیسیٰ نے اسے پیش کرتے وقت شیطان سے کہا تھا کہ "یہ لکھا ھے۔"

ساکن پانی پر چاند کی نقرئی کرنوں کے کھیل ہے، پہاڑوں اور نالوں کے تڑپتے ہوئے سیمابی پانی ہے، برف کے شفاف ٹکڑوں کی حسن کاری اور با کمال کلا کاروں کی صناعی ہے۔

"صرف روٹی ہی نہیں بلکہ بلبل کے میٹھے راگوں ہے، درختوں میں ہوا کی سرسراہٹ ہے، ستار کے جگائے ہوئے جادو ہے اور عبادت خانوں کی دھیمی روشنی کی اثر آفرینی ہے۔

"صرف روٹی ہی نہیں بلکہ گلاب کی عطر بیزی ہے، نارنگی کے شگوفوں کی مہک ہے، تازہ کٹی ہوئی گھانس کی بھینی بھینی خوشبو ہے، دوست کے مصافحہ کی گرمی اور ماں کے محبت بھرے پیار کی نرمی ہے۔

"صرف روٹی ہی نہیں بلکہ شاعروں کے تغزل ہے، حکیموں کی حکمت ہے، ولیوں کے تقدس ہے، بڑے آدمیوں کی داستان حیات ہے۔

"صرف روٹی ہی نہیں بلکہ رفاقت اور حوصلہ مندی ہے، ڈھونڈنے اور پانے ہے، میوا اور مل بانٹ کر کھانے ہے، چاہنے اور چاہے جانے ہے۔

"انسان صرف روٹی سے زندہ نہیں رہتا ہے، وہ زندہ رہتا ہے حضور قلب کے ساتھ عبادت کرنے ہے، ہدایت الٰہی کے لئے دل کے دروازے کھول دینے سے اور رضائے الٰہی کے راستے پر چلنے سے۔"

زندگی گذارنی ہے تو اس طرح کا دل اور دماغ، اس طرح کا فکر و نظر پیدا کیجئے۔ (جامعہ۔ دہلی)

(۲) جاپان لٹریچر میں گالی نہیں ہے

ساوتری دیوی نے ایک مضمون میں لکھا ہے: "سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جاپانی زبان اور جاپانی لٹریچر میں کوئی گالی نہیں ملتی۔ وہاں سب سے برے الفاظ یہ ہیں کہ "تم جاپانی نہیں ہو۔" اور یہ سخت الفاظ شاید کوئی مخبوط الحواس اور جاہل ترین، حد درجہ غیر مہذب اور پست شخص ہی برسہا برس میں کبھی کبھار استعمال کرلیتا ہوگا اور استعمال کرنے کے بعد کہنے والا شخص اور سننے والا دونوں ہی ہری کاری (خودکشی) کرلیتے ہیں کہ ہم بڑے ہی ذلیل ہیں کہ پاکیزہ اور خوش و خرم سماج میں ہم نے اپنے "اخلاقی جرم" سے زہر پھیلایا اور اپنی قوم اور اپنی زبان کو غلاظت آلود کیا۔

(صبح امید بمبئی)



خبریں

ڈاکٹر شمل کی کتاب پر ریویو

مسٹر ایس - اے - واحد نے ڈاکٹر شمل کی کتاب " بال جبرئیل " پر " وایس آف اسلام " کے جون نمبر میں ۱۹ صفحے کا ریویو لکھا ہے اور اس کی خامیوں کی نشاندھی کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ حیثیت مجموعی کتاب " انتہائی مایوس کن " ہے -

---

یوم اکبر

کراچی ۱۰- ستمبر نیشنل کالج میں آج شام کو یوم اکبر منایا گیا - صدر ممتاز حسن تھے - ابتدا میں پیغامات پڑھے گئے - پہلا پیغام مولانا عبدالماجد دریابادی کا تھا اوز دوسرا چودھری نذیر احمد خان کا- تقریر کرنے والوں میں قاضی افتخار احمد، عقیل دانش ، سید محمد تقی، ممتاز حسین اور اے - ڈی - اظہر تھے - مقالہ پڑھنے والوں میں خان بہادر نقی محمد خان خورجوی، مجتبیٰ حسین اور ڈاکٹر محمد اسلم فرخی تھے- مرزا نعیم اللہ بیگ کوثر اورشاعر لکھنوی نے نظموں میں خراج تحسین پیش کیا - ضیاءالدین احمد برنی نے اکبر کے چار خطوط پڑھکر سنائے جو ان کے نام لکھے گئے تھے اور ساتھ ھی ان کا شان نزول بھی بتایا- چائے نوشی کے بعد جلسہ ختم ہوگیا- دوسری نشست مشاعرہ کے لئے وقف تھی -

---

شاعر اسلام

کراچی - ۲۷- ستمبر- آج شام کو رائٹرز گلڈ کی زیر سرپرستی ایک تقریب میں جو میٹروپول میں منعقد کی گئی تھی ، مکتبۂ افکار کا شائع کردہ " حفیظ نمبر " شاعر اسلام حفیظ جالندھری کی خدمت میں پیش کیا گیا- حفیظ صاحب نے تقریر کے بعد قومی ترانہ سنایا اور ایک نظم بھی جو قائد اعظم کی شان میں کہی گئی تھی - جمیل الدین عالی نے تعارفی تقریر کی -

---

اردو مجلس

اردو مجلس (حیدرآباد دکن) کا اجلاس ۲۹ ستمبر کو منعقد ہوا جسمیں ڈاکٹر جعفر حسن نے "ھندی شاعری کی بلندیاں اور لورلگیاں " کے زیر عنوان ایک مضمون سنایا -

---

وفاراشدی کے اعزاز میں ادبی نشست

لاھور- وفا راشدی کے اعزاز میں محمد علی بیدل کی قیامگاہ پر ۱۹ ستمبر کی شب کو ایک ادبی نشست منعقد ہوئی- بیدل نے وفا صاحب کے بارے میں مقالہ پڑھا جسمیں ان کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا تھا - اسکے بعد وفا صاحب نے وحشت کی شاعری پر اپنا مقالہ پیش کیا جو پسند کیا گیا -

---

گوشۂ جگر کا قیام

دهلی - تسکین قریشی نے ۹ ستمبر کو وہ تمام تبرکات اور یادگاریں جو ان کے پاس تھیں، امیر جامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین کی خدمت میں پیش کردیں اور اس طرح گوشۂ جگر کا قیام عمل میں آیا ۔
(کتاب نما۔ دهلی)

بنگالی میں ترجمۂ قرآن

اسلامک اکیڈمی (ڈھاکہ) نے ۵ سالہ پروگرام تیار کیا ہے ۔ اس مدت میں بنگالی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جائے گا ، عربی بنگالی لغات اور اسماءالرجال کی ڈکشنری ، بھی مرتب کی جائے گی ۔

فانی جائسی کا انتقال

حضرت مانی جائسی تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں بمقام جوگی رام پورہ (جنور) انتقال فرما گئے ۔ مرحوم کے دو مجموعے " نقوش " اور " نگارستان " ہیں ۔ قصائد و منقبت کا ایک مجموعہ " وادی ایمن " کے نام سے بھی شائع ہو چکا ہے ۔ مرحوم فانی کے دوستوں میں تھے اور دونوں نے ملکر رسالہ " تسنیم " بھی نکالا تھا ۔

جمعیۃ الفلاح کی سرگرمیاں

ستمبر کے آخری ہفتہ میں جمیعت کے زیر اہتمام سیرت نبوی پر تین دن تک تقریریں رهیں - چوتھے دن نعتیہ مشاعرہ ہوا جس میں اقبال صفی پوری ،تابش دهلوی ، بشیر فاروق اور ماهر القادری کی نعتیں بہت پسند کی گئیں ۔ اس جلسہ میں ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اپنا بہت سا نعتیہ کلام سنایا ۔ اے ۔ ڈی ۔ اظہر صدر تھے ۔ تقریروں میں ڈاکٹر محمود حسین ، اور عبدالقدوس هاشمی کی تقریریں اچھی رهیں ۔

اردو هندو - مسلمانوں کی زبان ہے

ونوباجی نے ایک تقریر میں یہ تسلیم کیا ہے کہ اردو هندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے ۔ ایک اور تقریر میں انہوں نے هندوستان کے سب باشندوں کو اردو سیکھنے پر متوجہ کیا ۔

سکے جو نہیں ڈوبے

نیوزی لینڈ میں جو ٹورسٹ هورانا کے چشمے دیکھنے جاتے هیں وہ وهاں سکے پھینکنے کے عادی هیں ۔ چونکہ پانی کے دباؤ کی وجہ سے وہ سکے ڈوبتے نہیں هیں بلکہ اس وقت تک پانی میں تیرتے رهتے هیں جب تک کہ انہیں ریتیلی جگہ میں امان نہ ملجائے ۔ غوطہ خوروں نے تقریباً دس هزار سکے فراهم کر کے وهاں کے ایک ٹیکنیکل اسکول میں دیدیئے هیں جو هملٹن میں ذهنی طور پر پسماندہ اور معذور بچوں کے لئے قائم ہے ۔ (یونسکو فیچر)

اورنگ زیبی سکے

لکھنؤ کے عجائب خانہ میں اورنگ زیب کے عہد کے دو سکے ملے ہیں جن پر ہندو دیوتا کی تصویر کندہ ہے۔ دونوں سکے بیجا پور کی ٹکسال میں ڈھالے گئے تھے۔ ان پر سن ایک ہزار ایک سو گیارہ درج ہے۔ (کتاب نما۔ دھلی)

تحریک آزادی کے سپاھی

تحریک آزادی کے سلسلہ میں دھلی نے جو حصہ لیا اس کی تاریخ دھلی میں مرتب کی جارھی ہے۔ ابتدا شاہ ولی اللہ صاحب سے کی گئی ہے جن کا انتقال ۱۷۹۲ میں ہوا تھا۔ دوسرے دور کی ابتدا ۱۸۳۲ سے کی گئی ہے جبکہ برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ ولیم فریزر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ ۱۸۵۷ سے تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس کی تاسیس کے بعد سے آئینی جد و جہد کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ دور آتا ہے جسمیں غیر ملکیوں سے امداد طلب کی گئی تھی اور امریکہ میں غدر پارٹی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مختلف دوروں کے جن سپاھیوں کے نام خصوصیت کے ساتھ شریک کتاب کئے گئے ہیں ان میں چند یہ ہیں: ـ نواب شمس الدین۔ سید حیدر رضا۔ ماسٹر امیر چند۔ لالہ ھردیال۔ علی برادران۔ حکیم اجمل خاں۔ سوامی شردھانند۔ ڈاکٹر انصاری۔ لالہ شنکر لال۔ آصف علی۔ دیش بندھو گپتا۔ عارف ھسوی۔ چنولت سہائے۔ نورالدین بہاری۔ مفتی کفایت اللہ حافظ احمد سعید۔ برج کشن چاندی والے۔ فریدالحق انصاری۔ اونکار ناتھ۔ رگھو نندن سرن۔ وید کماری غیرہ۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دھلی نے اپنی بساط سے بڑھ چڑھ کر تحریک آزادی میں حصہ لیا تھا۔



تبصرے

نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔

حدیث دل

مصنف: ڈاکٹر جسٹس ایس۔ اے رحمن۔
مرتب: منشی عبدالرحمن خان۔
ناشر: مکتبۂ اشرف المعارف۔ چھل یک۔ ملتان شہر۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۳۶۳۔ مجلد۔
قیمت: پانچ روپے۔

یہ ۳۱ خطبات کا مجموعہ ہے جو جسٹس ایس۔ اے۔ رحمن نے مختلف قسم کے جلسوں میں مختلف اوقات میں دئے تھے۔ اس میں کچھ تو پاکستانی ادیبوں اور ناشرین سے متعلق ہیں، کچھ تعلیمی نظام سے تعلق رکھتے ہیں، کچھ خدمت خلق اور اسلامی زندگی کی نسبت ہیں، کچھ زبان اردو کی اہمیت سے متعلق ہیں اور کچھ

عدلیہ اور انتظامیہ کے بارے میں ہیں۔ موضوعات خاصے متنوع ہیں اور چند ایسے بھی ہیں جن میں ملک کی خواتین سے خطاب کیا گیا ہے۔ بہر حال موضوع کچھ ہی ہو صاحب خطبات کی روشن خیالی، اسلام دوستی اور آزادی اظہار کی مہر اس پر ثبت نظر آتی ہے۔ یہ کتاب بہت ہوش قیمت خیالات پر مشتمل ہے اور مجھے امید ہے کہ حکومت کے ذمہ دار افراد اسے غور سے پڑھیں گے اور اس کے خیالات کو اپنانے کی کوشش کرینگے۔

ساتھ ہی ہمارے محکمہ تعلیم کا فرض ہے کہ وہ یہ ہدایت نافذ کردے کہ اس کتاب کے کچھ مضامین کو مختلف جماعتوں کے نصابوں میں بھی شامل کرلیا جائے تاکہ ہمارے مدارس کے طلبا بھی ان سے فیض یاب ہوں۔

شروع میں منشی عبدالرحمن خاں نے ۲۰ - ۲۵ صفحات کا ایک طویل مقدمہ (نقش اول) لکھا ہے جسمیں انہوں نے ان خطبات پر بھر پور تبصرہ کیا ہے۔ یہ بھی پڑھنے کی چیز ہے۔ کتاب کا اسلوب بیان بہت ہلکا پھلکا ہے اور خیالات ایسی صفائی سے بیان کئے گئے ہیں کہ دل میں اتر جاتے ہیں۔ مصنف پاکستان کی محبت میں سرشار ہیں اور پڑھنے والا ان کے اس جذبہ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مصنف کے بعض جذبات اپنے اندر ابدی اقدار رکھتے ہوئے اور اس لئے بڑے غور و فکر سے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔

لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس ہے۔ جلد مشرقیت کا اچھا نمونہ پیش کرتی ہے۔ مکتبہ اشرف المعارف قابل مبارکباد ہے کہ اس نے ان روح پرور خطبات کو یکجا کر کے کتابی شکل میں ملک کے سامنے پیش کر دیا

(ض - ا - ب)

داس کیپٹال

مترجم : سید محمد تقی -
ناشر : انجمن ترقی اردو - کراچی -
سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ - صفحات ۲۸۰ - مجلد -
قیمت : ساڑھے سات روپے -

کارل مارکس کی یہ کتاب دنیا کی ان کتابوں میں سے ہے جو بہت ادق سمجھی

جاتی ھیں ۔ دنیا کی بڑی بڑی زبانوں مین اس کا ترجمہ ھو چکا ھے مگر اردو اب تک اس سے تہی دامن تھی ۔ غنیمت ھے کہ سید محمد تقی صاحب ایڈیٹر جنگ نے ھمت کر کے اسے اردو کا جامہ پہنا دیا ھے۔ یہ ترجمہ باہائے اردو کی درخواست پر کیا گیا تھا ۔ پڑھنے والے کو شروع شروع میں قدرے غرابت محسوس ھوگی- لیکن رفتہ رفتہ یہ کم ھوتی جائے گی اور مضمون سمجھ میں آنے لگ جائے گا ۔ یہ کتاب یورپ میں بہت احترام سے دیکھی جاتی ھے اس لئے کہ اس نے یورپ کے فکری نظام میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا ۔ موجودہ ترجمہ انگریزی زبان سے کیا گیا ھے ۔ ممکن ھے کہ اگر کوئی جرمن زبان کا ماھر براہ راست اس کا ترجمہ کرتا تو اسے شاید وہ دقتیں پیش نہ آتیں جو موجودہ مترجم کو پیش آئیں ۔ بہر حال یہ پہلی جلد ھے جو پبلک کے سامنے آئی ھے ۔ ابھی مزید دو جلدیں اور ھیں جنکا ترجمہ ھونا باقی ھے ۔ شروع مین کارل مارکس کے تفصیلی حالات بھی دئے گئے ھیں تاکہ قاری کو اس کے افکار سے واقفیت حاصل ھوجائے ۔ اگر کتاب کا قاری اقتصادیات ، فلسفہ اور سائنس سے واقف ھوگا تو وہ دوسروں کے مقابلہ میں ترجمہ سے زیادہ لطف اٹھا سکے گا ۔

میں خوش ھوں کہ کارل مارکس کی کتاب اردو میں آگئی ۔ اس کا سہرا تقی صاحب کے سر ھے جنھوں نے ترجمہ میں کافی محنت اور کاوش سے کام لیا ھے ۔ قیمت میں کمی کرنے کی ضرورت ھے۔ عام گیٹ اپ دیدہ زیب ھے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

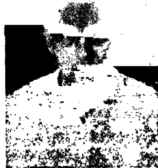
پاکستان چلڈرینز اکیڈمی کی کتابیں

پاکستان میں ایک ادارہ ھے جس کا نام چلڈرینز اکاڈی ھے ۔ اس کا مقصد یہ ھے کہ وہ بچوں کیلئے لٹریچر پیدا کرے جسمیں طبعزاد اور تراجم دونوں شامل ھیں۔ اس وقت میرے سامنے اکاڈمی کی شائع کردہ پانچ کہانیاں ھیں جن میں سے ھر ایک ۴۸ صفحات پر مشتمل ھے ۔ یہ سب مقصدیت رکھتی ھیں اور آسان زبان میں ھیں ۔ جو سبق کہانیوں کے ذریعہ بچوں کو دیا جاتا ھے وہ آسانی سے ان کے دلوں میں اتر جاتا ھے ۔ یہ کہانیاں بچوں کی نفسیات کا لحاظ رکھکر لکھی گئی ھیں ۔ ھر کہانی کی قیمت چار آنے ھے۔

پوسٹ بکس نمبر ۴۰۷۲ سے مزید معلومات حاصل کیجاسکتی ھے۔ (ض۔ا۔ب)

اردو کے دو ادیب

ڈاکٹر اسلم فرخی



آبائی وطن فتح گڑھ ضلع فرخ آباد ہے۔ آپ کی پیدایش لکھنو میں ہوئی جو آپ کی ننھیال ہے۔ تعلیم لکھنو، فتح گڑھ، آگرہ اور کراچی میں پائی۔ کراچی یونیورسٹی سے اردو ایم۔ اے کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا اور یہیں سے ۱۹۶۲ میں پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ مقالہ کا عنوان تھا "محمد حسین آزاد اور تصانیف" انجمن ترقی اردو اس مقالہ کو شائع کریگی۔

اسلم صاحب کراچی آنے کے بعد چھہ سال تک ریڈیو پاکستان سے وابستہ رہے۔ اسکے بعد سندھ مسلم کالج کراچی کے شعبۂ اردو سے منسلک ہوگئے۔ گذشتہ سات سال سے کراچی کے گورنمنٹ کالج میں کام کر رہے ہیں۔

اسلم صاحب نے مولوی محمد حسین آزاد کی شہرہ آفاق درسی کتابوں کو بھی ایڈٹ کیا ہے۔ یہ کتابیں عنقریب ترقی اردو بورڈ کراچی کی جانب سے شائع کی جائینگی۔

آج کل اسلم صاحب آزاد کے فن اور شخصیت پر ایک نئی کتاب لکھ رہے ہیں جسے مشتاق بک ڈپو شایع کریگا۔

ڈاکٹر عبدالقیوم



آبائی وطن آسیون ضلع اناؤ ہے۔ ننھیال کاکوری ہے۔ ۱۹۵۰ میں اردو میں ایم۔ اے آنرز کے ساتھ پاس کیا اور راجہ شنکر سہائے نگار گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اسکے بعد کراچی آگئے اور ۶ سال تک اردو کالج سے وابستہ رہے۔ اسی دوران میں "برگ گل" ایڈٹ کیا اور بابائے اردو کے ساتھ انجمن کے کاموں میں شریک رہے۔ تین سال تک رسالہ "اردو" کی ایڈیٹری کی۔ ۱۹۵۵ میں جب کراچی یونیورسٹی میں اردو کی تدریس شروع ہوئی تو وہ اسکے شعبۂ اردو سے متعلق ہوگئے اور اب تک اسی سے وابستہ ہیں۔

۱۹۶۰ میں جب ایجوکیشنل پبلشرز کراچی نے چار جلدوں میں" تاریخ ادب اردو" شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تو اسکی ایڈیٹری کے فرائض انھیں سپرد کئے گئے۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۶۱ میں شائع ہوئی۔ باقی جلدیں زیر تیاری ہیں۔

۱۹۶۲ میں کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ مقالہ کا عنوان تھا "حالی کی اردو نثر نگاری"۔

رسالوں پر طائرانہ نظر

کتاب (لکھنو) - ستمبر کے پرچہ میں آنند نراین ملا نے اپنے نظریہ' شاعری سے بحث کی ہے جو کافی دلچسپ ہے۔ راجہ مہدی علی خان نے غالب کی ایک غزل کی پیروڈی بہت نفیس انداز میں کی ہے۔ عصمت چغتائی پر کرشن چندر کا تبصرہ خوب ہے۔ " یہ کوٹھے والیاں " بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ لکھنے والے ہیں امرت لال ناگر۔

اکتوبر کے شمارہ میں " دوسرا بیٹا " اچھی کہانی ہے۔ یہ ستیش بترا کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں ایک ہندوستانی سپاہی کی بہادرانہ موت کا حال درج ہے۔ وارث کرمانی کا " گلاب کا پھول " اچھی نظم ہے۔

بصائر (کراچی)۔ جولائی کے شمارہ میں ڈاکٹر معین الحق نے تحریک علیگڑھ کے سیاسی پہلو سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ مقالہ میں انہوں نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ محسن الملک کا شملہ والا ڈیپوٹیشن جسمیں مسلمانوں کے لئے جداگانہ حق انتخاب مانگا گیا تھا ، انگریزوں کے اشارہ پر بھیجا گیا تھا۔ یہ خیال نہ صرف مولانا محمد علی ظاہر کرچکے ہیں ، بلکہ مولوی رفیع الدین احمد نے بھی " بمبئی کرانیکل " میں ایک مضمون میں اس امر کا اظہار کیا تھا۔ مولوی صاحب بمبئی کی طرف سے وفد میں شامل ہوئے تھے۔ بہر حال ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کی پوری طرح تحقیق کیجائے۔ خواجہ عبدالرشید کا طالب آملی پر مضمون ریسرچ کا اچھا نمونہ ہے۔ کاشف الامراض جو طب کی ایک منظوم کتاب ہے، ایک مقالہ کا موضوع ہے جسے محمود احمد برکاتی نے لکھا ہے۔ اسمیں تمباکو کو مونث لکھا گیا ہے۔ " ابن سینا" قابل مطالعہ مضمون ہے۔ "بدایون ۱۹۴۷ء میں" پڑھنے کی چیز ہے۔

سب رس (حیدرآباد دکن)۔ ستمبر کے شمارہ میں "وسطی دکن کی خارجی سیاست" اور " علم الاعداد اور فن ریاضی کے ارتقا میں ہندوستان کا حصہ" ، معلوماتی مضمون ہیں۔ مالوہ اخبار کے اقتباسات دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ " مسافر کھو گیا آخر" عنوان سے ایک نظم کا جو خورشید احمد جامی نے نظر حیدرآبادی پر لکھی ہے۔

عصمت (کراچی)۔ اکتوبر کے شمارہ کا آغاز علامہ راشد الخیری کے ایک مختصر سے مضمون سے کیا گیا ہے۔ "ہاتھ کی اہمیت" دلچسپ مضمون ہے۔ اسمیں پامسٹری کے بعض نکات بیان کئے گئے ہیں۔ مقالہ " ایک چراغ جو گل ہوگیا" میں محمد اکرم اللہ صاحب مرحوم کی یادیں درج کی گئی ہیں۔ نذر سجاد حیدر صاحبہ اطلاع دیتی ہیں کہ وہ علالت کی وجہ سے روزنامچہ کا سلسلہ بند کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ روح افزا حیدر صاحبہ کا

پته بھی دریافت کرتی ھیں جن سے ملے ہوئے انھیں زمانه ھوگیا ھے۔ شوکت تھانوی پر خاتون ارشد کی نظم قابل مطالعه ھے۔

فاران (کراچی)۔ ستمبر کے پرچه میں ماھر صاحب نے "عذر گناه" کے عنوان سے بہت اچھا مضمون لکھا ھے جسمیں حضرت مریم کے بارے میں قاری محمد طیب کی بعض تاویلات کی مخالفت کی گئی ھے۔ "ایک مصری خاتون کا خط پاکستانی عورتوں کے نام" قابل مطالعه ھے۔ یاد رفتگاں میں مولوی تمیز الدین کی یادیں دی گئی ھیں۔

اکتوبر کا "نقش اول" پڑھنے کی چیز ھے۔ اسمیں ان جاھلانه رسوم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی ھے جنھیں غلطی سے اسلامی شعایر سمجھا جاتا ھے ' حالانکه یه سب "مشرکانه رسوم اور بدعات" ھیں۔ میلادالنبی اور اسکی رسوم بھی قابل مطالعه ھے۔ "اسلام کا نظریهٔ مملکت" وہ مضمون ھے جو انجمن حمایت اسلام لاھور کے جلسه میں پڑھا گیا تھا۔ "فرانسیسی کیمپوں میں مسلمانوں کی حالت زار" ترجمه ھے ایک مضمون کا جو مسلم نیوز انٹرنیشنل سے لیا گیا ھے۔ یہ حالات بہت درد انگیز ھیں۔ یاد رفتگاں میں نظر حیدرآبادی کی چند یادیں دی گئی ھیں۔

پیام حق (کراچی)۔ اکتوبر کا پرچه مولوی محمد سعید صاحب کے نوجوان صاحبزادے مرحوم عبدالصمد عارف کے لئے وقف ھے۔ عارف اپریل ۱۹۶۳ میں انگلستان سے چھپائی کی تعلیم حاصل کرکے واپس ہوئے تھے۔ اس شماره میں همدردی کے پیغامات کے علاوه مرحوم کی زندگی کے حالات بھی دیدئے گئے ھیں اور ان کے بعض خطوط اور مراسلات کو بھی شامل کرلیا گیا ھے تاکه مرحوم کی ادبی صلاحیتیں بھی روشنی میں آجائیں۔ مرحوم کی وفات کا دن ۱۷ اگست ۱۹۶۳ ھے۔ یه رساله قرآن محل، مقابل مولیدینا مسافرخانه، کراچی سے مل سکتا ھے۔

پگڈنڈی (امرتسر)۔ ستمبر والے شماره میں شفیق النسا (علیگ) نے رشید احمد صدیقی کو ھدیهٔ عقیدت پیش کیا ھے اور ان کی تحریروں کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ھے۔ پگڈنڈی سجاد حیدر یلدرم کی یاد میں ایک جامع نمبر نکال رھا ھے۔

قومی زبان (کراچی)۔ جولائی کے پرچه میں "میاں بشیراحمد سے ایک ملاقات" جو کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ھے، قابل مطالعه ھے۔ اسمیں اردو کے متعدد مسائل زیر بحث آگئے ھیں۔ یه مضمون "اردو کے سپاھی" کے ماتحت چھاپا گیا ھے۔ ایک اور مضمون میں انجمن کے چند مزید مخطوطات کی تشریح کی گئی ھے اور ساتھ ھی ابن حسن قیصر اور زاھده خاتون کی تیار کرده وضاحتی فہرست دی گئی ھے جس کا تعلق مارچ ۱۹۶۳ کے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شده مضامین سے ھے۔

سیاره (لاھور)۔ اکتوبر کے شماره میں "ڈاکٹر عندلیب شادانی سے ایک انٹرویو" پڑھنے کے قابل ھے۔ اسلامی ادب عنوان

ایک اور مضمون کا جو کافی فکر انگیز ہے۔ اکبر الہ آبادی والے مضمون میں ڈاکٹر صدیقی لکھتے ہیں کہ ''ان کی شاعری کسی ایک کی نہیں ، عقل و دل و نگاہ ، تینوں کی شوخیوں کی فریادی ہے۔'' خواجہ فاروقی نے لاہور کے فن تعمیر کی بنیادی خصوصیات سے بحث کی ہے۔ پروفیسر عبدالغنی (پٹنہ یونیورسٹی) نے مولانا مودودی کے اسلوب سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اپنی مخصوص انفرادیت رکھتے ہیں۔ '' آپ کا شکریہ ،، مزاحیہ ہے۔

قریشی (دہلی)۔ اگست کے شمارہ میں چند مضمون قابل مطالعہ ہیں۔ ایک '' ہندوستان کا فن شمشیر سازی،، اور دوسرا ''شوکت تھانوی،،۔ موخرالذکر میں ان کی تحریروں کے مختلف پہلو دکھائے گئے ہیں۔ ایک اور مضمون رضا مرحوم پر ہے۔ ندا فاضلی کو ان کی شاعری کے زیادہ نمونے دینے چاہئے تھے۔ ان کی شاعری کا اندازہ اس شعر سے کیجئے :-

مجھے رفعتیں نہ فریب دیں میں ہوں واقف اپنے مقام سے
یہ نجوم و ماہ وہی تو ہیں جو چھلک گئے مرے جام سے

رضا مرحوم سیماب کے شاگرد تھے۔

صبح امید (بمبئی) - ستمبر کے پرچہ میں دو نظمیں حب الوطنی پر ہیں جن میں مل جل کر رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ساوتری دیوی کا مضمون '' آٹھ دن جاپان میں ،، جاپان کے بارے میں نئی معلومات فراہم کرتا ہے۔ مراٹھی ادب پاروں کے جو نمونے اس شمارہ میں درج ہیں، وہ بہت لطیف ہیں۔ بلبل ہند کی یاد میں مہر یاسین علی خان کی نظم خوب ہے۔

الشجاع (کراچی)۔ اگست کے شمارہ میں اقبال پر پروفیسر مبارز الدین رفعت کا مضمون قابل مطالعہ ہے۔ '' پاکستان اور آزادی ،، بھی دلچسپ ہے۔ پرازبل پر مضامین کا سلسلہ جاری ہے۔

جامعہ (نئی دہلی) — ستمبر کے شمارے میں اولین جگہ خواجہ غلام السیدین کے ایک مضمون کو دی گئی ہے جو شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی کے زیر اہتمام پڑھا گیا تھا۔ اس کا عنوان ہے '' جینے کا سلیقہ ،، یہ بہت ہی نفیس مضمون ہے اور گہرے مطالعہ کا طالب ہے۔ شبیر احمد خاں غوری کا مضمون '' الجبرا کا آغاز '' بھی پڑھنے کے قابل ہے۔

ساقی (کراچی) — جولائی کے شمارے میں اولین جگہ سید شمیم احمد کے مضمون کو دی گئی ہے جسمیں انھوں نے تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ مغلوں کے زمانے سے لیکر اب تک بنگلہ پر فارسی اور اردو کے کیا کیا اثرات پڑے ہیں۔ سید تقی احمد نے شیر علی افسوس پر طویل مقالہ لکھا ہے اور اس میں انھوں نے ان مختلف غلطیوں کی نشاندھی کردی ہے جو دوسرے مصنفین نے افسوس کے حالات میں کی ہیں۔ اسدالحق

شیدائی نے ایک مضمون میں آزاد سے انشا پرداز کی حیثیت سے بحث کی ہے۔

معارف (اعظم گڑھ) اگست کے شمارے میں شاہ معین الدین احمد نے تیموری عہد کی خطاطی اور مشہور خطاط سے بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے خطوں کی قسموں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور مشہور خطاط کے تھوڑے بہت حالات بھی دئیے ہیں۔ خطاط میں ہندو مسلمان دونوں شامل ہیں۔ شاہجہانی عہد کا مشہور شاعر چندر بھان برہمن بھی اچھا خوشنویس تھا۔ مولوی نجیب اللہ نے "شریعت کے بنیادی ماخذ" بتائے ہیں۔ ہندوستان کے قدیم شہر سوپارہ کے حالات دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ خطوط مناظراحسن گیلانی بنام سید سلیمان ندوی کا سلسلہ جاری ہے۔ اقبال پر پروفیسر عبدالرؤف کی نظم قابل مطالعہ ہے۔

ستمبر کے شمارے میں سوپارہ پر دوسری قسط دی گئی ہے۔ پروفیسر محمد مجیب نے "ہندوستان کے مسلمانوں کا فن تعمیر" پر اچھا خاصا معلوماتی مقالہ لکھا ہے۔ "شریعت کے بنیادی ماخذ" کی دوسری قسط شائع ہوئی ہے۔ "وید اور طب بھی پڑھنے" کے قابل ہے۔ یہ مضمون حکیم نیر واسطی کا تحریر کردہ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے ہندو اطبا کے تجربات سے کس طرح فائدہ اٹھایا۔

اردو نامہ (کراچی) — تیرھواں شمارہ ڈاکٹر محمد صابر کے مضمون سے شروع ہوتا ہے جسمیں اردو میں ترکی و منگولی الفاظ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقالہ کافی کاوش سے لکھا گیا ہے۔ "تذکرہ نما" پر نادم سیتا پوری نے طویل تبصرہ کیا ہے۔ یہ اولین تذکروں میں سے ہے اور اسمیں بڑے بڑے شعرا کا کلام حروف تہجی کے حساب سے دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں دوسرے تذکرے بھی زیر بحث آگئے ہیں۔ اعجاز الحق قدوسی نے خواجہ حسن نظامی کے بارے میں اپنے تاثرات شائع کئے ہیں۔ پیر حسام الدین راشدی نے غالب اور خادم کے عنوان سے منشی محمدی خادم کے قلمی دیوان پر تبصرہ کیا ہے۔ خادم اور غالب ایک دوسرے کے قدردان تھے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے برٹش میوزیم میں کلام میر کے دیوان اول کا پتہ لگایا ہے اور اس کی تفصیلات پیش کی ہیں۔ انہوں نے اس کے کاتب کا بھی پتہ لگایا ہے جسے بلوم ہارٹ بھی دریافت نہیں کر سکا تھا۔ مگر یہ ان کا سہو ہے اس لئے کہ "من متملکات" سے کاتب مراد نہیں ہے بلکہ مالک کتاب مراد ہے۔ بہرحال مضمون پڑھنے کی چیز ہے۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین احمد برنی بی - اے- کیندوسل لیکھراج روڈ ، کراچی—۱
مطبوعہ ٹیکنیکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی - میکلوڈ روڈ - کراچی

اکیڈمی لائبریری

کلاسیکی، معیاری ادب اور ارزاں قیمت

اردو میں "پینگوین سیریز" کا نقش اول جس کی ابتدا جون ۱۹۶۰ء میں کی گئی تھی اور جو سستی کتابوں کے کئی سلسلے نکل آنے کے باوجود متنوع مضامین اور معیاری انتخاب کی وجہ سے آج بھی نمایاں، ممتاز اور منفرد ہے

* —— تین سیٹ شائع ہو چکے ہیں —*— چوتھا سیٹ زیر طبع ہے —— *

پہلا سیٹ

(۱) مثنوی گلزار نسیم
از ۔ دیا شنکر نسیم،
مقدمہ وقار عظیم : ۱-۲۵

(۲) فسانۂ مبتلا، مع فرہنگ
از مولوی نذیر احمد ۲-۵۰

(۳) مضامین سرسید،
تبصرہ مولوی عبد الحق ۔
سوانح ڈاکٹر اعجاز حسین ۱-۲۵

(۴) افادات مہدی
تبصرہ مولوی عبدالحق ۔
از مہدی حسن افادی ۰-۷۵

(۵) انتخاب مقالات شبلی
از شبلی نعمانی ۱-۲۵

(۶) دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۲-۰

(۷) نذیر احمد کی کہانی
کچھ ان کی کچھ اپنی زبانی
مرزا فرحت اللہ بیگ ۱-۲۵

(۸) آزادی و تہذیب، از جان ڈیوی
مترجم ڈاکٹر عبادت بریلوی
۲-۵۰

(۹) اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر
از علامہ شبلی نعمانی ۱-۲۵

(۱۰) الفوزالکبیر، از شاہ ولی اللہ
تذکرہ سلیم عبداللہ ۲-۲۵

(۱۱) احمق الذین (مزاحیہ ناول)
از سجاد حسین ۱-۲۵

(۱۲) خطبات اقبال
مرتبہ رضیہ فرحت بانو ۱-۲۰

دوسرا سیٹ

(۱) شاہد رعنا (ناول)
از قاری سرفراز حسین ۲-۰

(۲) توبۃ النصوح (ناول)
از مولوی نذیر احمد ۲-۰

(۳) ضدی (ناول)
از عصمت چغتائی ۱-۲۰

(۴) چوٹیں ۔ پیش لفظ کرشن چندر
از عصمت چغتائی ۱-۷۰

(۵) باغ و بہار ۔
از میر امن دہلوی
تذکرہ و تبصرہ سید
ابو الخیر کشفی ۲-۰

(۶) شریف زادہ از محمد ہادی رسوا
مقدمہ ڈاکٹر احسن فاروقی ۱-۵۰

(۷) مریم مجدلانی
مصنف مارس ماترلنگ مترجم
وحشی محمود آبادی ۱-۲۵

(۸) دیوان غالب
مطابق طاہر ایڈیشن ۱-۲۵

(۹) امراؤ جان ادا
از مرزا محمد ہادی رسوا ۔
تنقید و تبصرہ
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۳-۰

(۱۰) اختری بیگم، (ناول)
از مرزا محمد ہادی رسوا ۲-۰

(۱۱) بوڑھا اور سمندر
مصنف ارنسٹ ہیمنگ وے
ترجمہ و تعارف ابن سلیم ۲-۰

(۱۲) حالی اور نیا تنقیدی شعور
پروفیسر اختر انصاری ۱-۰

تیسرا سیٹ

(۱) دیوان خواجہ میر درد
مرتبہ عبدالباری آسی ۱-۵۰

(۲) مقدمہ شعر و شاعری
از خواجہ الطاف حسین حالی
۱-۵۰

(۳) نیرنگ خیال محمد حسین آزاد
مقدمہ و تبصرہ
از ڈاکٹر اسلم فرخی ۱-۷۰

(۴) یادگار غالب ۔ حصہ اول
خواجہ الطاف حسین حالی ۱-۷۵

(۵) یادگار غالب (جلد دوم) ۔
خواجہ الطاف حسین حالی ۲-۲۵

(۶) زاد راہ (افسانے)
از منشی پریم چند ۲-۷۰

(۷) موازنۂ انیس و دبیر
از علامہ شبلی نعمانی ۳-۰

(۸) ایک ملکہ ایک محبوبہ
مترجم عمر عامر
(نپولین اور اس کی محبوبہ کے
خطوط) ۱-۵۰

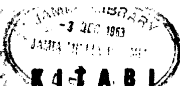
(۹) چھوٹی موٹی (افسانے)
از عصمت چغتائی (زیر طبع)

(۱۰) قصص ہند (تاریخی واقعات)
محمد حسین آزاد (زیر طبع)

(۱۱) عود ہندی
از مرزا غالب (زیر طبع)

(۱۲) کلیات آتش
مرتبہ و مقدمہ سید وقار عظیم
(زیر طبع)

ناشر: اردو اکیڈمی سندھ
آفس :- ۱۹ بہادر شاہ مارکیٹ ۔ بندر روڈ ۔ کراچی
سیلز ڈپو :- رحمت بلڈنگ (نزد مسافر خانہ) بندر روڈ ۔ کراچی



Regd. No. S. 1979

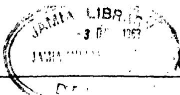
KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دُنیا

مدیر اعزازی: (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ :
ضیاالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ نومبر ۱۹۶۳ ع ☆ شمارہ ۱۱

فہرست مضامین



رسالوں پر طائرانہ نظر

ساقی (کراچی) — ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے اگست ۔ ستمبر کے شمارہ میں اردو ناول کے جدید دور سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ہمارے دور کے ناول نگاروں نے وہ وہ اضافے کئے ہیں جن تک سرشار، شرر اور رسوا نہیں پہنچ سکتے تھے۔''، بنگ دیس کے جادوگر دلچسپ مضمون ہے۔ '' اردو خانم '' میں عبدالحمید نظامی نے نئے انداز میں زبان اردو کے مطالبات پیش کئے ہیں۔ اس مشترکہ نمبر میں کئی ایک افسانے پڑھنے کے قابل ہیں۔

شاعر (بمبئی) — یہ نمبر ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اسکی قیمت ایک روپیہ چار آنے ہے۔ اس میں کئی مقالے، نظمیں اور افسانے قابل مطالعہ ہیں ۔ ''تاریخی آٹو گرافس'' بہت اچھا مضمون ہے۔ آٹو گراف دینے والوں میں بعض بڑی بڑی شخصیتیں یہ ہیں: عبدالرحمن صدیقی، کیفی، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی (جنکے متعلق غلطی سے یہ لکھدیا گیا ہے کہ وہ نوبل پرائز یافتہ ہیں)، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر زور، رشید احمد صدیقی، مرزا فرحت اللہ بیگ، سید عبداللہ بریلوی، سرتیج بہادر سپرو، سر عبدالقادر، مسز نائیڈو، ڈاکٹر تارا چند، حسرت موہانی، جگر، سید عبداللطیف اور ابوالکلام آزاد۔ اکثر نے پیغامات بھی دئے ہیں اور بعض نے صرف دستخطوں پر اکتفا کی ہے۔ پچیس تیس سال پہلے کی منتخب تخلیقات بھی شامل کرلی گئی ہیں جن میں سیماب کا ڈراما '' شاہجہاں کی اسیری ''، اور '' اردو، ہندی، ہندوستانی '' (از ڈاکٹر سپرو) قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۳۲ کے ایک یادگار مشاعرہ کی غزلیں بھی درج کی گئی ہیں۔ اس مشاعرہ میں جن بڑے شعرا نے حصہ لیا تھا ان میں حسرت، سیماب، نرائن ارشاد مہر، نجم آفندی، ساغر نظامی، احسان دانش، منظر صدیقی نمایاں ہیں۔ یہ نمبر ہر لحاظ سے ایک کامیاب کوشش ہے۔

جام نو (کراچی) — اکتوبر کے پرچے میں دو تین افسانے ہیں مگر وہ ضرورت سے زیادہ طویل ہیں۔ نظموں میں شاد عارفی کی غزل اور ادیب سہانپوری پر ظریف جبلپوری کی نظم دونوں دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔

آج کل (دھلی) — ستمبر کے پرچے میں دو تین مضمون بہت فکر انگیز ہیں۔ ایک کلاسیکی نظم دی گئی ہے جسے لکھنے والے نے '' نظم عالیہ، نظم جاودان،'' قرار دیا ہے۔ لکھنے والے ہیں عطا وجدانی۔ دوسرا مضمون کوثر چاندپوری کا ہے اور اس میں اکبر الہ آبادی کی طنزیہ اور مزاحیہ شاعری سے بحث کی گئی ہے۔ اس مضمون میں

انہوں نے بعض مسلمات کی تردید کی ہے جن میں سے ایک یہ ہے (جیسا کہ ڈاکٹر اعجاز حسین نے لکھا ہے) کہ "اکبر کا کوئی خیال، کوئی لفظ ایسا نہیں ہوتا جو عمدہ سے عمدہ صحبت کے لئے موزوں نہ ہو، اور طالب الہ آبادی کی شہادت پر ایسے بارہ تیرہ اشعار کی نشاندھی کی ہے جو "یکسر متانت اور سنجیدگی کا خون کردیتے ہیں"، ان اشعار کو وہ "چاند میں دھبہ"، قرار دیتے ہیں۔ شبلی اور عطیہ بیگم پر جو مضمون اس شمارہ میں درج ہے وہ خاصا متوازن ہے۔ راقم مقالہ نے لکھا ہے کہ عطیہ فیضی کے خطوط کے بغیر حقیقی رائے قائم نہیں کیجا سکتی۔ اس سلسلہ میں عطیہ بیگم کے دو خط بھی درج کئے گئے ہیں۔

گاندھی جینتی کے موقع کی وجہ سے گاندھی جی کی مختلف تصاویر سے اس رسالہ کو زینت دی گئی ہے۔ شیکسپیئر پر جگن ناتھ آزاد کی نظم گویا ایک ہدیہ عقیدت ہے جسے ایک مشرقی شاعر نے مغربی شاعر کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

اکتوبر کے شمارہ میں مرتضیٰ حسین بلگرامی نے اپنے مقالہ میں سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے حالات زندگی اور ان کی شاعری کے نمونے دئے ہیں۔ مضمون جامع ہے اور اسکے پڑھنے سے قدر کی منزلت بڑھ جاتی ہے۔ وہ غالب کے شاگرد تھے۔ اگر غالب اور قدر کے باھمی تعلقات کا تفصیلی ذکر کردیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ قدر کی تصویر بھی زینت رسالہ کی گئی ہے۔

سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)۔ اکتوبر کا پرچہ میرے پیش نظر ہے اور یہ اس رسالہ کا پہلا پرچہ ہے جس کا مطالعہ میں نے بالاستیعاب کیا ہے۔ یہ ۱۰۰ صفحات پر حاوی ہے اور اس میں بہت سی اچھی کہانیاں اور مضامین ہیں۔ ہر قاری کو اسکے اندر کوئی نہ کوئی چیز اسکی پسند کی مل جائیگی۔ نوبل پرائز کے بانی کے حالات، صلاح الدین ایوبی کے کارنامے، لارڈ ہیسٹنگز پر مقدمہ، شکریہ ایک بے دام تحفہ اور طنز و مزاح کے کالم میں "مغز سر" والی نظم خوب ہے۔

معارف (اعظم گڑھ) — اکتوبر کے شمارہ میں صدیق حسن مرحوم کا مضمون ''تدوین جمع قرآن،، عالمانہ او رمدلل ہے۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی جمع و تدوین رسول اللہ کی زندگی میں مکمل ہو چکی تھی۔ مضمون کی یہ پہلی قسط ہے۔ ''شریعت کے بنیادی ماخذ،، کی تیسری قسط درج کی گئی ہے۔ اسی طرح ''سوپارہ،، والے مضمون کی بھی تیسری قسط دی گئی ہے۔ موازنۂ اقبال و غالب کی پہلی قسط بہت دلچسپ ہے۔ مضمون نگار کا یہ تحریر کرنا کہ ''اقبال کا ذہن و مزاج اردو شعر میں نسبۃً زیادہ غالب کے مماثل ہے،، مبنی بر حقیقت ہے۔

الشجاع (کراچی) — ''شہر طرب،، عنوان ہے ایک مضمون کا جسمیں لندن کی جنسی بے راہ روی کا بھر پور جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ پہلی قسط ہے۔ ''ملازمت اور خواتین،، میں بتایا گیا ہے کہ انگلستان میں ملازم عورتیں کن کن شعبوں میں کام کر رہی ہیں۔ 'نور جہاں کا بچپن' قابل مطالعہ ہے۔ اس کے لکھنے والے ہیں تقی محمد خاں خورجوی۔ ''سامس،، جیسے موضوع پر مغربی مفکرین کے خیالات پڑھنے کی چیز ہیں۔

مشرق (کراچی) — ستمبر کا پرچہ 'غوث پاک' کے مضمون سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے لکھنے والے ہیں مولوی عبدالحکیم دیو بندی۔ مضمون قابل مطالعہ ہے۔ جلال الدین حیدر دہلوی پر عنبر چغتائی کا مضمون بہت اچھا ہے۔ ان کی شاعری کے جو نمونے دئے گئے ہیں وہ ان کی عظمت کے گواہ ہیں۔ 'پاپی' بہت عبرت انگیز کہانی ہے۔ ''ہاف فرائی،، مزاحیہ خاکہ ہے۔ اس میں اقبال کی ایک غزل یہ کہکر درج کی گئی ہے کہ وہ کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہے۔ اس کا پہلا

شعر یہ ہے :-

جان دیکر تمھیں جینے کی دعا دیتے ہیں
پھر بھی کہتے ہو کہ عاشق ہمیں کیا دیتے ہیں

اکتوبر کے پرچہ میں ,, شراب حرام ہے یا حلال؟،، کا جواب پڑھئے۔ 'ایک جج کے ساتھ ایک شام' میں جسٹس ایس۔ اے۔ رحمن سے ملاقات کا حال لکھا گیا ہے۔ ''مالکی نظام میں عدلیہ کا مقام،، جسٹس رحمن کا ایک لکچر ہے جس میں اسلام کے نظریہ' عدل کی مکمل حمایت کی گئی ہے۔ نظموں میں کئی ایک نظمیں پڑھنے کے قابل ہیں۔ حسرت کاسگنجوی کی آپ بیتی بھی پڑھنے کی چیز ہے۔

نگار پاکستان (کراچی) – ملاحظات میں حضرت نیاز نے ملیر کے جامعہ' تعلیم ملی کے بارے میں ایک تاثر بیان کیا ہے جو حقیقت پسندانہ ہے۔ جمیل مظہری کا مضمون ''میرا نظریہ' شعر اور شاعری،، قابل مطالعہ ہے۔ یہ صرف پہلی قسط ہے۔ باقی قسطوں کا انتظار رہے گا۔ اس شمارہ میں دل والے مضمون کی آخری قسط شائع ہوئی ہے۔ قطب مینار کوکس نے تعمیر کرایا ، ایک معلوماتی مضمون ہے جسمیں مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ پرتھوی راج کے دور حکومت میں زیر تعمیر تھا اور بعد میں مسلمانوں نے اس کا روپ بدل دیا۔ ایک اور مضمون میں ایران کی باہی طاہرہ قرۃ العین کے کلام کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ باب الاستفسار میں متعدد دلچسپ اور معلومات آفرین موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔ اسی ماہ ادارہ' نگار پاکستان '' خدا نمبر ،، شائع کر رہا ہے۔ اس کی قیمت تین روپے ہوگی۔ پچاس سال کے ایک سربستہ راز '' قمر زمانی بیگم،، کی نقاب کشائی' کتابی صورت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس کے لکھنے والے ہیں خود حضرت نیاز ، اسلئے کہ یہ انہی کی زندگی کا '' ایک پوشیدہ ورق ،، ہے، ۔اور ظاہر ہے کہ ان سے بہتر اس موضوع پر اور کوئی نہیں لکھ سکتا۔ پبلک منتظر رہیگی۔

ماہ نو (کراچی) ــ اکتوبر کے شمارہ میں ” میری دونوں سے آشنائی تھی “ کے عنوان سے ظفر قریشی نے ادیب اور نظر کے بارے میں اپنے تاثرات لکھے ہیں ۔ ” زبان اور اس کا علم “ (از ڈاکٹر گیانی چند) فکر انگیز مقالہ ہے ۔ خواجہ غلام فرید پر خاور جسکانی کا مضمون بہت اچھا ہے ۔

نوائے ادب (بمبئی) ــ جولائی کے شمارے میں اولین جگہ پروفیسر محمد مسعود احمد کے مضمون کو دی گئی ہے' جس میں بارھویں صدی ھجری میں قرآن پاک کے اردو تراجم اور تفاسیر سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے ۔ مضمون بیحد معلوماتی ہے ۔ ڈاکٹر گیان چند نے جو اپنی اردو دوستی کی وجہ سے علمی حلقوں میں خاص شہرت کے مالک ھیں ، اردو رسم الخط کی اصلاح کے سلسلہ میں چند تجاویز پیش کی ھیں۔ بی۔ سیتو مادھو راؤ نے ڈاکٹر صابر علی کی کتاب سعادت یار خاں رنگین کی بعض غلطیوں کی نشان دھی کی ہے ۔ سارا مضمون اسناد سے بھرا ھوا ہے۔ سرمایہ' کلام غالب کی ۱۱ ھویں قسط اس شمارے میں دی گئی ہے ۔ اس میں غالب کے ان اشعار سے بحث کی گئی ہے جن میں تشبیہ و استعارہ اور تمثیل و کنایہ سے کام لیا گیا ہے ۔ مقالہ نما (ضمیمہ) مرتبہ عبدالحلیم ساحل ۲۰ صفحات پر حاوی ہے ۔

جامعہ (نیو دھلی) ــ اکتوبر کے شمارہ میں اولین جگہ پروفیسر محمد مجیب کے ایک مضمون کو دی گئی ہے جس کا عنوان ہے ” تعلیم کا فلسفہ “ اس مقالہ میں تعلیم کے مقصد سے فکر انگیز انداز میں بحث کی گئی ہے ۔ ” مسلم حکومتوں میں غیرمسلم وزرا “ (از قاضی زین العابدین سجاد) عنوان ہے ایک فاضلانہ مضمون کا جسمیں بتایا گیا ہے کہ ابتدا ھی سے اسلامی حکومتوں میں غیر مسلموں کو اعلیٰ عہدے دئے جاتے تھے ۔ انہوں نے مختلف ملکوں کی مثالیں دیکر اپنے نظریہ کی وضاحت کی ہے ۔ ” غیر کا سہارا “ قابل مطالعہ ہے ۔ روش صدیقی کی غزل اچھی ہے ۔

ادیب (علیگڈھ) — جولائی - اگست کے مشترکہ پرچہ میں ابن فرید نے مولانا شبلی کے بھائی محمد مہدی کے لندن کے مکاتیب سے بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے۔ وہ زمانہ دور نہیں جبکہ مہدی "کو ان کا جائز مقام دیا جائیگا"۔ کبیر احمد جائسی نے اقبال احمد خان سہیل کے بارے میں اپنی چند دلچسپ یادیں دی ہیں۔ جائسی کا ایک اور مضمون شفیق جونپوری سے متعلق ہے جو پڑھنے کی چیز ہے۔ غالب کی مثنوی ابر گہر بار کے متعلق ایک مخطوطہ کا تفصیلی ذکر بھی دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ قالی پر شفیق النسا بیگم کا مقالہ اور مجاز کی شاعرانہ انفرادیت پر سید حرمت الاکرام کا مضمون دونوں طویل ہونے کے باوجود اچھے ہیں۔

قومی تعلیم (کراچی) — یہ گورنمنٹ ٹیچرز ٹریننگ کالج کی ایجوکیشن سوسائٹی ناظم آباد کا آرگن ہے اور کلیتاً تعلیمی مقاصد کے لئے وقف ہے۔ اس کے ایڈیٹر خالد یار خاں ہیں جو تعلیم کے فن سے بیحد شغف رکھتے ہیں۔ یہ دوسرا نمبر ہے، پہلا نمبر جنوری ۱۹۶۳ میں شائع ہوا تھا۔ زیر نظر شمارے میں اساتذہ اور طلبا دونوں کے مضامین ہیں، بعض مضامین ایسے ہیں جن سے عوام بھی دلچسپی لے سکتے ہیں۔

ہمارے ملک میں فن تعلیم سے تعلق رکھنے والے وسائل کی بیحد کمی ہے اور اس لئے ہم زیر تبصرہ پرچہ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس رسالہ کا مقصد سابق پرنسپل مسٹر بختیاری کے الفاظ میں "تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے تعلیمی نظریات کی نشر و اشاعت ہے۔ ان کی روشنی میں ہم اپنی درسگاہوں کی از سر نو تشکیل کر کے تعلیم کو اپنی معاشرتی اور ثقافتی زندگی کا آئینہ دار بنا کر قومی تعلیم کے تقاضوں کو پورا کر سکیں گے۔" یہ صحت بخش مقصد ہے اور امید ہے کہ رسالہ اپنے آپ کو اس شاندار مطمح نظر کے قریب قریب رکھے گا۔

ویسے تو بہت سے مضامین غور و خوض سے پڑھے جانے کے قابل ہیں، لیکن خالد یار خاں کا مضمون دعوت فکر در حقیقت دعوت فکر ہے۔ اشرف حسین ہاشمی کا مقالہ طلبا کے کردار سے متعلق ہے اور قابل مطالعہ ہے "اقبال کے فلسفہ تعلیم کا ایک جائزہ"، محمد ریاض (متعلم) نے لکھا ہے اور جس طریقہ سے انہوں نے اقبال کی تعلیم کر سمجھا ہے، وہ ہمت افزا ہے۔ "معلم سے خطاب"، اچھی نظم ہے۔

یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ اقبال کی روح تقریباً سارے مضامین میں کار فرما ہے چونکہ یہ رسالہ ایسے طلبا کا ہے جو آگے چل کر معلم کے فرائض کا بار سنبھالینگے اس لئے شروع ہی سے اگر وہ اقبال کی تعلیمات سے متاثر ہوجائیں گے۔ تو مستقبل کے لئے نیک فال ہو گی۔ یہ سہ ماہی پرچہ ہے اور اس کا سالانہ چندہ ۲ روپے ہے۔ (ض - ا - ب)

ناگن کا انتقام — ۵ سال کے بعد

حال میں ناگن کے انتقام کی ایک انوکھی کہانی منظر عام پر آئی ہے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آج سے پانچ سال پہلے چندوسی کے نزدیک ایک گاؤں میں ایک ہریجن نوجوان رامو نے جو ایک کھیت کی رکھوالی کر رہا تھا ، ایک انوکھا منظر دیکھا ۔ چاندنی رات تھی اور ایک ناگ اپنی ناگن سے لپٹا ہوا مستی میں جھوم رہا تھا ۔ رامو کافی دیر تک یہ نظارہ دیکھتا رہا ۔ پھر نہ جانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ اس نے اچانک لاٹھی کا ایک زور دار وار اس جوڑے پر کیا ، لاٹھی ناگ کو لگی اور وہ تڑپنے لگا ۔ جب یہ ماجرا ناگ نے دیکھا تو وہ فرار ہو گیا ۔ تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد اس ناگ نے دم توڑ دیا ۔ جو ناگ جان بچا کر بھاگ گیا تھا وہ ناگن تھی ۔ ناگن نے رامو سے انتقام لینے کی ٹھانی ۔ کئی مرتبہ ناگن نے رامو کو ڈسنے کی کوشش کی مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی ۔ رامو ان حملوں سے بے حد خوف زدہ ہو گیا اور اس نے اپنا گاؤں چھوڑ دیا ، اور دھلی کی راہ لی ۔ دھلی آنے کے پندرہ دن بعد ایک رات کو اچانک رامو کی آنکھ کھل گئی ، اس نے دیکھا کہ ایک سانپ اس کی چارپائی پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ یہ دیکھ کر وہ بے حد خوف زدہ ہو گیا ۔ جب اس نے ذرا غور سے دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ سانپ تو چندوسی والی ناگن ہی ہے جو کہ اپنے ناگ کا بدلہ لینے کےلئے نہ جانے کس طرح چندوسی سے دھلی پہنچ گئی تھی ۔ جب رامو نے اٹھ کر ھلاک کرنے کی کوشش کی تو وہ غائب ہو گئی ۔ اس کے بعد اس ناگن نے رامو کو ڈسنے کی کئی مرتبہ کوشش کی مگر نہ تو اسے ہی اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی اور نہ رامو ہی متعدد بار کوشش کرنے کے باوجود اسے موت کے گھاٹ اتار سکا ۔ رامو نے ان واقعات کا ذکر اپنے

ایک دوست سے کہا جس نے اسے مشورہ دیا کہ وہ دھلی سے باہر چلا جائے ۔ اس مشورے پر رامو نے عمل کیا اور وہ کلکتہ چلا گیا ۔ مگر ناگن نے وھاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا ۔ آخر مایوس ہو کر رامو نے واپس آکر اپنے گاؤں میں پناہ لی ۔ سونے سے پہلے اس کے دوسرے بھائی کمرے کی ہر چیز دیکھ لیتے تھے کہ کسی جگہ ناگن تو چھپی ہوئی نہیں ہے ۔ کئی مرتبہ انہوں نے ناگن کو اس کمرے میں چھپا ہوا پایا مگر ھلاک کرنے میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ ناگن فوراً بھاگ جاتی تھی ۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ گرمی کا موسم تھا مگر رامو اپنی جان بچانے کے لئے اپنے کمرے کے سارے دروازے اور روشن دان بند کر کے سو رہا تھا ۔ اسے کمرے کے اندر بے حد گرمی محسوس ہوئی اور اس نے اٹھ کر ایک روشن دان سے جس کو اینٹوں سے بند کر دیا گیا تھا ہوا آنے کے لئے اینٹوں کو ہٹا دیا ، ناگن نہ جانے کب سے اس موقع کی تلاش میں تھی ، وہ فوراً اس روشندان کے راستے سے کمرے میں داخل ہو گئی اور اس نے پورے پانچ سال بعد اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی۔ رامو کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کاٹا ہو ۔ پہلے تو اس نے سمجھا کہ یہ کارستانی کسی چوہے کی ہے مگر جب چراغ جلایا تو اسے ناگن بستر پر بیٹھی ہوئی دکھائی دی ۔ اس نے شور مچایا ۔ جب تک کہ اس کے بھائی پہنچتے وہ بے ہوش ہو چکا تھا ۔ اس کا سارا جسم زہر کی وجہ سے نیلا پڑ گیا تھا ۔ اور ناگن اپنے شکار کے نزدیک بڑے اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی ۔ ناگن نے انہیں دیکھ کر بھاگنے کی کوشش نہیں کی ۔ انہوں نے ناگن کو لاٹھیوں سے مار مار کر ھلاک کر دیا ۔ رامو کو بچانے کی کوشش کی گئی مگر وہ بچ نہ سکا ۔ (دور جدید دھلی)

خریداروں کی خدمت میں

۱ ۔ کیا آپ نے ۱۹۶۳ کا چندہ ادا کر دیا ہے؟

۲ ۔ کیا آپ نے پچھلے واجبات ادا کردئیے ہیں؟

نہ کئے ہوں تو جلد توجہ فرمائیں ۔ منیجر

خبریں

نظر اور ادیب کی یاد میں

کراچی ۔ ۱۲ اکتوبر ۔ آج رات کو ایک مشاعرہ زیر صدارت پروفیسر حلیم ٹیچرز ٹریننگ کالج، ناظم آباد، میں منعقد ہوا ۔ متعدد شاعروں نے اپنا کلام سنایا ۔ افسوس یہ ہے کہ ہوٹنگ کی وجہ سے سامعین پوری طرح لطیف اندوز نہ ہوسکے ۔ صرف تین چار شاعر ایسے خوش قسمت تھے جو ہوٹنگ سے بچے رہے ۔ ابتدا میں ادیب اور نظر کی غزلوں کے ریکارڈ بھی سنائے گئے ۔

قائد اعظم پر کتاب

محمد علی چھاگلا سابق چیف جسٹس بمبئی ہائی کورٹ اپنے سابق دوست اور رہنما قائد اعظم محمد علی جناح پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں ۔ کتاب قائد اعظم کی وکالت اور قیادت سے متعلق ہوگی ۔

روسی جہاز کی برآمدگی

پہلی صدی عیسوی کا ایک روسی جہاز دریائے ٹیمز سے نکالا جارہا ہے ۔ کہتے ہیں کہ یہ جہاز تقریباً دو ہزار سال سے زیر آب ہے ۔ اس کا انکشاف اسوقت ہوا جب مستول کے نیچے سے شہنشاہ لوسی شین (۸۱ تا ۹۶ء) کا سکہ نکلا ۔ یہ سکہ وہاں شگون کے طور پر رکھا گیا تھا ۔ (یونیسکو فیچرز)

مولوی تمیزالدین کی سوانح عمری

مولوی تمیزالدین خان مرحوم کی صاحبزادی رضیہ امین اپنے والد کی نامکمل خود نوشت سوانح عمری کو مکمل کرینگی ۔ رضیہ امین بنگالی ادب میں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں ۔

فحش لٹریچر پر گرفتاری

ڈھاکہ ۔ ۱۸ اکتوبر ۔ پولیس نے ایک جنسی رسالہ کے طابع و ناشر کو مخرب اخلاق مضامین شائع کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے ۔

ادب کا نوبل پرائز

اسٹاک ہوم ۔ ۲۳ اکتوبر ۔ آج یہاں یونان کے شاعر جیور گوس سیفریس کو ادب کا نوبل پرائز دئے جانے کا اعلان ہوا ہے ۔

انگلستان میں اردو کی جماعتیں

انگلستان کے صنعتی شہر روشڈیل کے انگریزوں نے مزید تعلیم کے مرکز (Eurther Edcation Centre) کے ارباب اختیار سے اردو میں جماعتیں کھولنے کے لئے درخواست کی ہے ۔ اب تک جو لوگ اردو کی ان جماعتوں میں شامل ہوئے ہیں ان میں پاکستانی مزدور اور وہ نوجوان عورتیں ہیں جنھوں نے پاکستانیوں سے شادیاں کرلی ہیں ۔ روشڈیل برطانیہ کا پہلا شہر ہے جہاں اردو سکھائی جارہی ہے ۔

گوشۂ جگر

جامعۂ ملیہ دھلی میں جو گوشۂ جگر قائم کیا گیا ہے اسمیں تسکین قریشی نے ذیل کی چیزیں عطا کی ھیں :-

۱۔ مسودۂ غزلیات شعلۂ طور و آتش گل ۲ ۔ بیاض غزلیات ۔ (۱۱ عدد) ۔ ۳ ڈائری (۲ عدد) ۔ ۴ ۔ نوٹ بک جس میں اشعار بھی درج ھیں ۔ ۵ ۔ مسودۂ آتش گل مطبوعۂ پاکستان ۔ ۶ ۔ مسودۂ مکتوبات جگر بنام تسکین قریشی (جو مکاتیب جگر کے نام سے شائع ھو چکے ھیں)۔ ان کے علاوہ مرحوم کی پان کی ڈبیہ ، عینک ، سپاسنامے اور کچھ کتابیں ھیں جو مرحوم کو پیش کی گئی تھیں ۔

انقرہ شہر کی سالگرہ

مصطفیٰ کمال اتاترک نے دوران جنگ میں دارالسلطنت کو قسطنطنیہ سے انقرہ تبدیل کر دیا تھا ۔ حال میں اس تبدیلی کی سالگرہ منائی گئی ہے ۔ اس زمانہ میں انقرہ کی آبادی مشکل سے ۳۰ هزار ھو گی ، لیکن اب ۱۰ لاکھ سے زیادہ ہے۔ انقرہ ہر لحاظ سے جدید شہر ہے اور ترکی کی عظمت کا مظہر ہے ۔

شہاب صاحب کو الوداعی پارٹی

کراچی۔ ۱۰ نومبر۔ آج شام گلڈ نے اپنے سیکریٹری جنرل قدرت اللہ شہاب کو ان کے ہالینڈ میں سفیر پاکستان مقرر کئے جانے پر ہوٹل میٹرو پول میں الوداعی پارٹی دی۔ جمیل الدین عالی اور شاھد احمد دھلوی کی تقریروں کے بعد موسوی صاحب نے چند اشعار سنائے جن سے ھجری اور عیسوی تاریخیں نکلتی تھیں۔ جوابی تقریر میں شہاب صاحب نے تحفہ (قلم) کا شکریہ ادا کیا اور گلڈ کو اپنی ہر ممکن امداد کا یقین دلایا ۔

کوئی ماتم کرے میرے لئے کیوں
سزا جینے کی ہے اتنا جئے کیوں
شاد





تبصرے

نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے -

گلستان سعدی

فارسی علم ادب میں سعدی کی گلستان کوجو اعلیٰ مقام حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ گذشتہ چند صدیوں سے یہ دنیائے اسلام کے مدارس میں درسی کتاب کے طور پر رائج ہے - مگر ہندوستان اور پاکستان میں بد قسمتی سے ایسے اسکولوں میں ایسی عمر میں پڑھا یا جاتا ہے جبکہ بچوں کے دماغ بالکل پختہ نہیں ہو پاتے۔اردو فارسی کا چولی دامن کا ساتھ ہے - بغیر فارسی جانے کوئی شخص اردو کا فاضل نہیں بن سکتا - ایسے فاضل بنانے میں گلستان کو بڑا دخل ہے - یہ کتاب ان کتابوں میں سے ہے جن کا مطالعہ آخر عمر تک کرنا چاہئے - اس کے مطالعہ سے دینی و دنیوی فلاح حاصل ہوتی ہے - اس میں جہانبانی کے عام اصول بھی سکھائے گئے ہیں -

زیر تبصرہ ایڈیشن مترجم ہے اور حاشیہ میں مشکل الفاظ کی تشریح بھی کردی گئی ہے - ترجمہ تمام و کمال نثر میں ہے ، اور جیسا کہ سرسری مطالعہ سے معلوم ہوا ہے ، ترجمہ اصل کے قریب ہے اور خاصا با محاورہ ہے -کہیں کہیں مترجم نے بغرض تشریح اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کردیا ہے۔ بہر حال ترجمہ عام فہم ہے۔ مگر گلستان پرانے طریقے پر چھاپی گئی ہے یعنی متن اوپر اور ترجمہ اس کے عین نیچے - متن جلی حروف میں ہے - مترجم ہیں مولوی شمس الحسن بریلوی - اس سے پہلے بھی گلستان کے ترجمے اردو میں ہوچکے ہیں ، مگر اس وقت وہ میرے پیش نظر نہیں ہیں -

مترجم نے تمہید میں شیخ سعدی کے مختصر حالات دیدئے ہیں ، مگر یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ آیا انھوں نے متن کا مختلف ایڈیشنوں سے مقابلہ کر لیا ہے - میں نے اپنے پرانے نسخوں سے ملا کر دیکھا، تو معلوم ہوا کہ متن میں کہیں کہیں فرق ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ متن کے یہ اختلافات آئندہ ایڈیشن میں بتادئے جائیں۔

ایس-ایم - سعید کمپنی، پاکستان چوک کراچی کی یہ خدمت ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے اور یقین ہے کہ علم دوست حضرات اس کی قدر کرینگے -

لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت اچھا ہے - کتاب بیس تیس آٹھ سائز پر چھاپی گئی ہے اور ۳۲۸ صفحات پر مشتمل ہے - قیمت ساڑھے پانچ روپے ہے-کور دبیز ہے - (ض - ا - ب)

نقوش (شوکت نمبر)

صاحب نقوش کو موٹے موٹے نمبر نکالنے کا جو سلیقہ فطرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے وہ پاکستان میں شاید ہی کسی اور کو حاصل ہو۔ زیر تبصرہ شوکت نمبر اسکی بہترین مثال ہے۔ اسمیں شوکت کی پوری شخصیت آگئی ہے۔ طفیل صاحب نے شوکت کے بارے میں مختلف لوگوں کے مضامین اور رائیں بڑی کاوش سے جمع کی ہیں۔ اسمیں ان کی تحریرات کے مختلف نمونے بھی دئے گئے ہیں، مثلاً به حیثیت مدیر، مزاح نگار، شاعر، وغیرہ وغیرہ - ان کے خطوط سے بھی یہ نمبر مزین ہے - ان کی وفات پر مختلف ادیبوں نے جو تاثرات تحریر کئے ہیں، وہ بجائے خود شوکت کی عظمت پر گواہ ہیں - یہ تاثرات مرحوم کی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہیں - انہیں پڑھکر ان کی شخصیت کی دل آویزی نمایاں ہوجاتی ہے -

طفیل صاحب نے یہ ضخیم نمبر شائع کرکے صرف اپنا حق دوستی ہی ادا نہیں کیا ہے بلکہ اردو کی ایسی خدمت کی ہے جو مدتوں نہ بھلائی جا سکیگی۔ خدا ان کے زرخیز دماغ کو اور زیادہ زرخیز بنائے تاکہ وہ دنیا کو اس جیسی اور بہت سی چیزیں دے جائیں -

شروع میں شوکت کی متعدد تصاویر دی گئی ہیں۔ ان کی بیوی بچوں کی تصویریں بھی دی گئی ہیں اور وہ تصویر بھی جسمیں شوکت صدر مملکت سے مصافحہ کر رہے ہیں -

اس نمبر کی اشاعت پر طفیل صاحب اور ان کے معاونین مستحق مبارکباد ہیں۔ اس کی ضخامت سوا چھ سو صفحات ہے - اور قیمت صرف سات روپے ہے - (ض - ا - ب)

شراب طہور

مصنف: مولانا حکیم ابوالکمال ماہر دہلوی -

ناشر: ماہر بک ڈپو - ۲۸۱ - ایف - جہانگیر ویسٹ - کراچی -

سائز: بیس تیس سولہ - صفحات ۹۴ - پیپر کور -

قیمت: ایک روپیہ -

اس کتاب میں جتنا کلام درج ہے وہ حمد و نعت پر مشتمل ہے۔ اس میں اکثر و بیشتر منظومات وہ ہیں جنہیں فاضل مصنف ریڈیو پاکستان سے نشر کر چکے ہیں - یہ نعتیں اور حمد کی نظمیں دہلی کی نکھری ہوئی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ بعض نعتیں تو سہل ممتنع کی بہترین مثالیں ہیں۔ ان نعتوں کو پڑھنے کے بعد جو پہلا تاثر دل میں قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ لکھنے والا اللہ اور اسکے رسول کی محبت سے سرشار ہے۔ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ

شاعر میں خلوص ہے۔ وہ دل کی گہرائیوں کے جذبات کو اسطرح سے نمایاں کرتے ہیں کہ پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ اسی کے اپنے خیالات ہیں ۔ (ض۔ ا ب)

الجماعت

الجماعت (کراچی) کو دنیا میں آئے ہوئے پچیس سال ہوگئے ہیں ۔ اس موقع پر جناب مدیر نے اپنا سلور جوبلی نمبر نکالا ہے اور ساتھ ہی مشترکہ طور پر عید میلادالنبی نمبر بھی ۔ زیر بحث شمارہ خاصا ضخیم ہے یعنی تقریبا ۱۰۰ صفحات کا ۔ الجماعت کے مدیر مسئول سرور صاحب کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے ۱۹۲۷ میں یہ آواز بلند کی تھی کہ مغربی صوبوں کو ملاکر ایک اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے ۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں تک پاکستان کی تجویز کا تعلق ہے، حق اولیت انہی کو پہنچتا ہے اور چودھری خلیق الزمان کا یہ دعویٰ کہ سب سے پہلے انہوں نے برطانوی وزرا کے سامنے تقسیم ملک کی اسکیم رکھی اور پاکستان کا مطالبہ کیا، بعد کی بات ہے۔ سرور صاحب کے پاس وہ پمفلٹ بھی موجود ہے جو انہوں نے اپنے مطالبہ (مسلم اسٹیٹ) کی تائید میں پنجاب اور ملحقہ صوبوں میں تقسیم کیا تھا ۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایک تقریر میں بھی یہ مسئلہ لاہور کے مسلم عوام کے سامنے پیش کیا تھا ۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ چودھری رحمت علی ہی پہلے شخص تھے جنہوں نے اس مسلم اسٹیٹ کا نام ''پاکستان'' رکھا تھا ۔

زیر تبصرہ نمبر میں میلادالنبی پر متعدد مضمون عقیدت و محبت سے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ لکھنے والوں میں مسلم بھی ہیں اور غیر مسلم بھی ، موخرالذکر میں سردار دیوان سنگھ مفتون، سوامی کلجگ آنند اور مسز بیسنٹ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

نعتوں میں ظفر علی خان، ماہرالقادری اور حفیظ جالندھری کی تخلیقات بہترین ہیں اور وہ سب کی سب اس قابل ہیں کہ بار بار پڑھی جائیں ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بہت سے فوٹوؤں کی موجودگی نے اس نمبر کو بیحد دلکش بنادیا ہے ۔ گیٹ اپ حسین اور دیدہ زیب ہے ، تمام تر آرٹ پیپر استعمال کیا گیا ہے ۔ (ض ۔ ا ب)

جام نو

یہ جام نو کے ۱۲ سالہ نمبروں کی نگارشات کا انتخاب ہے ۔ تقریباً ۱۰۰ صفحات پر نئی تخلیقات بھی دی گئی ہیں جن میں نظم و نثر دونوں شامل ہیں ۔ یہ ۳۰۰ سے زیادہ صفحات پر محیط ہے۔

اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ جام نو نے اس مدت میں اردو ادب کی کتنی خدمت کی ہے۔ یہ خدمت ایسی ہے جسپر وہ بجا طور پر فخر کرسکتا ہے ۔

مضامین زیادہ تر ادبی ہیں ۔ ایک دو مضامین تاریخی بھی ہیں۔ خواجہ عبدالمجید دھلوی اور خواجہ محمد شفیع کے مضامین جو دھلی کی دھلی ہوئی زبان میں لکھے گئے ہیں، اس نمبر کی جان ہیں ۔ ملکہٗ اودھ کی شاعری بھی قابل مطالعہ ہے۔ وفا راشدی کا مضمون " وحشت کی شاعری میں جدید رجحانات " یقیناً محنت سے لکھا گیا ہے۔ وحشت اس صدی کے ممتاز ترین شعرا میں تھے۔ " مشرقی پاکستان میں دیہاتی زندگی" (از سلیم اللہ فہمی) بھی دلچسپ ہے ۔

اس نمبر میں متعدد کہانیاں ایسی ہیں جو مزے لے لے کر پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ غزلوں اور نظموں میں یاس، جگر، وحشت، شاد عارفی، شان الحق حقی، اسد ملتانی، حمایت علی شاعر، ماہر القادری کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ اس مدت میں رسالہ کو کتنے بڑے بڑے شعرا کا تعاون حاصل رہا ہے۔

ادارہٗ جام نو اس کامیاب کوشش پر قابل مبارکباد ہے ۔

یوں تو اس خصوصی نمبر کی قیمت چار روپے ہے، لیکن ادارہ کی علم دوستی قابل داد ہے کہ اس نے طالب علموں اور لائبریریوں کو نصف قیمت پر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

J/ ۶۰ بلاک ۲ پی۔ ای ۔ سی۔ ایچ۔ ایس سے معلومات حاصل کریں ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

لالہٗ صحرا

یہ نیا سہ ماہی رسالہ ہے جو سنجرپور ریاست بہاولپور سے نکلنا شروع ہوا ہے ۔ اسکے مدیر سید مبارک شاہ جیلانی ہیں اور مدیر اعلیٰ روشن صدیقی۔ یہ دونوں نام اس بات کی ضمانت ہیں کہ پرچہ ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہوگا ۔

بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو کی شاعری پر روشن صدیقی کا مضمون دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ مقالہ نگار کو چاہئے کہ ایک اور مضمون میں وہ مسز موصوفہ کی اسلامی نظموں کو اردو نظم کا جامہ پہنائیں۔ " وادی رنگ و بو" کے ماتحت قدیم اور جدید شعرا کے کلام سے رسالہ کو زینت دی گئی ہے۔ " خضر راہ" تاریخی مضامین کے لئے وقف ہے۔ ریاست بہاولپور کے مختلف قبائل کے حالات بھی قابل مطالعہ ہیں۔ " انوار شبستان " کے عنوان کے ماتحت چند افسانے دئے گئے ہیں آبشارستان کے زیر عنوان غزلیں اور نظمیں دی گئی ہیں ۔ آخر میں پرنس دارا کی کچھ غیر مطبوعہ غزلیں درج کی گئی ہیں اس شہزادہ کا قلمی دیوان خان بہادر ظفر حسن صاحب کی تحویل میں ہے ۔

پہلی پیشکش سے مستقبل کے بارے م اچھی توقعات قائم کیجاسکتی ہیں ۔ دعا ۔ کہ یہ نیا پودا بہاولپور کی زرخیز زمی میں پرورش پاکر تناور درخت بن جائے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

کلام بے نیام

مصنف: این ۔ بی ۔ سین ناشاد دہلوی ۔
ناشر: نیو بک سوسائٹی آف انڈیا ، قرول باغ ، نئی دہلی ۔
سائز: بیس تیس سولہ ۲۷۲ ۔ صفحات مجلد ۔
قیمت: پانچ روپے ۔

ناشاد کے کلام پر اس سے قبل تبصرہ کیا جاچکا ہے ۔ اب ان کا تازہ کلام نئے عنوان سے نظر افروز ہوا ہے ۔ اس میں انہوں نے اپنے استادوں کے فوٹو بھی دئے ہیں ۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں : (۱) محروم (۲) ابر (۳) منور اور (۴) سحر ۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کے اساتذہ ایسے ہوں ، اسکا کلام جملہ سقموں پاک ہونا چاہئے ۔ مگر یہ ضرورت نہیں ہے ۔ جس طرح بعض اوقات مریض ڈاکٹر کی دی ہوئی دوا کو پھینک دیتا ہے اسی طرح بعض اوقات ناشاد بھی اپنے اساتذہ کے مشوروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور خامیوں کے لبادہ کو خود اوڑھ لیتے ہیں ۔ انہوں نے ''احوال واقعی'' میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ '' میری بے لگامی کے لئے وہ ہرگز ذمہ دار نہیں گردانے جاسکتے ''

ناشاد کی شاعری کا آغاز تقسیم کے بعد ہوا ۔ اس قلیل مدت کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کی شاعرانہ صلاحیت رو بہ ترقی ہے ۔

انہوں نے معمولی معمولی باتوں پر شعر کہے ہیں ، بعینہ جس طرح خواجہ حسن نظامی صاحب نے معمولی معمولی عنوانات پر مضامین لکھے ہیں ۔ یہ معمولی باتیں عام شاعر کے دماغ میں نہیں آتیں ۔ وہ واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں اور پھر ان پر بے دھڑک طنز کر بیٹھتے ہیں ۔ خواہ آپ متفق ہوں یا نہ ہوں ، لیکن آپ طنز سے ضرور لطف اندوز ہوں گے ۔ یہ مجموعہ پہلے دو مجموعوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اس لئے کہ اس میں پختگی زیادہ ہے ۔

ابر احسنی نے ہلکے پھلکے انداز میں کلام بے لگام کی کہانی ۶۴ صفحات میں بیان کی ہے ۔ یہ بھی تمامتر پڑھنے کے قابل ہے اس کے مطالعہ سے آپ ناشاد کی شاعری کے بہت سے پہلوؤں سے شناسا ہوجائیں گے

کتاب مصنف کی دو تصویروں سے مزین ہے ۔ لکھائی چھپائی بہت حسین ہے ۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

اصغر گونڈوی

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ نے اردو شاعری کا انتخابی سلسلہ شروع کیا ہے جس میں بیس تیس سائز پر ۶۴ صفحات میں اس دور کے ممتاز شعرا کا منتخب کلام پیش کیا گیا ہے ۔ اب تک اختر شیرانی ، مجاز ، مخدوم ، جذبی ، احمد ندیم قاسمی ، آزاد ، کیفی ، عرش ، وجد ، مجروح اور اثر کے کلام پر کتابچے شائع کئے گئے ہیں ۔ اس سلسلہ کی ہر کڑی کی قیمت ۵۰ پیسے ہے ۔ یہ ان لوگوں کے لئے مرتب کیا گیا ہے جو کم فرصتی کی وجہ سے شاعر کے پورے کلام کا مطالعہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں ۔

اصغر گونڈوی کا مجموعہ کلام نشاط روح کے نام سے عرصہ ہوا شائع ہوا تھا ۔ مگر اب وہ تقریباً نایاب ہے ۔

زیر تبصرہ انتخاب میں ان کی بعض بہترین غزلیں جمع کردی گئی ہیں ۔ اصغر اپنی انفرادیت کی وجہ سے جس منزل تک پہنچ گئے ہیں مشکل سے دوسرے شاعروہاں تک پہنچ سکینگے ۔ ان کے کلام میں وہ تمام خصوصیتیں موجود ہیں جو ایک بڑے شاعر کے کلام میں لازماً پائی جاتی ہیں ۔ ان کے تخیل میں بلندی ہے ندرت ہے ' اور تصوف کی چاشنی ہے ۔ ان کا کلام پڑھتے وقت قاری ایک خاص قسم کا روحانی سرور محسوس کرتا ہے ۔ یقین ہے یہ سلسلہ قبولیت عامہ حاصل کریگا ۔

لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے سرورق آرٹ کارڈ پر چھاپا گیا ہے ۔ تصویر کے ساتھ ساتھ حالات زندگی بھی دئے گئے ہیں ۔
(ض - ا - ب)

اسلامی زندگی اور موجودہ مسلمان

یہ کتابچہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے لکھنے والے ہیں مولوی سید محمد سالم حسینی ۔ یہ ایک تقریر ہے جو تین سال قبل دی گئی تھی ۔ اب اسے اضافوں کے ساتھ الگ چھاپا گیا ہے ۔ اس میں مصنف نے قرآن اور حدیث کی سند پر ان تمام رسوم پر روشنی ڈالی ہے جو اسلام کے نام سے ہماری زندگی میں داخل ہوگئی ہیں ۔ مگر وہ اسلامی نہیں ہیں ۔ فاضل مولف نے مسلمانوں کو سیدھی سادی سچی اسلامی زندگی گزارنے کی تلقین کی ہے ۔ قیمت چھ آنے ہے اور مکتبہ نظام کرنل گنج ، کانپور سے مل سکیگا ۔

نئی کتابیں

* ڈاکٹر گوپی چندنالک (دھلی) نے " ادبی تحریریں " شائع کی ہیں ۔ یہ کتاب ڈاکٹر زور کے مختلف ادبی اور تاثراتی مضامین کا مجموعہ ہے ۔

* خدائے سخن کے نام سے ادریس صدیقی ایم - اے - نے میر کے کلام پر مبسوط کتاب لکھی ہے جسے مکتبہ عزم و عمل ، ۲۰/۶۱۳ کی جانب سے شائع کیا گیا ہے ۔

* " روزگار فقیر " کا دوسرا ایڈیشن تیرہ سال بعد حال میں شائع ہوا ہے مرتب ہیں فقیر سید وحیدالدین ۔

* ابو سلمان شاہ جہاں پوری "مکاتیب امام الھند " کے نام سے مولانا ابوالکلام آزاد کے مکاتیب کا نیا مجموعہ شائع کر رہے ہیں ۔ اس میں سب سے زیادہ حضرات کے نام ' سب سے زیادہ طویل زمانے کے اور سب سے زیادہ تعداد میں مکاتیب ہیں ۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین احمد برنی بی - اے -
گنپت لکھراج روڈ ، کراچی-۱

مطبوعہ لیکچرل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی - میکلوڈ روڈ - کراچی

اکیڈمی لائبریری

کلاسیکی ، معیاری ادب اور ارزاں قیمت

اردو میں "پینگوئن سیریز" کا نقش اول جس کی ابتدا جون ۱۹۶۰ء میں کی گئی تھی اور جو سستی کتابوں کے کئی سلسلے نکل آنے کے باوجود متنوع مضامین اور معیاری انتخاب کی وجہ سے آج بھی نمایاں ، ممتاز اور منفرد ہے

* —— تین سیٹ شائع ہو چکے ہیں —*— چوتھا سیٹ زیر طبع ہے —— *

پہلا سیٹ

(۱) مثنوی گلزار نسیم
از ۔ دیا شنکر نسیم ،
مقدمہ وقار عظیم : ۱-۲۵
(۲) فسانہ مبتلا ، مع فرہنگ
از مولوی نذیر احمد ۲-۵۰
(۳) مضامین سرسید،
تبصرہ مولوی عبد الحق ۔
سوانح ڈاکٹر اعجاز حسین ۱-۲۵
(۴) افادات مہدی
تبصرہ مولوی عبدالحق ۔
از مہدی حسن افادی ۰-۷۵
(۵) انتخاب مقالات شبلی
از شبلی نعمانی ۱-۲۵
(۶) دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۲-۰۰
(۷) نذیر احمد کی کہانی
کچھ ان کی کچھ اپنی زبانی
مرزا فرحت اللہ بیگ ۱-۲۵
(۸) آزادی و تہذیب از جان ڈیوی
مترجم ڈاکٹر عبادت بریلوی
۲-۵۰
(۹) اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر
از علامہ شبلی نعمانی ۱-۲۵
(۱۰) الفوز الکبیر ، از شاہ ولی اللہ
تذکرہ سلیم عبداللہ ۲-۲۵
(۱۱) اصل الذین (مزاحیہ ناول)
از سجاد حسین ۱-۲۵
(۱۲) [illegible]
مرتبہ [illegible] باقر ۱-۲۵

دوسرا سیٹ

(۱) شاہد رعنا (ناول)
از قاری سرفراز حسین ۲-۰۰
(۲) توبۃ النصوح (ناول)
از مولوی نذیر احمد ۲-۰۰
(۳) ضدی (ناول)
از عصمت چغتائی ۱-۲۵
(۴) چوٹیں ۔ پیش لفظ کرشن چندر
از عصمت چغتائی ۱-۷۵
(۵) باغ و بہار ۔
از میر امن دہلوی
تذکرہ و تبصرہ سید
ابو الخیر کشفی ۲-۰۰
(۶) شریف زادہ از محمد ہادی رسوا
مقدمہ ڈاکٹر احسن فاروقی ۱-۵۰
(۷) مریم مجدلانی
مصنف ماریس ماترلنک مترجم
وحشی محمود آبادی ۱-۲۵
(۸) دیوان غالب
مطابق طاہر ایڈیشن ۱-۲۵
(۹) امراؤ جان ادا
از مرزا محمد ہادی رسوا ۔
تنقید و تبصرہ
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۳-۰۰
(۱۰) اختری بیگم ، (ناول)
از مرزا محمد ہادی رسوا ۲-۰۰
(۱۱) بوڑھا اور سمندر
مصنف [illegible] ہمنگ وے
ترجمہ و [illegible] ابن سلیم ۲-۰۰
(۱۲) [illegible] تنقیدی شعور
از [illegible] انصاری ۱-۷۵

تیسرا سیٹ

(۱) دیوان خواجہ میر درد
مرتبہ عبدالباری آسی ۱-۵۰
(۲) مقدمہ شعر و شاعری
از خواجہ الطاف حسین حالی
۱-۷۵
(۳) نیرنگ خیال ۔ محمد حسین آزاد
مقدمہ و تبصرہ
از ڈاکٹر اسلم فرخی ۱-۷۵
(۴) یادگار غالب ۔ حصہ اول
خواجہ الطاف حسین حالی ۱-۷۵
(۵) یادگار غالب ، (جلد دوم) ۔
خواجہ الطاف حسین حالی ۲-۲۵
(۶) زاد راہ (افسانے)
از منشی پریم چند ۲-۷۰
(۷) موازنہ انیس و دبیر
از علامہ شبلی نعمانی ۳-۰۰
(۸) ایک ملکہ ایک محبوبہ
مترجم عمر عامر
(نپولین اور اس کی محبوبہ کے
خطوط) ۱-۵۰
(۹) چھوئی موئی (افسانے)
از عصمت چغتائی (زیر طبع)
(۱۰) قصص ہند (تاریخی واقعات)
محمد حسین آزاد (زیر طبع)
(۱۱) عود ہندی
از مرزا غالب (زیر طبع)
(۱۲) کلیات آتش
مرتبہ و مقدمہ سید وقار عظیم
(زیر طبع)

ناشر : اردو اکیڈمی سندھ
۱۶ بہادر شاہ مارکیٹ [illegible] کراچی
[illegible] رحمت بلڈنگ [illegible] کراچی

Regd. No. S. [illegible]

KITÂBI DUNYA, KARACHI

کتابی دُنیا

مدیر اعزازی: (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ:

ضیاءالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ☆ دسمبر ۱۹۶۳ ع ☆ شمارہ ۱۲

مندرجات

مراسلات

خواجہ غلام السیدین کا گرامی نامہ

اتفاق کا ہاتھ بہت لمبا ہوتا ہے۔ آپ کی قابل قدر تصنیف " عظمت رفتہ " کہاں میرے ہاتھ آئی ؟ اس مقام پر جہاں میں یونیورسٹی کے ایسٹ ویسٹ سینٹر کی دعوت پر چند ماہ کے لئے آیا ہوا ہوں! اس سینٹر میں ہندوستان اور پاکستان کی مختلف زبانوں کی مطبوعات بھی جمع کیجارہی ہیں۔ اتفاق سے اس کمرہ میں تھا تو اردو کے ذخیرے میں آپ کی کتاب نظر پڑی۔ کہہ نہیں سکتا کہ کس قدر شوق اور دلچسپی سے میں نے ان تمام لوگوں کے قلمی خاکے پڑھے جنکو آپ نے اس میں جمع کیا ہے۔ آپ نے اچھے لوگوں کا انتخاب کیا اور ان کی خوبیوں ہی پر نظر ڈالی۔ مجھے اس نقطہ نظر سے اتفاق ہے۔ دنیا کو انسان کا روشن رخ دکھانے کی ضرورت ہے۔ برائیاں تو ہر طرف نظر آتی ہیں اور برائی پسند لوگ ہمیشہ اس کو تلاش کرلیتے ہیں۔ ان خاکوں میں ان قدروں کا جلوہ نظر آتا ہے جو ہماری پرانی تہذیب کے بہترین نمونوں میں تھیں (عام تو نہیں تھیں) اور افسوس ہے کہ ان کا چلن کم ہوتا جاتا ہے جسکی وجہ سے آپ نے اس عظمت کو " رفتہ " کے ساتھ منسوب کیا ہے۔...

ہونولولو (ہوائی)

مخلص

غلام السیدین

۳ دسمبر ۱۹۶۳

جلیل قدوائی صاحب کا عنایت نامہ

محبی۔ تسلیم

کتابی دنیا کے تازہ شمارہ میں اصغر گونڈوی مرحوم کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ " ان کا مجموعہ کلام نشاط روح کے نام سے عرصہ ہوا شائع ہوا تھا مگر اب تقریباً نایاب ہے "۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا صرف ایک ہی مجموعہ شائع ہوا تھا۔ مگر ان کا مجموعہ کلام " سرود زندگی " کے نام سے بھی چھپ چکا ہے اور ان کی زندگی میں نشاط روح کی طرح مقبول ہوگیا تھا۔ نشاط روح مرزا احسان احمد اور اقبال سہیل کے پیش لفظ اورمقدمہ کے ساتھ شائع ہوا تھا اور سرود زندگی پر سر تیج بہادر سپرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریظات تھیں۔ تعجب ہے آپ نے نامکمل اطلاع شائع کی۔ یہ بھی غلط ہے کہ اصغر کا کلام اب نایاب ہے۔ لاہور کا کوئی ناشر ہر دو مجموعے شائع کر چکا ہے، اور پاکستان میں آسانی سے ملتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا پاکستانی ایڈیشن ترقی اردو بورڈ سے میرے پاس آئے تھے۔ کیا آپ میرا یہ خط عام اطلاع کے لئے شائع کردینگے ؟ شکریہ۔ والسلام

خاکسار

جلیل قدوائی



تبصرے

نوٹ : تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے ۔

مکتوبات سلیمانی

مرتب: مولانا عبدالماجد دریابادی ۔
ناشر : صدق جدید بک ایجنسی، لکھنؤ ۔ انڈیا
سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ صفحات ۲۹۸ مجلد
قیمت : پانچ روپے ۔

یہ مکتوبات وہ ہیں جو سید سلیمان ندوی نے وقتاً فوقتاً مولانا عبدالماجد دریابادی کو لکھے ۔ انکی صحیح تعداد تو معلوم نہیں اسلئے کہ بقول ماجد صاحب تقریباً ۵۰۰-۶۰۰ خطوط دست برد زمانہ کی نذر ہوچکے ہیں ۔ فی الحال مولانا ماجد کے پاس ان کے ۳۷۲ مکتوبات ہیں جنمیں سے ۲۳۰ پہلی جلد میں آگئے ہیں، اور باقی دوسری جلد میں آئینگے ۔

نجی خطوط کے بارے میں بعض لوگ نہیں چاہتے کہ وہ کبھی بھی منظر عام پر آئیں ۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ یہ خطوط آزاد ماحول میں لکھے جاتے ہیں، اور ان میں بعض ہم عصروں پر نکتہ چینی بھی ہوتی ہے اسلئے ضرورت ہے کہ ان کے نظریہ کی وضاحت کے لئے انہیں جوں کا توں شائع کردیا جائے ۔ میں بھی اسی طبقہ کا ہم خیال ہوں ۔

زیر تبصرہ خطوط میں نجی امور کے ساتھ ساتھ بہت سی ایسی مفید باتیں بھی آگئی ہیں جو تاریخی اعتبار سے بیحد اہم ہیں ۔ ان کی روشنی میں ۵۰ سال پہلے کے بہت

سے اشخاص کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ان خطوط سے مولانا ابوالکلام آزاد اور سید سلیمان ندوی کے باہمی تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح وفد خلافت کے بارے میں بھی چند ایسے مباحث درج ہوگئے ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وفد کو کن کن دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑا تھا اور وہ کیا خدمات ہیں جو وفد کے مختلف ارکان نے اپنے قیام یورپ میں انجام دیں۔ یہ سب باتیں اب تاریخ کا جزو ہیں۔ ایسی صورت میں اگر یہ خطوط غیر مطبوعہ رہتے تو دنیا بہت سی کارآمد معلومات سے محروم رہ جاتی۔

نجی خطوط اپنا الگ مقام رکھتے ہیں اور دنیا کا کوئی دوسرا ادب ان کی جگہ نہیں لے سکتا۔ یہ خطوط شائع کرکے مولانا عبدالماجد نے عظیم ادبی خدمت انجام دی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ سیکڑوں توضیحی حاشیوں نے ان خطوط کی افادیت میں اضافہ کردیا ہے اسلئے کہ اگر یہ حاشیے نہ ہوتے تو خطوط کے حوالہ جات غیر مبہم رہتے۔ ان خطوط سے خود سید صاحب کی سیرت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ (ض۔ا۔ب)

(سب رس) زور نمبر

یہ ۔۔۔م صفحات کا زور نمبر ہے۔ اس میں مرحوم کے دوستوں، عزیزوں اور مداحوں نے اپنے اپنے تاثرات تحریر کئے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کا بھی ایک تاثر درج نمبر کیا گیا ہے جو بہت عرصہ پیشتر تحریر کیا گیا تھا۔ لکھنے والوں میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی، لیکن ان سب نے بہ حیثیت انسان کے اور اردو کے خادم کے مرحوم کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ مختلف مضامیں پڑھنے کے بعد زور کی عظمت کا نقش دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہ اپنی ذات سے ایک ادارہ تھے۔ اس مختصر سی عمر میں ان کے گوناگوں کارناموں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ عثمانیہ یونیورسٹی کے معنوی فرزند تھے۔ ان کی وجہ سے عثمانیہ یونیورسٹی

بھی مادر علمی کی عزت دل میں جم جاتی ہے۔

اس نمبر کے تین حصے ہیں۔ پہلے میں نثری مضامین ' دوسرے میں نظمیں اور تیسرے میں خود زور مرحوم کے کچھ مضامین وغیرہ ہیں۔ یہ نمبر جامع ہے اور زور صاحب کی پوری شخصیت اسمیں آگئی ہے۔ یہ نمبر متعدد تصاویر سے مزین ہے۔

مدیرس نے یہ ضخیم نمبر شائع کرکے اپنا وہ حق ادا کیا ہے جسے صرف وہی ادا کرسکتا تھا۔

قیمت چھ روپے ہے۔ (ض۔ ا۔ ب)

MUSLIM POLITICAL MOVEMENT
Early Phase

یہ کتاب مسلمانان ہند و پاکستان کی سیاسی تحریک کے ابتدائی ادوار سے بحث کرتی ہے، اور اسکے مؤلف جمیل الدین احمد ہیں۔ کتاب بیس تیس سولہ سائز پر چھاپی گئی ہے اور ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

ہندوستان میں تقسیم کے بعد سے سیاسی لٹریچر میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ پاکستان میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں ہم اس چھوٹی سی کتاب کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں اسلئے کہ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ ہم سیاسی میدان میں کس طرح اور کب داخل ہوئے، راستہ کے موانعات کیا تھے، اور ہماری کن کن لوگوں نے رہبری کی اور کچھ کن منازل سے گزر کر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

اس میں بارہ باب ہیں۔ بعض کے عنوان یہ ہیں۔ سر سید کا کارنامہ، مسلم بیداری، مسلم لیگ کا قیام، شملہ کا وفد، جداگانہ انتخابات، تقسیم بنگال، لکھنو پیکٹ وغیرہ۔ ان عنوانات کے ماتحت فاضل مولف نے مختصراً ضروری امور اس طرح سے بیان کردئیے ہیں کہ آج کا قاری واقعات کی رفتار سے بخوبی واقف ہوسکتا ہے۔

ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ شملہ کا وفد جسمیں جداگانہ انتخابات کا

حق مسلمانوں کو دیا گیا تھا تنہا نواب محسن الملک کی کوششوں کا نتیجہ تھا اور یہ کہنا کہ وہ حکومت کے اشارہ پر بھیجا گیا تھا، غلط ہے۔

مولانا محمد علی مرحوم نے سب سے پہلے اسے Command Performance قرار دیا تھا اور اسکے بعد صوبہ بمبئی کے مولوی رفیع الدین احمد نے بھی ایک آرٹیکل میں جو "بمبئی کرانیکل" میں شائع ہوا تھا، اس کی تائید کی اور یہ دونوں بزرگ وہ تھے جو اس وفد میں شریک تھے۔ اس مسئلہ پر تحقیق مزید کی ضرورت ہے تاکہ آیندہ کسی غلط فہمی کا امکان باقی نہ رہے۔

کتاب مورخانہ انداز میں لکھی گئی ہے، اور اس کی قیمت ساڑھے تین روپے ہے۔
(ض ۔ ا ۔ ب)

شاد کی کہانی شاد کی زبانی

مرتب: پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی۔
ناشر: انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ، انڈیا۔
سائز: اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۲۸۱۔
قیمت: پانچ روپے۔

یہ خان بہادر مولانا سید علی محمد شاد عظیم آبادی کی خود نوشت سوانح حیات ہے جسے پروفیسر محمد مسلم نے ترتیب دیا ہے اور اپنی معلومات کی بنیاد پر بہت سی باتوں کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے سے مسلمانوں کی گذشتہ سو سال کی سوشل لائف سامنے آجاتی ہے۔ شاد اپنے دور کے بڑے بڑے انگریزوں سے بھی روابط رکھتے تھے اور اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ انگریز نہ ہوتے تو شاد اتنی ترقیاں نہ کر پاتے۔

کتاب کے آخر میں ان کی تصنیفات، تالیفات اور شاعری سے بھرپور بحث کی گئی ہے۔ ان کی بہت سی کتابیں بڑی ضخیم ہیں اور فاضل مرتب کو چاہئے کہ ان کی تصانیف کومنظر عام پر لائیں، بالخصوص "مردمان دیدہ"، کو جو یقیناً موجودہ دور والوں کے لئے حوالہ کا کام دیگی۔

شاد کی شاعری کے اقتباسات کے ساتھ ساتھ ان کا ایک طویل خط بھی جو نواب عمادالملک بلگرامی کے نام بھیجا گیا تھا، شامل کتاب کرلیا گیا ہے۔ یہ خط پڑھنے کی چیز ہے اسلئے کہ اسکے ذریعہ خود شاد کی زندگی اور کردار کے کچھ گوشے نمایاں ہوجاتے ہیں -

شاد صاحب بڑی کٹھن منزلوں سے گزر چکے ہیں اور اسلئے ان کی زندگی اپنے اندر درس عبرت بھی رکھتی ہے۔

یہ سوانح عمری ایسی ہے کہ اسے ضرور شایع ہونا چاہئے تھا۔ کتاب مصنف کی تصویر سے مزین ہے۔ مسلم صاحب کا " تتمہ " بھی قابل مطالعہ ہے اسلئے کہ اسکے ذریعہ سوانح حیات کے بعض رخ نمایاں ہوگئے ہیں ۔ یہ کتاب ہمارے ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔

(ض۔ ا۔ ب)

بوستان سعدی

مترجم: مولوی شمس‌الحسن بریلوی ۔

ناشر : ایچ ۔ ایم سعید کمپنی ، پاکستان چوک، کراچی ۔

سائز: بیس تیس آٹھ۔ صفحات ۳۲۸ ۔ڈبیزکور

قیمت : ساڑھے پانچ روپے ۔

پچھلے مہینہ گلستان پر طویل تبصرہ کیا جا چکاہے۔ اب سعدی کی دوسری مشہور عالم کتاب " بوستان" پر تبصرہ کیا جارہا ہے متن جلی حروف میں ہے اور ترجمہ باریک حروف میں ، ایک کے اوپر ایک ۔ ترجمہ اصل کے قریب ہے اور جہاں تک میں دیکھ سکا ہوں خاصا با محاورہ بھی ہے۔ لکھائی چھپائی سب دیدہ زیب ہیں ۔

میرے خیال میں کوئی لائبریری اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک گلستان و بوستان اس میں موجود نہ ہوں ۔

یقین ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ اس کی پوری طرح سرپرستی کریگا ، اسلئے کہ پریس نے جو علمی سلسلہ شروع کیا ہے وہ بجائے قابل قدر چیز ہے۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

شمیم کرمانی

شمیم کرمانی ۱۹۱۶ء میں اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے ۔ ان کا شمار اردو کے اچھے شاعروں میں ہوتا ہے ۔ ان کی نظموں کے کئی مجموعے اب تک شائع ہو چکے ہیں ۔ بچوں کے لئے بھی انہوں نے متعدد انگریزی نظموں کا ترجمہ کیا ہے ۔

ان کے کلام میں کافی پختگی اور جان ہے ۔ ان کی زندگی کا پہلا شعر یہ تھا ۔

دیکھ کر میکدے پر ابر بہار
رند مفلس کی آنکھ بھر آئی

زیر تبصرہ انتخاب میں بیشتر حصہ نظموں کا ہے ۔ خواجہ غلام السیدین، مہاتما گاندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی شان میں جو نظمیں کہی گئی ہیں وہ بہت بلند پایہ ہیں ۔ اسی طرح مدفن غالب والی نظم بھی جو مزار غالب کے سامنے بیٹھ کر کہی گئی تھی ' عظمت غالب پر گواہ ہے ۔ ان کی ایک غزل کے دو شعر ملاحظہ ہوں ۔

وہ ہیں ساقی تو پھر ہم کو بادہ کشو
کیا چمن کی ہوس کیا بہاروں کا غم
ان کی رنگیں نگہ جس طرف اٹھ گئی
پھول بکھرا گئی رنگ برسا گئی
رنگ خوشبو صبا چاند تارے کرن
پھول شفق آبجو چاندنی
ان کی دلکشی جوانی کی تکمیل میں
حسن فطرت کی ہر چیز کام آ گئی

به سلسله انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ نے ان لوگوں کے لئے شروع کیا ہے جو فرصت نہ ہونے کے باعث شاعروں کے پورے کلام سے بہرہ اندوز نہیں ہوسکتے ۔ کور آرٹ پیپر پر چھپا ہے اور اس پر مصنف کی تصویر بھی دیدی گئی ہے ۔ قیمت ۷۵ پیسے ہے ۔ (ض - ا - ب)

ضروری اعلان

خریداروں کی خدمت میں

۱ - کیا آپ نے ۱۹۶۳ کا چندہ ادا کر دیا ہے؟
۲ - کیا آپ نے پچھلے واجبات ادا کردئیے ہیں؟

نہ کئے ہوں تو جلد توجہ فرمائیں ۔ منیجر

الم مظفر نگری

انجمن ترقی اردو (ھند) نے اردو شاعروں کا جو انتخابی سلسلہ شروع کیا ہے زیر تبصرہ کتاب اسی کی ایک کڑی ہے ۔ الم صاحب کا نام محمد اسحاق ہے اور وہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ھیں ۔ سیماب کے شاگردوں میں ھیں اور اردو میں میر و غالب اور فارسی میں عرفی و نظیری کی پیروی کرتے ھیں ۔ ان کے کلام کے مجموعے لاہور اور دھلی سے سے شائع ہوچکے ھیں ۔

زیر نظر انتخاب کے دو حصے ھیں ، پہلا حصہ نظموں پر اور دوسرا غزلوں پر مشتمل ہے ۔ ان کے چند شعر پڑھئے اور لطف اٹھائیے :

دونوں جہاں کے مرتبے جچتے نہیں نگاہ میں
جب سے الم بنا دیا دل نے مجھے غلام عشق

گلوں پہ کون گلستاں میں اعتبار کرے
جنون عشق کی کرتے ھیں خود یہ پردہ دری

دل مسلم کبھی ہوتا تھا خوش دیدار سے اسکے
مگر اب تو رھیں گردش ایام ہے ساقی

لکھائی چھپائی بہت ستھری ہے ۔ کور پر مصنف کی تصویر بھی دی گئی ہے ۔ اٹھارہ تیئیس سائز کے ۹۶ صفحات پر یہ منتخب کلام مشتمل ہے ۔ قیمت ۵۰ پیسے ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

لطیفے ہی لطیفے

مترجم و مرتب : پروفیسر حسن الاعظمی ازھری ۔

ناشر : الازھر پرنٹرز اینڈ پبلشرز کوآپریٹو سوسائٹی لمیٹیڈ ۔ ۴۴ اورنگ زیب مارکیٹ ، مقابل ریڈیو پاکستان، کراچی ۔

سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۱۴۴ ۔

قیمت : ایک روپیہ آٹھ آنے ۔

یہ لطائف کچھ تو عربی سے ترجمہ کئے گئے ھیں اور کچھ اخبارات و رسائل سے لئے گئے ھیں ۔ شروع میں مترجم نے ھنسی کے فلسفہ سے بحث کی ہے اور اسے زندگی کے لئے ضروری قرار دیا ہے ۔ اس کے بعد لطیفوں کے بارے میں مختلف اقوال پیش کئے گئے ھیں جن میں ھنسی اور قہقہہ کی اھمیت پر زور دیا گیا ہے ۔

لطیفوں کی کل تعداد ۳۱۶ ہے ۔ ان میں بعض تو ایسے ھیں جو اپنے اندر خاص ندرت رکھتے ھیں ۔ بعض ایسے ھیں جنہیں پڑھکر طبیعت پھڑک اٹھتی ہے ۔ بیشتر تعداد ایسے ہی لطیفوں پر مشتمل ہے ان سے جہاں ذھانت ٹپکتی ہے وھاں سبق بھی ملتا ہے ۔ سرورق جاذب نظر ہے ۔

یہ کتاب ھمارے لائٹ لٹریچر میں اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

سورج کی بیٹی

الازہر پرنٹرز اینڈ پبلشرز کوآپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ کراچی ، نے بچوں کے لئے کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا ہے - پہلی کہانی " سورج کی بیٹی" ہے جو ۳۵ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے - کہانی کا انداز نیا ہے - اور بچے یقیناً اسے شوق سے پڑھینگے - میں نے خود اسے دلچسپی سے پڑھا - قیسی رامپوری پرانے لکھنے والے ہیں اور وہ بچوں کی نفسیات سے خوب واقف ہیں - ان کی طرز تحریر سادہ اور شگفتہ ہوتی ہے۔ کہانی مصور ہے - یہ سترہ ستائیس آٹھ پر چھاپی گئی ہے - قیمت ستر ئٹے پیسے ہے جو قدرے زیادہ ہے - لکھائی چھپائی صاف ہے - (ض - ا - ب)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا

۱۰ نومبر ۱۹۶۳ کو مصطفیٰ کمال پاشا کی ۲۵ ویں برسی تھی - یہ جدید ٹرکی کے بانی ہیں - یونیسکو نے یہ دن " یوم اتاترک، کے طور پر منایا ہے -

مصطفیٰ کمال ۱۸۸۰ میں سیلونیکا میں پیدا ہوئے تھے - ۷ برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اس کے بعد سے غور و پرداخت کا سارا بار ان کی والدہ پر آن پڑا۔ انہوں نے سیلونیکا اور مناستر کے کیڈٹ اسکولوں میں تعلیم پائی - ۱۸۹۹ میں وہ قسطنطنیہ کے حربی کالج میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۰ میں وہاں سے اسٹاف کپتان بن کر نکلے۔ طالب علمی سے یہ اپنی خداداد ذہانت کے لئے مشہور تھے - مقرر بھی بہت اچھے تھے - انجمن اتحاد و ترقی کی خفیہ کمیٹی کے بھی رکن تھے - اطالوی اور بلقانی جنگوں میں انہوں نے نمایاں حیثیت سے ملک کی خدمت کی - جب پہلی جنگ عظیم چھڑی تو یہ صوفیہ میں ملٹری اطاشے تھے - خود ان کی درخواست پر انہیں استنبول بلالیا گیا تاکہ وہ جنگ میں پوری طرح سے حصہ لیں - انہوں نے ۱۹۱۵ میں دردانیال کی قابلیت سے مدافعت کی اور برطانیہ اور فرانس کی متحدہ فوجوں کو گھسنے نہیں دیا - ۱۹۱۶ میں انہوں نے مشرقی محاذ پر روسی افواج کو زبردست شکست دی ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ کو مدروس کے مقام پر التوائے جنگ کا عہد نامہ مرتب ہوا اور انہیں استنبول واپس بلالیا گیا -

جنگ کے بعد استنبول کے حالات بد سے بدتر ہورہے تھے اسلئے مصطفیٰ کمال نے اناطولیہ جانے کا ارادہ کیا - سلطان وحیدالدین کو ان کے دلی ارادوں کا مطلق علم نہ ہوسکا اور اس لئے اس نے انہیں وہاں فوج کا انسپکٹر جنرل مقرر کردیا - انہیں یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ وہاں امن و امان برقرار رکھیں اور افواج سے ہتھیار رکھوائیں۔

مصطفیٰ کمال ۱۹ مئی ۱۹۱۹ کو بحر اسود کی بندرگاہ سیمسون پہنچے، لیکن وہاں انہوں نے سلطانی ہدایات پر عمل کرنے کی بجائے افواج کو منظم کرنا شروع کردیا تاکہ وہ اتحادیوں اور ان کے حلیفوں کا

مقابلہ کریں ۔ انہوں نے کاظم قرابکر پاشا جیسے لیڈروں سے تعلق پیدا کیا اور ملک کو مدافعت کے لئے تیار کیا ۔ انہوں نے رفتہ رفتہ ساری قوم کو اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے آمادہ کرلیا ۔

انہوں نے اناطولیہ اور یوروپین ٹرکی کی مدافعت کے لئے نیشنل اسمبلی کی تشکیل دی جس کے صدر خود مصطفیٰ کمال قرارپائے۔ اسی اثنا میں انہیں انسپکٹر جنرل کے عہدہ سے بر طرف کردیا گیا اور ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دئیے گئے۔ انہوں نے وزیر اعظم فرید پاشا پر زور دیکر قومی اسمبلی کا جلسہ منعقد کرایا مگر اتحادی طاقتوں نے ایسے منتشر کر دیا اور بڑے بڑے لیڈروں کو مالٹا میں جلا وطن کردیا اسی اثنا میں مصطفیٰ کمال اناطولیہ چلے آئے اور وہاں قوم کے پراگندہ لیڈروں کو جامع کر کے گرانڈ نیشنل اسمبلی کی بنیاد ڈالی ۔ اس کے بعد انہوں نے تمام کاموں کی رہنمائی اپنے ہاتھ میں لیلی اور ملک کو آزاد کرانے کی مہم کا آغاز کردیا۔ قوم اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے گھری ہوئی تھی ۔ ایک طرف یونان ، فرانسیسی اور آرمینی ملک پر حملہ آور ہو رہے تھے اور دوسری طرف خود سلطان اتحادیوں کے اشاروں پر ناچ رہا تھا ۔ ۱۹۲۱ میں یونانیوں کا زبر دست حملہ شروع ہوا یونان کے بادشاہ قسطنطین نے اپنے خواب کی تعبیر کو مکمل ہوتے دیکھ کر انقرہ کی طرف بڑھنا شروع کیا ۔ اس کا خیال تھا کہ وہ پرانی باز نطینی سلطنت کا احیا کرکے جامعہ صوفیہ پر پھر سے صلیب نصب کرے گا ۔ اس وقت حالات عجیب پراگندگی میں تھے ۔ اسی حالت میں مصطفیٰ کمال نے کمانڈر انچیف کی پوری ذمہ داری سنبھالی اور ۲۲ دن مسلسل تک جنگ کرنے کے بعد دریائے سقاریہ کے مشرقی کنارے سے یونانیوں کو دھکیل کر جنگ کا پانسا پلٹ دیا سقاریہ کی یہ جنگ اپنے دور کی اہم ترین جنگ تھی۔ آزادی کی جنگ جیت لی گئی۔ یونانی اور اتحادی افواج سر زمین ٹرکی سے دھکیل دی گئیں۔ اس کے بعد قوم نے مصطفیٰ کمال کو غازی کا شاندار لقب عطا کیا ۔

مصطفیٰ کمال کا سب سے شاندار کارنامہ ۱۹۲۲ کا وہ حملہ ہے جس کے نتیجہ میں ٹرکی کے سارے دشمن ملک سے باہر دھکیل دئیے گئے تھے اس حملہ نے سیورے کے معاہدے کو چاک کردیا اور اس کی بجائے لازان کا معاہدہ ترتیب دیا گیا جس میں ٹرکی کو آزاد سلطنت کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ نہ صرف زبردست سپاہی تھے بلکہ قدرت کی طرف سے مافوق الفطرت قابلیتیں لیکر آئے تھے ۔ وہ اپنی مہموں میں کبھی ناکام نہیں رہے ۔ مگر جنگی فتوحات ان کی زندگی کا صرف ایک رخ پیش کرتی ہیں۔ وہ زبردست مدبر بھی تھے اور ان کے تدبر کی دھاک سارے یورپ پر بیٹھی ہوئی تھی ۔ وہ جب میدان میں آئے ٹرکی ” مرد بیمار “ تھا اور وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو ٹرکی ہر لحاظ سے ایک نہایت طاقتور اور جاندار ملک بن چکا تھا ۔ ٹرکی پائندہ باد ۔

خبریں

نیشنل بک سنٹر کے انعامات

نیشنل بک سینٹر کراچی ۱۹۶۳ میں چھپنے والی کتابوں کی بہترین طباعت و آرائش پر ۱۹۶۴ میں ۸ ہزار روپے کے انعامات تقسیم کریگا ۔ چار ہزار اردو کے لئے اور چار ہزار بنگالی کے لئے عام قارئین کے لئے مطبوعہ کتابوں پر پہلا انعام ایک ہزار روپے، دوسرا پانچ سو کا ہے۔ بچوں کی چھپی ہوئی کتابوں پر پہلا انعام ایک ہزار روپے اور دوسرا پانچ سو روپے کا ہے ۔ کتاب کے بہترین گرد پوشی ، نقوش اور تزئین پر پانچ پانچ سو روپے کے دو انعامات دئے جائینگے۔ ہر کتاب کی دو جلدیں ۱۰ جنوری ۱۹۶۴ تک سینٹر کے دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں ۔

———

بزم سیماب کا اجتماع

۲ نومبر کو یوم انقلاب کی تقریب میں ایک ادبی اجتماع ہوا جسکی صدارت ضیاء الدین احمد برنی نے کی ۔ شروع میں سید ہاشم رضا سیکریٹری وزارت صحت اور ڈاکٹر محمد عبداللہ کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے جلسہ میں ادبی ، معاشرتی اور تہذیبی سر گرمیوں کے متعلق تقریریں کی گئیں اور اس کے بعد انقلابی مشاعرہ ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر عندلیب شادانی نے کی ۔

مظفر صدیقی کا نیا پتہ

منظر صدیقی صاحب معتمد بزم سیماب کا نیا پتہ یہ ہے ۔ مکان نمبر ۹۱ — اے گلی ۳ ، دہلی کالونی گزری روڈ کراچی ۔ ۶

———

کتابوں کا میلہ

آیندہ سال ارلزکورٹ ، لندن ، میں دنیا بھر کی کتابوں کا میلہ ۱۰ جون سے شروع ہوگا ۔ میلہ جملہ ممالک کے پبلشروں لئے موقع بہم پہنچائیے گا کہ وہ باہم ملیں اور کاروبار کی بات چیت کریں ۔

———

ایلڈوس ھکسلے کا انتقال

ھکسلے کا انتقال ہالی وڈ میں ۲۳ نومبر کو ہوا۔ وہ سائنسدان اور ادیب تھے ان کی نئی کتاب دی بریو ورلڈ The Brave World میں انہوں نے ایسے سماج کا نقشہ کھینچا ہے جس میں انسانی بچے ٹیسٹ ٹیوبز سے پیدا ہونگے ۔

———

میراجی کی چودھویں برسی

کراچی ۱۷ ۔ نومبر ۔ آج سہ پہر کو آرٹ کونسل میں یوم میراجی منایا گیا ۔ مرکزی وزارت اطلاعات کے سیکریٹری الطاف گوہر صدر تھے ۔ انہوں نے کہا کہ میراجی بہت بڑے شاعر تھے اور بہت سیدھے سادے انسان تھے ۔

———

یوم ظفر

دھلی — ۸ نومبر۔ گذشتہ شب لال قلعہ کے ایوان عام میں بہادر شاہ ظفر کی روح کے حضور میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ پنڈت نہرو نے فرمایا: مجھے یہ خیال بہت پسند آیا کہ آپ ظفر کی یاد منارہے ھیں۔ وہ ایک ایسے خاندان کے رکن تھے جس نے ھندوستان کی زندگی کے ھر پہلو پر اثر ڈالا ھے۔ یہ خاندان باھر سے آیا تھا، اس نے ھندوستان کو فتح کیا مگر بعد میں ھندوستانی بن گیا۔ وہ ایک تاریخی خاندان کے آخری نمایندہ تھے۔

ڈاکٹر تارا چند نے اپنے مقالہ میں ظفر کی زندگی پر بھرپور تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کے ساتھ ھماری عقیدت کا اصل سبب یہ ھے کہ انھوں نے آزادی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کردیا۔

جنرل شاہ نواز نے بتایا کہ جب سبھاش چندر بوس ظفر کے مزار پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ تو مٹی کا ایک ڈھیر ھے۔ یہ نظارہ دیکھکر وہ رونے لگے اور قبر پر ھاتھ رکھکر وعدہ کیا کہ ”اے تاجدار ھندوستان جو بات آپ پوری نہیں کرسکے میں اسے پورا کرنے کا وعدہ کرتا ھوں۔“

نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین کی تقریر دھلی کالج کے پرنسپل مسٹر بیگ نے پڑھکر سنائی۔ اس میں انھوں نے فرمایا کہ ظفر کی حیثیت جنگ آزادی کے ھارے ہوئے ھیرو کی ھے۔ ایسے بیشمار ھیرو دنیا میں ھیں جن کا نام برسوں سے محبت و عقیدت سے لیا جاتا ھے۔ یہ وہ لوگ ھیں جنہوں نے حق، نیکی، انصاف اور آزادی کی خاطر اپنی بڑی قوتوں سے ٹکر لی اور شکست کھائی۔ انھوں نے اپنا سر کٹادیا مگر ناحق کے آگے اپنا سر نہیں جھکایا۔

دارالمصنین کی طلائی جوبلی

علامہ شبلی کا قائم کردہ دارالمصنفین ۱۹۶۳ میں اپنی زندگی کے ۵۰ سال پورے کر رہا ھے۔ اس سلسلے میں طلائی جشن منانے کی تیاریاں ھو رھی ھیں۔

ادبی اطلاعیں

* ”جگر لخت لخت“، جو العلم (کراچی) میں سلسلہ وار شائع ھو رھا ہے، اسے کتابی شکل میں بھی چھاپنے کی تیاری ھو رھی ھے۔ کتاب ادارہ نگارش، مطبوعات کراچی کی طرف سے شائع کیجائیگی۔

* کرشن چندر کا نیا ڈراما ”دروازہ کھول دو“، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ (دھلی) کی جانب سے شائع ھوا ھے۔ قیمت ڈھائی روپے ھے۔

* بمبئی کے ھفتہ وار ”بلٹز“ نے اپنا اردو ایڈیشن بھی شائع کرنا شروع کردیا ھے۔

بقیہ صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ کریں

رسالوں پر طائرانہ نظر

معارف (اعظم گڑھ)— نومبر کے شمارہ میں جمع و تدوین قرآن پر سید صدیق حسن کے عالمانہ مضمون کی دوسری قسط شائع ہوئی ہے۔ سید شمیم احمد نے بہار کے صوفیائے کرام کا حال لکھنا شروع کیا ہے۔ یہ اسکی پہلی قسط ہے۔ موازنۂ اقبال و غالب میں مضمون نگار نے صحیح لکھا ہے کہ اقبال ایسے منفرد شاعر ہیں ''جنکی نظیر اب تک دنیائے ادب میں پیدا نہیں ہوئی،، اور اسلئے کسی اور اردو یا فارسی شاعر سے ان کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ سوپارہ پر جو سلسلۂ مضامین نکل رہا تھا، اس قسط پر وہ تمام ہوگیا ہے۔

نگار پاکستان (کراچی)— نومبر کے پرچہ میں کئی ایک مضمون قابل مطالعہ ہیں۔ ملاحظات میں نیاز نے علامہ مشرقی، سید صدیق حسن، مانی جایسی، شوکت تھانوی، ادیب سہانپوری اور نظر حیدرآبادی کی وفات پر پسندیدہ انداز میں۰ اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں۔ ریاض گورکھپوری پر خیر بہوروی نے بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔ باب الاستفسار قابل مطالعہ ہے۔

صبح امید (بمبئی)— ایڈیٹوریل میں مدیر رسالہ نے پاکیزہ لٹریچر پیدا کرنے پر زور دیکر لکھا ہے کہ ہم سب کر ملکر جاسوسی ناولوں اور اور فحش کتابوں کے خلاف باقاعدہ مہم چلانی چاہئے۔ ''سلوئین،، (جوگندر پال) پڑھنے کے قابل ہے۔ یہ پرچہ نومبر و دسمبر کا مشترک نمبر ہے۔

شاعر (بمبئی)— نومبر کے شمارہ میں محمد قاسم صدیقی نے ''باغی شاعر،، (نذر الاسلام) کی شاعری سے بھرپور بحث کی ہے۔ ''پرویز شاھد کی رباعیاں،، قابل مطالعہ ہیں۔ حبیب الرحمن غزنوی نے خلش بڑودوی کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے اور ساتھ ھی ان کی شاعری کے اقتباسات بھی دئے ہیں۔ ''حسن اختلاط،، نام ہے ایک کہانی کا جو ڈاکٹر گلکرائسٹ کے زمانہ میں لکھی گئی تھی۔ اس کہانی کا تعلق بنگال سے ہے۔ سید نجیب اشرف کا خط بجائے خود دعوت فکر ہے اسلئے کہ اسمیں انہوں نے چند مفید تجاویز اہل علم کے سامنے اردو کی بقا کے سلسلہ میں پیش کی ہیں۔

جام نو (کراچی)۔ نومبر کے پرچہ میں سنسنی خیز خبروں اور فحش اشتہارات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے۔ مضمون نگار نے صحیح لکھا ہے کہ ہمیں صرف مغربی تہذیب کی اچھائیوں کو اپنانا چاہئے اور برائیوں سے احتراز کرنا چاہئے۔ ''ھاتھی کے دانت،، اچھی طنز ہے۔ اس

نمبر میں کئی ایک غزلیں اور کہانیاں پڑھنے کے قابل ہیں۔

فاران (کراچی) — نومبر کے شمارہ میں نقش اول میں مخلوط تعلیم کی خرابیاں واضح کی گئی ہیں۔ سید احمد قادری نے شراب کے بارے میں اسلام کے موقف کی تشریح کی ہے۔ "نیاز نمبر" پر ماہر صاحب نے اپنی زندگی کا طویل ترین تبصرہ کیا ہے۔ میرے خیال میں وہ حدود تنقید سے کچھ آگے ہی بڑھ گئے ہیں۔

دسمبر کا نقش اول ان افسوسناک واقعات پر مشتمل ہے جو لاہور میں جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر دن دھاڑے پیش آئے اور جن کی تلخ یاد برسوں رہیگی۔ "مولانا احسن مارہروی کی اصلاحیں" بہت دلچسپ ہیں۔

نوائے ادب (بمبئی)— "برہان قاطع اور ہندوستان" عنوان ہے ایک معلوماتی مضمون کا جس میں قاضی عبدالودود نے برہان قاطع پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ ایک لغت ہے جسے کسی ایرانی نے تین سو سال قبل مدون کیا تھا۔ "سرمایۂ کلام غالب" کی ۱۱ ویں قسط شائع کی گئی ہے جسمیں تشبیہ، استعارہ اور کنایہ والے اشعار سے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ "بمبئی کی اردو صحافت" میں ڈاکٹر میمونہ عبدالستار دلوی نے بہت کاوش سے بعض نئے اخبارات کا سراغ لگایا ہے۔ اگر مسز موصوفہ اخبارات کے اقتباسات کو بھی شامل مضمون کرلیں تو بمبئی کی صحافت پر اچھی خاصی کتاب تیار ہوجائے۔ ڈاکٹر رضی الدین احمد نے شیخ غلام محی الدین مبتلا کے ایک مخطوطہ کا پتہ لگایا ہے اور اس سلسلہ میں سابقہ مصنفین کی بعض غلط بیانیوں کی تردید کی ہے۔ یہ مبتلا میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ تبصرے اور مقالہ نما مستقل فیچر ہیں۔ اس قابل قدر سہ ماہی رسالہ نے آیندہ سال سے اپنا چندہ چار کی بجائے چھ روپے کردیا ہے۔

محور (کراچی) — یہ نئے رسالہ کا پہلا شمارہ ہے جو مختلف ہلکے پھلکے مضامین پر مشتمل ہے۔ کرشن چندر کا افسانہ "مبارک ہیں قاتل"، اور زکیہ بیگم کا سفر نامۂ ایران پڑھنے کے قابل ہیں۔ مختلف اقتباسات بھی قابل مطالعہ ہیں۔ امید ہے کہ یہ پرچہ بہت جلد اپنا مقام حاصل کرلیگا۔

نزہت (لاہور) — اکتوبر کے شمارہ میں خواجہ احمد فاروقی نے واجد علی شاہ اور ان کی بیگمات کے غیر مطبوعہ خطوط پر روشنی ڈالی ہے۔ دیسنہ لائبریری والا مضمون دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ کہاں سے نقل کیا گیا ہے۔ اس شمارہ میں غزلیں اور کہانیاں بھی قابل مطالعہ ہیں۔

سفینہ (کراچی) — ستمبر و اکتوبر کے مشترکہ پرچہ میں خان بہادر تقی محمد خان کا وہ مضمون درج کیا گیا ہے جو بزم اکبر

کے جلسہ میں پڑھا گیا تھا ۔ وہ اکبر کے دوست ھیں اور اسی لئے انہوں نے اکبر کے بارے میں بعض نئی باتیں شاھد کی حیثیت سے بیان کی ھیں۔ محمد حفیظ پھلواروی نے مسلمانوں کی ایجادوں سے بحث کی ھے جن سے انہوں نے اپنی ترقی کے زمانے میں دنیا کو محو حیرت بنا دیا تھا ۔ سید عبدالقیوم نے اسلامی تعزیری قانون کے سلسلہ میں بعض اھم سوال اٹھائے ھیں ۔ ڈاکٹر اقبال کا ایک غیر مطبوعہ خط بنام اکبر الہ آبادی شائع کیا گیا ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ اقبال کے دل میں اکبر کا کیا مرتبہ تھا ۔

منادی (دھلی) — تازہ پرچے میں سلطان المشائخ کے فیض یافتگان کی دوسری قسط دی گئی ھے ۔ یہ مضمون کئی لحاظ سے پڑھنے کے قابل ھے۔ خواجہ صاحب کے روزنامچہ کا اقتباس دلچسپ معلومات سے پر ھے ۔ حضرت علی (رض) کا خط جو مصر کے گورنر مالک اشتر کے نام بھیجا گیا تھا، ایک انگریزی زیر تصنیف کتاب سے نقل کیا گیا ھے ۔ یہ خط اھم امور پر مشتمل ھے۔ حسن ثانی نظامی کا سفر نامہ حیدرآباد بھی دلچسپ ھے ۔

الشجاع (کراچی) — نومبر کے شمارہ میں ایک مضمون میں ”انقلاب“ سے پہلے اور بعد کے واقعات سے بحث کی گئی ھے ۔ ”شہر طرب“ کی مزید قسط دی گئی ھے۔ ”پرانی تصویریں“ دلچسپ خاکہ ھے۔ ”ماتا“ ایک ڈاکٹر کی آپ بیتی ھے جو محیر العقول بھی ھے۔ سرورق صدر محمد ایوب خان کی ایک نادر تصویر سے مزین ھے ۔

اقبال ریویو (کراچی) — یہ اقبال اکیڈیمی کراچی کا سہ ماھی مجلہ ھے ۔ زیر نظر پرچہ جولائی کا ھے۔ اسمیں پانچ مضمون ھیں اور یہ سب اقبال کی تعلیمات کے کسی نہ کسی پہلو کی تشریح پیش کرتے ھیں۔ اولیں جگہ عبدالحمید کمالی کے مضمون ”ماھیت خود آگہی اور خودی کی تشکیل“ کو دی گئی ھے ۔ یہ خالصتاً فلسفیانہ مباحث پر مشتمل ھے اور جو قاری فلسفہ کا ذوق رکھتے ھیں وہ اس سے پوری طرح لطف اندوز ھو سکینگے ۔ دوسرا مضمون ڈاکٹر محمد یوسف کا ھے جسمیں انہوں نے ”علم و عشق“ کی تشریح کی ھے۔ ”توحید بہ حیثیت موثر و محرک حیات“ (از زینب خاتون کاکاخیل) قابل مطالعہ ھے ۔ ڈاکٹر مولوی غلام محمد نے ”قلندر“ کی تشریح کی ھے اور بتایا ھے کہ اقبال کا قلندر کن اوصاف کا حامل ھے ۔ جاوید نامہ پر حافظ عباد اللہ فاروقی نے طویل تبصرہ کیا ھے اوراس میں انہوں نے ڈیوائن کمیڈی وغیرہ سے اس کا بالتفصیل مقابلہ کیا ھے ۔ مضمون بیحد معلوماتی ھے ۔

سیارہ (لاھور) — ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کراچی یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے صدر ھیں۔ ان سے غلام حسین اظہر کا طویل انٹرویو دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ھے۔ اس میں اردو سے متعلق متعدد مسائل

زیر بحث آگئے ھیں۔ڈاکٹر صاحب کے خیالات کی انفرادیت اپیل کئے بغیر نہ رھیگی۔ دانش گاہ طہران (از ڈاکٹر محمد باقر) کا حال بھی دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ "اکبر اور سر سید کی ذھنی مماثلتیں"، تصویر کے دونوں رخ دکھاتی ھیں۔ مضمون بہت کاوش سے لکھا گیا ہے۔

"پدما کے اس پار"، اچھی کہانی ہے۔ نظموں میں محمد نیاز کی نظم "حرف شرط"، خوب ہے۔ پیرزادہ مظفر احمد فضلی کے حالات زندگی اور ان کی شاعری قابل مطالعہ ہے۔ ایک زمانہ میں یہ اقبال سے الجھ پڑے تھے۔ بڑی شاعرانہ خوبیوں کے مالک تھے۔ راقم الحروف نے انہیں دھلی میں دیکھا تھا۔

مشرق (کراچی)۔ نومبر کے پرچہ میں امیرالدین قدوائی کا مضمون "نئی نسل کی مشکلات"، کافی فکر انگیز ہے۔ ان کے خیال میں ھماری مشکلات کا واحد مداوا اسلام ہے۔ شفیق بریلوی کا مضمون "زندگی ایک حسین دھوکا ہے"، پڑھنے کے قابل ہے۔ "الدر سبھا سے آغا حشر تک"، میں مظفر حسین شمیم نے ڈرامے کے مختلف دور دکھانے کے بعد صحیح لکھا ہے کہ حشر نے سب کے چراغ گل کر دیئے ھیں۔

بقیہ ادبی اطلاعیں صفحہ ۱۲

* سیفیہ ڈگری کالج بھوپال کے شعبہ اردو نے "نوائے سیفیہ"، کے نام سے ایک ماھوار اخبار نما رسالہ نکالا ہے۔

* مشرقی پاکستان کی زندگی، تاریخ وغیرہ کے بارے میں وفا راشدی نے "سنہرا دیس"، نامی کتاب لکھی ہے۔ اسے ادارۂ مطبوعات پاکستان، کراچی، شائع کر رھا ہے۔

* دارالعلوم ندوۃ العلما کے زیر اھتمام ایک پندرہ روزہ اخبار "تعمیر حیات" نکلنا شروع ھوا ہے۔ اسکے ایڈیٹر مولانا محمدالحسینی ھیں۔ اب تک چار پانچ نمبر شائع ھوچکے ھیں۔

* مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے اطہر پرویز کو "توانائی کا راز"، لکھنے پر ایک ہزار روپے کا انعام دیا گیا ہے۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین احمد برنی بی - اے۔ گیدوسل لیکھراج روڈ ، کراچی-۱

مطبوعہ ٹیکنیکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی - میکلوڈ روڈ - کراچی

ایچ ایم سعید کمپنی ناشران وتاجران کتب ادب منزل پاکستان چوک کراچی

پاکستان کا ایک ایسا ادارہ ہے

جس کی مطبوعات :- حسن کتابت وطباعت اور صوری ومعنوی خوبیوں کے باعث عوام وخواص میں مشہور اور مقبول ہیں اور دینی حلقوں میں قدر کی

★★★ نظر سے دیکھی جاتی ہیں ★★★

۱ـ بحمداللہ ! اس ادارہ سے ابتک متعدد ادبی علمی اور مذہبی کتب شائع ہو چکی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کتاب ان خصوصیات سے آراستہ ہے۔

۲ـ کتابت وطباعت کے اعلیٰ معیار کے ساتھ ساتھ متن کی صحت پر بھی خاص توجہ اور زر کثیر صرف کیا جاتا ہے یہی سبب ہے کہ ہماری مطبوعات کو مستند سمجھا جاتا ہے۔

۳ـ حسن معاملت، راستی اور دیانت ہمارا شعار ہے۔ خریداران کو انشاءاللہ کبھی اس سلسلہ میں شکایت کا موقع نہیں ملیگا آپ ہم پر پورا پورا اعتماد کر سکتے ہیں۔

۴ـ ذیل میں ہم اپنی مطبوعات کی مختصر فہرست موضوع وار فن کی تقسیم کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ آپ انتخاب فرمائیں اور ہم کو خدمت کا موقع دیں :

★★★★★

قرآن شریف

قرآن مجید مترجم بدو ترجمہ موسوم بہ
انوار القلوب غیر مجلد ہدیہ (بارہ روپے)
قرآن حکیم معریٰ (سولہ سطری)
ہدیہ گلیز کاغذ (چھ روپے)
ہدیہ رف کاغذ (چار روپے)
قرآن مجید لائن دار طرز تاج ۳ غیر مجلد
کاغذ گلیز ہدیہ (آٹھ روپے)
کاغذ رف ہدیہ (چھ روپے)
پانزدہ سورہ شریف (دو روپے پچاس پیسے)

حدیث شریف

سنن ابو داؤد شریف غیر مجلد
ہدیہ (چھتیس روپے)
ابن ماجہ شریف غیر مجلد
ہدیہ (بائیس روپے)

کتب فقہ واصول فقہ

نور الانوار مع قمر الاقمار داخل
درس نظامی کاغذ گلیز ہدیہ (آٹھ روپے)
فیوض الفقہ (اردو) قیمت (پچاس پیسے)

صلوٰۃ الرحمٰن ترجمہ منیۃ المصلی
قیمت (ایک روپیہ)
بہشتی زیور کامل ومدلل مجلد دو جلد
قیمت (سولہ روپے)

اخبار وسیر

اسوۃ الصالحین چھ روپے
(قصص القرآن انبیاء علیہم السلام)
قرآن پاک سے مرتب کئے گئے قصے
حضرت ابراہیم علیہ السلام (۳۰ پیسے)
حضرت موسیٰ علیہ السلام (۳۰ پیسے)
حضرت یوسف علیہ السلام (۳۰ پیسے)
حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۳۰ پیسے)
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ۵۰ پیسے
ذو القرنین (قرآن کی تعلیم) قیمت ۳۰ پیسے
انجم القرآن (۴۰ پیسے)
قرآنی جواہر ریزے (۵۰ پیسے)

لغات

لغات سعیدی (عربی وفارسی جدید) قدم
مجلد مع ڈسٹ کور (پندرہ روپے)

سعیدی ڈکشنری کلاں مجلد (پندرہ روپے)
مختصر رسالت ٹیپ ۵۰ پیسے

نظم عربی

دیوان حضرت علی مترجم دو روپے ۵۰ پیسے
[illegible] جدید ایڈیشن
تین روپے پچاس پیسے

نظم فارسی

[illegible]
[illegible]
دفتر اول حصہ اول ۵ روپے ۵۰ پیسے
دفتر اول حصہ دوم ۵ روپے ۵۰ پیسے
دفتر دوم حصہ اول چار روپے
دفتر دوم حصہ دوم چار روپے
دیوان حافظ محشی ومترجم (زیر طبع)
دیوان شمس تبریز (زیر طبع)
دیوان سعدی (زیر طبع)

نثر فارسی

گلستان محشی ۲ روپے ۵۰ پیسے
گلستان محشی ومترجم ۵ روپے ۵۰ پیسے

متفرق کتابیں :

کاروان اسلام (مکمل تاریخ اسلام)
ہماری پہیلیاں از یوسف بخاری
دہلوی [illegible]
الہامات غالب (شرح دیوان غالب)
تسلی ایک داستان (چار روپے ۵۰ پیسے)
[illegible]
[illegible]
[illegible]
لطف و آمد (کلام رضا علی وحشت) [illegible]
حیات معظم (حیات غوث الاعظم) [illegible]
عمدہ لغات القرآن [illegible]
اصلاح الرسوم مولانا تھانوی
(ایک روپیہ ۲۵ پیسے)

انشائے اردو

سعیدی اردو کمپوزیشن (دو حصوں میں)
حصہ اول قیمت (چار روپے)
حصہ دوم قیمت (تین روپے)
(آرڈر دیتے وقت اپنا پتہ صاف لکھیں)

★★★ ○ ★★★

اس فہرست کے علاوہ ہماری دیگر مطبوعات سے آگاہی اور انتخاب کیلئے ہماری مفصل فہرست طلب فرمائیں

منیجر ایچ ایم سعید کمپنی ناشران وتاجران کتب ادب منزل پاکستان چوک کراچی

اکیڈمی لائبریری

کلاسیکی ، معیاری ادب اور ارزاں قیمت

اردو میں "[illegible] سیریز" کا نقش اول جس کی ابتدا جون ۱۹۶۰ء میں کی گئی تھی اور جو سستی کتابوں کے کئی سلسلے نکل آنے کے باوجود متنوع مضامین اور معیاری انتخاب کی وجہ سے آج بھی نمایاں ، ممتاز اور منفرد ہے

* —— تین سیٹ شائع ہو چکے ہیں —*— چوتھا سیٹ زیر طبع ہے —— *

پہلا سیٹ

(۱) مثنوی گلزار نسیم
از - دیا شنکر نسیم ،
مقدمہ وقار عظیم : ۱-۲۵
(۲) فسانۂ مبتلا ، مع فرہنگ
از مولوی نذیر احمد ۲-۵۰
(۳) مضامین سرسید'
تبصرہ مولوی عبد الحق -
سوانح ڈاکٹر اعجاز حسین ۱-۲۵
(۴) افادات مہدی
تبصرہ مولوی عبدالحق -
از مہدی حسن افادی ۰-۷۵
(۵) انتخاب مقالات شبلی
از شبلی نعمانی ۱-۲۵
(۶) دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ
از مرزا فرحت اللہ بیگ ۲-۰۰
(۷) نذیر احمد کی کہانی
کچھ ان کی کچھ اپنی زبانی
مرزا فرحت اللہ بیگ ۱-۲۵
(۸) آزادی و تہذیب' از جان ڈیوی
مترجم ڈاکٹر عبادت بریلوی
۲-۵۰
(۹) اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر
از علامہ شبلی نعمانی ۱-۲۵
(۱۰) الفوزالکبیر ، از شاہ ولی اللہ
تذکرہ سلیم عبداللہ ۲-۲۵
(۱۱) احمق الذین (مزاحیہ ناول)
از سجاد حسین ۱-۲۵
(۱۲) خطبات اقبال
مرتبہ وضیہ فرحت بانو ۱-۲۰

دوسرا سیٹ

(۱) شاہد رعنا (ناول)
از قاری سرفراز حسین ۲-۰۰
(۲) توبۃ النصوح (ناول)
از مولوی نذیر احمد ۲-۰۰
(۳) ضدی (ناول)
از عصمت چغتائی ۱-۲۵
(۴) چوٹیں-پیش لفظ کرشن چندر
از عصمت چغتائی ۱-۷۵
(۵) باغ و بہار -
از میر امن دہلوی
تذکرہ و تبصرہ سید
ابو الخیر کشفی ۲-۰۰
(۶) شریف زادہ از محمد ہادی رسوا
مقدمہ ڈاکٹر احسن فاروقی ۱-۵۰
(۷) مریم مجدلانی
مصنف مارس ماترلنگ مترجم
وحشی محمود آبادی ۱-۲۵
(۸) دیوان غالب
مطابق طاہر ایڈیشن ۱-۲۵
(۹) امراؤ جان ادا
از مرزا محمد ہادی رسوا -
تنقید و تبصرہ
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ۳-۰۰
(۱۰) اختری بیگم ، (ناول)
از مرزا محمد ہادی رسوا ۲-۵۰
(۱۱) بوڑھا اور سمندر
مصنف ارنسٹ ہیمنگ وے
ترجمہ وتعارف ابن سلیم ۳-۰۰
(۱۲) حالی اور نیا تنقیدی شعور
از پروفیسر اختر انصاری ۱-۵۰

تیسرا سیٹ

(۱) دیوان خواجہ میر درد
مرتبہ عبدالباری آسی ۱-۵۰
(۲) مقدمہ شعر و شاعری
از خواجہ الطاف حسین حالی
۱-۷۵
(۳) نیرنگ خیال-محمد حسین آزاد
مقدمہ و تبصرہ
از ڈاکٹر اسلم فرخی ۱-۷۵
(۴) یادگار غالب - حصہ اول
خواجہ الطاف حسین حالی ۱-۷۵
(۵) یادگار غالب ، (جلد دوم) -
خواجہ الطاف حسین حالی ۲-۲۵
(۶) زاد راہ (افسانے)
از منشی پریم چند ۲-۷۵
(۷) موازنۂ انیس و دبیر
از علامہ شبلی نعمانی ۳-۰۰
(۸) ایک ملکہ ایک محبوبہ
مترجم عمر عامر
(نپولین اور اس کی محبوبہ کے خطوط) ۱-۵۰
(۹) چھوٹی موئی (افسانے)
از عصمت چغتائی (زیر طبع)
(۱۰) قصص ہند (تاریخی واقعات)
محمد حسین آزاد (زیر طبع)
(۱۱) عود [illegible]
از [illegible] (زیر طبع)
(۱۲) کلیات
مرتبہ و [illegible] وقار عظیم
(زیر طبع)

ناشر: اردو اکیڈمی سندھ
آفس نمبر ۱۶ بہادر شاہ مارکیٹ - بندر روڈ - کراچی
سیلز ڈپو :- رحمت بلڈنگ (نزد مسافر خانہ) بندر روڈ - کراچی

Regd. No. S. 1975

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دُنیا

مدیر اعزازی: (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ :
ضیاءالدین احمد برنی سالانہ چندہ: دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۹ ☆ فروری ۱۹۶۴ع ☆ شمارہ ۲

مندرجات صفحہ

کتب خانہ کی سیر

خدا بخش لائبریری پٹنہ

یہاں "تاریخ خاندان تیموریہ" کا ایک نہایت نادر مطلا نسخہ ہے، جو مصوری اور صناعی کے لحاظ سے آرٹ کا ایک بے بہا خزانہ ہے۔ اس کے کم از کم ۱۳۳ ورق مصور ہیں۔ یہ تصویریں اکبری عہد کے بعض نہایت مشہور مصوروں کے قلم کی ہیں۔ ہر ورق کے نیچے اس مصور کا نام لکھا ہے جس نے تصویر بنائی ہے۔ جملہ تصویروں میں سے ۹۷ تیمور کی زندگی سے متعلق ہیں۔

پھر تاریخ اسی فاتح کے بیٹوں پوتوں سے گزر کر بابر کی زندگی تک آتی ہے۔ بابر ان لوگوں میں تھا جس کی ذات میں مشرق اور مغرب دونوں یکجا ہوجاتے ہیں۔ ایک تصویر میں شہنشاہ اکبر کی ولادت کا منظر ہے۔

اس کتاب پر شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یہ تاریخ شاہ بابا یعنی اکبر کے عہد میں لکھی گئی تھی۔

اس کتب خانہ میں حسینی کا "شہنشاہ نامہ" بھی موجود ہے۔ یہ نفیس اور بے نظیر کتاب سلطان محمد سوم کے نام معنون کی گئی تھی۔ پھر نہیں معلوم کہ کس طرح شاہجہاں کے عہد میں ہندوستان پہنچ گئی۔ پھر وہ شاہی خزانہ میں داخل ہوگئی۔ اس کتاب پر شہزادی جہاں آرا کی تحریر پڑھی جاسکتی ہے۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے دنیا میں "شہنشاہ نامہ" کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں۔ اس میں جو تصویریں بنائی گئی ہیں ان پر بازنطینی اثر نمایاں ہے۔ ایک تصویر میں سلطان محمد ثانی (فاتح) کی کمان میں اسلامی فوجیں قسطنطنیہ پر حملہ کرتی نظر آتی ہیں۔ ایک دوسری تصویر میں سلطان سلیم عثمانی کو مصر کے آخری عباسی خلیفہ متوکل سے آنحضرت (ص) کا پرچم اور حضور کی ردائے مبارک حاصل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

فردوسی کے "شاہ نامہ" کا ایک شاندار نسخہ بھی یہاں ہے جسے علی مردان خان نے شاہجہاں کے حضور میں بطور نذر پیش کیا تھا۔ ۱۹۱۱ کے دہلی دربار کے موقع پر یہ تاریخی کتاب شاہ جارج پنجم کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ اس پر بادشاہ کے دستخط بھی ہیں۔

اس کتب خانہ میں جامی کی کتاب "سلسلۃ الذہب" کا ایک نسخہ بھی ہے۔ یہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے فرزند کی ولادت کی تاریخ درج کی ہے۔

جامی کی شہرہ آفاق مثنوی یوسف زلیخا

بھی یہاں ہے۔ مثنوی کا یہ نسخہ حد درجہ مرصع ہے۔ اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ مشہور خطاط امیر علی ہروی کے قلم کا اعجاز ہے۔ ہروی نے اسے ۹۳۰ھ میں لکھا تھا۔ اس کتب خانہ میں ایک بڑی ہی نادر چیز ''دیوان حافظ،، کا نسخہ ہے۔ دیوان کامران کا نادر نسخہ بھی اس کتب خانہ کی زینت ہے۔

بوستان کا انتخاب بھی یہاں موجود ہے نہایت مطلا اور مذہب۔ اس کی لوح کے دونوں ورق ایسی ایسی گلکاریوں سے سجائے گئے ہیں جیسے محلوں کے ایرانی قالین۔ اسکی خطاطی میر عماد کے قلم کا اعجاز ہے۔

عربی مخطوطات میں ذیل کے نسخے نایاب ہیں :

الجامع الصحیح للامام البخاری — یہ نسخہ ۱۱۰ھ میں بنگال کے بادشاہ سلطان حسین کے لئے لکھا گیا تھا۔ یہ تین جلدوں میں نہایت پاکیزہ خط نسخ میں ہے۔

الملخص —

موطا کی تلخیص — مخطوطہ ۷۲۸ھ

النکات والطرائف — حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف کا دنیا میں واحد نسخہ۔ مخطوطہ ۸۰۵ھ۔

کتاب الجامع (ابن بیطار) — ۶۰۹ھ۔

کتاب القانون (ابن سینا) — ۶۲۷ھ۔

کتاب التصریف (زہراوی) — ۵۸۴ھ۔

(تلخیص از '' تعمیر حیات ،، ۔ ندوۃ العلماء لکھنو) ۔

نوٹ

حامد علی خان کا انتقال

حامد علی خان جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ابتدائی گریجوایٹ تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اردو ادب کو جدید طرز اور نئے انداز سے آشنا کیا اور بچوں کے ادب کو اس کے صحیح مقام پر پہنچایا۔

وہ جامعہ میں جب تک رہے ان کی خدمات کا دائرہ اردو زبان تک محدود رہا۔ ۱۹۵۷ء سے انہیں دوسرے ملکوں اور دوسری زبانوں کی خدمت کا موقع ملا۔ یونیسکو میں وہ تین سال کے لئے گئے تھے مگر پھر مستقل کردئیے گئے تھے۔

عبداللطیف اعظمی صاحب کا یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہے کہ " حامد صاحب اب ہم میں نہیں رہے مگر جامعہ کے در و دیوار اور اردو کتابوں کی نشر و اشاعت کے جدید طرز پر اپنا گہرا اور پایدار نقش چھوڑ گئے ہیں۔ "

ان کی لاش پیرس سے دہلی لائی گئی جہاں پرانے رفیقوں، عزیزوں اور مداحوں نے اسے محبت، رنج اور افسوس کے ساتھ سپرد خاک کردیا۔ خدا مرحوم کی روح کو ابدی سکون عطا کرے!

———

مذہب کا لبادہ ۔ ایک علمی سوال

جب ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی وفد خلافت لیکر انگلستان پہنچے تھے تو اس وقت انہیں بدنام کرنے کی غرض سے دارالعوام میں طرح طرح کے سوال پوچھے گئے تھے۔ مثلاً ایک ممبر نے پوچھا تھا کہ یہ شخص کون ہے جو مذہب کا لبادہ اوڑھ کر سیاسیات کے متعلق بات چیت کرتا ہے۔ اس وقت بھی میں اس سوال کو نہیں

سمجھا تھا اور آج ۵۰ سال بعد بھی جب مولانا مودودی کے بارے میں یہ جملہ دھرایا جا رہا ہے کہ وہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر سیاسیات کا پرچار کرتے ہیں ۔ میں اس کا مفہوم بالکل نہیں سمجھا ۔ معلوم نہیں کہ یہ کیا جرم ہے اور کونسی دفعہ کے ماتحت آتا ہے ۔ کیا کوئی صاحب اس جرم کی نوعیت پر روشنی ڈالیں گے ؟

" اثمار شیریں "

انگریزوں کے عہد حکومت میں جب کبھی کسی کتاب اور رسالہ میں اسلام پر حملے کئے جاتے تھے تو نہ صرف یہ کہ انہیں ضبط کرلیا جاتا تھا بلکہ بسا اوقات ان کے لکھنے والوں پر مقدمہ بھی چلایا جاتا تھا اور انہیں سزا دیجاتی تھی ۔ پاکستان جب سے بنا ہے یہاں کبھی کبھار اسلام کے خلاف مضامین نکل آتے ہیں اور یہ مضامین یا کتابیں اس فرقہ کی طرف سے نکلتی ہیں جسے ہماری حکومت نے ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے ۔ ایسی حالت میں اگر اسکے سانتے والے ایسی کوئی کتاب لکھیں جس میں اسلام پر نا واجب حملے ہوں تو ہماری حکومت کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ معاملہ کو عدالت تک لیجائے اور ملزم کو اثبات جرم کی صورت میں قانون کے مطابق سزا دلوائے ۔ " نوائے وقت " نے بھی اسی قسم کی تجویز پیش کی ہے اور ہم اسکی تائید کرتے ہیں ۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومت صرف ضبطی تک اپنی کارروائی کو محدود نہ رکھیگی ۔

سید نوراللہ صاحب کا انتقال

سید نوراللہ صاحب ایم ۔ اے ۔ ایم ۔ ای ڈی جو کئی برس تک بمبئی کے محکمۂ تعلیم میں ڈپٹی ڈائریکٹر رہے ، اور ریٹایر ہونے کے بعد متعدد بین الاقوامی اداروں سے وابستہ ہوئے ، ۲۷ نومبر ۱۹۶۳ کو دھلی میں یونیسکو کی زیر پرستی ایک تعلیمی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے انتقال کر گئے ۔ مرحوم بیحد قابلیتوں کے مالک تھے اور انتہائی مذہبی اور منکسرالمزاج آدمی تھے ۔ جنازہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین اور دوسرے اکابر نے شرکت کی ۔ ان کی سرکاری رپورٹیں بڑی دلچسپی سے پڑھی جاتی تھیں ۔ مرحوم تحریک عدم تعاون میں علی برادران کے ساتھ شریک تھے اور انہوں نے ۱۹۲۳ تک جامعۂ ملیۂ اسلامیہ میں کام بھی کیا تھا ۔ خدا غریق رحمت کرے !

خبریں

ای - ایم - فاسٹر کی سالگرہ

انگلستان کے ممتاز ناولسٹ کی عمر پہلی جنوری کو ۸۰ سال کی ہوگئی۔ فاسٹر انسان دوستی کا علمبردار ہے۔ کچھ عرصہ ہوا حیدرآباد کی انجمن ترقی اردو نے ان سے ہال کی تعمیر کے سلسلہ میں مدد چاہی تھی۔ انہوں نے چیک کے ساتھ یہ الفاظ لکھے تھے: گو میں اردو نہیں جانتا مگر چونکہ یہ میرے چند پرانے دوستوں کی زبان ہے اسلئے مجھے اس سے محبت ہے اور میں اس کی ترقی کا خواہشمند ہوں۔

" اثمار شیریں " ضبط ہوگئی

حکومت پنجاب نے " اثمار شیریں " نامی کتاب کو ضبط کرلیا ہے۔ اس میں ایسا مواد ہے جس سے مسلمانوں کی دلآزاری ہوتی ہے۔ (نوٹ دیکھئے)

فحش لٹریچر

کراچی - ۱۳ جنوری - فحش لٹریچر اور عریاں تصاویر کے خلاف صوبائی حکومت نے پریس آرڈیننس کے ماتحت سخت اقدام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض مقامی بک اسٹالوں اور چند اخباروں کے خلاف تادیبی کارروائی کیجارہی ہے۔ سنیما والوں کو بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ عریاں اشتہارات کی نمائش نہ کریں۔

منطق الطیر کا مخطوطہ

فارسی کے مشہور صوفی شاعر شیخ فریدالدین عطار کی تصنیف منطق الطیر کا قلمی نسخہ جو ایک افغانستانی کی ملکیت تھا، لندن میں ۱۸ ہزار پونڈ میں فروخت ہوا ہے۔ عطار نے اس تصنیف کو ۱۴۸۳ء میں مکمل کیا تھا۔ آج تک کسی مشرقی مخطوطہ کی اتنی قیمت ادا نہیں کی گئی۔

سائنس کی عام فہم کتابیں

انجمن ترقی اردو پاکستان نے تمام درجوں کے طلبا اور عام لوگوں کے لئے سائنس کی عام فہم کتابیں شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس منصوبہ کے سربراہ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی ہیں۔

سفیر امریکہ کا شکریہ

مدیر ''کتابی دنیا'' نے صدر جان فٹز جیرلڈ کینیڈی کی المناک موت پر پیغام تعزیت ارسال کیا تھا۔ آج (۲۱ جنوری) کو سفیر امریکہ کی طرف سے شکریہ کا خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ اہل امریکہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہیں کہ ہر جگہ خیر سگالی رکھنے والے لوگ ان کے غم میں شریک ہیں۔ اس سے ان کی اس توقع کو تقویت پہنچتی ہے کہ امن و انصاف کی دنیا جسکے لئے صدر کینیڈی نے اسقدر کام کیا تھا، دور نہیں ہے۔

ایک رسم الخط

پنڈت نہرو نے بمبئی میں اس بات پر زور دیا تھا کہ اگر ہندوستان کی سب زبانوں کا رسم الخط ایک ہوجائے تو قومی یکجہتی کو فروغ ہوگا۔ اقبال کرشن نے اس تجویز کو ''احمقانہ'' قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: ''خدا را اتحاد کے نام پر اختلاف کے بیج نہ بوئیں۔ زبان کو مٹائیے، رسم الخط کو بدلئے، چھوٹی منفرد تہذیبوں کو کچلئے، عوام کے جذبات روندئیے تو فور ثقافتی بڑھیگا''۔ (ہماری زبان)

خالدہ ادیب خانم کی وفات

ترکی کی مجاہد خاتون خالدہ ادیب خانم کا استنبول میں ۹۰ برس کی عمر میں [illegible] کو انتقال ہوگیا۔ یہ متعدد کتابوں کی مصنفہ ہیں جن میں سے چند انگریزی میں ہیں اور باقی ترکی میں۔

ایک دانائے فرنگ کا قول

لارڈ الفرڈ ٹامسن ڈیننگ ۲۰ سال تک برطانیہ کی ایک عدالت کے جج رہ چکے ہیں۔ پروفیومو وارڈ، کیلر کے تاریخی فضیحتے پر برطانیہ نے انہی سے رپورٹ لکھوائی ہے۔ ان کا ایک قول ''اسٹیٹسمین'' میں یوں شائع ہوا ہے:

'' قانون کی بنیاد تو اخلاقیات ہی پر ہوتی ہے۔ اگر اخلاقیات ہی نہیں تو قانون بے معنی ہے۔ اور خود اخلاقیات کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے۔''

گویا اگر مذہب نہیں تو اخلاق و قانون دونوں بے معنی ہوکر رہ جاتے ہیں ۔
(صدق جدید)

چوری کی سزا

ماسکو ۔ ۲۷ دسبر ۔ قازقستان میں ایک شخص کو اس جرم میں کہ اس نے ۳ لاکھ روبل سے زیادہ قیمت کے گوشت کی چوری کی تھی، گولی ماردی گئی ہے ۔

ادبی آدم جی انعامات

کراچی ۔ ۳۱ جنوری ۔ آج ادارۂ مصنفین پاکستان کی سالانہ تقریب میں آدم جی انعامات کا اعلان کیا گیا ۔ احمد ندیم قاسمی کو ان کے مجموعۂ کلام ''دشت وفا'' پر اور عبداللہ حسین کو ان کے ناول ''اداس نسلیں'' پر پانچ پانچ ہزار کے انعامات دئے گئے ۔ بنگالی شاعر شمس الرحمن کو ان کے مجموعۂ کلام پر اور مشہد اللہ قیصر کو ان کے ناول پر پانچ پانچ ہزار کے انعامات دئے گئے ۔

بزم کتب خانہ کی رسم افتتاح

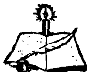
جامعۂ کراچی کی بزم کتب خانہ کی رسم افتتاح کے موقع پر کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر اشتیاق حسین قریشی صاحب نے کہا کہ صرف کتب خانوں کا قیام ہی فروغ علم کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان سے صحیح طور پر استفادہ کیا جائے اور علم کے اس ذخیرہ کی صحیح طور پر نگہداشت کیجائے اور یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ ان کتب خانوں کی نگرانی تربیت یافتہ افراد کے سپرد ہو ۔ اس سلسلے میں قریشی صاحب نے کہا کہ ہمارے ملک میں بعض حضرات کے پاس علم کے ایسے ذخیرے موجود ہیں جو فرد واحد کی ملکیت ہوکر رہ گئے ہیں اور ان کو جب عوام میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ اس پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ان ذخیروں کو وہ لوگ دیمک اور کیڑوں سے کھلوانے کے لئے تیار ہیں، لیکن اس بات پر رضامند نہیں ہیں کہ کوئی طالب علم یا کوئی جامعہ اس سے فائدہ اٹھائے ۔

شروع میں ایس خورشید صاحب صدر شعبۂ لائبریری سائنس نے شعبہ کی ترقی پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ شعبۂ کتب خانہ کے طلبا شہر کراچی اور پاکستان کے مختلف علاقوں کا جائزہ لے رہے ہیں کہ وہاں کتنے کتب خانے اور دارالمطالعے ہیں اور پڑھنے والوں کا ذہنی رجحان کیا ہے ۔

محمد گلستان معتمد عمومی نے کراچی میں بچوں کے لئے مثالی کتب خانہ کے قیام کی مہم کا آغاز کیا ۔ انہوں نے کہا کہ آج سے ہمارا نعرہ ''اچھی کتابیں اچھے بچے'' ہے ۔

شروع میں بزم کے نائب صدر نعیم الدین قریشی نے اپنی بزم کی روداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ تحصیل علم کے لئے لائبریریوں کا قیام ناگزیر ہے اور طلبا کو چاہئے کہ اپنا قیمتی وقت ہوٹلوں اور سنیماؤں کی نذر کرنے کی بجائے کتب خانوں میں گذاریں ۔

تبصرے



نوٹ : تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے ۔

موضوعات کبیر

مترجم : مولانا حبیب الرحمن کاندھلوی ۔

ناشر : قرآن محل، مقابل مولیدینا مسافر خانہ، کراچی ۔

سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات۳۰۶ ۔ مجلد ۔

قیمت : آٹھ روپے ۔

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس کا تعلق موضوع حدیثوں سے ہے ۔ انہیں حروف تہجی کے حساب سے جمع کیا گیا ہے ۔ بعض موضوع حدیثوں کو پڑھکر ہنسی آتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ معمولی دماغوں کی ایجادات پیغمبرانہ فرمودات کے سامنے کہاں ٹھہر سکتی ہیں ۔

یہ تصنیف ہے ملا علی قاری کی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے قدیم علما نے کھرے اور کھوٹے کے فرق کو ظاہر کرنے میں جتنی محنت اٹھائی ہے ، اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے ، کم ہے ۔ مولوی محمد سعید صاحب کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ " امت مسلمہ کی گردنیں ان کے احسان کے بوجھ سے گرانبار ہیں ۔ اگر یہ حضرات میدان میں نہ آتے تو احادیث کی حیثیت اساطیرالاولین سے زیادہ نہ ہوتی ۔ " مگر ان احتیاطی تدابیر کے باوجود متعدد موضوع حدیثیں رواج پاگئی ہیں جن کی وجہ سے ہم میں غیر ضروری مذہبی اختلافات پیدا ہوگئے ہیں ۔

ترجمہ اصل عربی سے کیا گیا ہے ۔ میں نے کئی جگہ مقابلہ کرکے دیکھا ہے کہ ترجمہ صاف اور شستہ ہے ، لیکن کہیں

کہیں ثقیل عربی الفاظ جوں کے توں اردو میں منتقل ہوگئے ہیں۔

شروع میں مبسوط دیباچہ ہونا چاہئے تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ فن حدیث میں ملا علی قاری کا درجہ کیا ہے۔ ان کے حالات زندگی بھی دینے چاہئے تھے۔ بہر حال کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

کتاب، چھپائی، کاغذ دیدہ زیب ہے۔

(ض۔ ا۔ ب)

سیر افلاک

مصنف: حکیم احمد۔

ناشر: انجمن ترقی اردو ہند، علیگڑھ۔

سائز: اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۳۱۴۔ مجلد۔

قیمت: پانچ روپے۔

انجمن ترقی اردو ہند نے اپنے پنج سالہ پروگرام کے ماتحت علمی و فنی موضوعات پر کتابیں لکھوانے اور شائع کرنے کا جو پروگرام تیار کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں نظام فلکی کو علمی انداز مگر سادہ پیرایہ میں اردو دان طبقہ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو اپنے موضوع پر پوری قدرت حاصل ہے اور یہی سبب ہے کہ وہ اتنی مشکل اور فنی چیز کو ایسی زبان میں پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جو بیک وقت سادہ بھی ہے اور علمی بھی۔

کتاب میں شروع سے بحث کی گئی ہے یعنی اس وقت سے جب سے انسان نے تاروں اور سیاروں سے دلچسپی لینی شروع کی۔ اس میں ۱۹۰۹ تک کی دریافتوں کا حال آگیا ہے۔

کتاب کے آخر میں سورج گرہن، چاند گرہن، کہکشاں وغیرہ کے متعدد فوٹو اور چارٹ دئے گئے ہیں جس سے اسکی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اگر مصنف ایک باب میں ان دریافتوں کے حالات بھی لکھدیتے جن سے مسلمانوں نے فلکیات کے موضوع پر اپنے دور ترقی میں دنیا کو روشناس کرایا تو بہت اچھا ہوتا۔ بقول ڈریپر

"مسلمانوں کے کارنامے آسمانوں پر لکھے ہوئے ہیں ۔" مختلف بروج اور سیاروں کے نام عربوں کے دئے ہوئے ہیں ۔

به حیثیت مجموعی کتاب ایک کامیاب کوشش ہے اور انجمن ترقی اردو هند قابل مبارک باد ہے که اس نے ایسی مفید کتاب همیں دی ۔ (ض۔ ا۔ ب)

شکنتلا

مترجم : بشیشور پرشاد منور لکھنوی ۔

ناشر : آدرشی کتاب گھر، ۲۹-۱۰۲۸ فیض گنج، دریا گنج، دھلی۔

سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ ۔ صفحات ۲۱۶ ۔

قیمت : چھه روپے ۔　　مجلد

شکنتلا کالی داس کا ایک لافانی شاهکار ہے، اور زیر بحث کتاب اس کا تازہ ترین ترجمه ہے۔ مترجم هیں حضرت منور لکھنوی جو اس سے قبل بھگوت گیتا کی قبیل کی متعدد کتابوں کا نثری یا منظوم ترجمه دنیا کو دے چکے هیں۔ قرآن مجید کی کچھ سورتوں کے منظوم ترجمه پر "کتابی دنیا" میں نه صرف ریویو هو چکا ہے بلکه اسکے نمونے بھی پیش کئے جاچکے هیں۔ جناب منور صاحب کو شاعری کا ذوق ورثے میں ملا ہے۔ ان کے والد منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی تھے جو اپنے دور کے مشہور شاعر تھے۔ منور صاحب کی شاعری کا آغاز ۱۹۱۰ سے هوا اور اب تک وہ جتنی خدمت اپنی مادری زبان کی کر چکے هیں وہ قابل فخر ہے ۔ ان کی عمر ۶۶ سال کی هوگئی ہے ۔ خدا انهیں تا دیر زندہ رکھے تاکه وہ اردو کے دامن کو اپنی تخلیقات سے بھرتے رهیں ۔

اس ڈرامے کا ترجمه دنیا کی هر شایسته زبان میں هو چکا ہے ۔ عربی اور فارسی میں اسکے نثری یا شعری تراجم شائع هو چکے هیں ۔ اردو میں بھی وہ کئی روپ دھار چکا ہے۔ زیر تبصرہ ترجمه اصل ڈرامے کی طرح نظم و نثر دونوں میں ہے ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کی نظر سے بھی یه ترجمه گزر چکا ہے اور انھوں نے اسے پڑھکر اپنے جو تاثرات بھیجے هیں وہ شروع میں درج کردئے گئے هیں ۔

جہاں تک ترجمه کا تعلق ہے وہ ڈرامے کی روح کو خوبصورتی سے واضح کردیتا ہے۔ به حیثیت مجموعی وہ رواں، صاف اور هر قسم کی گنجلک سے پاک ہے ۔

منور صاحب نے اس ترجمه کو اپنی دھرم پتنی شریمتی چندر کلا سکسینه کے نام سے معنون کیا ہے جنهیں وہ از راہ محبت "پروانهٔ چراغ منور" سے موسوم کرتے هیں ۔

چھپائی، لکھائی نهایت نفیس ہے۔
(ض۔ ا۔ ب)

پاکستان لائبریری ریویو

لائبریری کی تحریک مقابلةً جدید ہے مگر اب دنیا کا کوئی ملک ایسا نهیں رها جہاں

یہ مقبول نہ ہو۔ کراچی یونیورسٹی ایک سہ ماہی رسالہ شائع کرتی ہے جسمیں اس تحریک کے مختلف پہلوؤں سے بحث کیجاتی ہے۔ یونیورسٹی کا منتہائے نظر یہ ہے کہ ملک کی ہر لائبریری تربیت یافتہ اشخاص کی تحویل میں ہو۔ کراچی یونیورسٹی نے لائبریری کورس بھی جاری کر رکھا ہے۔

اس تحریک کے کرتا دھرتا پروفیسر رنگا ناتھن ہیں جن کی ۷۰ ویں سالگرہ کے موقع پر یہ نمبر شائع کیا گیا ہے۔ مختلف مضمون نگاروں نے پروفیسر موصوف کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ لکھنے والے ہیں ڈاکٹر محمود حسین، ڈاکٹر شیرا، بی۔ این۔ کول، خواجہ نور الہی، اے۔ کرشنن اور ڈاکٹر شا ۔ ڈاکٹر محمود حسین نے تو اپنے مضمون کو اس دعا پر ختم کیا ہے:

تم سلامت رہو ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اڈیٹوریل میں موجودہ دور کو "رنگا ناتھن کا دور" کہا گیا ہے اور ان کی درازی عمر کی دعا مانگی گئی ہے۔ اس نمبر کو پڑھنے سے پروفیسر موصوف کی جامعیت اور عظمت کا کچھ کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔

کسب کمالے کن کہ عزیز جہاں شوی

(ض۔ا۔ب)

ادبی خبریں

* اردو کے شاعر محمد علوی کی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ "خالی مکان" شائع ہوگیا ہے جو ظفر منزل، شاہ پور، احمد آباد سے ملیگا۔

* دیویندر اسر نے "ادب اور نفسیات" کے عنوان پر ایک کتاب جس میں ادب اور نفسیات کے باھمی رشتہ اور مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، لکھی ہے جسے مکتبہ شاہراہ، اردو بازار، دھلی نے شائع کیا ہے۔

قیمت تین روپے پچاس پیسے ہے۔

* جیمز میڈیسن ھائی اسکول ورجینیا (امریکہ) کے طلبا کی طرف سے ۸ ہزار درسی کتب کراچی کی بوائے اسکاؤٹس ایسوسی ایشن کو حال میں تحفہ کے طور پر دی گئی ھیں۔

* ایرانی حکومت نے کراچی یونیورسٹی کو ۲۰۰ کتابیں پیش کی ھیں۔ یہ کتابیں ایرانی سفیر آقائی جعفر کفائی نے حوالہ کیں۔

* مولانا رازق الخیری، ایڈیٹر عصمت آج کل اپنے والد ماجد علامہ راشد الخیری کی لائف لکھنے میں مصروف ہیں اور خیال ہے کہ جون تک شائع ہوجائیگی۔ اس سوانح عمری میں خاندانی اور گھریلو حالات کے علاوہ علامہ کی علمی اور ادبی حیثیتوں پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

* سرسید کی مشہور کتاب "آثارالصنادید" ڈاکٹر یمین الحق کے مقدمہ، حواشی اور

تعلیقات کے ساتھ عنقریب منظر عام پر آرہی ہے۔

* نگار پاکستان (کراچی) اپنی ۴۳ ویں سالگرہ پر ۱۹۶۳ کا سالنامہ ''تذکروں کا تذکرہ'' شائع کریگا۔ اس میں فن تذکرہ نگاری کے جملہ پہلوؤں سے بحث کیجائیگی اور بتایا جائیگا کہ اردو اور فارسی ادب میں تذکروں کی صورت میں کتنا خزانہ محفوظ ہے۔ قیمت چار روپے ہوگی۔

* ''مشرق'' (کراچی) غالباً اپریل میں ''اردو نمبر'' شائع کر رہا ہے۔ یہ آفسٹ سے چھاپا جائیگا اور ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگا۔

* پگڈنڈی (امرتسر) عنقریب سالانہ ''تلوک چند محروم نمبر'' شائع کر رہا ہے اسکی قیمت پانچ روپے ہوگی، مگر سالانہ خریداروں کو یہ نمبر مفت ملیگا۔ پگڈنڈی کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔

* ضیاءالدین احمد برنی عیسائیت پر ایک معرکہ کی کتاب لکھنے میں مصروف ہیں جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے، اسکی پوری تائید موجودہ اناجیل سے بھی ہوتی ہے۔

* بصائر (کراچی) کا آئندہ شمارہ ''ٹیپو سلطان شہید نمبر'' ہوگا۔

* پنڈت آنند نراین ملا کا تیسرا مجموعۂ کلام ''میری حدیث عمر گریزاں'' شائع ہوگیا ہے۔ یہ کتاب ۲۰۰ صفحے کی ہے اور اسکی قیمت آٹھ روپے پچاس پیسے ہے۔

* حکومت ہند ہندوستانی عوامی گیتوں کا ایک انسائیکلوپیڈیا شائع کر رہی ہے۔ اسکے ساتھ ہی بدھ مت اور جین دھرم کے قصے کہانیوں اور دیو مالائی داستانوں کی ایک فہرست بھی شائع ہوگی۔

* محمد علی اکیڈمی ۹۰ ٹیگور پارک لاہور نے ''علی برادران'' نامی کتاب حال میں شائع کی ہے۔ اسکے مرتب ہیں رئیس احمد جعفری۔ کتاب مصور ہے اور ۶۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت پندرہ روپے ہے۔

رسالوں پر طائرانہ نظر

آج کل (دھلی) — جنوری کے شمارہ میں شیفتہ کا غیر مطبوعہ فارسی خط ضروری تمہید کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ یہ خط طویل ہونے کے باوجود دلچسپ ہے۔ لکھنے والے نثار احمد فاروقی ھیں۔ اسکے بعد وہ مضامین درج کئے گئے ھیں جو بزم ظفر کی بحر میں لکھی گئی ھیں اور یوم ظفر کے مشاعرہ میں پڑھی گئی تھیں۔ شعرا کے نام ھیں جوش ملسیانی، گوپی ناتھ امن اور بسمل سعیدی۔ مجنوں گورکھپوری نے سیمسن اور دلائلہ کی قدیم کہانی کو ایک مضمون کی شکل دیدی ہے۔ ''مجرم،، نفسیاتی کہانی ہے اور انتہائی دلچسپ۔

نقش (کراچی) — یہ ادبی ڈائیجسٹ ہے جسمیں ہر ماہ ہندوستان اور پاکستان کے رسالوں سے ماخوذ کہانیوں، غزلوں اور مضمونوں کا انتخاب شائع کیا جاتا ہے۔ دسمبر کے پرچہ میں کوئی ۱۱ کہانیاں، دو مزاحیہ مضامین اور ۱۳ منظومات ھیں۔ منظور حسین شور کی نظم ''تضاد آدم،، نظیر اکبر آبادی کے نہج پر لکھی گئی ہے۔ سراج الدین ظفر کی غزل بہت اچھی ہے۔ کہانیوں میں عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر رام لال وغیرہ کی کہانیاں بیحد دلچسپ ھیں۔ قیمت فی پرچہ ایک روپیہ ہے۔ یہ شمارہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

نگار پاکستان (کراچی) — دسمبر کے شمارہ میں ملاحظات کے عنوان سے نیاز صاحب نے جو کچھ اپنے متعلق لکھا ھے وہ دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ھے۔ ''ھماری ادبیات مستقبل میں،، فراق کے انگریزی مضمون کا ترجمہ ھے - اس مضمون میں انہوں نے چند مفید مشورے دئے ھیں- چند تاریخی و ادبی لطائف بھی قابل مطالعہ ھیں۔ ''سیفو۔ یونانی شاعرہ،، اور ''حافظ کا معشوق،، بھی قابل مطالہ ھیں۔ موخرالذکر مقالہ میں حافظ کا نئے زاویہ سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ ''شیطان سے ملاقات،، بہت ھی دلچسپ مضمون ہے۔ مسلم بادشاھوں کی رواداریوں کے قصے جن میں اورنگ زیب بھی شامل ہے، ڈاکٹر سید محمود نے لکھے ھیں۔ ریاض خیر آبادی کے ''عطر فتنہ،، کے اقتباسات آج بھی دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ھیں - انہیں عقیل احمد جعفری نے مرتب کیا ہے۔

جنوری کے شمارہ میں ملاحظات کے عنوان کے ماتحت کراچی کے ان تمام اداروں پر تبصرہ کیا گیا ہے جو اردو کی ترقی کے لئے کام کر رہے ھیں۔ عبدالمغنی اقبال کی فارسی شاعری سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ھیں کہ اقبال میں جو ''فن کی اتنی روح پرور تازگی پائی جاتی ھے وہ بیشتر فطرت ھی کی طراوت و شوخی کا فیض ہے،، یہ پہلی قسط ہے۔ نیاز صاحب نے ''کلوپترا

کون تھی اور کیا تھی ،، پر مضمون لکھتے ہوئے بعض غلط فہمیوں کو دور کردیا ہے۔ شاد عظیم آبادی کی شاعری پر عطاءالرحمن عطا کا مضمون قابل مطالعہ ہے۔ ''مفتش،، نے ایک مضمون میں ناسخ کے بارے میں بعض غلط بیانیوں کی تصحیح کی ہے۔ ''طوطوں کی کہانی،، بھی دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ ''شاہا دو رخ بدہ و دل آرام رادہ،، والے مضمون میں شطرنج کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے، نیاز صاحب نے اسکی تشریح کی ہے۔

بصائر (کراچی) — یہ دائرہ معین المعارف کا آرگن ہے اور سہ ماہی ہے۔ اس کے مرتب ڈاکٹر معین الحق ہیں۔ تازہ پرچہ میں ضیاءالدین نخشبی کے حالات دئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض مصنفوں کی غلط بیانیوں کی نشاندھی کی گئی ہے۔ لکھنے والے ہیں احسان الحق فاروقی۔ ابرار علی صدیقی نے لطف بدایونی کے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے کلام سے بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ رشید احمد ارشد نے جدید عربی ادب اور اسکے رحجانات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جدید عربی ادب فرانسیسی اور انگریزی سے بیحد متاثر ہوا ہے۔ جلیل قدوائی نے ایک سرکاری دستاویز کو بنیاد بناکر بتایا ہے کہ ۱۸۷۷ میں ہندوستان کے محکمہ ڈاک کو کتنی زبانوں سے سابقہ پڑتا تھا۔ اس رجسٹر میں ان زبانوں کی طرز تحریر کے نمونے بھی درج ہیں۔ محمد ایوب قادری نے مولوی سلیمان بدایونی کے حالات ایک مضمون کی صورت میں لکھے ہیں۔ سخاوت مرزا نے دور قطب شاھی کی ایک سنسکرت کتاب سے تعارف کرایا ہے جو جنسیات پر ہے۔

صبح امید (بمبئی) — جنوری کے شمارہ میں نصیرالدین ہاشمی کا مضمون ''سلطان محمد قلی کے دور حکومت میں تقریبات،، دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ ابر قدوائی کے حالات میں حضرت جوش نے پسندیدہ انداز میں چند پرانی یادیں پیش کی ہیں۔ ''ایک ٹیکسی ڈرائیور کا اعمالنامہ،، عنوان سے ایک مضمون کا جسمیں ایک ٹیکسی ڈرائیور نے اپنے دس سالہ تجربات کاغذ پر بکھیر دئے ہیں جو بہت ہی سبق آموز ہیں۔ مضمون کے لکھنے والے ہیں ایڈووکیٹ مانک جی شاھانی۔

مشرق (کراچی) — جنوری کے شمارہ میں شاہ عبدالحامد بدایونی کے مضمون ''ضابطہ حیات،، میں بتایا گیا ہے کہ ابتدا ہی سے مسلمان کی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنا چاھئے۔ ''دشمن انسانیت،، اور ''ادب کے یہ قدردان،، دونوں سبق آموز افسانے ہیں۔ ''وفا بھوپالی کی شاعری،، پڑھنے کے قابل ہے۔ ان کے کلام میں خلوص اور اثر ہے۔ ''مغل شہزادیوں میں پردہ،، تاریخی معلومات سے مملو ہے۔

معارف (اعظم گڑھ) — جنوری کے شمارہ میں شاہ معین الدین نے ابن الحجاج سے تعارف کرایا ہے جو فارسی زبان کا پہلا

سفرنامہ ہے۔ اسکے مصنف ملا صفی الدین اردبیلی ہیں جو ۱۰۸۰ھ میں شہزادی زیب النسا سے اجازت لیکر حج کے لئے دھلی سے روانہ ہوئے تھے۔ یہ سفر نامہ دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے۔ ''اسلامی رصد خانے'' پر از معلومات ہے۔ ڈاکٹر سید لطیف حسن نے کرامت علی خاں شہیدی کے حالات کے ساتھ ان کی شاعری سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ ایک اور مضمون میں امام بخاری کی بعض خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جمع و تدوین قرآن پر صدیق حسن مرحوم کے سلسلہ مضامین کی آخری قسط شائع ہوئی ہے۔

منادی (نیو دھلی) ــ تازہ پرچے میں فوائد الفواد کی ۹۰ ویں قسط دی گئی ہے۔ یہ کتاب حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے اور اسکے بالمقابل اردو ترجمہ ہے۔ سلطان المشائخ کے فیض یافتگان کی تیسری قسط دی گئی ہے۔ خواجہ حسن نظامی کا منتخب روزنامچہ '' اردو گلستان '' کے نام سے دیا گیا ہے۔ حسن ثانی نظامی کا سفرنامہ حیدرآباد میں پڑھنے کی چیز ہے۔ زبان بالکل خواجہ صاحب مرحوم کی سی ہے۔ ایک مضمون میں '' علی گڑھ تاریخ ادب اردو'' پر کڑی تنقید کی گئی ہے۔

جام نو (کراچی) ــ جنوری کے پرچہ میں اولین جگہ اظہر قادری کے مضمون کو دی گئی ہے جس میں حالی کی شاعری اوران کے ادب کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

'' ابتدا سے انتہا تک '' طویل مگر دلچسپ کہانی ہے اگرچہ اس کا انجام المیہ ہے۔

پگڈنڈی (امرتسر) ــ جنوری کے شمارہ میں اولین جگہ پروفیسر گاونت سنگھ ممتاز کے کٹھ اوپنشد کے ترجمہ لمعہ دوم کو دی گئی ہے۔ پڑھئے اور اپنے روحانی ذوق کو آسودہ کیجئے۔ عنوان چشتی نے ابراحسنی کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔ جو قابل مطالعہ ہے۔ وقار خلیل نے ایک مضمون میں بچوں کے شاعر حامداللہ افسر کی شاعری سے تعارف کرایا ہے۔

الشجاع (کراچی)۔ جنوری کے پرچہ میں صدر پاکستان کے دورہ سیلون کا مصور حال دیا گیا ہے۔ ایک اور مضمون کینیا سے متعلق ہے جسے ۱۲ دسمبر کو آزادی ملی ہے۔ یہ بھی مصور ہے۔ شہر طرب والے سلسلہ کی مزید قسط دلچسپ واقعات پر مشتمل ہے۔ سرورق صدر پاکستان کی تصویر سے مزین ہے۔

جامعہ (نیو دھلی) ــ جنوری کے شمارہ سے جامعہ کی ۵۰ ویں جلد شروع ہوتی ہے۔ ابتدائی دو مضمون ہندوستان کے آئین کی خصوصیات کی وضاحت کرتے ہیں۔ ان کے لکھنے والے ہیں ڈاکٹر سید عابد حسین اور پروفیسر غلام السیدین۔ نصیرالدین ہاشمی نے ۱۸۵۷ سے قبل کی چند منظوم داستانوں کی تشریح کی ہے جو نواب سالار جنگ مرحوم کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اس مضمون میں ۲۹ مطبوعہ داستانوں کا تعارف کرایا

کیا ہے " فلاح کی راہ "، عنوان سے ایک مضمون کا جسمیں امداد باھمی کے اصول پر کام کرنےکی ترغیب دی گئی ہے ۔ "سیرت پاک کی تعلیم "، میں اسلام کے اس خصوصی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے کہ " ابتداھی سے ایک خدا ہے اور ایک ھی دین ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کسی کو بانی دین نہ بنایا اور نہ بتایا ۔" فروغ میں عبداللطیف اعظمی نے ایک شذرہ میں حامد علی خاں کی خدمات کا اعتراف کیا ہے ۔

ادبی اطلاعات (بقیہ)

* انجمن ترقی اردو ھند، علیگڑھ نے دو نئی کتابیں شائع کی ھیں۔ ایک ہے خطوط غالب مرتبہ مالک رام ۔ یہ اٹھارہ پائیس سائز پر چھاپی گئی ہے اور اسکی قیمت سات روپے ۵۰ پیسے ہے۔ دوسری ہے صحیفہ' خوشی نویساں ۔ لکھنے والے ھیں مولوی احتشام الدین احمد شاغل ۔ اس کا سائز بیس تیس اور قیمت چھ روپے ھیں ۔

* لینن گراڈ کے ایک شخص نے جو باعتبار پیشہ انجینیر ہے، ۵۰ سال کی کاوش کے بعد ۲ لاکھ ضرب الامثال جمع کی ھیں ۔ ان امثال کا تعلق مشرقی یورپ ، انڈیا ، انڈونیشیا، جاپان، ترکی اور فنلینڈ سے ہے ۔

بقیہ خبریں

بزم وحشت کی ادبی نشست

حیدرآباد - ۳۱ جنوری — بزم وحشت کی سہ ماھی ادبی نشست میں وفا راشدی نے ایک دلچسپ فیچر بعنوان " پدما کے اس پار"، پڑھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے بزم کے اغراض و مقاصد پر بھی روشنی ڈالی ۔

یوم سیماب

کراچی - ۳۱ جنوری — آج کراچی میں یوم سیماب منایا گیا ۔ صبح کو مزار پر قرآن خوانی کی گئی اور سہ پہر کو تقریریں کی گئیں ۔ ایک تقریر میں حکومت سے درخواست کی گئی کہ وہ علامہ سیماب کے مزار کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح وہ آثار قدیمہ کی کرتی ہے ۔

کتاب گھر

کراچی - ۱۷ فروری — آج صبح ساڑھے گیارہ بجے بنگلہ کے پہلے کتاب گھر کے افتتاح کی رسم ادا ھوئی ۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد اختر حسین صاحب صدر انجمن ترقی اردو نے ایک جامع تقریر پڑھی اور وزیر مالیات نے تقریر فرمائی ۔ آپ نے اس کتاب گھر کی ھر ممکن امداد کا یقین دلایا ۔ اسکے بعد کتاب گھر کا افتتاح ھوا ۔ شعیب صاحب نے کافی وقت کتابیں دیکھنے میں صرف کیا اور اسکے بعد پچیس روپے کی کتابیں خریدیں ۔ یہ کتاب گھر صدر میں واقع ہے ۔ جلسہ میں کوئی دو سو مصنف ادیب، شاعر اور اکابر جمع تھے ۔ یہ کتاب گھر امداد باھمی کے اصول پر قائم کیا گیا ہے ۔ ایسے کتاب ملک بھر میں کھولے جائینگے ۔

ایڈیٹر: ضیاالدین احمد برنی بی - اے-
گیدومل لیکھراج روڈ ، کراچی—۱

مطبوعہ ٹیکنیکل پرنٹرز
کوچہ حاجی عثمانی - میکلوڈ روڈ - کراچی

دانتوں کی جلا اور بقا کے لئے!

تبت

ٹوتھ پیسٹ

سادہ اور کلوروفل

ہر روز تبت ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کی صفائی پر چند منٹ صرف کیجئے۔
آپ کے دانت ہمیشہ صاف اور چمکدار، مُنہ جراثیم سے پاک اور مسوڑھے مضبوط رہیں گے۔







کوہ نور کیمیکل کمپنی لمیٹڈ - کراچی - ڈھاکہ

united

Regd. No. S—1975

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ

ضیاء الدین احمد برنی سالانہ چندہ دو روپے صرف ۹ا پیسے

جلد ۹ اپریل ۱۹۶۴ء شمارہ ۴

مندرجات

Lavishly perfumed

to keep you fresh and fragrant!

My favourite Tibet Talcum Powder gives me such feeling of freshness and comfort that it makes summer mild and harmless for me.

In-doors or out-doors I neither feel sticky nor uneasy, but keep in perfect cheer.

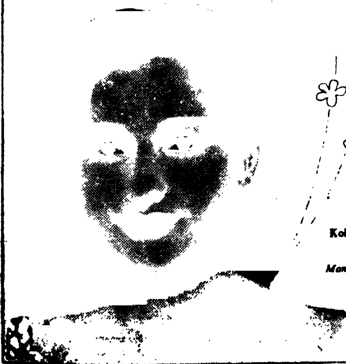
TIBET

TALCUM POWDERS









Kohinoor Chemical Co. Ltd.,
Karachi—Dacca
Manufacturers of quality cosmetics.

united



تبصرے

نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔





کلک موج

مصنف: عبدالعزیز خالد۔

ناشر: دو آبہ کو آپریٹو پبلشرز لمیٹڈ ، ۹۳ نیو کلاتھ مارکیٹ، بندر روڈ، کراچی۔

سائز: اٹھارہ بائیس آٹھ ۔ صفحات ۲۶۳ ۔

قیمت: سات روپے ۵۰ پیسے۔

خالد صاحب ہمارے ملک کے نوجوان شعرا میں بعض مخصوص صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ مثلاً وہ بہت سی زبانیں جانتے ہیں جن میں لاطینی، پنجابی، عربی اور فارسی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ لیکن اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ وہ اسرائیلیات سے خوب واقف ہیں اور میرے خیال میں وہ اس میں منفرد ہیں۔ انہوں نے چند اسرائیلی قصص کو اردو میں منتقل بھی کیا ہے اور اس طرح اپنے طور پر اردو کے دامن کو رنگ برنگ کے نئے خوشبودار پھولوں سے بھر دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اب تک ہمارے کسی شاعر نے اس طرف توجہ نہ کی تھی۔

غیر زبانوں پر عبور کا یہ نتیجہ ہے کہ ان زبانوں کے خیالات اور الفاظ ان کی زبان قلم پر بغیر کسی کوشش کے آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض جگہ مغلق عربی الفاظ کی بھر مار ہو گئی ہے۔ ان سے وہی قاری لطف اندوز ہو سکتا ہے جو اس زبان سے واقف ہو۔

خالد صاحب کی ایک اور خصوصیت جو انہی کی ذات گرامی تک محدود ہے، یہ ہے کہ وہ انگریزی، ہندی، فارسی، لاطینی زبانوں کے شعرا کے دلکش خیالات کو بے تکان اپنی شاعری کا جزو بنالیتے ہیں۔ ان خیالات میں ندرت بھی ہے اور نزاکت بھی، اور سمجھنے والا ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ یہ کام اسلئے نہیں کرتے کہ وہ اپنے علم سے دوسروں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں، بلکہ ان کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے اردو کے

دامن میں وسعت پیدا کی جائے۔ انہوں نے بعض پنجابی شاعروں کے نئے خیالات کو بھی اردو میں منتقل کیا ہے اور یہ بڑی اچھی کوشش ہے جسکی جتنی بھی تعریف کی جائے ، کم ہے -

بعض لوگ ان کی مشکل پسندی پر یہ کہکر اعتراض کرتے ہیں کہ جن تلمیحات اور استعمارات کا وہ استعمال کرتے ہیں وہ بعید از قیاس ہیں اور ایسے ہیں جن کی طرف ذہن ایک دم منتقل نہیں ہو پاتا - مگر بات یہ نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ جب یونانی قصص اور بائبل کی روایات زیادہ تو تر کے۔ تھ ہمارے ادب میں داخل ہو جائینگی اس وقت یہ غرابت خود بخود دور ہو جائیگی ۔

خالد صاحب بالطبع مشکل پسند واقع ہوئے ہیں - ان کی افتاد طبیعت ہی ایسی ہے اور اپنے مسرا مشورہ ہے کہ آیندہ حاشیہ میں ان مشکل الفاظ کے معانی بھی دیدئے جائیں تا کہ ایسا قاری جو ان کے مفہوم سے ناواقف ہو ، انہیں پوری طرح سمجھ لے۔ ادق الفاظ کے معانی دینے سے ان کی شاعری کی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہی ہوگا - اقبال نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں ۶۳ غزلیں ہیں۔ ان میں سے بعض اشعار اتنے سادے ہیں کہ سہل ممتنع کا درجہ رکھتے ہیں- بعض ابیات نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرلی ہے - ذیل کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

محبت کعبہ ڈھا کر بتکدہ تعمیر کرتی ہے

ہر بحر میں موتی نہیں، ہر کان میں سونا نہیں

وہ شان جمالی تھی یہ شان جلالی ہے

تیری دبی دبی سی ہنسی بھولتی نہیں

تنگ ہے دنیا میرے دل کے لئے

دل نے اسرار عشق فاش کئے
کیسے ممکن ہے عشق راز رہے !

حسن وہ ہے جو نظر پڑتے ہی
یک بیک دل کو مسخر کرلے

ناقص کے منہ سے میری مذمت خفی جلی
واضح دلیل ہے میرے فضل و کمال کی

اپنے اپنے وقت پر ہر چیز لگتی ہے بھلی
اک اضافی قدر ہے کیا حسن کیا بدصورتی

تلوار اٹھانے والا تلوار سے مریگا

کنارے پر کھڑا چنتا ہوں گھونگے
گہر اعماق قلزم میں نہاں ہے

ملیں خضر خجستہ پے تو پوچھوں
بنات البحر کا مسکن کہاں ہے؟

جو اپنے نفس پر قادر نہیں ہے
وہ شہر بے فصیل و بے امیں ہے

ہیں جاروب کش اس جگہ کے فرشتے
یہ ام القریٰ مولد مصطفیٰ ہے

رد ابن الوقت و خود بیں ، عورت آرایش پسند
دسی کے دیکھنے کی ہم کو حسرت ہی رہی

جنس بازار نہ بن پھول کی مالا کی طرح
تو گہر ہے صدف ناز میں پنہاں ہو جا

اس نمایش پسند دنیا میں
قدر ہے صرف کامیابی کی

اے چاند اگر تو اس کو دیکھے
کوٹھے پہ کبھی اکیلے سوتے
تیرے چہرے کا رنگ فق ہو
تو اپنی آن بان بھولے
کیا چاند سی صورتیں بنائیں
قربان اے نیلی چھتری والے!

سچے فنکار کا ہے مطمح
دولت کی طمع نہ شوق شہرت

انسان خود ہے معمار اپنا
جس طرح ڈھالے ڈھل جائے قسمت

بالا ہیں مرحلِ حرص و طمع سے
کیا دیگا کوئی اجر رسالت !

حسن کھلتا ہے سوگواری میں
کتنا دلکش لباس ماتم ہے

شعر حکمت کا ہے شعبہ اور حکمت
مرد مومن کی متاع گم شدہ ہے

اوپر جو چند شعر دئے گئے ہیں وہ براہ راست یا تو احادیث کا ترجمہ ہیں یا لاطینی وغیرہ سے ماخوذ ہیں یا خود شاعر کے گہرے خیالات کا نتیجہ ہیں۔ ایسے سادہ دلکش اشعار تمام کتاب میں بکھرے پڑے ہیں۔

میں نے مغلق اشعار کی مثالیں دیدہ ودانستہ نہیں دی ہیں ، بلکہ ان کی جانب ایک پیرا گراف میں اوپر اشارہ کردیا ہے۔

بہر حال یہ شاعری ہماری شاعری میں بلحاظ جذبات و خیالات اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے میری مراد ہے کہ جب ہم دوسری زبانوں کے خیالات کو اردو نظم کا جامہ پہناتے ہیں تو گویا اپنی شاعری کو مالا مال کرتے ہیں۔ نئے نئے خیالات اسی عمل سے داخل زبان ہو جاتے ہیں۔

کتاب زیر تبصرہ کا نام ''کلک موج'' ہے ، اور یہ شاعرانہ نام خود داد طلب ہے۔ شاعر کے بیشتر مجموعوں کے نام ایسے ہی ہیں۔ کتاب دبیز کاغذ پر ٹائپ کے خوبصورت حروف میں چھاپی گئی ہے۔ جلد کپڑے کی ہے۔ صاحب ذوق حضرات میری طرح حضرت خالد کی شاعری سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہینگے۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

کاروان ادب

یہ سینٹ زیویرز کالج (بمبئی) کا سالنامہ ہے جو اردو لٹریری سوسائیٹی کی زیر سرپرستی ۱۵ سال سے شائع ہوتا ہے ۔ اس کے ایڈیٹر این ۔ ایس گوریکر ہیں ۔ ہر سال یہ ادارہ اردو کی ترقی کے لئے یونیورسٹی کے مختلف امتحانوں میں اردو میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والے طلبا کو سونے کے تمغے دیتا ہے ۔ اس کے

علاوہ کالج کے دو مرحوم پروفیسروں (سید سعید رضا اور خلیل دھلشتی) کی یاد میں علی الترتیب اردو و فارسی کے وظیفے اور تمغے دئے جاتے ھیں ۔ ڈاکٹر اقبال کے نام پر بھی ایک وظیفہ ھر سال اردو کے طالب علم کو دیا جاتا ھے ۔ یہ سوسائیٹی مرزا غالب ، سر ابراھیم رحمت اللہ اور سر تیج بہادر سپرو کے نام پر تقریر ، ڈرامے اور مضمون نگاری کے مقابلے کراتی ھے اور انعامات دیتی ھے ۔ زیر تبصرہ سالنامہ بھی انہی سرگرمیوں کی ایک کڑی ھے ۔

اس شمارہ کی ابتدا میں پرنسپل کا پیغام درج کیا گیا ھے جس میں سوسائیٹی کے کارناموں پر اظہار اطمینان کیا گیا ھے ۔ ایک اور مضمون میں اس ادارہ کی ادبی خدمات کا جائزہ لیا گیا ھے ۔ '' بزم آخر '' کے عنوان کے ماتحت ظفر کی شاعری سے بحث کی گئی ھے ۔ غلام مصطفیٰ نے اپنے مقالہ میں غالب کی انفرادیت کو اجاگر کیا ھے ۔ فیروزہ مسعود خان کا مضمون '' حسرت کی شاعری '' بھی قابل مطالعہ ھے ۔ نور جہاں قاضی نے اختر شیرانی پر ، ھارون رشید انصاری نے مجاز پر اور قمر اے ۔ شیخ نے جگر کے تغزل پر پسندیدہ انداز میں اظہار خیال کیا ھے ۔ ان میں سے ھر ایک نے اپنے اپنے موضوع کے ساتھ انصاف برتنے کی کوشش کی ھے ۔ سکندر علی وجد عنوان ھے ایک مضمون کا جس میں جاوید بخاری نے وجد کی شاعری کے محاسن بیان کئے ھیں ۔ منٹو اور عصمت چغتائی پر علیحدہ علیحدہ دو مضامین لکھے گئے ھیں جن میں ان دونوں کی مدافعت کی گئی ھے ۔ آخری مضمون این ۔ ایس ۔ گوربکر کا ھے جس میں بعض مطبوعات پر تبصرہ کیا گیا ھے ۔ یہ ایک تقریر ھے جو بمبئی سے نشر کی گئی تھی ۔

مضامین کا عام اسلوب تحریر سنجیدہ اور متوازن ھے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

ظاہر و باطن

مصنف : محمد فضل الرحمن۔
ناشر : انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ۔ انڈیا۔
سائز : بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۰۰۔ دبیز کور
قیمت: ایک روپیہ ۲۵ پیسے۔

یہ ایک مزاحیہ ڈراما ہے۔ اس کا پلاٹ دی اسکول فار اسکنڈل سے لیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بظاہر یہ ماخوذ ہے مگر پڑھتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طبع زاد ہے، اسلئے کہ ماحول سارا اپنا لیا گیا ہے۔ زبان سادہ استعمال کی گئی ہے۔ ڈائیلاگ بہت پاکیزہ ہیں۔ (ض۔ا۔ب)

مظلوم

(عرف لیڈی گرل۔ لیڈی ہوائے)

مصنفہ : بیگم خورشید عبدالحفیظ۔
سائز : بیس تیس سولہ۔ صفحات ۲۳۶۔ پیپر کور
ملنے کا پتہ: وکٹوریہ چیمبر۔ ۱۔ وکٹوریہ روڈ۔ کراچی۔
قیمت: تین روپے آٹھ آنے۔

بیگم خورشید اس سے قبل کئی ایک ناول لکھ چکی ہیں لیکن ''مظلوم'' وہ پہلا ناول ہے جو میری نظر سے گزرا ہے۔ بیگم صاحبہ میرے محترم دوست نواب عبداللہ کسمنڈوی مرحوم کی صاحبزادی ہیں اور اس لئے کہنا چاہئے کہ لکھنے کا سلیقہ انہیں ورانتاً ملا ہے۔

اس ناول میں بیگم صاحبہ نے موجودہ ماحول کی پوری پوری عکاسی کی ہے۔ بنیادی تخیل معاشرہ کی اصلاح ہے، جسمیں مصنفہ کافی حدتک کامیاب ہوئی ہیں۔ قیمت ذرا کم ہونی چاہئے۔ (ض۔ا۔ب)

سیدہ کی بیٹی

یہ کتاب مولانا رازق الخیری کی لکھی ہوئی ہے اور ۱۹۴۳ سے لیکر اب تک کوئی سات مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس میں حضرت زینب کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ یہ حادثۂ کربلا کی ایک کڑی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض حصے بیحد رقت انگیز ہیں۔ صفحات ۳۱۳ ہیں۔ قیمت ۵ روپے ۵۰ پیسے ہے۔ عصمت بکڈپو کراچی-۳ سے طلب فرمائیے۔ (ض۔ا۔ب)

شہزادہ علی اصغر

مولف : مولوی سید آغا مہدی لکھنوی۔
ملنے کا پتہ: ایک۔ ایچ ۲۱/۷، ناظم آباد، کراچی ۱۸۔
سائز : بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۹۲۔ پیپر کور۔
قیمت: دو روپے

کتاب زیر بحث حضرت حسین (ع) کے فرزند علی اصغر کی داستان حیات ہے۔ یہ شیعہ نظریہ کو پیش کرتی ہے اور اسمیں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مولف نے جا بجا عجیب و غریب نکتے پیدا کئے ہیں۔ مضامین آفرینی کے اعتبار سے یہ کتاب متعدد محاسن پر مشتمل ہے۔

مجھے فاضل مولف سے دو تین جگہ اختلاف ہے۔ ایک تو یہ کہ یوم عاشورہ ۷۲ گھنٹے کا تھا۔ مصائب کی گھڑیاں عام طور سے طویل معلوم ہوتی ہیں اور بطور استعارہ یہ ٹھیک بھی ہے، مگر سورج کا رک جانا خلاف سنت خداوندی ہے۔ اسی طرح مکہ اور کربلا کی آب و ہوا میں جو غیر معمولی فرق دکھایا گیا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یزیدی فوجوں میں تین ہزار آدم خوروں کی موجودگی تشریح طلب ہے۔ حضرت علی اصغر کی عمر کے بارے میں کئی جگہ تضاد پایا جاتا ہے۔ (ض۔ا۔ب)

وفاتیات

(۱) حافظ فیاض احمد مرحوم

حافظ صاحب میرے پرانے اور مخلص دوست تھے۔ انہوں نے جامعۂ ملیۂ اسلامیہ کی خدمت جس یکسوئی اور اخلاص سے کی وہ آپ اپنی مثال ہے۔ ان کے اخلاص کا سکہ ان کے تمام رفقائے کار پر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین تک اس سے متاثر تھے۔

انہیں ادبی ذوق بھی بدرجۂ اولیٰ تھا۔ وہ ایک دو رسالوں سے وابستہ تھے۔ ''سنگم'' کی داغ بیل بھی انہوں نے ڈالی تھی۔ اسی میں وہ زیادہ تر لکھا کرتے تھے۔

وہ بالعموم پوسٹ کارڈ لکھنے کے عادی تھے۔ مگر پوسٹ کارڈ سے ایک پورے ملفوف کا کام لے لیتے تھے۔ ان کا انداز تحریر بہت دلچسپ اور دلآویز ہوتا تھا۔

خدا ان کی مغفرت فرمائے!

میرے دوست خورشید علی مہر تقوی نے ان کا قطعۂ تاریخ کہا ہے جو ملاحظہ ہو:-

بزم عالم سے ہو گئے رخصت
خواجہ فیاض زاھد مرتاض
مہر ان کا یہ سال رخصت ہے
' واہ خلد بریں میں ہیں فیاض''

۱۹۶۳ء

(ض - ا - ب)

(۲) سید رضوان اللہ

سید صاحب مسلم لیگ کے پرانے اور مخلص کارکن رہے ہیں۔ حال میں انہوں نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کی تھی اور وہ بھی اس شان سے کہ ایک رقم اس کے لئے مختص کر دی تھی تاکہ وہ خیر جاریہ کا کام دے۔ اس سلسلہ کی پہلی کتاب جو پبلک میں آئی ہے اس کا نام ہے سیرت الرسول۔ مرحوم سے میری آخری ملاقات ۲۵ جنوری ۱۹۶۳ء کو ہوئی تھی اور اس وقت انہوں نے اپنی کتاب کی ایک جلد اپنے دستخطوں کے ساتھ مجھے عنایت کی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کا ریویو مارچ کے شمارہ میں ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ مرحوم بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے اور ملت اسلامیہ کے سچے شیدائی۔ خدا ان کی روح کو دائمی سکون عطا فرمائے!

مہر تقوی صاحب نے میری درخواست پر

ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا ہے :-

رضوان اللہ ہوئے روانہ چھوڑ کے سب کچھ بزم فنا کا
مصرعے ان کا سال رحلت "مرگ رضوان اللہ" لکھا
(ض ۔ ا ۔ ب) ۱۳۸۳ھ

حضرت اکبر الہ آبادی

(از خان بہادر نقی محمد خان خورجوی)

میں پہلی مرتبہ حضرت اکبر سے ۱۹۰۳ء میں ملا تھا اور پہلی ہی ملاقات میں کچھ ایسی یگانگت کی بنیاد قائم ہوئی کہ عشرت منزل کا ایک حصہ مجھے رہنے کے واسطے دیدیا ۔

اکبر کو انگریزی سے بغض نہ تھا بلکہ انگریزیت سے نفرت تھی ۔ وہ خائف تھے کہ مسلمان مغرب کی چمک دمک سے شیفتہ ہو کر اپنے اصلی جوہر کھو رہے ہیں ۔ اکبر کا دماغ سرسید کے ساتھ تھا ، مگر دل ان کے خلاف تھا ۔ وہ انگریز پرست مریضوں کو کڑوی دوا کی گولی دیتے تھے ، مگر لطیف اشعار کی چاشنی میں لپیٹ کر حلق سے اتارتے تھے ۔

ایک روز میری موجودگی میں ڈاک آئی ۔ ریاست بھوپال کی کسی خاتون کا خط بھی تھا جس میں بے پردگی کی مخالفت کے تصور میں اکبر کو خوب خوب بے نقط سنائی گئی تھیں ۔ پوسٹ کارڈ مجھے دیکر فرمایا کہ میری طرف سے لکھ دو کہ "گالیوں میں مزہ نہ آیا ۔ میرا یہ شعر ہی لکھ دیا ہوتا تو کافی تھا :-

پردے کا مخالف جو سنا بول اٹھیں بیگم
اللہ کی مار اس پہ ، علی گڈھ کے حوالے"

فرماتے تھے کہ "میں تعلیم کا ہرگز مخالف نہیں ، البتہ طرز تعلیم اور آزاد تربیت کا ضرور ہوں" ۔ مغرب زدہ مردوں کی بیکسی اور لاچاری کا ثبوت ان اشعار میں ملیگا :-

کس نماند است کہ در بیشہ شکارے بکند
تیغ گیرد بکف و فتح دیارے بکند
ایں زماں ہمت مرداں بہ ہمیں محدود است
کہ زن از پردہ بروں آید و کارے بکند

ایک ملحد کا اصرار ہے کہ خدا کو الفاظ سے ثابت کرو ۔ جواب ملاحظہ ہو :-

ذہن میں جو گھر گیا لا انتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آ گیا وہ خدا کیونکر ہوا

ایک سائنس کا پجاری آنکھوں سے خدا کو دیکھنا چاہتا ہے ۔ اکبر فرماتے ہیں :-

نہیں سائنس واقف کار دیں سے
خدا باہر ہے حد دور بیں سے

میرے پاس ان کے بہت سے خطوط تھے جو ۱۹۴۷ء کی بھگدڑ میں تلف ہوگئے ۔ ان میں سے چند جو شائع ہوچکے ہیں ، یہ ہیں ۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۱ء کے خط میں تحریر فرماتے ہیں :-

''عزیزی و حبیبی سلمہ ۔

۷۶ سال کی عمر ہوئی ۔ دن رات علیل رہتا ہوں ۔ آپ کشمیر چلے گئے ۔ ضعف مثانے نے مجھوں سے زیادہ بے بس کر رکھا ہے ۔ دنیا پر دل سرد ہے ۔

ملک الموت سے سائل ہوں مسیحائی کا

با ایں ہمہ آپ کے خط سے اور آپ کی یاد سے طبعیت شگفتہ ہوگئی ۔ دیکھئے کب دولت دیدار نصیب ہوتی ہے ۔ آپ اہل دل ہیں ۔ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ کے دل میں میری جگہ ہے ۔ آپ بلاتے ہیں ۔ مجھکو غیب سے قوت سفر عطا ہو جائے تو ضرور پہنچوں ۔ دنیا میں میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں رہی ۔ قافیہ داد طلب ہے :-

کفر گرچہ بہا لے میرا لہو
میں نہ چھوڑونگا لا شریک لہ''

۱۹۲۱ء میں میں کشمیر میں سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا ۔ یکم جولائی کی شب کو خواب میں میں نے ان کو مردہ حالت میں دیکھا ۔ تار کے ذریعہ خیریت دریافت کی ۔ جواب میں تحریر فرمایا :-

''عنایت فرمائے مخلصان زاد لطفہ ۔

آپ نے میری علالت کا صحیح خواب دیکھا ۔ میں علیل ہوں ۔ بہت ناتواں ہوں ۔''

یہ آخری خط تھا جسکے تقریباً ایک ماہ بعد ۹ تاریخ کو انتقال فرمایا :-

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں !

(تلخیص از جنگ)

حضرت اکبر کے لطیفے

(از ملا واحدی)

(۱)

حضرت اکبر دھلی میں خواجہ حسن نظامی کے مہمان تھے ۔ ایک دن دو طوائفیں خواجہ صاحب سے تعویذ لینے آئیں ۔ حضرت اکبر کا منہ دروازے کی طرف تھا ۔ وہ مسند پر گاؤ تکیے سے لگے بیٹھے تھے اور خواجہ صاحب ان کے سامنے تھے دروازے کی طرف پشت کئے ۔ جیسے ھی طوائفیں دکھائی دیں ، حضرت اکبر نے فرمایا : ''میں تو خیال کرتا تھا کہ اس گھر میں فقط فرشتے اترتے ہیں ۔ مگر آج تو حوریں بھی نازل ہو گئیں اور فوراً یہ شعر تصنیف کر دیا :-

فقیروں کے گھروں میں لطف کی راتیں بھی آتی ہیں
زیارت کے لئے اکثر مسماتیں بھی آتی ہیں۔''

رسالوں پر طائرانہ نظر

مشرق (کراچی)۔ مارچ کے شمارہ میں ڈاکٹر صفدر حسین کی مشہور نظم "شالامار" دی گئی ہے۔ یہ اسوقت لکھی گئی تھی جب مسز کینیڈی باغ دیکھنے کے لئے تشریف لائی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام حضرت حسن بصری کا خط بہت فکر انگیز ہے۔ شمیم صہبائی نے سید خورشید علی مہر تقوی کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کا تعارف کرایا ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ دونی نہ کوئی ناشر تاریخ گو شاعروں کے اس تذکرہ کو ضرور شائع کرسکیگا۔ "کہتے ہیں جس کو عشق" اچھی کہانی ہے۔ ملا رموزی پر عنبر چغتائی کا مضمون قابل مطالعہ ہے۔ عنبر صاحب کو اس موضوع پر اور بھی مضامین لکھنے چاہئیں۔ "لاش" دلچسپ کہانی ہے۔

فاران (کراچی)۔ مارچ کے پرچہ میں نقش اول حسب معمول پڑھنے کی چیز ہے اسلئے کہ یہ دکھے ہوئے دل کی صدا ہے۔ ایک زیر ترتیب کتاب "اسلامی معاشرت" کے چند اوراق اس نمبر میں شائع کئے گئے ہیں۔ لکھنے والے ہیں نواب صولت علی خاں۔ سارا مضمون دعوت فکر دیتا ہے۔

جام نو (کراچی)۔ فروری اور مارچ کا شمارہ عید ایڈیشن ہے۔ اس میں ناظر انصاری کا طویل مقالہ جس کا عنوان ہے "ذکر غالب" دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ غالب نے " بیوی کے طعنوں سے تنگ آکر ملازمت کی ذلت قبول کی تھی۔" مجھے اس بیان کی تائید میں کوئی سند نہیں ملی۔ اسی طرح ان کا یہ لکھنا کہ "پہلی جنگ آزادی میں سفید فام آقاؤں نے جس رستخیز بیجا کا مظاہرہ کیا تھا، مرزا اسکی زد سے کیونکر محفوظ رہتے!" رستخیز بیجا تو غدر کا نام ہے جو غالب کا دیا ہوا ہے مگر مقالہ نگار نے عجیب و غریب طریقہ سے اس کا استعال کیا ہے۔ غالب پر رئیس فروغ کی نظم شاعر کی عظمت کے مطابق ہے۔

آج کل (دھلی)۔ مارچ کے شمارہ میں اولین جگہ فراق گورکھپوری کے طویل مقالہ کو دی گئی ہے جسمیں فراق نے بتایا ہے کہ میری شاعری پر انگریزی ادب نے کسقدر اثر ڈالا ہے۔ "میں ہوں"، "زمین کی پیاس"، اور "رنتی کمار" اچھی کہانیاں ہیں۔ للتا پرشاد لئیق سندیلوی کے حالات قابل مطالعہ ہیں۔ تعجب ہے کہ ان کے ذکر سے تذکرے خالی ہیں۔ ساغر نظامی کی غزل خوب ہے۔

نگار پاکستان (کراچی)۔ مارچ کے پرچہ میں ملاحظات کے کالم میں نیاز کا ایک پرانا مضمون جو "کانگریس اور گاندھی جی" پر لکھا گیا ہے، آج بھی دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ تاریخ اسلام میں کنیزوں کا اثر و اقتدار فکر انگیز مقالہ ہے۔ اس میں ایک طرف یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام نے بردہ فروشی کی روک تھام کے سلسلہ میں کیا کیا اور دوسری طرف یہ دکھایا گیا ہے کہ بعض بادشاہوں کے زمانے میں کنیزوں کا کیا کردار رہا ہے۔ نظیر صدیقی کا مضمون "پاکستان کا موجودہ اخلاقی موقف" زمانۂ حاضرہ کے

بعض رجحانات پر بےلاگ تبصرہ ہے۔ زیب النسا بیگم نے قربانی کے مسئلہ پر جو نقطہ نگاہ پیش کیا وہ ہے اس قابل ہے کہ علما ٹھنڈے دل سے اس کا جواب دیں۔

نوائے ادب (بمبئی)۔ یہ انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (۹۲۔ دادا بھائی نوروجی روڈ، بمبئی) کا سہ ماہی آرگن ہے۔ سالانہ چندہ چھہ روپے ہے اور کراچی میں مصطفیٰ اینڈ سنز اورینٹل بک سیلرز، ۱۱/۳۳۲ کیمبل اسٹریٹ سے مل سکتا ہے۔ سرمایہ کلام غالب (مرتبہ نند لال کول طالب) کی ۱۴ویں قسط دی گئی ہے۔ اسمیں غالب کے چند اشعار کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں جو بجائے خود بہت ہی پر لطف ہیں۔ ایک طویل مقالہ میں مبتلا کے ایک مخطوطہ سے بحث کی گئی ہے اور مختلف غزلیں دیکر ثابت کیا گیا ہے کہ مبتلا کے دونوں اردو دیوان دو تخلصوں (مبتلا و عشق) کی رعایت سے ہیں ۔ نصیر الدین ہاشمی نے جامعہ نظامیہ (حیدرآباد) کے اردو مخطوطات کا جائزہ لیا ہے ۔ ''مقالہ نما،، اردو کے ریسرچ اسکالروں کے لئے بہت مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

ساقی (کراچی)۔ جنوری و فروری کے مشترکہ پرچہ میں ابتدائی مضمون بہت معلوماتی ہے جسے پروفیسر مسلم نے مرحوم سید عبدالغفور شہباز کی یاد میں لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ خوب لکھا ہے۔ پروفیسر مسلم کو ان کا کلام جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کرنا چاہئے ۔ افسوس ہے کہ سکسینہ تک نے شہباز کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ ''مرزا طاہر بیگ،، (از تقی محمد خان) چند یادوں پر مشتمل ہے۔

سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) ۔ مارچ کا شمارہ زیر بحث ہے۔ یہ چھوٹے سائز کے ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں عام دلچسپی کے بہت سے مضامین ہیں جو ہلکے پھلکے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ یہ جریدہ دوسرے سال میں داخل ہوا ہے۔ سالانہ چندہ پندرہ روپے ہے۔ ''تاریک براعظم میں نور کی شعائیں،، معلومات افزا مضمون ہے۔ اسمیں افریقہ میں اسلام کی ترقی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ''لبنان کے شہر،، دلچسپ ہے۔ اسمیں ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ یروشلم جاتے ہوئے بیروت کے پاس سے گذرے تھے ، مگر موجودہ اناجیل میں بیروت کا نام تک نہیں ہے ۔ ''عرب جہاز ران بحر الکاہل میں،، عنوان ہے ایک معلوماتی مضمون کا جس میں بتا یا گیا ہے کہ کولمبس سے بہت پہلے عرب جہاز ران امریکہ پہنچ چکے تھے۔ صفحہ ۱۳۸ پر ایک شخص کا ذکر کیا گیا ہے جسکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کولمبس سے پانچ ہزار سال پہلے امریکہ پہنچا تھا۔ مضمون نگار کو غلطی ہوئی ہے، یہ مدت پانچ سو سال ہے۔ ''ٹیکسی ڈرائیور،، سبق آموز واقعات پر مشتمل ہے۔ قبرص والے مضمون میں یہ لکھنا چاہئے تھا کہ انگریزوں نے ۱۸۷۸ میں ترکوں سے یہ جزیرہ رشوت کے طور پر حاصل کیا تھا تا کہ برطانیہ صلح کانفرنس میں ٹرکی کے موقف کی حمایت کرے۔ رسالہ مصور ہے اور گیٹ اپ بہت نفیس ہے۔

جامعہ (نیو دہلی)۔ مارچ کے شمارہ میں گاندھی جی پر پروفیسر مجیب کا مضمون قابل مطالعہ ہے۔ مضمون نگار کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ''وقت کے ساتھ ان کی تعلیمات کا ہماری زندگی سے تعلق کمزور ہوتا جارہا ہے۔'' گاندھی جی پر روش صدیقی کی نظم قابل مطالعہ ہے ۔ دو مضمون مولانا آزاد سے متعلق ہیں

اور خوب لکھے گئے ھیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی کا خطبۂ صدارت بہت دلچسپ ھے۔ حافظ فیاض احمد صاحب کی وفات پر اعظمی صاحب کا مضمون پڑھنے کے قابل ھے۔

سیارہ (لاھور)۔ مارچ کے شمارہ میں ممتاز حسین کا انٹرویو پڑھنے کی چیز ھے۔ انٹرویو لینے والے ھیں غلام حسین اظہر۔ ترقی پسند ادب اور بعض دوسرے شعرا کے بارے میں ممتاز حسین نے جن خیالات کا اظہار کیا ھے وہ اپنے اندر ندرت رکھتے ھیں۔ ملک حسن اختر کا مضمون ''اقبال کا مرد مومن،، قابل مطالعہ ھے۔ اسمیں بتایا گیا ھے کہ نیٹشے کے ''سپر مین،، اور اقبال کے ''مرد مومن،، میں کیا فرق ھے۔ 'اندلس میں مسلمان، پڑھنے کے قابل ھے اسلئے کہ اس سے اندلسی عربوں کے انحطاط کی تصویر سامنے آجاتی ھے۔ ''گرو'' اچھی کہانی ھے۔ ''بحث و نظر'' کے عنوان سے خواجہ مشفق نے ان چند غلطیوں کی نشان‌دھی کی ھے جو ڈاکٹر ابو اللیث کے انٹرویو (جنوری) میں واقع ھوگئی ھیں۔

منادی (نیو دھلی)۔ یہ ۳۹ ویں جلد کا پہلا شمارہ ھے۔ اسمیں ''اردو گلستان،، (خواجہ حسن نظامی مرحوم کا روزنامچہ)، ''دلی کی باتیں،، (از ملا واحدی) بہت معلوماتی ھیں۔ سلطان المشائخ کے فیض یافتگان کی مزید قسط دی گئی ھے۔ حسن ثانی نظامی کا سفر نامہ بھی پڑھنے کی چیز ھے۔

معارف (اعظم گڑہ)۔ مارچ کے مہینہ میں شذرات گہرے مطالعہ کے قابل ھیں۔ ھندی مسلمانوں کی جو حالت ھے اسپر تبصرہ کیا گیا ھے اور مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا ھے کہ اگر چند لاکھ مسلمان بھی با عزت زندگی کا عزم کرلیں تو کوئی قوت انہیں مٹا نہیں سکتی۔ اس میں ترک وطن کے تصور کی مخالفت کی گئی ھے اور لکھا ھے کہ اگر ھندوستان جمہوری اور سیکولر نہ بنا تو اس کا شیرازہ بکھر جائیگا۔ ''اسلامی رصد خانے،، کی تیسری قسط دی گئی ھے اور بتایا گیا ھے کہ مامون کے زمانہ میں مسلمانوں نے محیط ارضی کی پیمائش کرلی تھی۔ ایک اور فاضلانہ مضمون ''قاضی مبارک اور ان کی شرح سلم،، سے متعلق ھے۔ ابو حیان توحیدی پر تیسری قسط دی گئی ھے۔ سلطان ٹیپو کا ایک تاریخی مکتوب بنام نظام دکن عبرت انگیز ھے۔ مفتی کفایت اللہ کے مکاتیب بنام مولانا سلیمان ندوی بھی دلچسپ ھیں۔

عصمت (کراچی)۔ اپریل کے شمارہ میں دو تین مضمون قابل مطالعہ ھیں۔ سردار دیوان سنگھ مفتون نے بے جوڑ شادی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ھے اور لکھا ھے کہ ایسی شادیاں مسرت بخش ثابت نہیں ھوسکتیں۔ بیگم عبد اللطیف خان نے پردے کی شرعی حیثیت سے بحث کی گئی ھے۔

سب رس (حیدر آباد)۔ فروری کا شمارہ ''یوم محمد قلی قطب شاہ نمبر،، ھے۔ محمد قلی پہلے صاحب دیوان تاجدار تھے اور اس یوم کا آغاز مرحوم زور نے ۱۹۵۸ میں کیا تھا اور اس وقت سے اب تک پابندی سے یہ دن منایا جاتا ھے۔ اس سال بھی یہ دن ۱۱ تا ۱۳ جنوری کو منایا گیا تھا اور وقار خلیل نے اس تقریب کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ھے جو قابل مطالعہ ھے۔

اسلامی دنیا (کراچی)۔ یہ ھمارے رسائل میں ایک نیا اضافہ ھے۔ اسمیں جیسا کہ اس کے

نام سے ظاہر ہے، اسلامی دنیا کے متعلق مضمون شائع ہوتے ہیں ۔ لسانیات، ادبیات اور سائنس کے لئے صفحات مخصوص کردئے گئے ہیں۔ اس وقت مارچ کا شمارہ پیش نظر ہے۔ مسئلہ قبرص سے ایک مضمون میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ شخصیات میں بابائے اردو پر جو مضمون دیا گیا ہے اسمیں انہیں ''ایک فرد ۔ ایک تحریک،، قرار دیا گیا ہے۔ رسالہ میں ۸۰ صفحات ہیں اور سالانہ چندہ چار روپے ہے۔

بقیہ اکبر کے لطیفے صفحہ ۹ سے

(۲)

ایک دفعہ حضرت اکبر سیتا پور تشریف لے گئے ۔ سید عشرت حسین وہاں ڈپٹی کلکٹر تھے ۔ جب سیتا پور سے رخصت ہونے لگے تو بہت سے آدمی انہیں چھوڑنے آئے ۔ حضرت اکبر کے لئے پلیٹ فارم پر آرام کرسی ڈال دی گئی اور سب کرسی کے ارد گرد کھڑے ہو گئے ۔ سیتا پور کے تحصیلدار بھی کسی کام سے اسٹیشن پہنچے ۔ انہوں نے مجمع کی بابت پوچھا کہ کیسا ہے ۔ بتایا گیا کہ مشہور شاعر لسان العصر خان بہادر سید اکبر حسین (ریٹائرڈ سشن جج) الہ آباد جا رہے ہیں ۔ تحصیلدار نے توجہ نہیں کی ۔ تھوڑی دیر بعد اسے معلوم ہوا کہ اکبر حسین ڈپٹی عشرت حسین کے والد ہیں ۔ بس اتنا سنناتھا کہ تحصیلدار نے چپراسی سے کہا : جج صاحب کو پنکھا جھلو ۔ دوسرے چپراسی کو حکم دیا کہ ٹھنڈا پانی لاؤ ۔ حضرت اکبر پہلی بے رخی تاڑ چکے تھے ۔ اب جو تحصیلدار نے عنایتیں کیں تو فرمایا : ''تحصیلدار صاحب ، لطیفہ عرض ہے ۔ اللہ میاں کہیں یورپ میں بازاروں کا گشت کر رہے تھے ۔ یورپ والوں نے دریافت کیا کہ بالکل نئی وضع کا بڈھا کون ہے ۔ جواب ملا ، اللہ میاں ہیں ۔ یورپ والوں نے سوچا کہ ہو گا کوئی ۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے کہا : یسوع مسیح کے باپ ہیں ۔ اللہ کا نام سن کر پروا نہیں کی تھی ، لیکن جونہی سنا کہ یسوع مسیح کے والد ماجد ہیں تو خلقت زیارت کی غرض سے ٹوٹ پڑی ۔''

(بقیہ تبصرہ صفحہ ۶ سے)

مسلمانوں کی ایجادیں

یہ ۴۸ صفحات کا رسالہ اسلامی ایجادوں پر مشتمل ہے ۔ علم کی کوئی شاخ ایسی نہیں تھی جسمیں مسلمانوں نے متعدد اضافے نہ کئے ہوں۔ ایک زمانہ میں ترکوں کی توپیں دنیا میں بہترین مانی جاتی تھیں ۔ آج بھی ہم ویسی ہی ترقیاں کرسکتے ہیں بشرطیکہ ہمارا مطمح نظر بدل جائے۔ ہم یہ ایجادیں اسلئے کرتے تھے کہ ہم خیر القرون تھے۔

زیر تبصرہ کتاب بہت مختصر ہے ۔ اسے اور بڑھانا چاہئے ۔ کم سے کم ایسی کتابیں ہمیں اس بات پر تو آمادہ کرسکیں گی کہ ہم بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اور دنیا کو علمی فتوحات سے مالا مال کر دیں ۔

یونیورسلز ، رومان بلڈنگ ،کارنر وابسن روڈ و تیرتھ داس روڈ ، کراچی ، سے آٹھ آنے میں مل سکتی ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

خبریں

مرزا غالب کی برسی

نئی دھلی - ۲ - فروری کو مرزا غالب کی ۹۵ویں برسی منائی گئی - غالب کے شیدائی سینکڑوں کی تعداد میں مزار پر جمع ہوئے ، انہوں نے پھول چڑھائے اور فاتحہ خوانی کی - اسکے بعد غالب کی مشہور غزلیں پڑھی گئیں - قوالوں نے جب—

درد منت کش دوا نہ ہوا

والی غزل چھیڑی تو تمام محفل پر ایک کیفیت طاری ہو گئی - چیف کمشنر نے اپنی تقریر میں کہا کہ اردو غیر ملکی زبان نہیں ہے - ہندوستان میں ایران کے ثقافتی مشیر نے کہا کہ ایران میں غالب کو قومی شاعر کی حیثیت حاصل ہے -

تبسم نظامی کا انتقال

حیدر آباد - ۴ مارچ - مشہور شاعر تبسم نظامی کا جو ادبی کام کے سلسلے میں یو - پی سے حیدر آباد آئے ہوئے تھے ! کل رات ساڑھے دس بجے اچانک انتقال ہو گیا - ان کی عمر ۳۶ سال تھی - تبسم حضرت جگر کی "منازل حیات" کے عنوان سے سوانح عمری مرتب کرنے کے لئے مواد جمع کرنے کی غرض سے دو تین ماہ سے یہاں مقیم تھے -

بزم کتب خانہ —— کراچی یونیورسٹی

بزم کتب خانہ کے اراکین نے امریکن لائبریریز ایسوسی ایشن کے بین الاقوامی تعلقات کے ڈائرکٹر ڈاکٹر آشائم کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا - اس موقع پر ڈاکٹر آشائم نے جو مختلف شہروں کے کتب خانوں کا معائنہ کر چکے ہیں ، فرمایا کہ " میں مختلف کتبخانوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کراچی یونیورسٹی کے طلبا اور جامعہ کراچی ہر دو کارکردگی کے اعتبار سے تعریف کے مستحق ھیں - " آخر میں انیس خورشید صاحب نے ڈاکٹر موصوف کا شکریہ ادا کیا -

مجلس قومی کتابیات کا کارنامہ

مجلس قومی کتابیات کے سیکریٹری جناب سید ولایت حسین اطلاع دیتے ھیں کہ قومی کتابیات کے مدیر اعلیٰ جناب اے - آر - غنی نے کتابیات کا مسودہ یونیسکو کے حوالہ کر دیا ہے - مجلس یہ کام یونیسکو کے تعاون سے کر رہی تھی - اس میں پاکستان کے دونوں حصوں میں شائع ہونے والی عربی ، فارسی ، اردو ،

بنگالی ، پشتو ، سندھی ، بلوچی اور انگریزی کی تمام مطبوعات شامل ھیں ۔ اندراج ہونے والی کتابوں کا احاطہ اگست ۱۹۴۷ سے لیکر دسمبر ۱۹۶۱ تک کیا گیا ھے ۔ اس طرح کل ۲۵ ھزار کتابوں کے متعلق معلومات فراھم کی گئی ھے ۔ یہ فہرست یونیسکو کے ریڈنگ میٹریل سنٹر کراچی کے ڈائرکٹر جناب اختر حسین کے حوالہ کر دی گئی ھے اور سال کے آخر تک شائع ھو جائے گی ۔ رومن رسم الخط میں شائع ھونے کی وجہ سے یہ بیرونی ممالک میں بھی کارآمد ھوگی ۔

دستخطی کتابوں کی فروخت

پاکستانی عوام میں کتاب خوانی کی عادت کو فروغ دینے کے سلسلہ میں پاکستان رائٹرز گلڈ اور انجمن ترقی اردو کراچی نے مشہور مصنفوں کے دستخطی نسخے فروخت کرنے کا اعلان کیا ھے ۔ ابتدا فیض سے کی گئی ھے اور یہ مہم کافی کامیاب ھوئی ھے ۔

رامائن فنلینڈ کی زبان میں

رامائن اور مہابھارت کا فنلینڈ کی زبان میں ترجمہ ھوگیا ھے ۔ مترجم ھیں مسٹر جوھو سیویو (Juho Savio) جو فنش نیشنل کمیشن کے ممبر ھیں ۔ (یونیسکو فیچرز)

کاغذ کا عطیہ

سویڈن کی حکومت نے برما ، ھندوستان ، انڈونیشیا اور پاکستان کے اسکولوں کے لئے نصاب کی کتابیں چھاپنے کے لئے ۳۰ ھزار ٹن کاغذ بطور تحفہ دیا ھے ۔ (یونیسکو فیچرز)

"رقص طاؤس" کی اشاعت

کراچی - ۲۹ مارچ - آج سہ پہر کو اردو کالج میں ڈاکٹر سید صفدر حسین کی جدید نظموں کے پہلے مجموعہ (رقص طاؤس) کی اشاعت پر ایک افتتاحی جلسہ جوش ملیح آبادی کی صدارت میں منعقد ھوا ۔ سب سے پہلے رفیق عزیزی نے ایک تقریر میں جلسہ کے موضوع پر روشنی ڈالی ، اور پھر ڈاکٹر شوکت سبزواری ، نیاز فتحپوری اور فیض احمد فیض نے اس مجموعہ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے ۔ شمیم متھراوی اور مہر تقوی نے تاریخی قطعے سنائے ۔ آخر میں جوش نے ایک دلچسپ تقریر میں کتاب پر اظہار خیال فرمایا ۔ ایک نسخہ پر ممتاز ادیبوں اور شاعروں کے دستخط بھی لئے گئے اور اسے حضرت مصنف کی خدمت میں پیش کیا گیا ۔

حبیب بنک کا عطیہ

حبیب بنک کے منیجنگ ڈائریکٹر جناب رشید حبیب صاحب نے انجمن ترقی اردو کو ۲۵ ھزار روپے کا چیک بطور عطیہ دیا ھے ۔

امریکہ کی دریافت کس نے کی تھی؟

آثار قدیمہ کے امریکی ماھرین نے اس امر کی تصدیق کی ھے کہ کولمبس سے قبل امریکہ میں نارس باشندوں کی بستی تھی ۔ اگر یہ شہادت تسلیم کرلی گئی تو پھر تاریخی کتب میں یہ لکھا جائیگا کہ کولمبس نے نہیں بلکہ ایرک سن نے امریکہ کو دریافت کیا تھا ۔ ایرک سن کولمبس سے ۵۰۰ سال قبل امریکہ پہنچا تھا ۔ (یونیسکو فیچرز)

قرآن مجید کے قدیم ترین نسخے

محمد عباس طالب صفوی ''ہماری زبان'' میں لکھتے ہیں کہ ''قاہرہ کے دار الکتب المصریہ اور مسجد سیدنا الحسین میں برٹش میوزیم کے نسخے سے بھی قدیم تر نسخے قرآن حکیم کے موجود ہیں جو پہلی صدی ہجری میں تحریر کئے گئے تھے۔''

پنڈت میلا رام وفا کا اعزاز

حکومت پنجاب نے پنڈت میلا رام وفا کو سال کا بہترین ادیب تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں چندی گڑھ میں ایک کتابچہ شائع کیا جائیگا جسمیں وفا صاحب کی ادبی خدمات پر مضامیں ہونگے۔ (ہماری زبان)

اردو کی دیدہ زیب کتابوں پر انعامات

''محسن اعظم اور محسنین'' مصنفہ فقیر سید وحید الدین اور ''معیار'' کو ۱۹۶۳ کی دیدہ زیب اور اچھی چھپی ہوئی کتابوں کے اول و دوم انعامات کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ بچوں کی کتابوں میں اول و دوم انعامات فیروز سنز کی کتاب ''گگو میاں'' اور ''جیتی جاگتی کہانیاں'' (شایع کردہ کتاب نما لاہور) کو ملے ہیں۔

یہ انعامات ہر سال نیشنل بک سنٹر آف پاکستان کی جانب سے دیئے جاتے ہیں۔ اول انعام ایک ہزار اور دوسرا پانچ سو روپے کا ہے۔ تزئین و آرائش کرنے والے آرٹسٹوں کے لئے دو انعام مقرر ہیں۔ ان میں سے ایک آزر زوبی کو ''نیم روز'' (شائع کردہ اردو اکیڈمی سندھ) کا ٹائیٹل بنانے پر اور دوسرا دید، ارم، عروج اور جمیلی صاحبان کو ملا ہے جنھوں نے مل کر عکراش پریس کی کتاب ''دید کی دنیا'' کی تصویریں بنائی ہیں۔

اردو مجلس کی ماہانہ نشست

اردو مجلس (حیدرآباد دکن) کی ماہانہ ادبی نشست ۲۹ مارچ کو منعقد ہوئی۔ اختر حسن نے قطب شاہی دور کے فارسی ادب پر مقالہ پڑھا اور سرینواس صاحب نے ہندی شاعر سوریہ کانت ترپاٹھی ''نرالا'' پر فاضلانہ مضمون سنایا۔

''رخسار سحر'' کی رسم اجرا

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے زیر اہتمام کتاب ''رخسار سحر'' کی رسم اجرا ریاستی وزیر داخلہ نواب سید احمد علی خاں کے ہاتھوں ۲۲ مارچ کو انجام پائی۔ یہ خورشید احمد جامی کے کلام کا مجموعہ ہے۔

پاکستانی کلچر

اس کتاب میں قومی کلچر کی تشکیل کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔ اسکے لکھنے والے ہیں جمیل جالبی۔ یہ مئی کے شروع میں بازار میں آرہی ہے۔ قیمت ۸ روپے۔



پرنٹر و پبلشر: ضیاء الدین احمد برنی بی۔ اے۔
۱۰۰ گیڈومل لیکوراج روڈ ، کراچی - ۱

مطبوعہ نشاط پریس
آرام باغ روڈ کراچی



کلیات آتش

خواجہ حیدر علی آتش دبستان لکھنؤ کا [illegible] ہے جس نے مشکل پسندی اور لفاظی کے ماحول میں سہل ممتنع کے جوہر دکھائے اور الفاظ کے [illegible] ساحرانہ استعمال کے ساتھ ساتھ گرمی کلام اور سوز و ساز کی وہ نظیر پیش کیں کہ [illegible] کا ابتدادانہ فن ماند پڑ گیا ۔ بالفاظ دیگر کہا جا سکتا ہے کہ آتش نہ ہوتا تو لکھنؤ کی شاعری کا پلہ بہت سبک ہو جاتا ۔

کلیات آتش مضمون آفرینی اور سادہ طرز بیان کا ایک معجزہ ہے جس کو ایک بسیط مقدمہ اور نئی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔

قیمت مجلد ۱۲.۵۰ روپے　　لائبریری ایڈیشن ۸.۵۰ روپے

''نیم روز''

تاباں دھلوی عصر حاضر کے ان شاعروں میں ہیں جنھوں نے ادیبانہ ماحول میں آنکھ کھولی اور شعر و سخن کی فضا میں پروان چڑھے ۔ وہ صرف میر و مرزا کی دلی میں پیدا ہوئے بلکہ شعر فہمی اور سخن گوئی انہیں ورثہ میں بھی ملی ۔

غیر منقسم ہندوستان سے لیکر پاکستان تک کی بزم ہائے مشاعرہ اور بساط ارض سے لیکر فضائے آسمانی تک ان کی نظموں سے ناآشنا نہیں اور ان کے بعض شعر تو ان کی زندگی ہی میں زبان زد ہوچکے ہیں ۔ اشعار کا یہ مجموعہ پوری آب و تاب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اور اس کا نام ''نیم روز'' رکھا گیا ہے ۔ ایک نظر دیکھنے کے بعد آپ بھی اس نام کو موزوں بتانے پر مجبور ہوجائیں گے ۔

قیمت مجلد ٦ روپے

چند شخصیتیں ۔ چند تاثرات

ڈاکٹر محی الدین قادری زور دور حاضرہ کے تنقید نگاروں میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور اب تو ان کا نام عظمت و بزرگی کے ساتھ ساتھ پیش روؤں میں شامل ہوچکا ہے ۔

اردو ادب ڈاکٹر زور کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا ۔ انہوں نے تاریخ و تنقید سے ہٹ کر بھی بعض شعبہ ہائے ادب پر قلم اٹھایا ہے اور زندگی کے مختلف ادوار میں بعض ادیبوں اور شاعروں کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے ۔

پروفیسر معین الدین انصاری نے ان تاثرات کو یکجا کر کے ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے اور ناشرین نے اس کتاب کو متعدد تصویروں کے ساتھ اردو ٹائپ میں کارٹیج پیپر پر شائع کیا ہے ۔

یہ کتاب نہ صرف ڈاکٹر زور کی کاوش قلم کا اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ ناشرین کے معیار طباعت کی ایک نظیر بھی ہے ۔

اسلامی تقاریب

قید مکاں و زماں سے ہٹ کر مسلمانوں کی عالم گیر تقریبوں پر مشاہیر اہل قلم کی تحریریں ، جن میں ان تقاریب کی اہمیت و افادیت کا بنگاہ غائر جائزہ لیا گیا ہے ۔

یہ تقریبیں بلاشبہ ہماری تہذیبی اقدار اور تمدنی سطوت و شوکت کی علم بردار ہیں ، لیکن حقیقتاً ان سے مکارم اخلاق اور ارتقاء قومی کو کتنا ربط ہے ؟ یہ آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد ، ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے بزرگوں کا قلم بتائے گا ۔

پروفیسر غلام دستگیر رشید نے ان مضامین کو ترتیب دے کر اردو ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے ۔

قیمت مجلد ۲.۰ روپے　　سلسلہ اکیڈمی لائبریری ۲.۰۰ روپے

اردو اکیڈمی سندھ ۔ [illegible] ۔ بہادر [illegible] مارکیٹ ۔ کراچی

Regd. No. S—1957

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی
ضیاء الدین احمد برنی

(رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان)
سالانہ چندہ دو روپے

فی پرچہ
صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ۹ مئی ۱۹۶۴ع شمارہ ۵

مندرجات

ایس۔ اے۔ سی

ایسنس



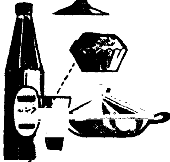
جس کے چند قطرے



ہر کھانے کو — مرغوب
آئس کریم کو — پُرکیف
مٹھائیوں کو — لذیذتر
مشروبات کو — روح پرور

اور

کیک پیسٹری کو پُرتکلف بنا دیتے ہیں
ہمارے تیار کردہ مقبول عام



ایسنس



کیوڑا۔ زعفران۔ بریانی۔ ونیلا۔ آئس کریم۔ انناس۔ کیلا۔ صندل۔ نارنگی۔
گلاب اور رس بھری میں سے اپنی دلپسند خوشبو پسند فرمایئے۔

مینوفیکچررز:۔ ایس ایمڈن اینڈ کمپنی
پی او بکس ۲۶۸، کراچی۔ فون نمبر:۔ ۳۳۰۲۸

SAC-2/63 Crescent

اردو اکیڈمی سندھ کراچی کی زیر سرپرستی

"نیمروز" کا تعارفی جلسہ

کراچی-۱۶ اپریل - آج شام آرٹس کونسل میں تابش دہلوی کے پہلے مجموعۂ غزلیات "نیمروز" کی اشاعت کا تعارفی جلسہ منعقد ہوا - صدارت وائس چانسلر ، کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کی۔

جلسہ کی ابتدا قاری شاکر قاسمی کی تلاوت قرآن مجید سے ہوئی -

اس کے بعد ضیاء الدین احمد برنی نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم یہاں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ تابش صاحب کی خدمت میں ان کے مجموعۂ غزلیات کی اشاعت پر ہدیۂ تبریک پیش کریں - آخر میں کہا کہ اس تقریب سے پبلشر ، مصنف اور آرٹسٹ کے باہمی تعلقات کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے - اس کے بعد ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ، ابوالخیر کشفی ، ماہر القادری اور ذوالفقار علی بخاری نے موزوں الفاظ میں حضرت تابش کی شخصیت اور ان کی شاعری پر روشنی ڈالی - پھر شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی نے "نیمروز" کی تعریف میں اپنے اشعار سنائے جو خاص طور پر اس موقع کے لئے لکھے گئے تھے - جوش کا تابش کی شاعری کی اس طرح سے تعریف کرنا

نیمروز کی تقریب میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی تقریر فرمارہے ہیں

بجائے خود ایک سند ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی اختتامی تقریر میں بتایا کہ جو اشعار دلوں کو متاثر کرتے ہیں وہ وہی ہیں جو ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ آخر میں ضیاء الدین احمد برنی نے اس کتاب کے ناشرین کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ "انگریزی کہاوت کے مطابق ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی مگر جو سنہری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ درحقیقت سونا ہی ہے" (بعرہ، مسرت) ۔ آخر میں انہوں نے خاص طور پر ڈاکٹر قریشی کی صدارت پر شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد چائے نوشی ہوئی اور پھر مختصر سا مشاعرہ ہوا جس کی صدارت ذوالفقار علی بخاری نے کی ۔ اس مشاعرہ میں جن شعرا نے حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں : ۔ عقیل دانش ، ابوالبیان ماہر دھلوی ، خواجہ مصطفوا علی لکھنوی ، عبدالرشید بریلوی ، ارم لکھنوی ، شان الحق حقی ، عیش ٹونکی ، مبین الحق مبین ، شاعر لکھنوی ، زیبا ردولوی ، ماہر القادری ، تابش دھلوی، اور ذوالفقار علی بخاری ان حضرات نے اپنی بہترین تخلیقات سے حاضرین کو محظوظ فرمایا۔

"نیمروز" کے نسخے جن پر تابش دھلوی کے دستخط تھے ، آردو اکیڈیمی سندھ کی طرف سے اھل جلسہ میں تقسیم کئے گئے ۔ آخر میں

نیمروز کی تقریب میں بخاری صاحب تقریر کررہے ہیں۔
دائیں سے بائیں : ڈاکٹر قریشی صاحب ۔ تابش دھلوی صاحب ۔ ضیاءالدین احمد برنی صاحب

'' نیمروز'' کا ایک نسخہ جس پر تمام شرکائے جلسہ کے دستخط تھے ، نابش دھلوی کو پیش کیا گیا ۔

بخاری صاحب نے اپنی تقریر میں کتاب کے سرورق کی خاص طور پر تعریف کی ۔ سرورق کا ڈیزائن ملک کے مشہور آرٹسٹ آذر زوبی کی تخلیق ھے نیشنل بک ٹرسٹ کی طرف سے ٹائیٹل پر انعام بھی مل چکا ھے ۔ کتابت مشہور خوشنویس شفاعت احمد دھلوی نے کی ھے ۔

جلسہ میں جن حضرات اور بیگمات نے شرکت کی ، ان کے اسمائے گرامی یہ ھیں :

منشی عبدالقدیر والاخوان
شاھد احمد دھلوی (ساقی)
سجر آفتاب حسن
حمیل الدین عالی
ابراھیم جلیس
آذر زوبی
عزیز حامد مدنی
ڈاکٹر عبدالسلام
ڈاکٹر اسلم فرخی
مولانا رفیق عزیزی
انور عارف
اظھر عباس
ھلال احمد زبیری (خیرپور)
ڈاکٹر صفدر حسین
اعجاز الحق قدوسی
آغا محسن جعفری
سمیع آرٹسٹ
عبدالرؤف عروج
ادریس صدیقی
حمید الدین شاھد
رازق الخیری (عصمت)
اے ۔ رشید (ریڈیو پاکستان)
حسن عادل
محشر بدایونی

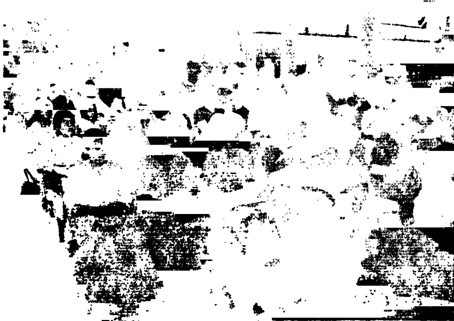


نیمروز کی تقریب
جوش صاحب نظم سنا رھے ھیں

مصلح الدین سعدی　یوسف بخاری
جمیل اختر　مجتبیٰ حسین
مرزا محمد جاوید　حسنین کاظمی
خواجہ محمد صدیق　ظفر قریشی
عقیل دانش　نعیم الرحمن خان
گل زیبا احمد (نئی روشنی) ضیا جالندھری
رفیق خاور　اسد ڈبائیوی
سلیم احمد　شرافت علی صہبا (افکار)
انور عارف　حسن مثنیٰ ندوی

خواتین میں بیگم زینت رشید ، بیگم صلاح الدین احمد ، بیگم شان الحق حقی ، بیگم انیس خالد ، مس جہاں آرا برنی اور مس صفیہ صلاح الدین قابل ذکر ہیں۔

یہ دلچسپ اور یادگار صحبت رات کے نو بجے اختتام کو پہنچی ۔



نیمروز کی تقریب
مجمع کا ایک منظر

پرنٹر و پبلشر: صلاح الدین احمد برنی بی - اے -
۱۰۰ گیدومل ایکسچینج روڈ ، کراچی - ۱

مطبوعہ نشاط پریس
آرام باغ روڈ کراچی

تبصرے



نوٹ : تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے ۔

نیم روز

مصنف : تابش دهلوی ۔

ناشر : اردو اکیڈیمی سندھ ۔ ۱۶ ۔ بہادر شاہ مارکیٹ ، کراچی ۔

سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ ۔ صفحات ۲۰۰ مجلد ۔

قیمت : چھ روپے ۔

تابش اگرچہ ۳۱ برس کی عمر سے شعر کہتے هیں ، لیکن حیدرآباد اور دهلی میں انہوں نے جن باکمال شعرا اور ادبا کی صحبت اٹھائی هے اس نے ان کی شاعری کو بیحد متاثر کیا هے ۔ جو کلام اس کتاب میں درج هے وہ ان کا سارا شعری سرمایہ نہیں هے ، بلکہ غالب کی طرح انہوں نے صرف ایسا انتخاب ملک کے سامنے پیش کیا هے جسے وہ اپنے خیال میں بہترین سمجھتے هیں ۔ تابش لازمی طور پر غزل گو شاعر هیں ، اور ان کا اسلوب بیان کچھ ایسا هے جس میں متعدد شعرا کا رنگ آگیا هے ۔ بالخصوص فانی کا ۔ ان کی غزلیں ایسی سطحی نہیں هوتیں کہ شعر سنتے هی مطلب دماغ میں آجائے ۔ بلکہ بعض اوقات ان کے شعروں کی گہرائی متقاضی هوتی هے کہ آدمی پڑھے اور سوچے تاکہ اس کے پورے مفہوم سے واقف هوجائے ۔ ویسے ان کے اس مجموعہ میں سہل ممتنع کی قبیل کے بھی شعر هیں اور خاصی تعداد میں هیں ۔

اس طرز نگارش اور الفاظ کے رکھ رکھاؤ نے انہیں ایک خاص انفرادیت بخشدی هے ۔ وہ بہت سوچ بچار کے بعد الفاظ کا استعمال کرتے هیں ۔ اکثر اوقات وہ ایسے موزوں الفاظ استعمال کرتے هیں کہ آپ لاکھ کوشش کریں ان کی جگہ دوسرے الفاظ نہیں رکھ سکینگے ۔

اب میں اپنی پسند کے چند شعر درج کرتا هوں تاکہ شاعر کے رنگ کی هلکی سی جھلک سامنے جائے :

کیا جانے میکشوں کا هو کیا حشر صبح تک
ساقی کی هر نگاہ دل آویز ابھی سے هے

کیا ستم هے کہ اب تری بیداد
کرم گاہ گاہ تک رہ جائے !

کوئی کعبہ اسے کہتا هے کوئی بت خانہ
در کی صورت هی بدل دی هے جبیں سائی نے

کمزور سهی مگر سفینہ
هر موج بلا سے هٹ گیا هے

تیری حکایت کے سوا بزم میں اے دل
گفتنی اب اور کوئی بات نہیں هے

اب حسن قید شوق توبھی پیراہن تابش چاک سہی
لوگ اس کو بہاران کہتے ہیں جب ہم کو جنوں ہوجاتا ہے

محروم عفو جرم کی نا کردگی سے ہوں
میں بے قصور تھا یہی میرا قصور تھا

باندازۂ ذوق ایذا پسندی
اسے آج میں مہرباں دیکھتا ہوں

حادثات شوق کو گزرے ہوئے مدت ہوئی
درد سا محسوس ہوتا ہے بجائے دل ہنوز

کیوں مرے رہبروں نے رکھا ہے
اپنی درماندگی کا منزل نام

عار سے ہو رہی ہیں وحشت میں
دامن تار تار کی باتیں

میں مزید اقتباسات دے سکتا تھا مگر میری خواہش ہے کہ آپ اس مجموعہ کا ایک دم مطالعہ شروع کردیں اور اپنے ذہنی اضطراب کو سکون سے بدل لیں۔

اس کتاب کی لکھائی انتہائی دیدہ زیب ہے اور چھپائی بھی اسی لحاظ سے خوبصورت ہے۔ ٹائٹل آذر زوبی کی کاوش کا نتیجہ ہے اور اس پر انہیں انعام بھی مل چکا ہے۔ جلد بھی حسین ہے۔ اردو اکیڈیمی نے یہ کتاب ایسی حسین شکل میں پیش کرکے کتاب سازی کے فن میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ (ض۔ا۔ب)

فلسفۂ اسلام

مصنف : ڈی۔ اولیری۔
مترجم : احسان احمد۔
ناشر : نفیس اکیڈیمی۔ بلاسس اسٹریٹ۔ کراچی — ۱۔
سائز : بیس چھبیس آٹھ۔ صفحات ۲۴۵۔ مجلد۔
قیمت : چھ روپے ۷۵ پیسے۔

نفیس اکیڈیمی کے مالک عرصۂ دراز سے ایسی کتابیں شائع کر رہے ہیں جو نایاب ہوتی جارہی ہیں۔ اور یہ کام بجائے خود قابل قدر ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا ترجمہ حیدرآباد کے دارالترجمہ میں ہوا تھا اور وہیں وہ عثمانیہ یونیورسٹی میں مدت تک شامل درس رہی۔

جب مسلمانوں نے یونانی اثرات قبول کرنے شروع کئے تو ان میں بڑے بڑے فلسفی اٹھے۔ یہ کتاب انہی کے فکر و نظر کی تشریح پیش کرتی ہے۔ مصنف نے واقعیت پسندانہ انداز میں اپنے موضوع سے بحث کی ہے، لیکن جہاں جہاں اس سے تسامح ہوگیا ہے وہاں مترجم نے حاشیہ میں اس کی تردید یا وضاحت کردی ہے۔ ہر لحاظ سے یہ ایک تحقیقاتی کتاب ہے۔

اس میں ضمناً ان مباحث کا بھی ذکر آگیا ہے۔ جو ابتدائے عیسائیت میں حضرت مسیح کی ماہیت کے بارے میں عیسائیوں میں برپا تھے۔ بچارا اے ری اس صرف اتنا کہنے پر مارا گیا تھا کہ چونکہ باپ باپ ہونے کی وجہ سے پہلے سے موجود تھا اور ایک وقت ایسا بھی تھا جب کہ بیٹا موجود نہ تھا، اس لئے بیٹا باپ سے چھوٹا ہے۔ صدیوں کی بحث کے بعد کہیں جا کر مسیح کی ماہیت متعین ہوسکی۔

مسلمانوں کے فلسفہ اور عقلی تاریخ سے تعلق کھنے کے باوجود یہ ایسی کتاب ہے جس سے ر تعلیم یافتہ شخص خواہ وہ فلسفیانہ رجحانات کھے یا نہ رکھے، پوری طرح استفادہ کرسکتا ہے۔

ترجمہ کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ہرورت نہیں اس لئے کہ وہ کئی ہاتھوں سے گزر کر درجہ٘ استناد حاصل کرچکا ہے۔

چھپائی ، لکھائی اور کاغذ بہت اچھا ہے۔ بلد مضبوط ہے۔ سرورق بھی خوبصورت ہے۔

(ض۔ا۔ب)

شعلہ٘ تشنگی

مصنف : شیو پرشاد وششٹ جاوید۔

ـر : آزاد کتاب گھر، کلاں محل ، دہلی ۶۔

ائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۱۷۶۔ مجلد

قیمت : چھ روپے۔

جاوید صاحب دہلی ،یں دہلی کالج کے شعبہ٘ ردو کے صدر ہیں۔ ان کی شاعری کی عمر زیادہ نہیں ہے لیکن کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ بہت نکھرا ہوا مذاق شاعری رکھتے ہیں۔

یہ مجموعہ نفیس کاغذ پر آرٹ کی جملہ نطافتوں کے ساتھ پبلک کے سامنے آیا ہے۔ کتابت بھی بہت اچھی ہے۔ آرٹسٹ مستحق مبارکباد ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے اپنے فن سے کتاب میں چار چاند لگادئے ہیں۔ گیٹ اپ کے حاظ سے یہ کتاب حسین کتابوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔

شروع میں شمیم کرمانی کا ۲۷ صفحات کا طویل مقدمہ ہے جس میں انہوں نے جاوید کی شاعری کے جملہ رخ نمایاں کردئے ہیں۔ یہ مقدمہ بھی پڑھنے کی چیز ہے۔

اب شاعری کی کاوشوں کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے :

مری حیات کی ویرانیوں کا سوگ نہ کر
مری حیات کی ویرانیاں مسلم ہیں
تو ایک بار مجھے مسکرا کے دیکھ تو لے
تو میں بھی دیکھوں کہ دنیا میں کسقدر غم ہیں

آدمی کی خطا معاف کرو
ابن آدم ہے ابن آدم ہے

ان سے ملنے جو آج تو محسوس یہ ہوا
جیسے کہ مل رہے ہوں کسی اجنبی سے ہم

لالہ و گل کے نشیمن سے اُتر کر کبھی دیکھ
کیسے کانٹوں میں ترے آبلہ پا رہتے ہیں

تیری ساقی گری معاذ اللہ
جام بھر بھر کے تشنگی دیدی

دل یہ نازک سی بھی اک ٹھیس جو لگ جاتی ہے
زندگی بھر کی ہر اک چوٹ ابھر آتی ہے

تیرے جاوید کو دیکھا تو یہ محسوس ہوا
وہ بھی منجملہ آشفتہ سراں ہے اے دوست

یہ تو صرف چند اشعار ہیں، لیکن جب آپ ان کے سارے کلام کا مطالعہ فرمائینگے تو آپ خود دیکھ لینگے کہ شاعر جذبہ شاعری سے کس قدر سرشار ہیں۔ (ض۔ا۔ب)

(بقیہ خبریں از صفحہ ۱۶)

اسلام اور مغرب

اٹلی کے شہر اسپولیٹو میں عہد وسطیٰ میں مغرب اور اسلام کے عنوان پر وسط اپریل میں مختلف ممالک کے فضلا اور مورخین کی جانب سے لکچر دئے گئے۔ جنکے موضوعات یہ ہیں: عربوں کی فوجی فتوحات۔ مذہب اسلام کے ارکان۔ مغرب کی سیاسیات اور کلچر پر اسلامی اثرات۔ یورپین اقتصادیات پر اسلامی دنیا کا اثر۔ عربی طب۔ اسلام کے ادبی، فلسفیانہ اور لسانی اثرات اسلام اور مغرب میں آرٹ کے بارے میں تبادلۂ خیالات۔ (یونسکو فیچرز)۔

غالب انسائکلوپیڈیا

لکھنؤ۔ ۲۷ اپریل۔ غالب اکیڈیمی کے صدر حضرت خیر بہوروی نے اطلاع دی ہے کہ غالب کے متعلق ایک انسائیکلوپیڈیا مرتب کی جارہی ہے جس کا انتساب پنڈت نہرو کے نام ہوگا۔ خیر بہوروی اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں پاکستان کا دورہ بھی کرینگے۔ وارانسی میں غالب میوزیم بھی قائم کیا جائیگا جہاں غالب کی تصاویر اور تحریریں جمع کی جائیں گی۔

الف

مصنف : رئیس امروہوی ۔
ناشر : ادارہ ذہن جدید ۔ مانک جی اسٹریٹ ۔
گارڈن ایسٹ ۔ کراچی ۔
سائز : اٹھارہ بائیس ۔ صفحات ۱۹۲ مجلد ۔
قیمت : ۵ روپے ۔

اس مجموعہ میں ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۶۳ء تک کی غزلیں یکجا کر دی گئی ہیں ۔ اس میں بڑی چھوٹی ملا کر کوئی ستر بچھتر غزلیں ہوں گی ۔ بعض ایسی ہیں جنہیں غزل مسلسل کہا جاسکتا ہے ۔ نصف کتاب منظومات پر مشتمل ہے ۔

رئیس امروہوی نہ صرف پختہ کار شاعر ہیں بلکہ شاعر گر بھی ہیں ۔ وہ اس قدر پرگو ہیں کہ اس زمانہ میں مشکل سے کسی اور کو ان کا حریف گردانا جاسکتا ہے ۔ اردو نثر پر بھی انہیں بہت زبردست قدرت حاصل ہے ۔ ان کے نثری مضامین دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہوتے ہیں ۔ ان مضامین میں وہ نئے مسائل کا حل پیش کیا کرتے ہیں ۔ ان کی متعدد مثنویاں بھی اخبارات میں شائع ہوچکی ہیں اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ اساتذہ کی مشہور مثنویوں کی طرح ہیں ۔ ان کی غزلوں میں جو گھن گرج ہے ، اس میں ان کے مدمقابل صرف جوش نظر آتے ہیں ۔ الفاظ کا ایسا اہتمام شاید ہی اور کہیں ملے ۔

اپنی نظموں میں انہوں نے کہیں کہیں سماج پر بھرپور حملے کئے ہیں ۔ خیالات کے اظہار میں انہوں نے جس بیباکی اور صاف گوئی کے مظاہرے کئے ہیں وہ قابل داد ہے ۔

ان کی غزلوں اور منظومات سے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں تا کہ ان کا نکھرا ہوا انداز فکر واضح ہوجائے ۔ و ہو ہذا :

جس سے سینہ میں نہ بھڑکے کوئی آگ
وہ نفس عمر میں محبوب نہیں

خلوت کدہ دل کی اللہ رے پہنائی
میں خود بھی سمٹ آیا دنیا بھی سمٹ آئی

مری تخلیق نغمہ سے ہوئی تھی
مگر فرہاد ہوکر رہ گیا ہوں
مجھے ختم اسیری سے ملا کیا
فقط آزاد ہوکر رہ گیا ہوں

یہاں انساں ہے خود انساں سے بیزار
یہاں آدم ہے خود آدم گزیدہ
کسی میں تازگی ملتی نہیں ہے
ذمائم ہوں کہ اخلاق حمیدہ

مرزا غالب کی روح سے شاعر نے اپنی ملاقات

باز دید کا دلچسپ انداز میں حال لکھا ہے۔ اسے پڑھئے اور لطف اٹھائیے ۔

غزلوں میں اور نظموں میں بھی متعدد جگہ شاعرانہ لطافتیں اور رعنائیاں جلوہ گر ہیں ۔

بہر حال یہ مجموعہ گونا گوں شعری لطافتوں کا حامل ہے اور پڑھنے والے کو اس میں بہت کچھ ذہنی آسودگی کا سامان مل سکے گا۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

دکھنی اردو کے چند مضامین

مصنف : نصیرالدین ہاشمی ۔
ناشر : آزاد کتاب گھر ۔ کلاں محل ۔ دہلی ۶ ۔
سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۲۰۱ ۔ مجلد ۔
قیمت : تین روپے ۔

اس کتاب میں نصیر الدین ہاشمی کے کوئی نو مضامین یکجا کر دئے ہیں گئے ان کا تعلق دکھنی اردو سے ہے ۔ یہ مضامین مخصوص موضوعات سے تعلق رکھتے ہیں ۔ مثلاً ایک مضمون میں پہلی صاحب دیوان شاعرہ لطف النسا کے حالات زندگی اور ان کی ضخیم مثنوی کے اقتباسات دئے گئے ہیں ۔ یہ مثنوی حال میں دریافت ہوئی ہے اور اس کا نام ہے "گلشن شعرا"۔ اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی گزرا ہے۔

نصیر الدین ہاشمی دکھنی اردو کے جملہ پہلوؤں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر تخلیق احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ ان نو مضامین میں جتنی معلومات ایک جگہ آ گئی ہے وہ شاید ہی دوسری جگہ ملے ۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

شاہ نامہ فردوسی

مترجم : وحشی محمود آبادی ۔
سائز : فلسکیپ سولہ ۔ صفحات ۱۰۷ ۔ دبیز کور ۔
قیمت : ایک روپیہ ۔
ناشر : مشورہ بک ڈپو ۔ رام نگر ۔ گاندھی نگر دہلی ۔ ۹ ۔

اس چھوٹی سی کتاب میں شاہ نامہ فردوسی کی ہفت خوان کی کہانی کو اردو نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے ۔ یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے ، صرف مفہوم ادا کیا گیا ہے ۔ فارسی حصہ بھی بالمقابل درج کر دیا گیا ہے۔ کتاب پرانی وضع کی تصاویر سے مزین ہے ۔

جہاں تک اردو نظم کا تعلق ہے وہ رواں اور شاعرانہ لطافتوں سے بھر پور ہے ۔ شاعر کو زبان پر جو قدرت حاصل ہے وہ لائق تحسین ہے۔ گیٹ اپ بھی خوبصورت ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

بہار سخن

مولف : محمد شرف الدین یکتا جودھپوری ۔
ناشر : ادارۂ بہار سخن ۔ جھورامل لین ۔ حیدرآباد ۔
سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۳۹۸ ۔ مجلد ۔
قیمت : ۵ روپے ۔

یہ تذکرہ تقریباً ایک سو شعرا کے کلام پر مشتمل ہے ۔ مولف نے متعدد کتابوں کے مطالعہ کے بعد اسے ترتیب دیا ہے ۔ ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ کوئی قدیم یا جدید شاعر چھٹنے نہ پائے ۔ اس میں چند ہندو شاعر بھی ہیں ۔

کلام کے ساتھ ساتھ شعرا کے حالات بھی دیدئے گئے ہیں ۔ جس سے کتاب کی افادیت میں خاصا اضافہ ہوگیا ہے ان شاعروں میں کچھ ایسے شاعر بھی ہیں "جن کا کلام ابھی منصۂ شہود پر نہیں آیا "۔

پیش لفظ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (سندھ یونیورسٹی) نے اور تعارف بزم وحشت کے سیکریٹری وفا راشدی نے لکھا ہے ۔ دونوں نے اس کتاب کو "اردو ادب کی ایک بیش بہا خدمت" سے تعبیر کیا ہے ۔ یکتا صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے جودھپور اور اس کے مضافات کے اتنے شاعروں کے کلام کو محفوظ کرلیا اور اسے ایک انفرادیت بخش دی ۔

(ض ۔ ا ۔ ب)

چوبے

زیر تبصرہ کتاب کوئی ۱۰۰ قطعات پر مشتمل ہے ۔ یہ حضرت فضل دھلوی کی کاوش کا نتیجہ ہیں ۔ یہ سب مزاحیہ ہیں اور طنز سے بھرپور ۔ ان میں ایسی رباعیاں بھی ہیں جن میں تہذیب حاضرہ پر تنقید کی گئی ہے اور لیڈی ازم کا ماتم کیا گیا ہے ۔ الغرض یہ قطعے موجودہ معاشرہ پر بے لاگ تبصرہ ہیں ۔ شاعر کا انداز بیان ملاحظہ ہو :

حسن کامل اسے عطا کرکے
دست قدرت نے خود دیا ہے چھاپ
گال پر اس کے خال کا نقطہ
جیسے فقرے کے بعد "فل اسٹاپ"

ملے عمر خضری جوانی کو اس کی
بڑھاپے کی صورت وہ الھڑ نہ دیکھے
پھلے پھولے وہ سروقد غیرت گل
خزاں سے رہے دور پت جھڑ نہ دیکھے

دیدار یار کا یہ نیا گر تو دیکھیے
عاشق ہوں سوجھتی ہے محبت میں دور کی
ان کی گلی میں روز لگاتا ہوں یہ صدا
مہندی فرید آباد کی میٹھی تصور کی

ابتدا میں ابراہیم جلیس اور نصراللہ خاں کی تقریظیں ہیں ۔ یہ قابل مطالعہ ہیں ۔

کتاب چھوٹے سائز پر چھاپی گئی ہے ۔ قیمت ایک روپیہ ۷۵ پیسے ہے ۔ سر ورق جاذب نظر ہے ۔ بارگاہ ادب ، ۳۰۲ ، ڈرگ کالونی ، کراچی ۔ ۲۵ سے طلب فرمائیے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

Prosperity Plan of Muslim Countries

اسلامی ممالک کی خوشحالی کا پروگرام

مولف : ڈاکٹر احسان محمد خاں ۔

ناشر : الازہر کو آپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ ۔ ۵۴ اورنگ زیب مارکیٹ ۔ کراچی ۔

سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۲۴ ۔ ڈبیز کور ۔

قیمت : ایک روپیہ ۲۵ پیسے ۔

فاضل مولف کسی زمانہ میں رام پور میں وزیر مالیات تھے ۔ پاکستان آنے کے بعد وہ کچھ عرصے تک ڈپٹی مارکیٹنگ ایڈوائیزر رہے ۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں ۔

اس پمفلٹ میں انہوں نے مختلف اسلامی ممالک کو ان کی پیداوار کے اعتبار سے مفید مشورے دئے ہیں ۔ ان کی خواہش ہے کہ مختلف صنعتیں اسلامی ممالک کے ماہرین کے ہاتھوں پروان چڑھیں ۔ اس بارے میں ہمارے صنعت کار ایک مفید کردار ادا کرسکتے ہیں ۔ پمفلٹ کا بنیادی تخیل پسندیدہ ہے ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

وفیات

" منیر الہ آبادی "

عرصہ ہوا بمبئی میں چند دوستوں نے ملکر " بزم خیال " کی بنیاد ڈالی تھی - اس کا صدر راقم الحروف تھا اور سیکریٹری وسیم چشتی میرٹھی - نائب صدر مولانا خجندی تھے جو مولوی محمد اسمعیل میرٹھی کے قریبی عزیزوں میں تھے - اس بزم نے بمبئی میں متعدد مشاعرے منعقد کئے جن میں تین آل انڈیا پیمانہ پر تھے - منیر الہ آبادی شروع ہی سے ہماری بزم کے رکن رکین تھے - وہ اچھے شعر کہتے تھے اور ان کے پڑھنے کا انداز بھی پسندیدہ تھا - شعر سناتے وقت وہ مجمع پرچھا جاتے تھے - شعر کراری آواز سے پڑھتے تھے اور پڑھتے وقت خود بھی متاثر ہوتے تھے -

ان کا شمار بمبئی کے اساتذہ میں ہوتا تھا - ان کا تعلق قدیم مکتبۂ فکر سے تھا - ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے -

مرحوم متعدد خوبیوں کے مالک تھے - باعتبار طبیعت وہ مرنجان مرنج بزرگ تھے - ان میں بیحد اخلاص تھا - مسکراہٹ ہروقت ان کے چہرے پر رقصاں رہتی تھی - بمبئی کے اردو داں طبقوں میں ان کی یاد عرصۂ دراز تک رہے گی -

(شریک غم ضیاء الدین احمد برنی)

یوم حسن نظامی

حلقۂ ادب پاکستان لاہور ۳ مئی کو یوم حسن نظامی منا رہا ہے - صدر حلقہ حضرت عابد نظامی کی درخواست پر میں نے ذیل کا پیغام بھیجا ہے :

" مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی ہے کہ آپ یوم حسن نظامی منا رہے ہیں - خواجہ صاحب ان لوگوں میں ہیں جن کا یوم ہمیں باقاعدگی سے منانا چاہئے - خواجہ صاحب سے میرے تعلقات ۱۹۰۸ء سے شروع ہوئے اور آخر وقت تک رہے - خواجہ صاحب کی ساری پبلک زندگی میرے سامنے ہے - جب میں اس پر نظر ڈالتا ہوں تو میں اس کے گونا گوں پہلوؤں سے بیحد متاثر ہوتا ہوں - وہ اپنی ذات سے ایک انجمن تھے -

" میں مسئلۂ ارتقا پر ایمان رکھتا ہوں ، لیکن اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ بڑے بڑے اہل قلم ، ادیب اور انشا پرداز اس دنیا میں آئینگے ، بڑے بڑے بلبل شیراز اس چمن میں نغمہ سرائی کرینگے ، مگر مجھے یقین نہیں کہ کبھی کوئی دوسرا حسن نظامی پیدا ہو جو ان کی طرح مختلف اوصاف کا حامل ہو -

" خواجہ صاحب کے لٹریچر کا ایک حصہ ایسا ہے جس کی مثال دنیا کا کوئی لٹریچر پیش نہیں کرسکتا - ہمارا فرض ہے کہ ہم کم سے کم اس حصہ کو اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں داخل کریں تا کہ ہماری آیندہ نسلیں نہ صرف اردو کے اس عظیم محسن کو یاد رکھیں بلکہ ان کی تحریروں سے اردو سیکھیں -

" خدا سے دعا ہے کہ آپ کا " یوم حسن نظامی " ہرلحاظ سے کامیاب ہو ! "

۲۶ اپریل ۱۹۶۳ء ضیاء الدین احمد برنی

رسالوں پر طائرانہ نظر

معارف (اعظم گڈھ) — سید ذوالفقار حسین بخاری نے اپریل کے پرچہ میں ایک طویل مضمون میں سید سلیمان ندوی کی نثر وانشا سے تفصیلی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ کن کن ادیبوں سے متاثر ہوئے تھے - پھر اقتباسات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ " سید صاحب اردو کے ایک صاحب طرز ادیب و انشا پرداز ہیں،، - " یورپ میں اسلام کی اشاعت،، معلوماتی مضمون ہے اور اس میں تمام یورپی ممالک کا جائزہ لیا گیا ہے - "فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ،، جامع مسجد برہان پور سے متعلق ہے جس کے آخر میں مضمون نگار نے انڈیا کے محکمہ آثار قدیمہ سے درخواست کی ہے کہ وہ اسے اپنی حفاظت میں لیلے - اس مسجد میں جو کتبے ہیں ان میں سے بعض سنسکرت میں ہیں جو مسلمانوں کی رواداری کا عجیب و غریب ثبوت ہے - "علم بدیع کا موجد،، بھی دلچسپ مضمون ہے اور احتشام احمد ندوی کی تحقیقات کا نتیجہ ہے - شذرات میں ایڈیٹر نے حکومت کو آگاہ کیا ہے کہ فرقہ پرست لوگ حکومت پر قبضہ کرکے جمہوریت اور ہندوستان کے وقار کا خاتمہ کردینا چاہتے ہیں -

---

قومی زبان (کراچی) — مارچ کے شمارہ میں منور لکھنوی نے ایک مضمون میں علامہ سیماب کی چند یادیں دی ہیں - شاد عارف پر احمد جمال پاشا کا مضمون قابل مطالعہ ہے - شاد رام پور کے صاحب طرز شاعر تھے - شمیم احمد نے ڈاکٹر شہریار نقوی کے حالات اور ان کی علمی خدمات پر روشنی ڈالی ہے - آجکل ڈاکٹر صاحب طہران یونیورسٹی میں اردو کے لکچرر ہیں - ڈاکٹر صاحب " اردو کے ایک سپاہی،، ہیں اور ان کا منصوبہ یہ ہے کہ ایران کی ہر یونیورسٹی میں اردو اور فارسی کی لائبریری قائم ہو - سید انوارالحق نے پشتو اکیڈیمی اور اس کے کارناموں سے واقف کرایا ہے - پروفیسر شیخ حیدر نے "اردو زبان میں قانون کی تعلیم،، کے مسئلہ سے سیر حاصل بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ اس سلسلہ میں انگریزوں کے زمانہ میں کتنا کام ہوچکا ہے - " گنجہائے گرانمایہ،، میں انجمن ترقی اردو کے چند مخطوطات زیر بحث لائے گئے ہیں - " بنگال کی اردو تصانیف،، ایک کتاب کا جزو ہے جسے شانتی رنجن بھٹا چاریہ ترتیب دے رہے ہیں - اس کتاب میں ابتدا سے لیکر ۱۸۹۹ء تک کی تمام اردو تصانیف کا ذکر ہوگا جو بنگال سے شائع ہوئیں - سید ابن حسن قیصر اور زاہدہ خاتون نے دسمبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات میں شائع شدہ مضامین کا فن وار اشاریہ دیا ہے -

---

سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) — اپریل کے پرچہ میں جو ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، کئی ایک مضامین پڑھنے کے قابل ہیں جن میں ہر ہٹلر، ناقہ کے نقش قدم پر، پومپیائی کے آخری ایام، وغیرہ بہت دلچسپ ہیں - ان کے علاوہ اور بھی مضامین ہیں جو ہلکے پھلکے ہونے کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں - اقبال پر " نیرنگ خیال،، نے تیس برس

پیشتر جو نمبر شائع کیا تھا ، اس کے کارٹون نقل کئے گئے ہیں جو آج بھی اپنے اندر دلچسپی رکھتے ہیں۔ رسالہ مصور ہے اور لکھائی چھپائی حسب معمول دیدہ زیب ہے۔

نقش (کراچی)— تازہ پرچہ میں کچھ افسانے ہیں اور کچھ منظومات۔ اولین جگہ کرشن چندر کے ایک '' افسانہ '' کو دی گئی ہے جس کا عنوان ہے '' صرف ایک کار ''۔ کار کے مختلف معانی دیکر انہوں نے اپنے مضمون کو ایک دلچسپ چیز بنادیا ہے۔ قرۃالعین حیدر کا ایک افسانہ ان کے والد کے ایک دوست کے بارے میں ہے اور چونکہ وہ میرے بھی دوست تھے اسلئے میں نے اسے گہری دلچسپی کے ساتھ پڑھا۔ معلوم نہیں کہ انہوں نے نواب زادہ کے نام میں کیوں تبدیلی کردی ہے۔ اشارے اسقدر واضح ہیں کہ ان کی شخصیت پوری طرح میز ہوجاتی ہے۔ بہر حال مضمون خوب ہے اور اسکی طوالت گراں نہیں گزرتی۔ '' میں اور وہ '' (از خواجہ احمد عباس) بہت دلچسپ ہے۔ یہ سب نظمیں اور افسانے ہند و پاکستان کے مختلف رسالوں سے ماخوذ ہیں۔ یہ پرچہ ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

سفینہ (کراچی)— اپریل کے شمارہ میں عبداللہ قریشی نے اپنے مضمون میں '' اسرار خودی '' کی تاریخ بتاتے ہوئے اس طوفانی ایجی ٹیشن کا ذکر کیا ہے جو اس کتاب کی اشاعت پر مختلف حلقوں برپا میں کیا گیا تھا۔ یہ حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں ہیں اور اسی لئے اپنے اندر خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ پروفیسر وحیدہ نسیم کا افسانہ '' پستی اور بلندی '' ایک نفسیاتی کہانی ہے۔ سرورق پر ڈاکٹر اقبال کی تصویر دی گئی ہے جو دوسری گول میز کانفرنس کو جاتے وقت بمبئی میں لی گئی تھی۔

جام نو (کراچی)— یوم پاکستان کے سلسلہ میں جو نمبر شائع کیا گیا ہے اس میں منظومات کے علاوہ تین چار طویل افسانے ہیں اور ایک جامع مضمون سید انشاءاللہ خاں انشا پر ہے۔ موخرالذکر کے لکھنے والے پروفیسر اظہر قادری ہیں۔ انہوں نے اس عظیم شاعر کے حسن و قبح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض اوقات انسان کی خوبیاں بھی اسے لے ڈوبتی ہیں۔

ادبی دنیا (لاہور)— بارھواں نمبر زیر تبصرہ ہے۔ اس میں شروع میں مختلف علمی اور ادبی مضامین درج ہیں جن میں کئی ایک قابل مطالعہ ہیں۔ ''شمیم اور ان کی شاعری'' بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ لکھنے والے ہیں صمدانی تقوی۔ اس میں شہزادہ معظم جاہ کے دیوان کا المیہ بیان کیا گیا ہے اور بہت سے ایسے واقعات سپرد قلم ہوگئے ہیں جو آج تک عوام تک نہیں پہنچے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک معاملہ صفائی طلب ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان روپوں کا کیا ہوا جو حضرت جگر کو دئے گئے تھے۔ جگر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ داد و ستد کے بہت کھرے تھے اور جو کام وہ نہیں کرسکتے تھے اسکی رقم لوٹا دیتے تھے۔ آغا محمد باقر نے اپنے پیارے بھائی آغا اشرف کے حالات ایسے انداز میں دئے ہیں جنہیں پڑھکر دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مگر باقر صاحب نے ان سازشوں کا حال نہیں لکھا جن کی وجہ سے آغا اشرف کی زندگی ریڈیو میں اجیرن بنادی گئی تھی۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی اور علی مقصود نے ڈاکٹر اشرف کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے ہیں جو عرف عام میں کمیونسٹ کہلاتے تھے۔ یہ بھی بڑی پیاری شخصیت تھی اور میں اپنے تئیں خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میری ان دونوں سے ''آشنائی'' تھی۔ خدا نے بلا شبہ ان دونوں میں بیحد صلاحیتیں رکھی تھیں۔ ان دونوں کے حالات یقیناً روح پرور ہیں۔ علی مقصود نے مضمون میں بہت کچھ چھپا گئے ہیں حالانکہ ضرورت تھی کہ ان واقعات کو کھولکر بیان کیا جاتا۔ یہ شمارہ سوا تین سو صفحات پر مشتمل ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ ہے۔ سالانہ خریداروں کے لئے اس کی قیمت فقط بارہ آنے ہے۔ اس رسالہ کا یہ دعویٰ کہ یہ اردو کا سب سے سستا جریدہ ہے، بالکل صحیح ہے۔

فاران (کراچی)— اپریل کے شمارہ میں نقش اول میں مدیر نے لکھا ہے کہ ''ہندوستان اور پاکستان دونوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ یہ ملک شریف ہمسایوں کی طرح رہیں۔'' آخر میں لکھا ہے کہ ''مادی ترقیوں کے ساتھ اگر پاکستان اخلاق و نیکو کاری کے خسارے سے دو چار رہا تو یہ بہت بڑی ٹریجیڈی ہوگی۔'' عبدالقدوس ہاشمی نے مولف معجم المصنفین مولانا محمود حسن خاں ٹونکی کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ مضمون قابل مطالعہ ہے۔ ''غالب کے اشعار میں منطق کی جھلکیاں'' (از محمد مصطفیٰ) کافی دلچسپ ہے۔ عبداللہ زبیر ندوی کا مضمون ''قدیم اسلامی کتب خانے، ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے۔ نقش اول میں پاکستان کے ہندو وزیر کا نام منڈل کی بجائے ریڈی لکھا گیا ہے۔

محور (کراچی)— مارچ کے پرچہ میں بعض فکر انگیز چیزیں ہیں۔ فورم کے تحت میں ''آؤٹ لک'' کا ایک مضمون ''آخر ٹیڈی لباس میں کیا خرابی ہے؟'' نقل کیا گیا ہے۔ اس میں ایڈیٹر نے لکھا ہے کہ ہمارا اپنے نونہالوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ اپنے جسم کی خوبصورتیوں کو چھپائیں، ایسا ہی ہے جیسے اس روشن(؟) عہد میں کوئی شخص قدیم وحشی طرز زندگی کی تعریف کرے۔'' یہ مربضانہ مشورہ ہے۔ اسی طرح تقی صاحب

نے انٹرویو میں دلی زبان سے ایسی باتیں بھی کہی ھیں جن سے ھم آھنگی مشکل ھے۔ بہرحال انٹرویو ھے خاصا دلچسپ۔

شاعر (بمبئی) — تمنا مظفر پوری نے مارچ کے شمارہ میں انیسویں صدی کے ایک ظریف اخبار کے چند دلچسپ اقتباسات پیش کئے ھیں۔ "داستانے چند،، میں راز چاند پوری نے حضرت سیماب کے بارے میں چند یادیں دی ھیں۔ اس پرچہ میں غزلوں کے علاوہ ظفر احمد کا ایک ڈراما اور دو تین افسانے ھیں۔ سرورق پر غالب کے مجسمہ کا فوٹو درج کیا گیا ھے۔

الشجاع (کراچی) — اپریل کے شمارہ میں "گلریا کا آدم خور،، دلچسپ واقعات پر مشتمل ھے۔ غیر شکاری بھی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ھیں۔ گروپ کیپٹن پیٹر ٹاؤنسینڈ کا مضمون جس کا تعلق ایران، افغانستان اور پاکستان سے ھے، قابل مطالعہ ھے۔ "برازیل کے جنگلوں میں،، مسلسل چل رھا ھے۔ مان سنگھ ڈاکو کا حال بھی دلچسپ ھے۔

نگار پاکستان (کراچی) — ملاحظات کے کالم میں نیاز صاحب نے بعض متنازعہ فیہ سیاسی امور کے بارے میں اظہار رائے کیا ھے۔ ایک اور نوٹ میں انہوں نے زکاۃ اور قربانی کی رقم کے تحفظ کے لئے 'بیت المال' کے قیام کی تجویز پیش کی ھے۔ فراق گورکھپوری کا مضمون "فلسفہ — ایک مطالعہ،، فکر انگیز ھے۔ نیاز کا مزاحیہ ڈراما — ایک پروفیسر اقتصادیات کی شاعر بیوی — قابل مطالعہ ھے۔ احمد رفاعی نے شفقت کی شاعری سے سیر حاصل بحث کی ھے۔ نیاز صاحب نے والٹیئر پر جو طویل مضمون لکھا ھے وہ بہت روح پرور ھے اور اس قابل ھے کہ اسے بار بار پڑھا جائے۔ رفیع اللہ نے قربانی کی شرعی حیثیت سے جو بحث کی ھے وہ قابل مطالعہ ھے۔

اقبال ریویو (کراچی) — یہ کراچی کی اقبال اکیڈیمی کا آرگن ھے۔ سال بھر میں چار پرچے شائع ھوتے ھیں، دو اردو میں اور دو انگریزی میں۔ یہ جنوری ۱۹۶۳ کا شمارہ ھے۔ اس میں چھ مضمون ھیں، پانچ ایسے ھیں جو غیرفلسفیانہ ھیں اور ایک ایسا ھے جس سے صرف فلسفہ کا طالب علم ھی پوری طرح لطف اندوز ھوسکتا ھے۔ پہلی جگہ وقار عظیم کے مضمون کو دی گئی ھے۔ عنوان ھے "اقبال حضور باری میں،،۔ فاضل پروفیسر نے نئے انداز میں اپنے موضوع سے بحث کی ھے۔ سید عبدالواحد نے ایک طویل مضمون میں مثالیں دے دیکر بتایا ھے کہ اقبال کی شاعری رومی کے علاوہ اورکن کن شعرا سے متاثر ھوئی ھے۔ چنانچہ جو مثالیں تلاش و جستجو کے بعد مقالہ نگار نے دی ھیں ان سے پتہ چلتا ھے کہ بہت سے شعرا کے کلام کا پرتو اقبال کی شاعری پر پڑا ھے۔ میرا خیال ھے کہ اگر مزید تحقیق کی جائے تو ان مثالوں میں اضافہ ھوسکتا ھے۔ ایک زمانہ میں مجھے بھی ایسے اشعار جمع کرنے کا شوق تھا۔ گورستان شاھی کا ایک بند جسے درج ذیل کیا جاتا ھے، گرے کی طویل نظم Elegy سے معناً ماخوذ ھے :-

شورش بزم طرب کیا عود کی تقریر کیا
قیدی زندان غم کا نالۂ شب گیر کیا

عرصہ' پیکار میں ھنگامہ' شمشیر کیا
خون کو گرمانے والا نعرہ' تکبیر کیا
اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینہ' ویران میں جان رفتہ آ سکتی نہیں

اب گرے کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

The breezy call of incense-breathing morn,
The swallow twitt'ring from the straw-built shed,
The cock's shrill clarion, or the echoing horn,
No more shall rouse them from their lowly bed.

مگر جیسا کہ فاضل مقالہ نگار نے واضح کردیا ہے اس سے اقبال کی عظمت پر اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ بیشتر جگہ اقبال نے مضمون کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ بہر حال واحد صاحب کی یہ کوشش اقبالیات میں اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسرے قابل مطالعہ مضامین میں ''علامہ اقبال' اور حضرت مجدد الف ثانی''، ''اقبال کی علم الاقتصاد''، اور ''مرتبہ' ذات حق'' (از حضرت عبدالحمید کمال) خصوصیت سے قابل ذکر ھیں۔ اس شمارہ کی قیمت دو روپے ہے اور بڑے سائز کے ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

آجکل (دھلی) — اپریل کے شمارہ میں عرش ملسیانی نے شاد عارف کو ھدیہ' عقیدت پیش کرتے ھوئے مرحوم کو ایک صاحب طرز طنز نگار شاعر قرار دیا ہے۔ ''داراشکوہ'' ایک ڈراما ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس بدنصیب شہزادہ کو کس طرح موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ سخی حسن نقوی نے ایک مقالہ میں ''قدیم ھندوستانی علوم'' پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ ایک زمانہ میں عرب کی طب بھی ھندوستانی طب سے متاثر ھوئی تھی۔ ''داماد کا انتخاب'' بھی خوب ہے۔ ''دکنی داستانیں'' (از گیان چند) بہت معلوماتی مضمون ہے۔ سرورق پر نواب سعادت علی خان اور ان کی بیگم کے مقبروں کے رنگین فوٹو دئے گئے ھیں۔

عصمت (کراچی) — مئی کے پرچہ میں ''ایک بہترین یاد'' میں خالدہ ادیب خانم کے بارے میں چند یادیں دی گئی ھیں جو قابل مطالعہ ھیں۔ ''خاصان خدا'' عنوان ہے ایک مضمون کا جس میں ڈاکٹر اقبال اور ایک مجذوب کی ملاقات کا حال درج کیا گیا ہے۔ ''بھابی'' دلچسپ کہانی ہے۔

ھم قلم (کراچی) — اپریل کے پرچہ میں ''گلڈ۔ انجمن کتاب گھر'' کے بارے میں چند افواھوں کی تردید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ دکان کا کرایہ ۹۰۰ روپے ہے۔ ایک سال کا کرایہ پیشگی ۱۰۸۰۰ روپے ادا کیا گیا ہے، ضمانت کے چار ہزار روپے داخل کئے گئے ھیں اور سوسائٹی کی رکنیت کے سلسلہ میں ۱۰ ہزار روپے دئے گئے ھیں۔ معلوم نہیں کہ یہ لوٹ مار ہے یا کاروبار۔ اس شمارہ میں آدم جی انعام یافتہ کتابوں کے اقتباسات دئے گئے ھیں۔

سیارہ (لاھور) — اپریل کے شمارہ میں تین چار مضمون خصوصیت کے ساتھ غور سے پڑھے جانے کے قابل ھیں۔ سب سے پہلے علاءالدین خالد کا انٹرویو پڑھئے جس میں طباعت و اشاعت کے مسائل اور دیگر متعلقہ امور پر

دلچسپ انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ "اقبال اور دہریت" میں بہت سے متعلقہ مسائل زیر بحث آ گئے ہیں۔ مضمون کافی فکر انگیز ہے۔ "کلام اقبال میں غم کا مطالعہ" بھی بہت دلچسپ ہے۔ "شیخ شہاب الدین اور محمد تغلق" تاریخی مضمون ہے جسے اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ "ابن مقفع" بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ "نوکری" دلچسپ کہانی ہے۔ یہ پرچہ ان پرچوں میں سے ہے جو اپنے سامنے مقصد رکھتے ہیں۔

خبریں

ظریف اور نظر حیدرآبادی

کراچی - ۲ مئی - آج رات کو ۱۰ بجے ظریف جبلپوری اور نظر حیدرآبادی کے بال بچوں کی امداد کے لئے ایک مشاعرہ منعقد ہوا جس کی صدارت ممتاز حسن نے کی۔ شروع میں ابراہیم جلیس نے ایک پر درد مضمون میں نظر کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے جس سے حاضرین بیحد متاثر ہوئے۔ پھر جوش نے ظریف کے حضور میں خراج تحسین پیش کیا اور ادیبوں کی امداد کے لئے ایک مستقل ٹرسٹ کے قیام کی تجویز پیش کی۔ صدر جلسہ نے بھی اس تجویز کی تائید کی اور اس سلسلہ میں چند تعمیری مشورے بھی دئے۔

جمیل الدین عالی نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اپنے شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کی امداد کے لئے ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے نہ صرف ان کی زندگی میں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی انہوں نے پھر نام بنام معطیوں کا شکریہ ادا کیا اور پھر مشاعرہ شروع ہوا جو دو بجے رات تک رہا۔ بیچ میں صدر نے معذرت کر کے رخصت چاہی۔ ان کی جگہ فیض نے پر کی اور اپنی تقریر میں انہوں نے صرف دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں کی امداد کی مخالفت کی اور کہا کہ قوم کے ہر فرد کے لئے ہمیں ہر قسم کی آسایش کا انتظام کرنا چاہئے۔ یہی اسلامی تخیل ہے۔ جلسہ کی کارروائی تابش دہلوی کے ہاتھوں انجام پائی۔ اس مشاعرہ سے جو آمدنی ہوئی اس کی میزان ۲۷ ہزار تک پہنچتی ہے۔ ظریف کے نو عمر صاحبزادے نے ظریف کی طرز میں ایک غزل سنائی۔ جلسہ گاہ میں ان دونوں شعرا کی تصاویر اس طرح آویزاں تھیں کہ سب دیکھ سکتے تھے۔ یہ دلچسپ صحبت دو بجے اختتام کو پہنچی۔

کتابوں کی نمائش

کراچی - ۱۴ اپریل - کل امریکی مرکز اطلاعات میں ڈاکٹر رضی الدین صدیقی نے کتب خانوں کے قومی ہفتہ کا افتتاح کیا جو ۱۲ سے ۱۸ اپریل تک منایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ "کتب خانے شہریوں میں شعور پیدا کرنے اور ان میں پڑھنے کی عادت ڈالتے ہیں، ہمیں سائنس، طب، تجارت اور آرٹ کے متعلق جس ملک سے بھی کتابیں ملینگی، ہم اس کا خیر مقدم کرینگے۔"

لیاقت نیشنل لائبریری

کراچی - وزیر تعلیم اے۔ ٹی - مصطفیٰ نے کتب خانوں سے متعلقہ سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا : "کراچی میں لیاقت نیشنل لائبریری یا انجمن ترقی اردو کے کتب خانوں کے علاوہ کوئی پبلک کتب خانہ ایسا نہیں ہے جسے واقعی اہم کہا جاسکے - لیاقت لائبریری دفتری اوقات کی پابند ہے اور اس لئے ان لوگوں کو جو دفتروں میں کام کرتے ہیں ، اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملتا - اب سنا گیا ہے کہ نیشنل لائبریری کو ہاؤسنگ سوسائٹی میں منتقل کیا جارہا ہے۔ اس صورت میں اس سے استفادہ کرنے والے یقیناً متاثر ہوں گے ، اور آمد و رفت کی دوری کے باعث پڑھنے والوں کی تعداد بھی بہت کم ہو جائیگی۔ (نیشنل لائبریری اپنی نئی عمارت میں منتقل ہوچکی ہے اور سنا گیا ہے کہ اس کا ساھانہ کرایا چار ہزار روپے ہے۔ مدیر) -

بچوں کے لئے کتب خانے

کراچی - ۱۶ اپریل - کتب خانوں سے متعلقہ سیمینار میں بیگم رقیہ انور نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ بچوں کے کتب خانوں کے لئے ایک قومی ٹرسٹ قائم کیا جائے۔ ہمارے ملک میں بڑوں کے مقابلہ میں بچوں کے کتب خانوں کی زیادہ ضرورت ہے۔

کلام پاک بنگالی میں

ڈھاکہ - ۲۰ اپریل - اسلامی اکیڈیمی کے زیر اہتمام قرآن پاک کے پہلے پارہ کے بنگالی ترجمہ کی اشاعت پر کل ایک تقریب منائی گئی۔

اقبال اور ڈاکٹر شمل

سید عبدالماجد صاحب نے "صدق جدید" میں ایک مراسلہ شائع کرایا ہے جس میں ڈاکٹر شمل کی تازہ ترین کتاب "سر محمد اقبال کے مذہبی خیالات کا مطالعہ" کی بعض خرافات کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ سید صاحب لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں محترمہ نے لکھا ہے کہ "اقبال عربی زبان سے بالکل ناواقف تھے ، کلام پاک کی آیات کا ہمیشہ غلط ترجمہ کرتے تھے ، عورتوں کو حقوق دینے کے بالکل مخالف تھے ، مغرب اور عیسائی مذہب کے ملاؤں سے کہیں زیادہ مخالف تھے اور یہ کہ بعض اعتقادات کی حد تک شرک کے بھی مرتکب ہوئے ہیں -" اقبال اکیڈیمی کراچی کا فرض ہے کہ وہ اس طرف توجہ کرے۔

سب سے وزنی کتاب

پیرس - ۱۵ اپریل - دنیا کی سب سے بیش قیمت کتاب جو ۳۰۰ ہنڈریڈویٹ وزن رکھتی ہے۔ اور جس کا دس لاکھ ڈالر میں بیمہ کرایا گیا ہے ، بحری جہاز "فرانس" پر نیویارک کے عالمی میلہ کے لئے روانہ کی گئی ہے۔ اس کتاب کا نام ایپوکالیسی ہے۔ اس کے حروف اور تصاویر طلائی ہیں۔ اس کتاب کی نمائش ۱۹۶۱ سے اب تک متعدد یورپی مقامات میں کی جاچکی ہے۔

تحقیق سید و سادات

یہ تازہ ترین تالیف قرآن ، حدیث اور انساب کی روشنی میں لکھی گئی ہے اور اس کے مولف ہیں ملک کے مشہور ادیب مولانا محمود احمد عباسی - اپنے موضوع پر اردو میں یہ اکیلی کتاب ہے۔

(بقیہ خبر یں صفحہ ۸ پر)

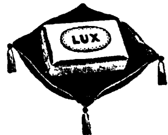
"لکس ٹائیلٹ صابن
حسن میں دلکشی کی ضمانت ہے"
دیبا کہتی ہے

دیبا کا کہنا ہے کہ اسٹوڈیو کی گرم گرم اور جلد کو جھلسا دینے والی روشنی رنگ و روپ پر بُری طرح اثر انداز ہو سکتی ہیں مگر اس کے باوجود پردۂ سیمیں کی اکثر حسیناؤں کی طرح وہ بھی اپنے رنگ و روپ کو تازہ اور شگفتہ رکھنا خوب جانتی ہے .... جی ہاں وہ لکس ٹائیلٹ صابن استعمال کرتی ہے۔

لکس کا چکنا لطیف جھاگ جلد پر نرمی سے عمل کر کے رنگ و روپ میں ایک نئی دلکشی، نئی رعنائی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا باقاعدہ استعمال کیجئے یہ آپ کے حسن میں چار چاند لگا دے گا۔

آپ کا رنگ و روپ بھی فلمستاروں جیسا ہو سکتا ہے اپنے حسن میں دلکشی پیدا کرنے کے لئے ہر روز لکس ٹائیلٹ صابن استعمال کیجئے۔ آج ہی اسے اپنے محبوب رنگ میں انتخاب کیجئے۔ سفید کے علاوہ یہ گلابی سبز اور نیلے رنگوں میں بھی مل رہا ہے۔

فلمی ستاروں کا
حسن بخش صابن



لیور برادرز کا بنایا ہوا

LTS.72-193-UD.

کلیات آتش

خواجہ حیدر علی آتش دبستان لکھنؤ کا وہ شاعر ہے جس نے مشکل پسندی اور لفاظی کے ماحول میں سہل ممتنع کے جوہر دکھائے اور الفاظ کے پرشکوہ اور ماہرانہ استعمال کے ساتھ ساتھ گرمی کلام اور سوز و ساز کی وہ نظیریں پیش کیں کہ شیخ ناسخ کا استادانہ فن ماند پڑ گیا ۔ بالفاظ دیگر کہا جا سکتا ہے کہ آتش نہ ہوتا تو لکھنؤ کی غزل کا پلہ بہت سبک ہو جاتا ۔

کلیات آتش مضمون آفرینی اور سادہ طرز بیان کا ایک معجزہ ہے جس کو ایک بسیط مقدمہ اور نئی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔

قیمت مجلد ۱۲۔۵۰ روپے **لائبریری ایڈیشن ۸۔۵۰ روپے**

نیم روز

تابش دهلوی عصر حاضر کے ان شاعروں میں هیں جنهوں نے ادیبانہ ماحول میں آنکھ کھولی اور جو شعر و سخن کی فضا میں پروان چڑھے ۔ وہ نہ صرف میر و مرزا کی دلی میں پیدا ہوئے بلکہ شعر فہمی اور سخن گوئی انہیں ورثہ میں بھی ملی ۔

غیر منقسم ہندوستان سے لیکر پاکستان تک کی بزم ہائے مشاعرہ اور بساط ارض سے لیکر فضائے آسمانی تک ان کی نظموں سے ناآشنا نہیں اور ان کے بعض شعر تو ان کی زندگی هی میں زبان زد ہوچکے هیں ۔ اشعار کا یہ مجموعہ پوری آب و تاب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اور اس کا نام ''نیم روز'' رکھا گیا ہے ۔ ایک نظر دیکھنے کے بعد آپ بھی اس نام کو موزوں بتانے پر مجبور ہو جائیں گے ۔

قیمت مجلد ٦ روپے

چند شخصیتیں۔ چند تاثرات

ڈاکٹر محی الدین قادری زور دور حاضرہ کے تنقید نگاروں میں ایک نمایاں مقام رکھتے هیں اور اب تو ان کا نام عظمت و بزرگی کے ساتھ ساتھ پیش روؤں میں شامل ہوچکا ہے ۔

اردو ادب ڈاکٹر زور کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا ۔ انہوں نے تاریخ و تنقید سے ہٹ کر بھی بعض شعبہ ہائے ادب پر قلم اٹھایا ہے اور زندگی کے مختلف ادوار میں بعض ادیبوں اور شاعروں کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے ۔

پروفیسر معین الدین انصاری نے ان تاثرات کو یکجا کر کے ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے اور ناشرین نے اس کتاب کو متعدد تصویروں کے ساتھ اردو ٹائپ میں کارٹیج پیپر پر شائع کیا ہے ۔

یہ کتاب نہ صرف ڈاکٹر زور کی کاوش قلم کا اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ ناشرین کے معیار طباعت کی ایک نظیر بھی ہے ۔

اسلامی تقاریب

قید مکان و زمان سے ہٹ کر مسلمانوں کی عالم گیر تقریبوں پر مشاهیر اهل قلم کی تحریریں ، جن میں ان تقاریب کی اهمیت و افادیت کا بنگاہ غائر جائزہ لیا گیا ہے ۔

یہ تقریبیں بلاشبہ ہماری تہذیبی اقدار اور تمدنی سطوت و شوکت کی علم بردار هیں ، لیکن حقیقتاً ان سے مکارم اخلاق اور ارتقاء قومی کو کتنا ربط ہے ؟ یہ آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد ، ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے بزرگوں کا قلم بتائے گا ۔

پروفیسر غلام دستگیر رشید نے ان مضامین کو ترتیب دے کر اردو ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے ۔

قیمت مجلد ۴۔۰۰ روپے **سلسلۂ اکیڈمی لائبریری ۳۔۰۰ روپے**

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی　(رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان)　فی پرچہ
ضیاء الدین احمد برنی　سالانہ چندہ دو روپے　صرف ۱۹ پیسے

جلد ۹　جون ۱۹۶۴ ع　شمارہ ۶

مندرجات

نمبر شمار　　صفحہ

(مسٹر علاء الدین خالد کی تقریر جو ۱۹ جون ۱۹۶۴ کو اردو تدریس کانفرنس میں کی گئی)

جناب صدر ، خواتین و حضرات !

ذرا تصور کیجئے وہ زمانہ بھی انسان کے لئے کیسی فراغت کا رہا ہوگا جب درسی کتابوں کی "ترتیب و ترسیل" کا فرض خود قدرت نے سنبھال رکھا تھا۔ یہ کتابیں آسمانی صحیفوں کی شکل میں نازل ہوا کرتی تھیں اور ان کی "نشر و اشاعت" کا کام پیغمبروں کے سپرد تھا —— اگر تمام صحیفوں کو ایک ماہر درسیات کی عینک سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں "بیسک ریڈریں" بھی ہیں اور "توبۃ النصوح" بھی — اور علم و فکر کے ایسے موضوعات بھی جن کی تفہیم و تفسیر کے لئے بیسویں صدی کا ترقی یافتہ ذہن بھی ناکافی ہے۔

اس زمانہ میں جب انسانی معاشرہ موجودہ الجھنوں اور آلائشوں سے پاک تھا ، یہ آسمانی صحیفے نہ صرف اخلاق و انسانیت ، امن و آشتی کا درس دیتے تھے بلکہ پوری سماجی زندگی کے لئے مشعل ہدایت تھے — اور سچ پوچھئے تو موجودہ علوم کا سرچشمہ بھی یہی الہامی کتابیں ہیں۔ مثال کے طور پر ان میں سماجی انصاف ، ہمسایوں کے حقوق ، حاجتمندوں کی امداد اور اجتماعی زندگی کی جو تلقین کی گئی ہے کیا وہی موجودہ "عمرانیات" کی اساس و بنیاد نہیں؟ موجودہ علوم و فنون کا منتہائے مقصد یہی ہے کہ انسانی زندگی ذہنی اور مادی طور پر زیادہ آسودہ حال ہو اور اسے روحانی سکون بھی حاصل ہو —— الہامی کتابوں میں بھی آسائش دو عالم کا سامان موجود تھا —— لیکن پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قرآن پاک کی شکل میں ایک مکمل ضابطۂ حیات نازل ہوا اور اس کے ساتھ ہی آسمانی کتابوں کے اترنے کا سلسلہ بھی بند ہوگیا۔ اور یوں انسان کو اس مکمل نصاب سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

شاید قدرت یہ سمجھتی تھی کہ اب انسان خدا کی اس آخری کتاب کے سہارے اپنی زندگی اور ضرورت کے مطابق ہزاروں لاکھوں کتابیں خود تصنیف کرلے گا اور نئی نسلوں کو علم و اخلاق سکھانے کے لئے نئے نئے دانشور پیدا ہوتے رہیں گے —— اور یہی وہ دانشور ہیں جنھیں کبھی زمانے نے "سقراط" اور "ارسطو" کے نام سے جانا ، کبھی "رومی" اور "غزالی" کے لقب سے پہچانا اور کبھی "سر سید" ، "حالی" اور "اقبال" کے روپ میں دیکھا۔

خواتین و حضرات !

ضرورت ایجاد کی ماں ہو یا نہ ہو لیکن انسانی ذہن یقیناً تمام ایجادات و انکشافات کا سر چشمہ ہے اور اسی ذہن سے علوم و فنون کی نئی نئی راہیں نکلتی رہی ہیں۔ آج ہمارے سامنے مختلف مضامین و موضوعات کی اتنی بے شمار کتابیں موجود ہیں کہ کوئی فرد واحد اپنی حیات مستعار میں ان سب کو پڑھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور دس بیس نولکشور بھی ان کی نشر و اشاعت کو پایہٴ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے ضروری ہوگیا کہ علم و دانش کے ان تمام خزانوں کو کچھ خانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تاکہ جو شخص زندگی کے جس شعبہ میں قدم بڑھانا چاہے اسی سے متعلقہ علوم کی کتابوں پر توجہ دے سکے۔ اسی طرح نشر و اشاعت میں فنی مہارت کا زمانہ آگیا — اسی لئے درسی اور غیر درسی ، فنی اور غیر فنی شعبے بنائے گئے۔ اور ہر شعبے کی ضروریات و مسائل پر غور کرنے کے بعد مضامین مرتب ہوئے ، کتابیں تصنیف کی گئیں اور شائع ہوئیں۔

خواتین و حضرات !

آج کی یہ کانفرنس اُردو زبان میں درس و تدریس سے تعلق رکھتی ہے جس میں ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ اُردو زبان میں اچھی درسی کتابوں کی اہمیت اور ضرورت کیا ہے؟ اس ضرورت کو پورا کرنے میں کن مسائل و مراحل کا سامنا ہے؟ اور انہیں حل کرنے کے لئے کیا ذرائع اور تدابیر اختیار کی جائیں؟

درسی کتابوں کی ضرورت تو ہر دور میں رہی ہے لیکن اس زمانے میں جب کہ علم و ادب نے ماں کی آغوش اور باپ کے دامن تربیت سے رخصت ہو کر تعلیمی اداروں میں گھر بنالیا ہے ، درسی کتابوں کی ضرورت و اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اور وہ والدین کا مرتبہ حاصل کرچکی ہیں — یہی حال اساتذہ کا ہے۔ کسی زمانے میں باپ پر صرف اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت فرض تھی لیکن آج ہزاروں باپ ایسے ہیں (میری مراد اساتذہٴ کرام سے ہے) جو پوری قوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے ذمہ دار ہیں — ہماری نئی نسل میں اگر کچھ خامیاں اور کمزوریاں ہیں تو اس کی تمام تر ذمہ داری ان ہی نئے والدین پر ہے یعنی درسی کتابوں اور معلموں پر —— !

پاکستان میں ایک خوشگوار اور تابندہ مستقبل کی تعمیر اسی طرح ہوسکتی ہے کہ اُردو کو فوراً اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کےلئے ذریعہٴ تعلیم بنا دیاجائے۔ اس سلسلہ میں کراچی یونیورسٹی کی پہل میں اس کے ارباب حل و اختیار خصوصاً ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جس بصیرت اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے وہ یادگار رہے گا —— اُردو کو سائنسی اور

فنی مضامین کے لئے ذریعہ' تعلیم بنانا اگر تقسیم سے پہلے بھی ممکن تھا تو اب یہ کام اور بھی آسانی اور خوبی سے ہونا چاہئے کیونکہ اب اُردو ایک عظیم ملک کی عظیم زبان ہے۔ اور اسے قومی زبان ہونے کا فخر بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ قومی بجٹ سے اپنا جائز حق طلب کرسکتی ہے ۔ اس ملک میں جن لوگوں نے اُردو کو ذریعہ' تعلیم بنانے کی حمایت کی ہے وہ مخلص ، ذمہ دار ، تجربہ کار اور روشن خیال لوگ ہیں ـــ وہ اس راہ کی دشواریوں کو جانتے ہیں ۔ لیکن منزل بھی ان کی نظر سے اوجھل نہیں ۔ جاپان اور جرمنی جیسے ملکوں کی مثال ہمارے سامنے ہے ، اگر وہ اپنی قومی زبان میں اتنی سائنسی اور صنعتی ترقی کرسکتے ہیں تو ہم کیوں ترقی میں پیچھے رہ جائیں گے ؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اُردو میں سائنسی اور فنی مضامین پڑھنے کے بعد ہمارے نوجوان اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ اور امریکہ جا کر کچھ سیکھنے کے قابل نہ رہیں گے ۔ کس قدر بھونڈا جواب ہے ۔ میں پوچھتا ہوں کہ علم طبعیات میں تحقیق کے لئے اگر انسان جرمنی جاتا ہے اور پارچہ بافی کی فنی تعلیم حاصل کرنے جب کوئی جاپان جاتا ہے تو کیا وہاں ذریعہ' تعلیم انگریزی ہوتا ہے ؟ نہیں بلکہ پہلے وہاں جا کر جرمنی اور جاپانی زبان اس حد تک سیکھنی پڑتی ہے کہ اس میں تعلیم حاصل کی جاسکے ۔ یہاں ایک اور اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تعلیم و تربیت کے لئے بیرونی ملکوں کے کب تک محتاج رہیں گے ؟ کیا ہماری آیندہ کی تمام نسلیں بھی ہماری طرح باہر کی ڈگریوں کے چکر میں پھنسی رہیں گی اور کیا ہم کبھی اس قابل نہ ہوں گے کہ ہمارے یہاں بھی یورپ و امریکہ سے تعلیم و تربیت کے لئے لوگ آئیں ؟ اور کیا جرمنی اور جاپان کے لوگ ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم سے محروم ہوگئے ہیں کیونکہ ان کی زبان انگریزی نہیں ہے ؟ اگر میں یہ کہوں کہ اُردو کو ذریعہ' تعلیم بنانے کی مخالفت کرنے والے غلامانہ ذہنیت رکھتے ہیں تو شاید وہ یہ کہیں کہ یہ پرانی دلیل ہے لیکن میں کہوں گا کہ جب تک یہ ذہنیت نہ بدلے گی اس وقت تک یہی بات دھرائی جاتی رہے گی۔

اب تو ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ اُردو کو ذریعہ' تعلیم بنانے کے منصوبے پر کس طرح عمل کیا جائے کہ کسی قسم کے نقصان کے بغیر زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو ۔ یہ ایک قومی تجربہ ہے جس میں قوم کی حیثیت تماشائی کی نہیں ہے بلکہ آپ اس بڑے کام میں ہاتھ بٹانا ہے ۔ اس تاریخی فیصلہ کو عملی شکل دینے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف فنون پر درسی کتابیں معیاری اچھی ، سستی اور خوبصورت انداز میں ہمارے ملی ، سماجی اور اقتصادی پس منظر کے ساتھ شائع کی جائیں اور اساتذہ خلوص محنت اور سکون قلب کے ساتھ قومی فریضہ' معلمی کو مشنری جذبے کے ساتھ انجام دیں ۔ لیکن ایسی معیاری کتابیں کیوں کر چھپیں ؟ اور اساتذہ کو سکون قلب کس طرح حاصل ہو ؟ ـــ یہ دو چھوٹے چھوٹے سوال ہیں جن کا جواب ہم اکیلے نہیں دے سکتے ـــ، ناشرین ، معلمین ، مصنفین، تعلیم کے ماہرین اور حکومت کے وہ ارباب حل و عقد جن کے ہاتھ میں اس کشتی کے پتوار ہیں ـــ سب ہی مل جل کر سوچیں اور سمجھیں تب ہی یہ سوال حل ہوسکتے ہیں ۔ کیونکہ نہ تو یہ ریاضی کا سوال ہے

نہ اقلیدس کا مسئلہ ـــــ بلکہ یہ ایک قومی مسئلہ ہے اور ہمارے مستقبل کا سوال ہے۔ ''ہمارے مستقبل''، سے مراد ناشروں اور معلموں کا مستقبل نہیں ہے بلکہ '' پوری قوم'' کا مستقبل ـــــ اور آپ جانتے ہی ہیں کہ ناشر اور معلم و مصنف بھی اسی قوم کے افراد ہیں۔

عام طور پر درسی کتابوں کا مسئلہ تین فریقوں کے باہمی مفاد و تعاون کا مسئلہ ہے ـــــ مصنف ، ناشر اور حکومت (جس کی نمائندگی اب مغربی و مشرقی پاکستان ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور و ڈھاکہ کرتے ہیں) تینوں کا بنیادی مقصد ایک ہے اور اب تک نہیں ہے تو ہونا چاہئے یہ کہ قوم کے نونہالوں کے لئے جو کتابیں بھی تیار ہوں وہ ''ظاہری اور باطنی'' اعتبار سے دلکش ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تینوں فریقوں میں اشتراک عمل کی ایسی کیا صورت ہو جس سے :

۱ - مصنف اپنا علم و تجربہ درسی کتابوں میں منتقل کرنے کا خوشگوار فریضہ خوش ہو کر خلوص و محنت سے انجام دے اور اس کا جذبۂ تخلیق تسکین پائے۔

۲ - ناشرین درسی کتابوں کی اشاعت کو ایک علمی اور قومی فرض سمجھ کر ان کے معیار کو اپنے تجربہ سے رفتار زمانہ کے ساتھ بہتر سے بہتر بنانے میں تعاون کریں اور ان کو ان کی سرمایہ اندازی، محنت اور تجربہ کا مناسب صلہ ملتا رہے تاکہ ان میں اچھا کام کرنے کے حوصلے قائم رہیں اور صلاحیتیں اجاگر ہوسکیں۔

۳ - حکومت موجودہ صورت میں ٹیکسٹ بک بورڈ ، ثانوی تعلیمی بورڈ اور یونیورسٹیاں اس مسئلہ کے انتظامی پہلوؤں پر نظر رکھیں تاکہ لائق و تجربہ کار مصنفین و ناشرین کی دل شکنی نہ ہو کیونکہ اگر انہیں نظر انداز کیا گیا تو پھر سوچنے کی بات یہ ہوگی کہ ایسا کیوں کیا جارہا ہے ، پانی کہاں مر رہا ہے اور کیا یہ بات وسیع تر قومی مفاد کے خلاف نہیں ؟ ـــــ نظر اندازی کی صورت میں وہ اپنے علم ، تجربے اور سرمائے کو ظاہر ہے کہ ع

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے

پھر دوا سازی ہو یا صابن سازی ، مشروبات کا کارخانہ ہو یا فرنیچر کی دکان سب برابر ہیں۔

یہ محض شاعری نہیں ہے ایک سنگین حقیقت ہے۔ یہ طبع کی روانی نہیں ہے تو پھر

کیا ہے بعض امدادی کتابیں اصل منظور شدہ حکومت کی تیار کردہ درسی کتابوں سے زیادہ مقبول ہیں۔ محض اس لئے نہیں کہ امتحان میں کامیابی کی کنجی ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ ان کے مرتب کرنے والے بعض بڑے ذہین اور سمجھ دار لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارے موجودہ تعلیمی نظام، درسی ضروریات اور طلباء کے ذہن سے بخوبی واقف ہوتے ہیں — لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کی صلاحیتوں کا جائز استعمال کیوں نہ ہوسکا؟ آجکل درسی کتابوں کا معیار کیوں دن بدن گرتا جا رہا ہے۔ یہ ہمارا علم و فہم اگر درسی کتب کی تشکیل پر صرف نہیں ہورہا تو ان کی وجوہ کیا ہیں؟

خواتین و حضرات!

اب میں ان تینوں فریقوں کے مسائل کا سرسری ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں سب سے زیادہ معتوب اور مطعون طبقہ ناشرین کا ہے جنہیں عام طور پر سرمایہ دار، منافع خور، چور، ڈاکو اور بد معاملہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ان تنگ نظر لوگوں کو کاروبار میں مناسب نفع کی افادیت کا اندازہ تک نہیں، نفع سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ کاروباری نے اپنے صارفین کا خون چوس کر نفع حاصل کیا ہے بلکہ نفع تو بہت اہم اقتصادی فرض ادا کرتا ہے۔ سرمایہ کاری اور محنت کا واجب ثمر نفع سے ہی ملتا ہے نیز منافع جات ہی سرمایہ کے اصل منبع ہیں جن سے اداروں کا پھیلاؤ، ان کی تجدید و اصلاح کے لئے روپیہ پیسہ آتا ہے ورنہ پھر اقتصادی نظام اجارہ دارانہ ہوجائے گا۔ ایسی صورت میں کتابوں کو ظاہری اور باطنی طور پر بہتر سے بہتر بنانے کے لئے کوئی اقتصادی دباؤ باقی نہیں رہے گا اور صارفین کو سرکاری تیار کردہ کتب پر ہی تکیہ کرنا پڑے گا۔

دوسرا سبب عوام میں تہذیبی شعور کا فقدان۔ لوگ کتابوں کے کاروبار اور ڈبل روٹی یا تمباکو کی تجارت میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ وہ ہر کتاب کے بارے میں عموماً یہ سوچتے ہیں کہ ادھر پریس سے نکلی اور ادھر پبلشر کی تجوری بھری، لیکن ناشر کا یہ حال ہوتا ہے کہ یکمشت سرمایہ لگانے کے بعد ایک ایک دو دو زیادہ سے زیادہ پانچ پانچ کتابیں فروخت کر پاتا ہے اور سال بھر امید و بیم کا عالم گزرنے کے بعد اسٹاک رجسٹر جب یہ اطلاع دیتا ہے کہ فلاں بن فلاں کتاب کے ایک ہزار کے ایڈیشن میں سے فقط ایک سو گیارہ کتابیں فروخت ہوئی ہیں تو وہ اس وقت مصنف اور پڑھنے والوں کو تو کیا کہہ سکتا ہے البتہ اپنی عقل کا ماتم ضرور کرتا ہے اور اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ خود ہی مصنف بن بیٹھے جس طرح بہت سے مصنفین نے پبلشنگ کا کاروبار شروع کیا ہے اور تصنیف کے ساتھ اشاعت کے تلخ تجربے سے بھی لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اس کا احساس تو اب مصنفین کے ادارہ رائٹرز گلڈ کو بھی ہو چکا ہے۔

حضرات! یہ بات تو بہتوں کو یاد ہے کہ ملٹن جیسے عظیم شاعر کی ''فردوس گمشدہ'' پانچ پاؤنڈ میں بکی تھی لیکن یہ بات بھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ جب ڈاکٹر جانسن نے ڈکشنری خود ہی چھاپنے کا منصوبہ بنایا تو کتنے پاپڑ بیلنے پڑے اور بقول اکبر الہ آبادی:

مگر سب ہو گئے خاموش جب مطبع کا بل آیا

آجکل ہم سنتے ہیں کہ امریکہ کے فلاں مصنف کو اتنے ملین ڈالر رائلٹی ملی یا فرانس میں فلاں ناول کی فلم بن گئی اور اس کے مصنف کو ہزاروں پاؤنڈ معاوضہ ملا۔ اور پھر ہم پاکستان کو بھی امریکہ اور فرانس سمجھ بیٹھتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ کتاب، ابھی تک ہماری زندگی کا جز نہیں بن سکی۔ بلکہ ایک 'مد فاضل' ہے جو اگر حاصل ہو تو مفت۔ ملک میں تعلیم کا تناسب اور علم دوستی کا جو عالم ہے وہ اپنی جگہ، لیکن قیامت تو یہ ہے کہ ہماری نئی ابھرتی ہوئی نسل کو کتابوں سے کوئی لگاؤ پیدا نہیں کرایا گیا، ان میں اسادوں نے پڑھنے کا شوق نہیں ابھارا۔ وہ ساڑھے چھ روپے کا نائیلون کا موزہ تو بے تکلف خرید سکتے ہیں لیکن دو روپے کی کتاب خریدنے میں ان کی معاشی بدحالی سدراہ بنتی ہے۔ اس سلسلے میں کسی سے پوچھئے تو معاشی پستی کے اصول سمجھائے جاتے ہیں —— جب صورت حال یہ ہو تو کتابوں کی بڑے پیمانے پر اشاعت کیسے ہو؟ ہمارے یہاں صرف ایک طبقہ کتابیں خریدتا ہے جو انگریزی اسکولوں سے نکلتا ہے اور اردو کتاب کو چھوت کی بیماری تصور کرتے ہوئے ہاتھ نہیں لگاتا۔ یہ طبقہ اپنی ملی و قومی روایات و اقدار کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ غیر ملکی زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا ایک تمغہ جو مل رہا ہے وہ یہ ہے کہ اسے اپنی تہذیب کو اپنانے میں شرم و ندامت محسوس ہوتی ہے —— وہ اپنی تہذیب کی نشو و نما کرنے کی بجائے غیر شعوری طور پر اس غیر ملکی تہذیب کی نمائندگی کر رہا ہے جس سے ہمیں ۱۹۴۷ء تک شدید نفرت تھی۔ اس طرح یہ طبقہ اپنی تاریخ سے بھی اپنے کو منقطع کر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کردار میں ملی شخصیت اور قومی احساس کا فقدان ہے۔ ہر زبان کی کتابیں اس کی اپنی تہذیب کا آئینہ دار ہوتی ہیں۔ اپنی زبان میں کتابیں پڑھنے اور خریدنے والے بڑی تعداد میں موجود ہوں تو اچھی کتابیں بھی چھپیں اور بکیں —— اور خوب سے خوب تر کی جستجو قائم رہے۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ اردو کتب کا ناشر اردو کتاب کے مصنف کو اس کی تخلیق اور ذہنی کاوش کا صلہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ نہ وہ ہارون الرشید ہے اور نہ جہانگیر بادشاہ! وہ تو مجموعی منافع میں سے ایک مناسب حصہ ہی دے سکتا ہے۔ اسی لئے منافع اگر زیادہ ہوگا تو اس کا حصہ بھی اسی نسبت سے زیادہ اور معقول ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ

'غبار خاطر' کے پہلے ایڈیشن پر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو مبلغ ۱۳،۳۳۳/۵/۳ رائلٹی خود اس ناچیز نے ادا کی تھی جو ان کا جائز حق تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوروں کو اتنی رائلٹی کیوں نہیں ملتی — یہ لمحۂ فکریہ ہے مصنفین کے لئے — تخلیقی ادب کی کمی تہذیبی خلاء کی غمازی کرتی ہے — جو ذہنی بے مائگی اور نفسیاتی تضاد کا نتیجہ ہے۔

ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ بعض ناشرین اس مناسب حصہ میں بھی نامناسب طرز عمل اختیار کرتے ہیں جو بالکل اسی طرح ہوتا ہے جیسے بعض مصنفین معاوضہ پیشگی وصول کر کے بھی مسودہ نہیں دیتے — یہ عمل قابل مذمت تو یقیناً ہے لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ قومی زندگی کے ہر شعبہ میں کم و بیش کے فرق کے ساتھ بعض ناپسندیدہ عناصر کا ہونا ناگزیر ہے۔ لیکن ان کی وجہ سے پوری قومی زندگی میں کیڑے ڈال دینا بڑی نادانی اور بڑی ناانصافی کی بات ہے۔

پی ڈبلیو ڈی کا محکمہ ہو یا ڈاکٹری کا شعبہ ، محکمۂ تعلیم ہو یا ادارۂ ناشرین اچھے اور برے ہر جگہ ہیں ہر زمانے میں رہے ہیں اور ہر زمانے میں رہیں گے ضرورت ہے کہ اچھوں کی حوصلہ‌افزائی کی جائے ، ان کی خدمت اور صلاحیت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور بروں کو برا سمجھتے ہوئے بھی ان کی طرف سے مایوس نہ ہوا جائے — نشر و اشاعت کا کام ٹھیکیداروں کی طرح مختلف درجوں میں مالی اعتبار سے منقسم نہیں کیا جاسکتا ۔ ورنہ خوب و ناخوب کا امتیاز قائم نہ رہے گا۔

اردو کی درسی کتابوں کے معاملے میں یہ امتیاز اور بھی ضروری ہے۔ درسی کتابوں کی اشاعت کا کام ہماری تجارت میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس وقت ملک کے بڑے بڑے ناشر بھی وہی کہلائے جاتے ہیں جن کے کاروبار کا معتدبہ حصہ درسی کتابوں پر مشتمل ہے۔ کیونکہ درسی کتب میں روپیہ کی آرجار ادبی کتب سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اور روپیہ کی اس آرجار کے سہارے بہت سی ادبی کتب شائع ہو جایا کرتی ہیں— مگر اب درسی کتب کی اشاعت کا کاروبار بھی محدود کردیا گیا ہے۔ اس پر قیود ایسی عائد کی جا رہی ہیں جو کاروبار کی ترقی میں معاون ہونے کی بجائے اس کی تباہی کا موجب ہو رہی ہیں۔

کچھ عرصہ پہلے جب درسی کتابوں کی تیاری کا فرض حکومت نے خود نہیں سنبھالا تھا تو مختلف ناشرین اپنی توفیق کے مطابق اچھے سے اچھے اساتذہ سے کتابیں مرتب کرا کے محکمۂ تعلیم کو پیش کیا کرتے تھے اور اس معاملہ میں ایک دوسرے سے سبقت اور بازی لے جانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ یہ 'بازی' جوئے یا سٹے کی بازی نہیں تھی بلکہ درسی ضروریات کو سمجھنے اور اشاعت و طباعت

کا معیار قائم رکھنے کی بازی تھی ـــ کتاب منظور ہونے پر مصنف یا مصنفین کو برسوں تک اس کی رائلٹی ملتی رہتی تھی۔ اس کے بعد کتابیں مرتب کرنے والے ارکان کی نامزدگی کا سلسلہ شروع ہوا جنہیں ایک بار معاوضہ کی رقم دے کر رخصت کردیا جاتا ہے۔ اس طرح انہیں پہلے کے مقابلہ میں بہت کم معاوضہ ملتا ہے۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ ناشروں کی طرح درسی ماہرین میں بھی ایک دوسرے سے بہتر کتاب پیش کرنے کی جو خواہش رہتی تھی وہ باقی نہ رہی۔ پچھلے دو سال سے جو نئی درسی کتابیں آرہی ہیں انہیں دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ معیار اونچا ہو رہا ہے یا گر رہا ہے۔ اس سلسلے میں ناشر مجبور ہے آسے محکمہ کی ہدایات پر عمل کرنا ہوتا ہے آسے اس ارتقائی تنزل کا رنج ہے۔ اصل میں اس سلسلہ میں پہلے فن اور اس کی افادیت کا اندازہ ہونا ضروری ہے۔

حضرات! مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ہم خیال ہوں گے کہ کتابوں کی نشر و اشاعت کا کام محض ایک کاروبار نہیں ہے بلکہ ایک فن بھی ہے جس کے لئے سرمایے کے علاوہ علم، تجربہ اور سلیقہ بھی درکار ہے ـــ محض سائن بورڈ لگا کر کوئی ناشر نہیں بن جاتا۔ لیکن بعض لوگوں نے ان وسیع و عریض علمی و فنی کاروبار کو سائن بورڈ اور لیٹر پیڈ تک محدود کرلیا ہے۔ کبھی ہماری قوم کو شاعر بننے کا جنون تھا آجکل پبلشر بنے کا ارمان ہے! یوں تو ہرشعبے میں نئے لوگ داخل ہوتے رہتے ہیں اور ان کا آنا بھی ضروری ہے مثلاً بوڑھے اور تجربہ کار ڈاکٹر موجود ہونے ہیں اور نئے نئے نوجوان ڈاکٹر آتے رہتے ہیں لیکن نئے ڈاکٹر بھی ایک خاص عرصہ کی تعلیم و تربیت کے بعد ہی اس عملی میدان میں قدم رکھتے ہیں۔ اسی لئے نئے اور پرانے ڈاکٹروں میں بہر حال فرق رہتا ہے۔ لیکن عطائی بہر حال عطائی ہے وہ ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔ مجمع لگانے والے حکیموں کی طرح سڑک چھاپ، ناشر بھی ہوتے ہیں، لیکن میں یہی عرض کروں گا کہ عوام اور حکومت دونوں کو چاہئے کہ نیم ناشر کو بھی نیم حکیم اور نیم ملا کی صف میں رکھیں۔

درسی کتابوں کا دوسرا پہلو اس کا موجودہ طرز کاروبار ہے۔ اب ان کتابوں کی تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت میں ناشر کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ وہ محض ایک ٹھیکیدار ہوتا ہے۔ وہ اپنی صلاحیتوں اور ذہانت کا کہیں استعمال نہیں کرسکتا یہاں تک کہ مسودہ میں اگر زبان ناقص ہو یا تصاویر غلط بنا ئی گئی ہوں تو وہ انہیں بھی درست کرنے کا حق تک نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ مسودہ حکومت کا خود تیار کردہ ہوتا ہے۔ ہمارے تحت الشعور میں چونکہ موجودہ افسران اب بھی ۱۹۴۷ء کے حکومت کے افسران کی نمائندگی کرتے ہیں اس لئے ہم میں اور ان میں اب بھی وہی دوری ہے اور ان خیالات

کو اس وقت اور تقویت پہنچ جاتی ہے جب ناشر دیکھتا ہے کہ اس کی ترقی کے منصوبوں کی بجائے اسکی بقا ہی کے لالے پڑے ہوئے ہیں ۔ کتابوں کی اشاعت کے لئے ان کا ٹنڈر طلب کیا جاتا ہے جس میں دو طبقوں کے مناسب نفع کی پوری پوری ضمانت ہوتی ہے نمبر۱ خود محکمہ کی رائلٹی بشرح پندرہ فیصد نمبر ۲ تاجر کتب کے لئے پندرہ فیصد کمیشن ، ان دونوں کے لازمی منافع میں ساڑھے بارہ فیصد پبلشر کا نفع شامل کرکے سرکاری قیمت کے تعین کے بعد ناشرین سے اس ساڑھے بارہ فیصد نفع کو اور کم کرنے کے لئے ٹنڈر طلب کئے جانے کا انوکھا طریقہ ٔکار نکالا گیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس طرح جن کا کاروبار ہمیشہ سے درسی کتب کا کاروبار تھا وہ اس کو برقرار رکھنے کے لئے طوعاً و کرھاً اس منافع کو اور کم سے کم حد تک لے جانے پر مجبور کئے جاتے ہیں ۔ پھر عطائی قسم کے سڑک چھاپ ناشر بھی مقابلہ میں ہوتے ہیں جو بلا منافع کام حاصل کرکے شرحوں اور دیگر غیر تعلیمی طریقوں سے اس کمی کو پورا کرلیتے ہیں ۔ حکومت ایک خاص مدت کے لئے کتابوں کی ایک مقررہ تعداد شائع کرنے کا ٹھیکہ دیتی ہے ۔ اس مقررہ تعداد پر پیشگی رائلٹی اور زر ضمانت وصول کیا جاتا ہے اور طرفہ یہ ترکہ اگر اس تعداد میں کتابیں فروخت نہ ہوں تو ان غیرفروخت شدہ کتب کی رائلٹی قابل واپسی بھی نہیں۔ مثال کے طور پر ناشر کو سندھی زبان میں قرآنی قاعدہ تیس ہزار چھاپنے کے لئے ایک ڈیڑھ فیصد منافع پر ملا ۔ اس نے قاعدہ پندرہ ہزار شائع کیا جس میں سے صرف آٹھ ہزار کتاب فروخت ہوسکی اور باقی سات ہزار کتاب میں پڑیاں بھی نہیں بندھ سکتیں اس لئے کہ اس میں جابجا قران کی آیتیں تھیں ۔ یہ نقصان اس لئے بھی ہوا کہ مدت ختم ہونے کے ساتھ نئی کتاب میں تھوڑا سا رد و بدل بھی کردیا گیا تاکہ پرانی کتاب فروخت نہ ہوسکے ۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ غیر طبع شدہ تعداد کی رائلٹی بھی واپس نہیں کی گئی ۔ آخر اس صورت حال کی وجہ؟ قومی تصورات کی کمی! فرد کے نقصان کو قومی نقصان تصور نہ کرنا —— ! !

جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہر ناشر غیرمحفوظ ، نامطمئن اور غیرآسودہ ہے —— اس عدم تحفظ کے ماحول نے اس کی صلاحیتوں کو زنگ آلود کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کا اس وقت صرف ایک ہی نظریہ ہے کہ وہ خود کو کس طرح "محفوظ" رکھے —— اس جذبہ نے اس کی اقدار کو ملیامیٹ کردیا ہے ، نہ کام سے لگاؤ باقی رہا ہے اور نہ اچھے کام کا ولولہ ! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان ناشرین کو اقتصادی بد حالی کی طرف کیوں لے جایا جا رہا ہے اور کیوں ان کے جائز منافع کی ضمانت نہیں دی جاتی ؟ اور کتابوں کی تقسیم میں کام کی نوعیت اور فن کی ترقی کو قابل اعتنا کیوں نہیں سمجھا جاتا ؟

اوّل تو یہ طریقہ ٔ کار کہ حکومت خود کتاب لکھوائے میں سمجھتا ہوں ترقی میں

رکاوٹ ثابت ہوگا ۔ آزاد مقابلہ نے جو ارتقائی منازل طے ہوئے ہیں ان کے تمام راستے اس طریقے سے مسدود ہوچکے ہیں اب تو وہی مصنف کتاب لکھ سکتا ہے جسے بیا چاہے۔ اس طرح تخلیق کا گلا گھونٹا جارہا ہے۔

اس عمارت کا معمار اول مصنف ہے جو اس عمل سے ناشر کے ساتھ بری طرح متاثر ہورہا ہے۔ کیونکہ یہی وہ اصل چیز ہے ـــ علم و ادب ـــ جسے وہ کتابوں میں محفوظ کرتا ہے اور اسی کے علم کو طلبا تک پہنچانے کے لئے یہ تمام ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں ، اس لئے مصنف کا حق مقدم ہے مگر اردو درسی کتب کا جوا معاوضہ دیا جارہا ہے وہ اس معاوضہ سے بہت ہی کم ہے جو ان کو ملنا چاہئے۔ ویسے ہمارے ملک میں خدا کے فضل وکرم سے ایسے لائق ، تجربہ کار اور علم دوست موجود ہیں جنہیں خدمت کا موقع اور محنت کا صلہ دیا جائے تو مثالی کتابیں تیار ہوسکتی ہیں۔ مگر یہ ہتیلی پر سرسوں جمانے کا کام نہیں ۔ کیونکہ اس دور میں فلسفہ تعلیم اور علم نفسیات کی بدولت ، ذہن و فکر کے نئے نئے گوشے اور رجحانات سامنے آرہے ہیں اور درسی کتابوں کی تدوین میں نئے ذہن سے کام لیا جارہا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی ہماری معاشرتی زندگی اور روایات کے کچھ ایسے تقاضے بھی ہیں جو غیرملکی کتابوں کا محض ترجمہ کر دینے سے پورے نہیں ہوسکتے ۔ اس لئے درسی کتابوں کی ترتیب کے لئے فلسفہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک تخلیقی ذہن کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ایک ایسے روشن ذہن کی جس کی نشوونما پاکستان کی فضا میں ہوئی ہواور جو اپنی نئی نسل کی صلاحیتوں ، دشواریوں اور مجبوریوں سے اچھی طرح واقف ہو ۔ اسے ہمارے ملی اور تہذیبی ورثے سے دلی لگاؤ ہو ـــ ایسا نہ ہوتا تو ہم ریل کے انجن اور ٹرانسسیٹر کی طرح ہر مضمون کی کتاب بھی درآمد کرلیتے اور کتابوں سے لدے ہوئے جہاز کیماڑی پہنچتے ہی ہمارا یہ قومی مسئلہ بھی حل کردیا کرتے ! لیکن درسی کتاب ٹکنیکل ہونے کے باوجود میکنیکل نہیں ہوتی اس لئے آپ اپنے ہی دیس کے ماہرین درسیات کرسکتے ہیں ۔

حضرات آپ کو یاد ہوگا برطانوی عہد میں تحصیلداروں اور ڈپٹی کلکٹروں کی نامزدگی کا رواج تھا اس میں جو خوبیاں اور خامیاں تھیں وہ بھی آپ جانتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس میں خرابیاں کچھ زیادہ ہی ہوا کرتی تھیں اسی لئے اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگوں کو عام موقع دینے کے لئے سروس کمیشن قائم کیا گیا تھا اور مقابلے کے امتحان شروع ہوئے ـــ ہماری خواہش تھی کہ محکمہ تعلیم بھی سروس کمیشن کا کردار ادا کرتا تو اچھی صلاحیتوں کے لوگوں کو اپنے جوہر دکھانے کا کھلا موقع ملتا ۔ ہمیں اس بات کا گلہ نہیں کہ حکومت نے درسی کتابیں قومی ملکیت میں لے لی ہیں ہم تو کہتے ہیں کہ حکومت بہت سے ناشروں اور پریس والوں کو بھی قومی ملکیت

میں لے لے بشرطیکہ اس میں کوئی اعلیٰ مقصد پوشیدہ ہو اور سب کے ساتھ انصاف کا یہی طریقہ ہو —— اور انصاف تو پکار پکار کر یہی کہتا ہے کہ ناشروں کی طرح ہر ادیب کو بھی اپنی خدمت اور صلاحیت پیش کرنے کا موقع حاصل رہنا چاہئے۔ ورنہ کچھ دنوں میں ''نامزد ماہرین'' کاایک طبقہ پیدا ہوجائے گا ۔ اور اساتذہ اور مصنف سوچنے اور لکھنے کی صلاحیت اجاگر کرنے کی بجائے نامزدگی کے طلسم میں گرفتار ہوجائیں گے۔ برطانوی عہد میں یہی تو ہوتا تھا کہ ہمارے نوجوان بی ۔ اے پاس کرنے کے بعد سعی و سفارش کے چکر میں رہی سہی صلاحیت بھی کھو بیٹھتے تھے —— جو لوگ کتابیں لکھنے کے لئے نامزد کئے گئے ہیں یا آئندہ کئے جائیں گے وہ یقیناً لائق و فائق ہوں گے لیکن بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو ان سے بھی زیادہ لائق ہیں ۔ آخر ان کو آزمانے میں کیا مضائقہ ہے؟ اس طرح سب کو یکساں موقع دینے میں کیا خطرہ ہے؟ ہر استاد کے پڑھانے کا طریقہ اور ہر صاحب قلم کے لکھنے کا اسلوب منفرد ہوتا ہے ۔ ہمیں ان تمام انفرادی طریقوں اور سلیقوں کو اجتماعی زندگی کے لئے استعمال کرنے کی صورت پیدا کرنی چاہئے ۔ اور لکھنے والوں کو اتنا معاوضہ ضرور ملنا چاہئے جسے وہ ذہنی کاوش اور محنت کا بدل سمجھ سکیں۔

اب جہاں تک تیسرے فریق یعنی حکومت کا تعلق ہے اسے جج کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی جج اگر مقدمہ کے کسی فریق کی حمایت یا وکالت خود کرنے پر مائل ہو تو انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوسکتے۔ فیصلہ تو ان ہی کے حق میں ہونا چاہئے جن کے پاس اپنا حق منوانے کی دستاویزی شہادت موجود ہو ۔ درسی کتابوں کی اشاعت کے سلسلہ میں بھی محکمۂ تعلیم کے سامنے مدعی اور مدعا علیہ دونوں پیش ہوتے رہتے ہیں ۔ اچھا جج وہی ہے جو ذاتی مفاد، ذاتی تعصب اور اثر و رسوخ کی پروا کئے بغیر انصاف کا پرچم بلند رکھے۔ کہتے ہیں قانون اندھا ہوتا ہے، اسے انصاف کے سوا کچھ نظر نہیں آتا لیکن جج اندھا نہیں ہوتا ۔ وہ بصارت کے ساتھ بصیرت بھی رکھتا ہے اور سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے ۔ اس تمثیل کے پردے میں مجھے اتنی سی بات کہنی ہے کہ قانون میں خرابی نہیں ہوتی ۔ البتہ اس پر عمل کرنے اور کرانے والوں کی ذات انصاف کے راستے میں حائل ہوسکتی ہے ۔ ناشرین ہوں یا مصنفین سب کے ساتھ انصاف ہونا چاہئے کیونکہ ایسا نہ ہوا تو اردو درسی کتابوں کی شکل میں جو چیز ہمارے سامنے آئے گی وہ کھری نہیں کھوٹی ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ساری نسل کے ساتھ ناانصافی ہورہی ہے ۔

حکومت کا فرض یہیں ختم نہیں ہوجاتا کہ وہ ناشروں کو منظور شدہ کتابوں کی طباعت کا آرڈر دیدے —— بلکہ ناشرین کو ایسی شرطیں اور سہولتیں پیش کی جائیں کہ ان

میں "عدم تحفظ" کے جذبہ کا تصور ھی نہ ھوسکے تاکہ وہ اپنا فرض خوبی سے انجام دے سکیں۔ اب جبکہ اعلیٰ تعلیم تک کے لئے ذریعہ تعلیم اردو کیا جارھا ہے تو یہ از بس ضروری ھوگیا ہے کہ ھم چوکنے ھوکرکام کریں — ھمارے ادب میں سائنسی اور فنی کتابوں کی کمی ہے ان کی تیاری میں عملی تعاون کیا جائے — اور تعاون کرنے والے ناشرین کی حوصلہ افزائی اور ان کا احترام ضروری ہے۔

حضرات ! دودھ میں پانی ملانا بری بات ہے لیکن اس زمانے میں خالص دودھ کی فراھمی "جوئے شیر" لانے سے بھی مشکل ہے۔ بہرحال یہ ضروری ہے کہ ھم خالص چیزوں کی تلاش جاری رکھیں آپ نے پرانی کتابوں میں یہ محاورہ پڑھا ھوگا کہ فلاں قاضی نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کردیا — یہ محاورہ بہت پرانا ہے البتہ پرانے زمانے میں پانی کا تناسب اتنا زیادہ نہیں ھوا کرتا تھا جتنا ان دنوں ہے — اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا، میں چاھتا ھوں کہ آپ کو بھی سنادوں — ھمارے ایک دوست برطانیہ کے ایک گاؤں میں گئے جہاں ایک خاتون نے اپنی گایوں کا دودھ مقامی اسکول کے بچوں کو فراھم کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ گایوں کا دودھ کم تھا اور بچوں کی تعداد زیادہ — اس لئے وہ خاتون دودھ کی کمی دور کرنے کے لئے دوسری جگہ سے خرید کر لاتی تھیں۔ ھمارے دوست کو نازک اندام خاتون کی یہ زحمت دیکھ کر ترس آیا اور انھوں نے یہ مخلصانہ مشورہ دیا کہ آپ دس سیر دودھ میں دو سیر پانی ملالیا کریں تو پتہ بھی نہ چلے گا اور منافع الگ ھوگا — اس نیک خاتون نے جواب دیا "لیکن میں ایسا کیسے کرسکتی ھوں ؟ یہ دودھ تو میں اپنی ھی قوم کے بچوں کے لئے مہیا کرتی ھوں — کیا اپنے بچوں سے بد دیانتی کروں ؟"

اس کے برعکس ایک واقعہ خود میرے ساتھ پیش آیا — کچھ ھی عرصہ ھوا کہ ایک دن میں نے اپنے دودھ والے سے شکایت کی کہ دودھ بہت پتلا آرھا ہے — اس نے ایسا معقول جواب دیا کہ میں سناٹے میں آگیا۔ اس نے کہا کہ "بابوجی! آپ خود سوچئے بھینسیں تو وھی آٹھ کی آٹھ ھیں اور گاھک برابر بڑھتے جارہے ھیں اور مجھے سب کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ آپ ھی بتائیے کیا کروں ؟" یہ دو واقعات دو مختلف نقطہ نظر اور دو مختلف اجتماعی اور انفرادی شعور کا اظہار کرتے ھیں۔ ھمیں ان سے سبق لینا چاھئے۔ دودھ اور کتاب میں یقیناً بہت بڑا فرق ہے لیکن دونوں کا کاروبار کرنے والے ایک ھی قوم — اور ایک ھی ذھن کے افراد ھیں — جب تک یہ ذھن نہ بدلے گا اور قومی شعور پیدا نہ ھوگا اس وقت تک ھم خالص چیزوں کو ترستے رھیں گے۔

اور یہ قومی شعور کیا چیز ہے ؟ جس کا ان دنوں بہت چرچا ہے۔ کیا یہ بھی کوئی جنس ہے جو باھر سے درآمد کی جاسکتی ہے — ؟ قومی شعور کا صرف اتنا ھی مطلب ہے کہ

ہم اور آپ سب شریف انسانوں کی طرح سوچیں اور اپنے فائدے کے لئے دوسروں کا نقصان گوارا نہ کریں ——! درسی کتابوں کے اوراق میں اور اساتذہ کے ذھن میں قومی شعور کا تصور موجود ھو تو یقیناً ھمارے طلبا میں بھی صحت مند شعور بیدار ھوگا —— علم و فن کی بڑی بڑی ڈگریاں دنیا کے اعلیٰ اداروں سے ضرور حاصل کی جاسکتی ھیں لیکن قومی شعور ان ھی اداروں میں نشو و نما پاتا ھے جو ھماری درسی کتابوں کے سہارے چلتے ھیں—— اس لئے درسی کتاب کی ضرورت اور اھمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ۔

کسی بھی تجارت ، صنعت یا فن کے تحفظ اور اس کی ترقی کے منصوبوں پر جب غور کیا جاتا ھے تو اولیت اس کے اقتصادی پہلو کو سنوارنے اور مستحکم کرنے کو دی جاتی ھے ۔ حکومت اسی لئے مراعات بھی دیتی ھے تاکہ اس صنعت کی اقتصادی حالت اطمینان بخش ھوجائے ۔ ایسی مراعات میں انکم ٹیکس اور ھمہ اقسام ٹیکسوں سے معینہ مدت تک کے لئے مستثنیٰ کیا جانا ، قرضوں کا اجراء ، وسائل سرمایہ کاری کو بڑھانے کے لئے خصوصی بنکوں کا قیام وغیرہ شامل ھیں ۔ حکومت کا یہ اشتراک اور سر پرستی اس وقت تک جاری رھتی ھے کہ حکومت اس صنعت کو مکمل طور پر مستحکم نہ کرلے ۔ ملک میں کتابوں کی کمی دور کرنے کے لئے ایسی اسکیمیں بنانا ھوں گی ۔ حکومت کا فرض ھے کہ اس صنعت کو پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے مناسب حوصلہ افزا اسکیم جلد ازجلد بنائے ۔ اس وقت تک اس فن سے مجرمانہ حد تک تغافل برتا گیا ھے ۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ھے ۔

حکومت یو ۔ پی نے پچیس سال ھوئے کہ توسیع تعلیم کے لئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا تھا جس کے فرائض میں گاؤں گاؤں لائبریریوں کا قیام بھی تھا ۔ ان لائبریریوں کے لئے سالانہ معقول رقم کی امداد اردو اور ھندی کتابیں خرید کی جاتی تھی ۔ چھ سات برس سے اسی محکمہ نے ھندی کو مقبول بنانے کے لئے ھر اوسط کتاب کے پانچ ھزار سے دس ھزار نسخے خرید کرنے شروع کئے ۔ یہ کتابیں ھر لائبریری کو مفت پہنچائی جاتی ھیں ۔ یہی وجہ ھے کہ اب ایک عام ھندی کتاب پچیس ھزار کی تعداد میں شائع ھوتی ھے ۔ حکومت کی اس پالیسی سے پڑھنے کا ذوق بھی پیدا ھوا اور کتابوں کی مانگ میں بھی خوش گوار اضافہ ھوا ۔

اس سلسلہ میں اردو ناشرین روز اول کا سا درجہ رکھتے ھیں ۔ ھمارے یہاں کتابوں کی نکاسی کے لئے لائبریریوں پر تکیہ کرنا پڑتا ھے گو ان کی تعداد بہت ھی کم ھے — ان کا نظام خریداری بھی کچھ مناسب نہیں ھے ۔ کتابوں کے انتخاب میں افادیت اور ضرورت کو دخل نہیں ھوتا ، یہی وجہ ھے کہ ان کے بجٹ کا اکثر صحیح استعمال بھی نہیں ھوپاتا ۔ ضرورت اس بات کی ھے کہ ملک میں لائبریریوں کا ایک جال بچھا دیا جائے

اور دیانت دار سند یافتہ لائبریرین مقرر کئے جائیں تاکہ وہ عوام میں صحیح قسم کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق بھی پیدا کرسکیں۔

اُردو کتابوں کی وافر نکاسی پر جب بھی غور کرتے ہیں تو یہ دلیل معقول معلوم ہوتی ہے کہ 'کھپت کتابوں کی' مانگ، کے مطابق ہی تو ہوگی۔ اور مانگ کا انحصار تعلیم کے دائرہ پر ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ تعلیم کی توسیع کے ساتھ کتابوں کی زیادہ سے زیادہ کھپت بھی از خود ہوگی لیکن کیا ہمیں وقت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا ہوگا؟۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے عناصر کو جن سے ترقی مقدر ہوتی ہے پہلے ہی دائرہ عمل میں کیوں نہ لے آیا جائے؟ یہ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ "پبلشنگ"، کو ابھی تک "قومی پیداوار"، کا جزو تصور نہیں کیا جاتا — بنکوں کی نظر میں سادہ کاغذ چھپے ہوئے کاغذ (مراد کتاب) سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے اس لئے بنکوں اور انشورنس کمپنیوں کی نظر میں یہ ایسی محفوظ پیداوار نہیں جس کی ترقی کے لئے سرمایہ فراہم کیا جائے۔

کاغذ اور کتاب کی تیاری سے متعلق دیگر اشیا کی گرانی بھی ہمارے مشن میں آڑے آرہی ہے۔ کتابوں کی قیمتیں قوت خرید سے بڑھ چکی ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ قیمتیں ابھی اور مسلسل بڑھتی رہیں گی کیونکہ جن اجزا کا کتاب کی قیمت پر اثر پڑا ہے ان میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ خیال تھا کہ پی آئی ڈی سی سے کرنافلی ملز جب ایک ذاتی فرم کے ہاتھ میں آئے گی تو قیمتیں غیر ملکی کاغذ سے کم ہوجائینگی۔ مگر پچھلے چھ برس کے گراف پر نظر ڈالئے تو پتہ چلے گا کہ جو کاغذ بائیس روپے رم ملا کرتا تھا اب پینتیس روپے میں بھی میسر نہیں۔ صرف پچھلے چھ ماہ میں کتابی سائز کے کاغذ کی قیمت میں تقریباً گیارہ روپے فی رم کا اضافہ ہوا ہے۔ کاغذ کی اس اجارہ داری نے مصنوعی کمی پیدا کر رکھی ہے — ایسے آزاد تجارت نہیں کہتے۔ منافع کی شرح میں مسلسل اضافہ، پیداوار کا محدود کرنا اور فروخت میں امتیازی سلوک مطلق العنان اجارہ داری ہوتی ہے — اس قسم کی اجارہ داری دیتے وقت حکومت کا یہ فرض ہوجاتا ہے کہ وہ ان کارخانوں کی نگرانی بھی کرے تاکہ ایسے کارخانہ دار اس خیال سے کہ ان کے علاوہ تو یہ مال پیدا کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے اور ان کے کاروبار کی بنیاد تجارتی مقابلہ پر بھی نہیں ہے۔ مال کی قیمت میں اضافہ نہ کرسکیں۔ نیز پیداوار کا معیار نہ گرانے پائیں مگر کاغذ کے معاملے میں وزارت صنعت و حرفت کی چشم پوشی سمجھ میں نہیں آتی۔

اُردو ٹائپ

سائنسی اور فنی کتابوں کی طباعت کے سلسلہ میں خصوصیت سے اچھے ٹائپ کی ضرورت

ہوتی ہے اور ٹائپ کے سلسلہ میں جب تک ہم قومی سطح پر کوشش نہ کریں گے اس کی بہتری کی امید کم ہی ہے۔

اردو ٹائپ کے سلسلہ میں ہمارا رویہ کچھ عجیب سا ہے۔ پتہ نہیں کسی زمانہ میں کسی نے یہ کہہ دیا تھا کہ اچھا ٹائپ نہیں بن سکتا اور نستعلیق تو ناممکن ہی ہے۔ بس یہ جملہ گویا مصرع طرح ثابت ہوا اور پھر ہر ایرے غیرے نے اس پر گرہ لگائی اور خوب طبع آزمائی کی ۔ مارنے کا ہاتھ تو آدمی پکڑ لیتا ہے مگر کہنے والے کی زبان کس نے پکڑی ہے! جن کو ٹائپ کے متعلق الف ب ت کا بھی علم نہیں وہ اس پر رائے زنی کرتے ہیں ہمیں افسوس ہے کہ بغیر تجربے کے لوگوں نے محض فیشن بنالیا ہے کہ وہ اردو ٹائپ کے متعلق موشگافیاں کرتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو غیر منقسم ہندوستان میں بھی ماسوائے دو تین مثالوں کے کسی نے اس پر نہ محنت کی، نہ وقت صرف کیا اور نہ ہی سرمایہ لگایا۔ ہمارے سامنے اس وقت اردو کے جتنے بھی قسم کے مروجہ ٹائپ ہیں یہ سب انگلستان اور جرمنی کی مختلف ٹائپ بنانے والی کمپنیوں مثلاً مونو ٹائپ کمپنی اور ہمہ اقسام کمپنیوں کے رہین منت ہیں۔ یہ مروجہ ٹائپ سب ہی تجارتی نقطۂ نظر سے بنائے گئے ہیں ۔ ان کی بنانے والی کمپنیوں میں سے کسی نے اردو کی خدمت کے لئے کوئی تجربہ نہیں کیا ۔ بلکہ وہ ہماری تن آسانی سے واقف ہیں، اس لئے انہوں نے یہ ٹائپ بنائے اور وہ اس کے ذریعہ خوب روپیہ کما رہے ہیں۔ تقسیم سے پہلے حیدرآباد دکن میں پروفیسر سجاد مرزا نے ٹائپ بنانے کی سعی کی تھی ان کے نزدیک ہمارے رسم الخط کی خوبصورتی بے معنی تھی لہذا وہ ناکام ہوئے۔ دلی میں قریشی صاحب نے برسوں اس پر ریاضت کی اور زندگی کی کمائی اس میں لگائی ۔ انہیں ملک کے نامور خطاط اور امام فن جناب منشی محمد یوسف دہلوی کا تعاون حاصل تھا ۔ عام اندازہ تھا کہ وہ نستعلیق ٹائپ میں کامیاب ہوجائیں گے مگر تقسیم نے ان کے تجربہ کو غالباً پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔ وہ بھی لاکھوں بے خانماں انسانوں کی طرح یہاں پہنچے ۔ اور کون جانتا تھا کہ انہوں نے اپنی عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ ایک لگن میں صرف کیا تھا —— خیال یہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد قومی سطح پر کوئی تجربہ کیا جائے گا ۔ ہمارے دو پنج سالہ منصوبوں میں مچھلی گھر اور مرغی خانے اور برف خانے کی اسکیمیں تو رکھی گئیں لیکن اردو ٹائپ کی کوئی جامع اسکیم ان منصوبوں میں شامل نہیں کی گئی۔ اگر ایسا ہوتا تو آج ہم مونو ٹائپ کے دست نگر نہ ہوتے —— ہم فخریہ کہہ سکتے کہ ہماری زبان کا ٹائپ کسی غیر ملک اور کسی غیر زبان والے نے تیار نہیں کیا —— اور اس طرح ہم یقیناً اس قابل ہوجاتے کہ پرانے مصرع طرح پر مزید طبع آزمائی کی گنجائش نہ رہتی۔

اس سلسلے میں بعض نیم سرکاری قسم کے اداروں نے سب کمیٹیاں بنائی ہیں مگر یہ کام ایسی کمیٹیوں سے انجام پذیر نہ ہوگا ۔ اس کے لئے حکومت کو ایک مخصوص ٹرسٹ بنانا

چاهئے — تعلیمی بجٹ میں اسکے لئے گنجائش پیدا کرکے ٹائپ اور اردو ٹائپ رائیٹر کا کام اس کے سپرد کیا جائے تو یقین سے کہا جاسکتا ھے کہ یہ مسئلہ خوبی اور آسانی سے حل ہوجائے گا اور هم سرخرو هوسکیں گے۔ لیکن اگر صرف منی آرڈر فارم اردو میں چھاپ دینے سے حکومت نے اس غریب اور مظلوم قومی زبان کا حق ادا کردیا ھے تو هم یہی کہیں گے کہ حق تو یہ ھے کہ حق ادا نہ ھوا ۔

خواتین و حضرات !

میں نے چند مسائل کا سرسری ذکر کیا ھے لیکن هر مسئلے کے متعدد پہلو هیں اور ان پر تفصیلی غور کرنا اس کانفرنس کا فرض ھے۔ امید ھے کہ کانفرس مختلف گروپوں اور کمیٹیوں کی شکل میں تمام مسائل کا جائزہ لے کر قابل عمل تجویزیں پیش کرے گی—کانفرنسوں پر ”نشستند و گفتند و برخاستند“ کا فقرہ اکثر چست کیا جاتا ھے لیکن میری خواهش ھے کہ یہ کانفرنس نشست کے بعد اور برخاست سے پہلے کچھ ایسی ٹھوس تجاویز منظور کرے جو قابل عمل هوسکیں اور جن پر عمل کرنے سے طلبا ، اساتذہ ، مصنفین ، ناشرین اور مجموعی طور پر پوری قوم کو فائدہ پہنچے ۔

آخر میں بطور انتباہ کے ایک بات اور عرض کرنا چاهتا هوں کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم تک کے لئے کتابوں کی عظیم ذمہ داری کا بھاری بوجھ کوئی بھی اکیلے نہیں اٹھاسکتا اس کے لئے صرف سنڈیکیٹ یا بورڈ کا فیصلہ هی کافی نہیں ھے— صرف احکام اور هدایات اور انتظامی قابلیت هی درکار نہیں ھے بلکہ علم و فکر ، فنی مہارت پیشہ ورانہ تجربہ ، کاروباری صلاحیت ، نفع و نقصان اٹھانے کا حوصلہ ، باهمی تعاون سب هی کچھ ضروری ھے۔ اور هم جلد از جلد اردو میں کتابوں کی حد تک اس وقت خود کفیل هوسکیں گے جب کہ یونیورسٹی هو یا محکمۂ تعلیم مصنف هو یا ناشر سب میں مل جل کر اپنا اپنا کام انجام دینے کا ولولہ ، کام کی نزاکت کا قومی احساس ، رواداری کا جذبہ اور نصب العین کے معینہ مدت میں حصول کی لگن هو۔ اگر چراغ سے چراغ نہ جلا یا گیا تو یہ کام دو بھر هو جائے گا اور اس کی ناکامی محض چند خود غرض ، نا فہم لوگوں کی وجہ سے ایک المیہ کی صورت میں هو گی ۔

علاءالدین خالد　　۱۹-۶-۶۴

خریداروں سے درخواست

براہ کرم اپنا چندہ جلد سے جلد ارسال فرمائیں۔

مینجر

وفاتیات

پنڈت جواہرلال نہرو

پنڈت جی جیسے عظیم انسان کی وفات (۲۷
ی) ہند و پاکستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے
ے ایک زبردست سانحہ ہے۔ ان کی کئی حیثیتیں
یں۔ وہ آزادی کے زبر دست مجاہد تھے۔ وہ
ت بڑے لکھاڑ تھے۔ آنہوں نے جو چند
تابیں لکھی ہیں وہ انگریزی علم ادب میں
ص مقام رکھتی ہیں۔ ان کی "خود نوشت
انح عمری"، ان کی "تاریخ عالم کی جھلکیاں"،
باپ کے خطوط اپنے بیٹی کے نام"، "ہندوستان
ی دریافت"، یہ سب دنیا بھر میں پڑھی گئیں اور
، کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ یہ قلم کے
ی سپاھی تھے۔ ان کی سب کتابوں کے ترجمے
یا کی اہم زبانوں میں شائع ہوچکے ہیں اور
یا کے بڑے بڑے اخباروں اور ادیبوں سے خراج
سین حاصل کرچکے ہیں۔ دو ایک سال
وئے ان کی کتاب جس میں مشاہیر کے خطوط
ہرو کے نام اور نہرو کے خطوط مشاہیر کے نام
یں، شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے مطالعہ
، اس عظمت کا اندازہ ہوجاتا ہے جو دنیا بھر
ے بڑے آدمیوں کے دلوں میں ان کی طرف سے
اگزیں ہے۔ راقم الحروف کو ان کی خدمت میں
از حاصل تھا اور چونکہ میں ان کے بارے میں
لیحدہ مضمون لکھنے کا خیال کر رہا ہوں،
ں لئے اس نوٹ کو مختصر کئے دیتا ہوں اور
ست بدعا ہوں کہ خدائے برتر ان کی بیتاب
وح کو شانتی عطا کرے!

عبدالباری ساقی

"ہماری زبان"، (۸ مئی) سے یہ معلوم کرکے بیحد صدمہ ہوا کہ عبدالباری ساقی چند دن کی علالت کے بعد ۱۱ اپریل کو پٹنہ میں انتقال کر گئے۔ مرحوم جنگ آزادی کے ایک آزمودہ سپاھی تھے اور تحریک عدم تعاون میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ وہ ایک کہنہ مشق صحافی اور ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ "نوید"، "غریب کی دنیا"، "ستارہ"، نام ہیں ان پرچوں کے جو انہوں نے اپنے وطن پٹنہ سے مختلف اوقات میں جاری کئے تھے۔ ان کی چند تصانیف بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔

ان کا بیشتر زمانہ بمبئی میں بسر ہوا جہاں وہ مغل لائن میں پبلسٹی آفیسر تھے۔ ان کے کام کرنے کے طریقے ایسے عجیب و غریب تھے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

ان کے گونا گوں کارنامے متقاضی ہیں کہ ایک علیحدہ مضمون میں ان پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ دوران جنگ میں انہوں نے راقم الحروف کی معیت میں ایک ادبی مجلہ "فردوس"، فوجی سپاھیوں کے پڑھنے کے لئے نکالا تھا۔ لیکن ابھی ایک ہی نمبر شائع ہوا تھا کہ جنگ کے ختم ہونے کے آثار ظاہر ہوگئے اور رسالہ بند ہوگیا۔ بہار حکومت نے ان کی قومی خدمات کے اعتراف میں ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔

ان کے ایک پاؤں میں لنگ تھا مگر یہ لنگ ان کے کسی کام میں کبھی حارج ثابت نہیں ہوا۔ تقسیم کے بعد اپنے وطن مالوف پٹنہ

چلے گئے تھے - ان کی موت کی خبر ان کے بیشمار دوستوں کے لئے دلی رنج کا باعث ہوگی - خدا انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے!

ایڈیٹر ،، مولوی ،،

چند دن ہوئے عبدالحمید صاحب ایڈیٹر ،، مولوی،، کا لاہور میں انتقال ہوگیا - عبدالحمید کاروباری آدمی تھی تھے اور رسالہ ،، مولوی ،، بھی انہوں نے کاروباری اصول پر جاری کیا تھا - یہ رسالہ سستا ہونے کی وجہ سے ہندوستان اور پاکستان میں بہت مقبول ہوا - سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ تھا - ایک زمانہ میں اس کی اشاعت ۶۰ ـــ ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی تھی - چونکہ رسالہ مذہبی تھا اسلئے حمید صاحب کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ مختلف مضمون نگاروں سے اچھے سے اچھے مضامین لکھوائیں - اس رسالہ نے دلی کی ادبی زندگی میں اپنا ایک خاص مقام حاصل کر لیا تھا - اس میں کچھ شک نہیں کہ مرحوم رسالہ کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے - خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے!

عبدالرحمن کابلی

کل رات ۲۸ مئی کو ساڑھے آٹھ بجے بر صغیر ہند و پاک کے مشہور فنکار عبدالرحمن کابلی کا اپنے مکان واقع ناظم آباد میں انتقال ہو گیا - مرتے وقت مرحوم کی عمر ۸۰ برس کے لگ بھگ ہوگی - وہ عرصہ دراز سے فالج کے مریض تھے - کچھ دنوں تک وہ جناح ہسپتال میں زیر علاج رہے اور جب وہاں سے کچھ عرصہ کے قیام کے بعد گھر واپس آئے تو انہیں چپ سی لگ گئی تھی - ان کے حافظہ نے بھی جواب دے دیا تھا - چنانچہ جب بھی میں نے فلمی دنیا کے بعض واقعات ان سے دریافت کئے تو انہوں نے اشاروں سے بتایا کہ وہ ان کے ذہن میں محفوظ نہیں رہیں - یہ بیماری ہی ایسی ہوتی ہے کہ سارا ماضی ایک ورق سادہ بنجاتا ہے - میں جب ان سے ملا، باتیں اشاروں ہی اشاروں میں ہوئیں - ویسے وہ اپنے تن و توش کے لحاظ سے تندرست معلوم ہوتے تھے، مگر اندر ہی اندر بیماری انہیں کھا رہی تھی اور آخر وہ دن آ ہی گیا جس سے کسی کو مفر نہیں -

مین عبدالرحمن کابلی کو اس زمانہ سے نتا ہوں جب کہ و، تھیٹر میں ایکٹر کی حیثیت کام کرتے تھے - زبان اور ادا کاری کا جہاں ـ تعلق ہے وہ اسٹیج پر چھا جاتے تھے اور معین بھی ان سے بیحد متاثر ہوتے تھے- مجھے پڑتا ہے کہ سب سے پہلے میں نے انہیں یلی مجنوں میں دیکھا تھا اور ان کی ادا کاری و میں نے اور مجمع نے خوب خوب سرٰاھا تھا -

عبدالرحمن کابلی ان چند ہستیوں میں سے ے جنہیں امتیاز علی تاج ، صوفی تبسم، اشرف خاں، ل بشر ، سعید ، اختر وارثی کی طرح ہندوستان شیکسپیئر آغا حشر کاشمیری کی رفاقت کا شرف ہوں حاصل رہا ہے- آغا صاحب نے ان سب و خود تربیت دی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ ا صاحب کو ان پر فخر تھا - وہ سمجھتے تھے ہ ان کے بعد یہ سب لوگ تھیٹر کی بہترین یات کو نہ صرف زندہ رکھینگے بلکہ آگے ی بڑھائینگے -

تھیٹر اور خاموش فلموں میں کام کرنے بعد وہ باقاعدہ طور پر بولتی فلموں میں کام نے لگ گئے - ان کی مانگ بہت تھی اور ی وجہ ہے کہ انہوں نے بیشمار فلموں میں کیا - انہوں نے کم و بیش پچیس فلموں ڈائرکشن بھی کی ہوگی-

کچھ عرصہ بعد انہوں نے خود ایک کمپنی ی قائم کرلی تھی اپنی، اور پہلی فلم امیر ی بنائی تھی - اس میں خود انہوں نے بھی کیا تھا -

تقسیم کے بعد یہ پاکستان چلے آئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوگئے - کئی برس تک انہوں نے مختلف حیثیتوں سے کام کیا خصوصیت کے ساتھ دمباز دمساز میں- ان کی اداکاری عوام میں بیحد پسند کی جاتی تھی - یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اس فن کو انتہائی عروج تک پہنچا دیا تھا اور اسی میں اپنی جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی - وہ آغا حشر کاشمیری کا ذکر ہمیشہ محبت سے کرتے تھے- کہا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ سیکھا ہے انہی سے سیکھا ہے- وہ آغا صاحب کی رواداری، انشاپردازی، شاعری اور ادا کاری کے بھی انتہائی معترف تھے- ان کی خواہش تھی کہ آغا صاحب کے مختلف ڈرامے صحت کے ساتھ پبلک کے سامنے آئیں-

وہ اپنے رفقائے کار اشرف خاں اور مغل بشر کی ادا کاری کے بھی قائل تھے - وہ بہت دوست نواز اور مخلص آدمی تھے اور مصیبت پڑنے پر اپنے دوستوں کی امداد کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے -

بہ حیثیت سیرت کے وہ ہمیشہ بے داغ رہے ورنہ جس ماحول میں انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گزارا وہ ایسا نہ تھا کہ اس سے متاثر نہ ہوا جائے - مجھے ہمیشہ ان کی یہ ادا پسند آئی اور میں نے کئی دفعہ اسکو سراہا بھی -

آج عبدالرحمن کابلی ہم میں موجود نہیں ہیں ، لیکن ان کی باتیں ہمیشہ یاد آئینگی - انہوں نے اس فن لطیف کی بدولت اپنے لئے جو مقام حاصل کر لیا ، وہ بہت کم ادا کاروں کو نصیب ہوگا -

(ریڈیو پاکستان کے شکریہ کے ساتھ)

پرنٹر و پبلشر : ضیاء الدین احمد برنی بی - اے-
۱۰۰ گیدومل لیکھراج روڈ ، کراچی - ۱
مطبوعہ نشاط پریس
آرام باغ روڈ ، کراچی

رسالوں پر طائرانہ نظر

سیارہ (لاہور)— مئی کے شمارہ میں اے۔ ڈی۔ اظہر کا انٹرویو قابل مطالعہ ہے اسلئے کہ اس میں مختلف اہم ملکی امور پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب۔ Christianity in History کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یورپین مصنفوں کے اسلام کش طرز عمل نے انہیں مجبور کیا کہ عیسائیت کو بے نقاب کیا جائے۔ پال کے بارے میں انہوں نے ایک یورپین کی رائے لکھی ہے کہ وہ Turncoat (ابن الوقت) تھا۔ یہ بالکل صحیح رائے ہے، لیکن اسکے ساتھ یہ بھی لکھنا چاہئے تھا کہ وہ بہت عیار تھا اور دل سے عیسائیت کا دشمن تھا۔ اردو کے بارے میں انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے ہمارا حکمران طبقہ بالکل بے نقاب ہو جاتا ہے۔ ایک مضمون میں حسان بن ثابت کے ایک قصیدہ پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ منظور احسن عباسی کا مضمون ''مقام خودی'' پڑھنے کے لائق ہے۔ امام ابو یوسف پر طالب ہاشمی کا مضمون کافی دلچسپ ہے۔

اردو نامہ (کراچی)— ۱۵ ویں شمارہ میں آغا افتخار حسین عباسی کا مضمون ''اردو کی بات فرانسیسیوں کی چند تحریریں'' پڑھنے کے قابل ہے نہ صرف اسلئے کہ وہ بیحد معلوماتی ہے بلکہ اسلئے بھی کہ فرانس میں اب تک اردو پر جو کچھ شائع ہوچکا ہے اسے اردو میں منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔ مضمون کاوش اور درد سے لکھا گیا ہے۔ گارسن دتاسی کی پیشین گوئی جو سوا سو سال پہلے لکھی گئی تھی کہ زبان کے معاملہ میں دونوں قومیں الگ ہو جائینگی، کسقدر صحیح ثابت ہوئی ہے۔ سیماب پر جلیل قدوائی کی تقریر جو ریڈیو سے نشر ہوئی تھی، بعض دلچسپ یادوں پر مشتمل ہے۔ ''وادی سندھ اور ترکی و منگولی زبانیں'' لسانیات کے طلبا کے لئے پیغام دلچسپی رکھتی ہیں۔ اسی طرح شریف الحسن نے ''جہان اسلام'' پر تبصرہ کیا ہے جو ۵۰ سال قبل استنبول سے جاری ہوا تھا۔ اس نمبر میں چند اور مضامین بھی قابل مطالعہ ہیں بالخصوص وہ جو لسانیات اور حیوانیات سے متعلق ہیں۔ شعبۂ لغت (از ڈاکٹر شوکت سبزواری) بھی پڑھنے کی چیز ہے۔ تبصرے اور دوسرے فیچر (لغت) اس نمبر میں بھی موجود ہیں۔

معارف (اعظم گڑھ۔ یوپی) — مئی کے شمارہ میں اولین جگہ سید صلاح الدین کے طویل مقالہ کو دی گئی ہے جس کا عنوان ہے "ہندوستان کے سلاطین۔ علما اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر"۔ یہ مضمون سلسلہ وار چل رہا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بیحد معلوماتی ہے۔ اس میں کچھ ایسے واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے مسلمان فخر و مباہات سے اپنا سر اونچا کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے سلاطین کی کمزوریوں سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ صاحب مضمون نے مسلمان بادشاہوں کے خلاف بعض ایسے الزامات کی تردید بھی کی ہے جو برطانوی دور حکومت میں ہندو مسلم اختلافات کو ہوا دینے کے لئے لگائے جاتے تھے۔ مضمون گہری توجہ کا محتاج ہے۔ محبت خان محبت اور ان کا کلام (از ڈاکٹر سید لطیف حسین) بھی پڑھنے کی چیز ہے۔ مولوی احمد سعید (سیکریٹری، جمعیت العلمائے ہند) کے خطوط بنام سید سلیمان ندوی بھی قابل مطالعہ ہیں۔

سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)— مئی کے پرچہ میں اولین جگہ "نیویارک سے مدینہ تک" والے مضمون کو دی گئی ہے۔ یہ مصور ہے اور دلچسپ واقعات پر مشتمل ہے۔ رستم زمان گاما کی شخصیت سے ایک الگ مضمون میں بحث کی گئی ہے۔ مضمون نگار نے یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ گاما سے اس کے ارد گرد کے لوگ بھی ناواقف تھے۔ راقم الحروف کا یہی تجربہ ہے۔ جب دو سال قبل میں ان سے ملنے کے لئے لاہور گیا تو مجھے ان کا گھر معلوم کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ "قدیم مصریوں کی تہذیب" بھی اچھا مضمون ہے۔ "جن کا انعام" پڑھنے کے قابل ہے لیکن یہی قصہ کم سے کم پچاس سال سے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ سنتا چلا آرہا ہوں۔ "طیارہ پاش پاش ہوگیا" بڑے عجیب و غریب واقعات پر مشتمل ہے۔ چند اور دلچسپ مضامین بھی اس شمارہ میں آپ کو ملینگے۔

عصمت (کراچی)— یہ جون کا پرچہ ہے۔ اس پرچہ کے ساتھ رسالہ کا ۵۹ واں سال ختم ہوتا ہے۔ اس میں اعلان کیا گیا ہے کہ جولائی کا شمارہ علامہ راشدالخیری کی لائف پر مشتمل ہوگا۔ اس کا حجم ۷۰۰ صفحات ہوگا اور قیمت ۱۰ روپے ہوگی۔

جامعہ (نیو دہلی) — اپریل کے شمارہ
یں تین چار مضمون بہت فکر انگیز ہیں۔
ب سے پہلا مضمون "فلسفہ تعلیم اور قومی
ندگی" سے متعلق ہے۔ اسے سعید انصاری نے
کھا ہے۔ موجودہ دور کے ڈکٹیٹروں کے خیالات
ینے کے بعد انہوں نے تعلیم کے چند آصول
ائے ہیں جو آمری اور جمہوری فلسفہ
ندگی کی بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ ڈاکٹر عابد
ضا بیدار نے ہندوستان میں علوم اسلامیہ
پھیلانے والے اداروں سے سیر حاصل بحث کی
ہے۔ سید احتشام احمد ندوی نے محمود سامی
رودی کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے
سے جدید عربی شاعری کا معمار قرار دیا ہے۔
ر بھی قابل مطالعہ مضمون اس شمارے میں
ہنچکے۔

منادی (دہلی) — انتالیسویں جلد کے
سرے شمارہ میں ایک سازش کی طرف اشارہ
یا گیا ہے جس کا مقصد حضرت خواجہ حسن
امی کے روضہ کو نقصان پہنچانا تھا، مگر
ا کا شکر ہے کہ وہ ناکام بنادی گئی۔
ئدالفواد کی ۶۱ ویں قسط مع ترجمہ کے
ئع ہوئی ہے۔ سلطان المشائخ کے فیض یافتگان
ہ ویں قسط دی گئی ہے۔ حضرت ابوحنیفہ
بارے میں واحدی کے تاثرات قابل مطالعہ
ں۔ خواجہ صاحب مرحوم کا منتخب روزنامچہ
ردو گلستان" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔
ن ثانی نظامی کا روز نامچہ بھی پڑھنے کے قابل
۔ بہ ہو بہو خواجہ صاحب کی زبان میں
ا گیا ہے۔

سب رس (حیدرآباد دکن) — اپریل کے پرچہ
قاضی عبدالودود نے شاد عظیم آبادی کی
"نوائے وطن" اور "مکتوبات شاد" پر تبصرہ
کیا ہے۔ اس میں بہت سی باتیں مرزا غالب کے
بارے میں ہیں جو دلچسپی سے پڑھے جانے کے
قابل ہیں۔ پروفیسر سخی احمد ہاشمی نے ایک
مضمون میں جس کا عنوان ہے "مولانا شبلی کے
ساتھ ایک ماہ" جون۔ جولائی ۱۹۱۴ء میں شبلی
کے بارے میں بہت سی دلچسپ یادیں لکھی
ہیں۔ آیندہ ماہ اس مضمون کی دوسری قسط
شائع ہوگی۔ محمد اکبر الدین صدیقی نے دکن
کے ایک گمنام صوفی شاعر علیم اللہ شاہ سے
تعارف کرایا ہے اور ان کی شاعری کے نمونے بھی
دئے ہیں۔ "آردو ادب میں خطوط نگاری" بھی
دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔

قومی زبان(کراچی) — اپریل کے پرچہ کی ابتدا "آنگن" کے تبصرہ سے کی گئی ہے جسے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے تحریر کیا ہے۔ ریویو میں وہ رقمطراز ہیں: میں نے دیکھا کہ یہ ناول ایک صاف شفاف آئینہ ہے جس میں زندگی کی صحیح صورت دکھائی دیتی ہے۔ اس کا وجود اس لئے اہم ہوجاتا ہے کہ وہ ناول کے اصلی فوکس سے نہیں ہٹتا۔ (ڈاکٹر صاحب ناول کو مونث لکھتے ہیں لیکن میں نے اسے مذکر بنا دیا ہے۔) ویرندر پرشاد سکسینہ نے مرحوم رسالہ "ادیب" کی ساڑھے تین سالہ زندگی پر تبصرہ کیا ہے، اور افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ ایسا اچھا رسالہ زیادہ دن تک نہ چل سکا۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے اس کے مضامین پر طائرانہ نظر بھی ڈالی ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے قادر کے قلمی دیوان پر تبصرہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں ان کی شاعری کے نمونے بھی دئے ہیں۔ جعفر طاہر نے عبداللطیف تپش سے یہ کہکر تعارف کرایا ہے کہ وہ ایک ایسا شاعر تھا جسے ہم نے بھلا دیا ہے۔ اس کے بعد "گنجہائے گرانمایہ" کے ماتحت ۳ مخطوطات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں جنوری ۱۹۶۳ میں شائع ہونے والے اردو رسائل اور اخبارات کے مضامین کا فن وار اشاریہ بھی شامل ہے جسے سید ابن حسن قیصر اور زاہدہ خاتون نے مرتب کیا ہے۔

فاران(کراچی) — ہر نمبر کا "نقش اول" قابل مطالعہ ہوتا ہے۔ مگر مئی کا "نقش اول" اس لئے زیادہ جاذب توجہ ہے کہ اس میں مولانا مودودی کے بارے میں چند غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ آخر میں ماہر صاحب لکھتے ہیں: "جن حضرات نے جمہوری حکومت چلانے کی ذمہ داری اپنے سر لی ہے انہیں اس قسم کے معروضات تو بہر حال سننے اور گوارا کرنے ہی پڑینگے۔" مجھے امید ہے کہ ان کی یہ درد مندانہ صدا ایوان حکومت تک ضرور پہنچے گی۔ "حسن اور اسلام" ایک طویل مضمون ہے جسے حافظ شبیر الحسن نے تحریر کیا ہے۔ اسلوب بیان بہت اچھا ہے۔ "الانسان" بھی باوجود طوالت کے قابل مطالعہ ہے۔

آج کل(دہلی) — مئی کے شمارہ میں بیدل نام کا تعارف ایک طویل مضمون کی صورت میں کرایا گیا ہے۔ "مغربی تھیٹر اور عورت" عنوان ہے ایک مضمون کا جس میں سماج میں عورت کی ہستی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا تعلق یوروپ کے معاشرہ سے ہے۔ نذیر رحمانی نے میڈم کاما کی خدمات کو اجاگر کیا ہے۔ یہ حریت نواز خاتون پارسی تھیں اور ہردیال اور ساورکر کے ساتھ کام کرچکی تھیں۔ ان کا انتقال بمبئی میں ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ چھوٹا ناگپور کے آدی باسیوں کے رسم و رواج ایک مضمون میں بیان کئے گئے ہیں۔ "برف اور آنسو" دلچسپ کہانی ہے۔

رہنمائے تعلیم (دہلی) — یہ رسالہ ۶۰ سال سے جاری ہے اس کے بانی سردار جگت سنگھ کا انتقال حال ہی میں ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ان کے بیٹے نے اسے جاری رکھنے کا حوصلہ کیا ہے۔ جون کے پرچہ میں سردار صاحب کا ایک مضمون دیا گیا ہے ''ہماری اخلاقی قدریں،، اس میں ہمارے اخلاقی انحطاط پر ماتم کیا گیا ہے۔ ''بچہ کی تربیت اور ہمارا فرض،، (از لالہ بشن داس کھوسلہ) قابل مطالعہ ہے۔ دل محمد فضا نے سردار صاحب کے بارے میں اپنی چند یادیں پیش کی ہیں۔ ''بھوت،، دلچسپ افسانہ ہے۔ ''مدرس کی شخصیت،، (از خاں ثناء اللہ خان) پڑھنے کے لائق ہے۔ رسالہ کی ظاہری حالت کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

الشجاع (کراچی) — مئی کے شمارہ میں ''گلریا کا آدم خور،، کی مزید قسط دی گئی ہے۔ ''قینچی دھار والا،، اچھا نفسیاتی افسانہ ہے۔ ''نالائق،، اچھی کہانی ہے۔ ''برازیل کے جنگلوں میں،، مسلسل چل رہا ہے۔ یہ قسط خاصی دلچسپ ہے۔ اس میں اور بھی مضامین اور نظمیں پڑھنے کے قابل ہیں۔

اسلامی دنیا (کراچی)—مئی کے شمارہ میں دو تین مضمون قابل مطالعہ ہیں۔ ایک فارابی کے بارے میں ہے اور دوسرے میں ''اسلام کے تاریخی ادوار کا تذکرہ،، ہے۔ قرآن شریف کی تفسیر بھی شروع کر دی گئی ہے۔ ایک مضمون میں سامری تہذیب کا حال دیا گیا ہے جو مسیح سے چھ ہزار سال پہلے کی ہے۔ ''اقبال اور مقام ملت،، بھی پڑھنے کے لائق ہے۔

جونام (کراچی)— مئی کے شمارہ میں عبدالعزیز فطرت نے پیر فضل دین فضل گجراتی کی کتاب ''ڈونگھے پینڈے،، سے تعارف کرایا ہے۔ یہ کتاب وہ ہے جس پر رائٹرز گلڈ نے انعام دیا تھا۔ یہ پنجابی غزلوں کا مجموعہ ہے مفتون کوٹوی نے ثابت لکھنوی کی شاعری سے بحث کی ہے۔ ثابت حضرت امیر مینائی کے شاگرد تھے اس شمارہ میں تین چار افسانے بھی پڑھنے کے قابل ہیں۔

صبح امید (بمبئی) — مئی کے پرچے میں ایک طویل مضمون میں مناسک حج بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا عنوان بہت دلچسپ ہے یعنی۔

''لئے کاسۂ دل فقیر آرہے ہیں،،

اس کے لکھنے والے ہیں سلطان رفیع۔ مستقیم احسن حامدی نے شیخ مخدوم علی المہائمی کے کے حالات زندگی لکھے ہیں اور آپ کے علمی کارناموں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس نمبر میں دو تین دلچسپ افسانے بھی ہیں۔

تبصرے



نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔

علی برادرن

ب : رئیس احمد جعفری۔
ر : محمد علی اکیڈیمی ۔ ٹیگور پارک ۔ لاھور۔
ز : بیس تیس آٹھ ۔ صفحات ۳۶۴۔
ت : پندرہ روپے۔

جعفری صاحب نے ۱۹۳۲ء میں اردو مولانا محمد علی کی سب سے پہلی سوانح ی لکھی۔ یہ بجائے خود بہت بڑی خدمت ۔ اب انھوں نے محمد علی اکیڈیمی قائم ہے تاکہ مولانا پر مزید کام کیا جائے۔ لی برادران ،، اسی اکیڈیمی کی پہلی پیشکش ۔

ابتدائی ۱۰ مضامین ایسے اشخاص سے ھوائے گئے ھیں جنھوں نے مولانا سے ایک زائد مرتبہ ملاقات کی تھی۔ انھی میں لا سودودی بھی شامل ھیں جن کے تاثرات اپنے ر ایک خاص دلآویزی رکھتے ھیں۔ ،،اوراق بنہ ،، میں سات شائع شدہ مضامین شائع کئے ے ھیں۔ لکھنے والوں میں میر محفوظ علی وصیت سے قابل ذکر ھیں۔ پھر مختلف انات کے ماتحت ،،ھمدرد،، کے طویل اقتباسات ں کئے گئے ھیں۔ ،، شخصیات ،، میں رؤف ا اور گاندھی جی کا تعارف کرایا گیا ہے۔

پھر کچھ معلوماتی مضامین، افسانے اور نظمیں ھیں جو ،، ھمدرد ،، کے دور ثانی سے اخذ کئے گئے ھیں۔ ترکی طبی مشن کے بارے میں ۵۰ صفحات اور کانپور والی مسجد کے متعلق ۹۰ صفحات کے اقتباسات دئے گئے ھیں۔ آخر میں مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کے کے خطوط اور مقالات کے ساتھ ساتھ بیگم محمد علی کے خطوط پہلی مرتبہ روشنی میں لائے گئے ھیں۔ آخری مضمون حسن ریاض کا تحریر کردہ ہے اور تحریک خلافت سے متعلق ہے۔

بیچ بیچ میں دونوں بھائیوں کے چند فوٹو دئے گئے ھیں۔ محمد علی کے سفر آخرت کے فوٹو بھی شامل کتاب کئے گئے ھیں۔ ایچ۔ جی۔ ویلز اور جارج برنارڈ شا کے خطوط کے عکس بھی دئے گئے ھیں جن میں انھوں نے مولانا محمد علی کے بارے میں اپنے تاثرات لکھے ھیں۔ یہ خط مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام بھیجے گئے تھے۔

ایک طویل باب میں مرتب نے مولانا شوکت علی کے بارے میں اپنے ،، ذاتی تاثرات،، تحریر کئے ھیں۔ چونکہ میں خود ان واقعات میں سے چند ایک کا عینی شاھد رہ چکا ھوں

اسلئے میں کہہ سکتا ہوں کہ بعض واقعات کے بارے میں مرتب کے مشاہدات یا تو سنی سنائی باتوں پر مبنی ہیں یا پھر ان کی یاد داشت نے ان کی رفاقت نہیں کی۔ کریمی پریس والے واقعہ کے بیان کرنے میں ان سے کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں جس کی وجہ سے تفصیلات مبالغہ آمیز بن گئی ہیں۔ حافظ علی بہادر خان مولانا کی خدمت میں ضرور آئے تھے اور انہیں بیچ میں ڈالا بھی گیا تھا، لیکن یہ غلط ہے کہ علی بہادر مولانا کے پاؤں پر گر گئے تھے۔ مولانا کے محبت بھرے الفاظ جہاں تک مجھے یاد ہیں، یہ تھے:

'' معذرت کی کوئی ضرورت نہیں۔

تم میں اور مجھ میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ علیگڈھ کالج کا تعلق ہے۔ ہم دونوں رامپور کے رہنے والے ہیں۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں۔،،

اس طرح محمد احسن کے متعلق یہ لکھنا کہ انہیں مع عملہ کے علیحدہ کردیا گیا تھا، صداقت سے دور ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ خود چھوڑ کر چلے گئے تھے اور ان کے ساتھ پورا عملہ بھی ہمدردی کے طور پر چلا گیا تھا۔ مولانا شوکت علی پر تھوکنے کا واقعہ یوں نہیں ہے جیسا کہ صفحہ ۱۶۳ پر بیان ہوا ہے۔ میں خود اس جلسہ میں موجود تھا۔ واقعہ صرف اتنا تھا کہ سرکاؤس جی جہانگیر ہال کی پہلی منزل سے کسی نے تھوکا اور وہ تھوک اتفاق سے مولانا پر گرا جو تقریر کرنے کے بعد اپنی نشست پر واپس جا رہے تھے۔ یہ کہنا کہ '' ایک ہندو نے جوش سے بے قابو ہوکر مولانا کے منہ پر تھوک دیا۔،، واقعہ کی صحیح ترجمانی نہیں ہے۔ اگر وہ ایسی نازیبا حرکت کرتا تو وہ بچ کر کیسے جاسکتا تھا؟ اس واقعہ کو اس وقت بہت اچھالا گیا تھا مگر جب ہندو لیڈروں نے معافی مانگ لی تو وہ ختم کردیا گیا تھا۔ '' ساقی نامہ ،، کی شان نزول کئی امور میں تشنہ رہ گئی ہے۔ شاہ امان اللہ کے اعزاز میں ڈونگری کے میدان میں جو ایڈریس دیا گیا تھا اسے حکیم محمد اجمل خاں نے پڑھا تھا نہ کہ مولانا شوکت علی نے۔ صفحہ ۱۷۰ پر جس '' دال روٹی ،، والے پروگرام کا ذکر ہے، وہ اصل میں '' چٹنی روٹی ،، کا پروگرام تھا۔ مجھے متعدد بار ان مواقع پر مولانا شوکت علی اور زاهد علی کے ساتھ شریک طعام ہونے کی عزت حاصل رہ چکی ہے۔ سر سلیمان قاسم مٹھا والا واقعہ بھی مبالغہ آمیز طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ان پر طمانچہ نہیں پڑا تھا اور نہ اس کی نوبت ہی آئی تھی۔ اختلاف صرف زبانی تھا اور بس۔ قاضی عبدالغفار '' ھمدرد ،، کے عملہ ادارت سے '' برسہا برس ،، تک وابستہ نہیں رہے ہے۔ ان کے تعلق کی مدت دو ڈھائی سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ جعفری صاحب نے اپنے زمانہ قیام کے سارے واقعات بیان نہیں کئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس دلچسپ باب کو ازسر نو اور مکمل طریقہ سے لکھا جائے۔

مولانا شوکت علی کے خطوط جو اپنے پیر و مرشد مولانا عبدالباری کے نام لکھے گئے تھے، پہلی مرتبہ شائع ہوئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے پیر اور مرید دونوں کی عظمت کو سمجھنے میں مدد ملیگی۔ اس کےلئے پبلک کو مولانا جمال میاں کا شکر گزار ہونا چاہئے جنہوں

، یہ خطوط اشاعت کیلئے دے۔

زیر تبصرہ کتاب کئی اعتبار سے حوالہ کتاب بن گئی ہے۔ بعض امور کے بارے ں تو اتنی معلومات ایک جا کردی گئی ہے ہ پڑھنے والے کو کسی دوسری جگہ نہ گی۔ (ض۔ا۔ب)

سلومی

نف: عبدالعزیز خالد۔
شر: بک‌لینڈ۔ ۱۲۔ محمد بلڈنگ۔ بندر روڈ کراچی — ۱
ئز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۴۲۔ مجلد۔
مت: تین روپے پچاس پیسے۔

سلومی ایک انجیلی قصہ ہے جس کا تعلق ضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ دونوں کے زمانہ ہے۔ اسی سلومی کی وجہ سے یحییٰ قتل ہوئے یونکہ انہوں نے بائیبل کے احکام کی مطابقت ں بادشاہ کو اپنے بھائی کی بیوی سے شادی رنے سے روکا تھا۔ یہ قصہ انگریزی لٹریچر میں ی مشہور ہے لیکن اردو میں سب سے پہلے دالعزیز خالد ہی نے اسے نظم کا جامہ پہنایا ۔ اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہوں نے اردو کے دامن کو وسیع تر کردیا ہے۔

نظم تمامتر معرا ہے اور مصنف کی بعض وسری تصانیف کے مقابلہ میں یہ بیحد آسان ان میں لکھی گئی ہے۔ ناموں کی غرابت کی ، وجہ سے کہیں کہیں مشکل محسوس ہو تو و لیکن بہ حیثیت مجموعی اسلوب بیان صاف، نھرا اور نکھرا ہوا ہے۔

میری ہمیشہ سے یہ رائے رہی ہے کہ سلمانوں کو بائیبل اور انجیل کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس کے بعد وہ قرآن کی شوکت کے زیادہ قائل ہوسکینگے۔ مثلاً بائبیل کا حکم ہے: "تو پنی ماں کا ننگا پن نہ دیکھیو۔" بر خلاف اس کے قرآن کہتا ہے کہ "تم پر ماں حرام ہے۔" قرآن کا سا حسن بیان بائیبل میں نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن میں نبیوں کو جو درجہ دیا گیا ہے وہ سب پر عیاں ہے، لیکن بائیبل میں ان پر ایسے الزامات لگائے گئے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ حضرت لوط اور ان کی بیٹیوں کا قصہ اس قدر فحش ہے کہ اسے کسی مذہبی لٹریچر کا جزو نہ ہونا چاہئے۔ مسز بیسنٹ بھی اسے فحش قرار دے چکی ہیں۔ اس قصہ کا کتاب میں ضمناً ذکر آگیا ہے اور اسی وجہ سے مصنف نے بائیبل کے الفاظ میں سارا قصہ درج کر دیا ہے۔ نظم صاف و رواں ہے اور یقین ہے کہ اردو دان طبقہ دلچسپی سے زیر تبصرہ کتاب کا مطالعہ کرے گا۔

یہ حسین کتاب اچھے دبیز کاغذ پر نصف ٹائپ میں اور نصف لیتھو میں چھاپی گئی ہے۔ جلد کپڑے کی ہے۔ سرورق بھی دیدہ زیب ہے۔ (ض۔ا۔ب)

آتش خوابیدہ

مولف: فدا خالدی۔
ناشر: ضیا پبلیکیشنز۔ ڈی۔ بلاک۔ شیر شاہ کالونی۔ کراچی۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۴۳۔ مجلد۔
قیمت: دو روپے۔

یہ مختلف رباعیوں کا مجموعہ ہے جنہیں نئے انداز سے چھاپا گیا ہے۔ یعنی مختلف عنوانات کے ماتحت درج شدہ رباعیوں کی ابتدا میں کسی

نہ کسی ادیب کی ایک صفحہ کی تقریظ بھی ہے۔ تقریظ لکھنے والوں میں حسب ذیل حضرات ہیں : -

ڈاکٹر غلام مصطفی۔ پروفیسر ضیاء الدین احمد۔ پروفیسر فروغ علوی۔ پروفیسر سید محمد عبدالرشید۔ حکیم حامی الدین۔ ڈاکٹر معین الحق۔ مفتی انتظام اللہ شہابی۔ پروفیسر سید عبدالعلیم۔ پروفیسر عبدالعزیز اور پروفیسر محمد حسن سلیمانی شروع میں پیرزادہ احسان الحق فاروقی نے شاعر کا ''تعارف'' کرایا ہے۔ پھر سید سعید اختر زیدی نے فدا خالدی کی شاعری کا ''جائزہ'' لیا ہے۔ اسی طرح پروفیسر آفتاب زبیری نے ''حرف خیال'' کے عنوان سے اور نور احمد قادری نے ''ایک نظر'' کے ماتحت شاعر سے مزید تعارف کرایا ہے۔

سعید اختر زیدی نے صفحہ ۱۹ پر اردو کے مستقبل کے بارے میں جس مایوسی کا اظہار کیا ہے ، وہ بیجا ہے۔ اردو زبان پھولیگی اور پھلیگی بشرطیکہ ہم اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہیں۔ صفحہ ۱۳ پر انہوں نے جس مسجد کا ذکر کیا ہے اس کا نام غالبا مسجد قوۃ الاسلام ہے نہ کہ مسجد فتح الاسلام۔

اردو شاعروں میں بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے شاعری کی دوسری صنفوں کو چھوڑ کر محض رباعی کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا لیا ہو ، ویسے اردو کے سب شاعر کم و بیش رباعیاں ضرور لکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ فدا خالدی نے غزل کو چھوڑ کر رباعی کو اپنا لیا ہے۔ یہ صنف سخن مشکل بھی ہے اور ساتھ ہی مشق کی طالب بھی ہے۔ بہر حال ان کی رباعیاں مطالعہ کے قابل ہیں۔ انہوں نے خوب خوب مضامین آفرینی کی ہے۔ چند رباعیاں ملاحظہ ہوں : -

وہ صبح نہیں ، شام نہیں ، رات نہیں
وہ درد طرب خیز ، وہ لمحات نہیں
پیری نے تو دنیا ہی بدل دی میری
افسوس جوانی کی کوئی بات نہیں

طوفاں سے کشتی بھی نکل جائے گی
دنیا ابھی برہم ہے ، سنبھل جائے گی
بدلو تو سہی تم بھی کچھ اپنے اطوار
رفتار زمانہ بھی بدل جائے گی

ہر طرح سے آمادۂ پیکار رہے
جود اپنی ہی ہستی پہ گرانبار رہے
کانٹوں کی کسی طرح نہ بدلی فطرت
سائے میں رہے گل کے ، مگر خار رہے

ان رباعیوں سے متعدد اخلاقی سبق ملتے ہیں۔
(ض-ا-ب)

انسان

مصنف : ڈاکٹر صلاح الدین اکبر۔
پبلشر : اردو پبلشرز۔ کا چھومنزل ، جمال پارک ، مصری شاہ لاہور۔
سائز : اٹھارہ تیئیس۔ صفحات ۳۱۴۔ مجلد۔
قیمت : نو روپے۔

جب میں نے یہ ناول پڑھنے کے لئے ہاتھ میں لیا تو ابتدائی صفحات مجھے قدرے خشک نظر آئے۔ لیکن اس کے باوجود میں نے مطالعہ جاری رکھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلچسپی پیدا ہوتی گئی جو آخر وقت تک قائم رہی۔ اس ناول میں ایک ایسے خاندان کی بپتا بیان کی گئی ہے جو تقسیم ہند کے نتیجہ میں لاکھوں مہاجرین کی طرح بے گھر ہوا اور پھر اپنی ذاتی کوشش ، محنت ، عزم اور ایمان کی بدولت

ایسی زندگی بنانے میں کامیاب ہوگیا جسے اطمینان کی زندگی کہ سکتے ہیں ۔

کردار جیتے جاگتے ہیں ۔ مکالمے دلچسپ اور موقع کے مطابق ہیں ۔ ناول میں کوئی لفظ ایسا استعمال نہیں کیا گیا جو مذاق سلیم پر گراں گزرتا ہو ۔

پاکستان میں جسے ''خوابوں کی سر زمین،، کہا گیا ہے، آنے کے بعد اس خاندان کی مصائب از سر نو شروع ہوگئیں ۔ اور اس کی وجہ وہ خرابیاں تھیں جو تقسیم کی بدولت ہمارے معاشرہ میں پیدا ہوچکی تھیں۔ مصنف نے نہایت خوبصورتی سے ان تمام امور سے بحث کی ہے۔ یہاں کے افسروں نے '' رشوت ،، لینے کی جو نئی نئی اصطلاحین گھڑ رکھی تھیں ان کا ذکر بھی بہت اچھے انداز میں کیا گیا ہے۔

مصنف نے جو معاشرہ قائم کرکے دکھایا ہے۔ اس میں امیر غریب سب برابر کے شریک ہیں ۔ امداد باھمی پر اس معاشرہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ وہاں مقدمہ بازی ہے، نہ اغوا ہے، نہ قتل ہے اور نہ دوسرے جرائم ۔ یقیناً یہ معاشرہ ایسا ہے جو سب کو اپیل کئے بغیر نہ رھیگا ۔ خوشحال زندگی بسر کرنے کا جو گر مصنف نے بتایا ہے، اس پر مزید تجربہ کرنے کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ ہمارے معاشرے کی خرابیاں کسی حد تک مارشل لا کے نفاد سے کم ہوئیں ، لیکن متعدد چیزیں ایسی ہیں جنہیں مارشل لا بھی دور نہیں کرسکا ۔ ارر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری نیتیں نہیں بدلیں ۔ مصنف نے اپنے کرداروں میں انسانی خدمت کے لئے جس بے غرضی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کئے ہیں ویسی بے غرضی اور ہمدردی اگر ہمارے معاشرہ میں پیدا ہو جائے تو ہماری حالت سدھرسکتی ہے اور ایک معاشرہ جنم لے سکتا ہے۔ بہر حال یہ فکر ناول نئے اسلوب سے لکھا گیا ہے، اور یہ کہ اس قابل ہے کہ اسے سراھا جائے ۔

زبان کی سادگی و پرکاری ملاحظہ ہ

'' یہ تو ہمارے گاؤں کے ڈاکٹر ہیں ۔ مش پنجاب میں گھر کے سب افراد مارے گئے ادھر کے حالات نے زندگی سے مایوس کر دی چچا نے انہیں بیٹا بنا لیا ہے۔ پہلے خود ز سے مایوس نہے ، اب لوگوں کو زندگی کے لئے دن رات ایک کر رہے ہیں۔ (ض۔

---

tribution of Muslims to Scientific Thanght.

سولہ صفحے کے اس چھوٹے سے کے مولف ہمارے ملک کے مشہور فاضل ایم ۔ رضی‌الدین صدیقی ہیں جو سندہ یونی کے وائس چانسلر ہیں۔ اس میں ان کا کا اجمالی تذکرہ ہے جن سے مسلمانوں نے ترقی کے دور میں دنیا کو آشنا کیا تھ جو آج بھی یورپی ترقیوں کا سنگ بنی ہوئے ہیں ۔ یہ پمفلٹ ہمیں اپنے بزرگ علمی کا وشوں سے واقف کراتا ہے اور ا اس قابل ہے کہ اس کا گہرا مطالعہ کیا ۔ ہم آج بھی ویسی ہی ترقیاں کر سکتے بشرطیکہ ہم اپنا بنیادی زاویۂ نگاہ بدل اس روح پرور پمفلٹ کی قیمت صرف پیسے ہے اور کراچی یونیورسٹی سے مل ۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

سرشار ــ ایک مطالعہ

مولف : پریم پال اشک -
ناشر : آزاد کتاب گھر - کلاں محل - دہلی -
سائز : بیس تیس سولہ - صفحات ۲۸۸ - مجلد
قیمت : پانچ روپے -

مولف نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ سرشار جس توجہ کا مستحق تھا وہ اسے نہیں دی گئی ہے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک سرشار اکیڈیمی کے قیام کی تجویز پیش کی ہے تاکہ سرشار پر تحقیق کا کام حسب دلخواہ کیا جاسکے - انہوں نے اس سلسلہ میں ایک جامع پروگرام بھی پیش کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب کو محض اس پروگرام کی ایک کڑی سمجھنا چاہئے -

مولف نے ابتدا میں سرشار اور اس کے پس منظر پر طائرانہ نظر ڈالی ہے تاکہ قاری لکھنو کی قدیم تہذیب سے واقف ہوجائے - انہوں نے سرشار کے ادب سے پوری طرح بحث کی ہے ، اور ساتھ ہی اردو لٹریچر میں ان کا مقام بھی متعین کرا ہے۔ ضمیمہ میں مثنوی تحفۂ سرشار ، قصیدۂ طوفان سرشار درج کئے گئے ہیں اور آخر میں کتابیات کی فہرست دی گئی ہے۔ کتاب بہت ہی اچھے نہج پر لکھی گئی ہے او میں یہ اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مولف نے اپنے موضوع سے پورا پورا انصاف کیا ہے۔

کتاب کہانی کی طرح دلچسپ ہے اور میں نے تو اسے ایک ہی نشست میں ختم کردیا - بہرحال پھر یہ کتاب قیمتی ماخذ کا کام دیگی۔

سرشار کے متعلق فاضل مولف نے ضمناً ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ "ہمدرد" کے ایڈیٹر رہے تھے - یہ سچ ہے کہ مولانا محمد علی نے انہیں بلوا کر ایڈیٹر مقرر کردیا تھا لیکن چونکہ بیروت سے اردو کا ٹائپ نہیں آیا تھا اس لئے ان کی ایڈیٹری میں کوئی پرچہ بھی نہیں نکل سکا - ان کے علاوہ اور بھی کئی فاضل اشخاص بلائے گئے تھے مگر وہ سب انتظار کر کر کے اپنے وطن مالوف کو سدھار گئے تھے -

کتاب متوازن ہے اور سرشار کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جسے تشنہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ مولف کی محنت قابل داد ہے۔ کتاب کی لکھائی چھپائی اچھی ہے اور مصنف نے کمال محبت سے اسے "مادر درس گاہ دلی کالج" کے نام معنون کیا ہے۔ (ض - ا ب)

یادگار مسعود

چند دن ہوئے اورنگی اسکول (ڈی سلوا ٹاؤن) میں "یوم مسود" منایا گیا تھا - اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی تقسیم کیا گیا تھا جس کا عنوان ہے "یادگار مسود"- یہ بیس تیس آٹھ پر چھاپا گیا ہے اور سرراس مسعود کی اور دوسرے لکھنے والوں کی تصاویر سے مزین ہے - اس میں انگریزوں ، ہندؤں اور مسلمانوں کے پیغامات بھی درج ہیں اور مضامیں بھی - یہ مضامین اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ہیں - سوونیر (یادگار) معمولی مطالعہ کی چیز نہیں ہے اسلئے کہ اس میں ملک کے بین الاقوامی شہرت یافتہ اکابر کےمضامین ہیں جو راس‌مسعود کے بارے میں لکھے گئے ہیں - ایک مضمون میں لارڈ ولنگڈن کو بے نقاب کیا گیا ہے جس نے اپنے خوشامدی ٹرسٹیوں کے ذریعہ سر راس مسعود کو شکست دینے کی کوشش کی تھی -

ن مضامین کو پڑھئے اور راس مسعود کی حقیقی عظمت کا اندازہ کیجئے جس کا اندازہ یہ بدقسمت قوم ان کی زندگی میں نہ کرسکی تھی - سوینر ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے - سرورق بڑا دیدہ زیب ہے - اور قیمت صرف تین روپے ہے جو اسکی افادیت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں - اس کا روپیہ اسکول کی تعمیر میں صرف ہوگا جسکے لئے کے ڈی اے نے کئی ایکڑ زمین اورنگی ہلز والوں کو دی ہے جسکے سربراہ جلیل قدوائی ایم-اے اور ان کی بیگم ہیں - (ض-ا-ب)

خبریں

یوم خواجہ حسن نظامی

لاہور - ۳ مئی - حلقہ ادب پاکستان کی طرف سے آج لاہور میں اردو صاحب طرز انشا پرداز ، صحافی اور نامور روحانی رھنما حضرت خواجہ حسن نظامی کا یوم منایا گیا - قاری عبدالحمید قادری کی تلاوت قرآن کے بعد عابد نظامی نے خواجہ صاحب کی نثر میں لکھی ہوئی نعتوں کے چند اقتسابات سنائے - لطیف انور نصرت قریشی ، ڈاکٹر نثار ترین جاذب ، قربان نظامی ، سبطین شاھجہانی اور شفق سہارنپوری نے خواجہ صاحب پر عمدہ نظمیں پڑھیں -

مقررین میں ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے کہا - خواجہ صاحب نے اردو میں سب سے پہلے صحافت کو تصوف سے متعارف کرایا - میاں امیر الدین قدوائی نے کہا کہ خواجہ صاحب بیسویں صدی میں اسلام اور تصوف کے سب سے بڑے مبلغ تھے - مولانا مائل نقوی نے کہا کہ خواجہ صاحب نے اردو کی خدمت کے پردے میں اسلام کی بے نظیر خدمت کی ہے - خواجہ محمد شفیع نے کہا کہ خواجہ صاحب جیسی اعلیٰ سیرت کے حامل انسان اب نظر نہیں آتے - کرار حسین رضوی نے کہا کہ خواجہ صاحب کا احسان اردو بھلانا بھی چاہے تو نہ بھلا سکیگی

صدر جلسہ مولانا محمد جعفر ندوی نے کہا نوجوانوں کو خواجہ حسن نظامی کی سیرت کو اپنانا چاہیئے - انہوں نے ساری زندگی اسلام اور اردو کی خدمت میں گزاری - انہوں نے فتنہ ارتداد کے خلاف بڑا کام کیا اور لاکھوں انسانوں کو مرتد ہونے سے بچالیا -

اجلاس میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا مقالہ پڑھ کر سنایا گیا - وہ کسی وجہ سے خود تشریف نہ لاسکے - ان کا مقالہ عابد نظامی نے سنایا ڈاکٹر نے لکھا تھا کہ پچھلی صدی میں جس طرح مسدس حالی نے سوئی ہوئی قوم کو جگایا تھا اس طرح اس صدی میں یہ کام خواجہ حسن نظامی کی تحریروں نے کیا - وہ اردو کے بہت بڑے صاحب طرز ادیب تھے - اجلاس کے شروع میں مشاہیر کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے - نیاز فتحپوری نے لکھا :- خواجہ حسن نظامی کی صورت ، سیرت اور ادب ہر چیز میں موہنی تھی - مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے لکھا :- خواجہ صاحب اپنے رنگ انشا میں منفرد تھے - ملا واحدی نے لکھا :- خواجہ صاحب نفس پر قابو رکھنے کے اعتبار سے نہایت ہی بہادر انسان تھے - رشید احمد صدیقی نے لکھا اب اس عیسیٰ کا کوئی حواری اور اس مجتبیٰ

کا کوئی مقلد نظر نہیں آتا ۔ قاسم رضوی نے
لکھا :- خواجہ صاحب کی حیات میرے لئے
پیغام مسلسل اور ان کی تقریریں اور تحریریں
مجھ گمراہ کے لئے کتاب ہدایت ہیں - مولانا
صلاح الدین احمد نے لکھا ۔ خواجہ صاحب
اس صدی کے سب سے بڑے مبلغ اردو تھے -
مولانا غلام رسول مہر نے کہا خواجہ صاحب
کی خدمات ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گی ۔ دیوان
سنگھ مفتون نے لکھا ۔ کوئی حق گو انسان
خواجہ صاحب کے کیریکٹر پر انگلی نہیں اٹھا
سکتا ۔ ضیاء الدین احمد برنی نے لکھا - خواجہ
صاحب کے لٹریچر کا ایک حصہ ایسا ہے جسکی
دوسری مثال دنیا کا کوئی لٹریچر پیش نہیں
کر سکتا ۔ کرشن چندر نے لکھا ۔ اردو نثر کو
نیا وڑ جن لوگوں نے عطا کیا ہے ان میں
خواجہ صاحب کا نام پیش پیش ہے ۔ حکیم
محمد سعید نے لکھا ۔ ان کی تحریں اردو ادب
کا قابل قدر سرمایہ ہیں ۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین
قریشی نے لکھا کہ وہ اردو کی خدمت کا نہایت
زبردست ولولہ رکھتے تھے ۔ ماہر القادری نے
کہا ۔ خواجہ صاحب کی زبان سچ مچ کوثر
میں دھلی ہوئی ہے - رئیس امروہوی کے منظوم
پیغام کا ایک شعر تھا ۔

خواجہ ترے کمال کے بارے میں ہے سوال
میرا جواب یہ ہے کہ تو لاجواب تھا

(ض-ا-ب)

کلیات آتش

خواجہ حیدر علی آتش دبستان لکھنؤ کا وہ شاعر ہے جس نے مشکل پسندی اور لفاظی کے ماحول میں سہل ممتنع کے جوہر دکھائے اور الفاظ کے پرشکوہ اور ماہرانہ استعمال کے ساتھ ساتھ گرمی کلام اور سوز و ساز کی وہ نظیریں پیش کیں کہ شیخ ناسخ کا اُستادانہ فن ماند پڑ گیا ۔ بالفاظ دیگر کہا جا سکتا ہے کہ آتش نہ ہوتا تو لکھنؤ کی غزل کا پلہ بہت سبک ہو جاتا ۔

کلیات آتش مضمون آفرینی اور سادہ طرز بیان کا ایک معجزہ ہے جس کو ایک بسیط مقدمہ اور نئی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔

قیمت مجلد ۱۲٫۵۰ روپے لائبریری ایڈیشن ۸٫۵۰ روپے

نیم روز

تابش دہلوی عصر حاضر کے ان شاعروں میں ہیں جنہوں نے ادیبانہ ماحول میں آنکھ کھولی اور جوِ شعر و سخن کی فضا میں پروان چڑھے ۔ وہ نہ صرف میر و مرزا کی دلی میں پیدا ہوئے بلکہ شعر فہمی اور سخن گوئی انہیں ورثہ میں بھی ملی ۔

غیر منقسم ہندوستان سے لیکر پاکستان تک کی بزم ہائے مشاعرہ اور بساط ارض سے لیکر فضائے آسمانی تک ان کی نظموں سے ناآشنا نہیں اور ان کے بعض شعر تو ان کی زندگی ہی میں زبان زد ہوچکے ہیں ۔ اشعار کا یہ مجموعہ پوری آب و تاب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اور اس کا نام " نیم روز " رکھا گیا ہے ۔ ایک نظر دیکھنے کے بعد آپ بھی اس نام کو موزوں بتانے پر مجبور ہو جائیں گے ۔

قیمت مجلد ۶ روپے

چند شخصیتیں ۔ چند تاثرات

ڈاکٹر محی الدین قادری زور دور حاضرہ کے تنقید نگاروں میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور اب تو ان کا نام عظمت و بزرگی کے ساتھ ساتھ پیش روؤں میں شامل ہوچکا ہے ۔

اردو ادب ڈاکٹر زور کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا ۔ انہوں نے تاریخ و تنقید سے ہٹ کر بھی بعض شعبہ ہائے ادب پر قلم اٹھایا ہے اور زندگی کے مختلف ادوار میں بعض ادیبوں اور شاعروں کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے ۔

پروفیسر معین الدین انصاری نے ان تاثرات کو یکجا کر کے ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے اور ناشرین نے اس کتاب کو متعدد تصویروں کے ساتھ اردو ٹائپ میں کارٹیج پیپر پر شائع کیا ہے ۔

یہ کتاب نہ صرف ڈاکٹر زور کی کاوش قلم کا اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ ناشرین کے معیار طباعت کی ایک نظیر بھی ہے ۔

اسلامی تقاریب

قید مکان و زمان سے ہٹ کر مسلمانوں کی عالمگیر تقریبوں پر مشاہیر اہل قلم کی تحریریں ، جن میں ان تقاریب کی اہمیت و افادیت کا بنگاہ غائر جائزہ لیا گیا ہے ۔

یہ تقریبیں بلاشبہ ہماری تہذیبی اقدار اور تمدنی سطوت و شوکت کی علم بردار ہیں ، لیکن حقیقتاً ان سے مکارم اخلاق اور ارتقاء قومی کو کتنا ربط ہے ؟ یہ آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد ، ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے بزرگوں کا قلم بتائے گا ۔

پروفیسر [illegible] رشید نے ان مضامین کو ترتیب دے کر [illegible] کی ایک [illegible]

قیمت مجلد [illegible] روپے لائبریری ایڈیشن [illegible] روپے

اردو اکیڈمی سندھ ۔ ۹۰ بہادر شاہ مارکیٹ ۔ کراچی

Regd. No. S—1957

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ
ضیاء الدین احمد برنی سالانہ چندہ دو روپے صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ 9 جولائی ۱۹۶۴ع شمارہ ۷

مندرجات

دوسری اردو تدریس کانفرنس

۱۸ سے ۲۲ جون تک دوسری اردو تدریس کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی ۔ اس کے بیشتر اجلاس سندھ مدرسہ میں منعقد ہوئے ۔

افتتاحی جلسہ میں کوئی ۱۵۰ مندوبین تھے ۔ خطبہ استقبالیہ جمیل الدین عالی نے پڑھا ۔ یہ خطبہ حسن علی عبدالرحمن پڑھنے والے تھے ۔ انہوں نے کہا :

" اس وقت اردو بہت سے مسائل سے دو چار ہے ۔ سب سے اہم مسئلہ اردو کی درس و تدریس کا ہے ۔ بد قسمتی سے جو نظام تعلیم ہمیں اپنے سابق حکمرانوں سے ورثہ میں ملا تھا اس کا مقصد مغربی زبان و ادب سے مرعوب معاشرہ پیدا کرنا تھا ... سارا زور انگریزی زبان کی تحصیل میں صرف ہوتا رہا ۔ اس تجربہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ علوم کا سورج قومی زندگی کے مطلع پر قومی زبانوں کے ذریعہ تعلیم ہی سے طلوع ہوسکتا ہے "۔

صدر اختر حسین نے کہا کہ " اس مسلمہ حقیقت پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ قومی زبانوں ہی کو ذریعہ تعلیم ہونا چاہئے ۔ " اس کے بعد فرمایا : ۔

" سر سید احمد خاں سے لیکر آج تک کسی قابل ذکر ماہر تعلیم نے اس موقف، اس بنیادی خیال کی مخالفت نہیں کی ۔ "

اس کے بعد وقار عظیم نے پہلی اردو تدریس کانفرنس منعقدہ لاہور کی رپورٹ پڑھی ۔

پروفیسر ابواللیث صدیقی نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ " قومی زبانوں کے فروغ کے لئے سہ جہتی منصوبہ کی ضرورت ہے یعنی اردو کو سرکاری دفتروں میں اور حکومت کے کار و بار میں انگریزی کی جگہ دیجائے اور تعلیمی نظام میں قومی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے ۔ کانفرنس میں صدر اور مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم کے پیغامات پڑھے گئے ۔

مغرب کے بعد جو اجلاس ہوا اس کے صدر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے فرمایا :

" اردو زبان ہماری رگ و پے میں خون کے مانند گردش کر رہی ہے ۔ قومیں اپنی ثقافت ، خیالات اور عقائد کے سہارے زندہ رہتی ہیں ۔ پاکستان، عقائد کی بنا پر زندہ رہ سکتا ہے اور ان عقائد کے اظہار کے لئے ضروری ہے کہ اس کی اپنی زبان ہو ۔ .... پاکستان میں حاکم و محکوم کی تفریق جاری نہیں رہ سکتی ۔ قوم ان چند اہل ثروت کا نام نہیں جو اپنے بچوں کو غیر ملکی ماحول میں تعلیم دلاتے ہیں بلکہ قوم اکثریت کا نام ہے جو اردو مدارس میں تعلیم حاصل کرتی ہے ۔ "

شام کو اختر حسین نے کتابوں کی نمائش کا افتتاح فرمایا ۔ اس کے انعقاد کا سہرا علاء الدین خالد کے سر ہے ۔

۱۹ جون سے کانفرنس مختلف شعبوں میں بٹ گئی ۔ تعلیم سائنس و تالیف و ترجمہ کے

تبصرے



نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے ۔

یہ دلی ہے

مولف : یوسف بخاری ۔
ناشر : ایچ ۔ ایم ۔ سعید کمپنی ۔ ادب منزل، پاکستان چوک ۔ کراچی۔
سائز : بیس تیس سولہ ۔ صفحات ۲۰۵ ۔ مجلد ۔
قیمت : پانچ روپے ۔

پاکستان بننے کے بعد دلی جیسے موضوع پر چار پانچ کتابیں شائع ہوئی ہیں ۔ ایک پادری اینڈریوز کی کتاب ''ذکاءاللہ دہلوی،، ہے جو دلی کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر حاوی ہے اور ہر لحاظ سے اولیت رکھتی ہے ۔ دوسری ''آثارالصنادید،، کے اس حصہ کو جسمیں اکابر کا ذکر ہے ایک تمہید کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا ہے ۔ شائع کرنے والی انجمن ترقی اردو ہے اور مرتب ہیں قاضی احمد میاں اختر مرحوم ۔ تیسری واحدی صاحب کی کتاب ہے جس کا نام ہے ''میرے زمانے کی دلی،،۔ چوتھی ''یہ دلی ہے،، جسے ادب منزل نے شائع کیا ہے ۔ اس میں بعض ایسے موضوعات ہیں جن کا ذکر قبل کی کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔

اس کتاب کے بعض موضوعات ایسے ہیں جو انتہائی دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہیں مثلاً دلی کی گلیاں ، دلی کے کھنڈر ، دلی کے شہدے ، دلی کی آتش بازی ، دلی کی پتنگ بازی وغیرہ ۔ یقیناً یہ سب موضوعات اپنے اندر دلی والوں اور غیر دلی والوں کے لئے ایک خاص کشش اور جاذبیت رکھتے ہیں ۔ مگر اسی قبیل کے چند موضوع اور بھی ہیں جن پر مولف نے قلم نہیں اٹھایا ۔ میری مراد ہے دلی کے میلے ٹھیلے ، دلی کے اخبارات ، دلی کے شاعر ، دلی کے مولوی ، دلی کی عمارات وغیرہ۔ ان سب موضوعات پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے ، اور لکھا بھی گیا ہے۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب میں ان کا تھوڑا بہت ذکر ضرور آنا چاہئے تھا تاکہ مرقع مکمل ہوجاتا ۔ صفحہ ۱۰۳ پر مولوی عبدالاحد کی میت کے ساتھ بے حرمتی کا قصہ بیان کیا گیا ہے ۔ یہ اچھا موقع تھا کہ مولوی صاحب پر ایک جداگانہ مضمون لکھدیا جاتا اور بتادیا جاتا کہ انہوں نے کس کس طریقہ سے علم کی اور دلی والوں کی خدمت کی تھی ۔ صفحہ ۱۰۴ پر جو یہ لکھا گیا ہے کہ حکومت نے ''فی الفور مداخلت،، کی صداقت سے بعید ہے ۔ اسلئے کہ میں خود جنازے کے ساتھ ساتھ تھا ، اور بے حرمتی کا مشاہدہ کررہا تھا ۔ حکومت اتنی سہمی ہوئی تھی کہ وہ بروقت اپنی فوج اور پولیس کے ذریعہ مداخلت کرنے میں قطعاً ناکام رہی۔ اگر عبداللہ آنے والے خود ہی مدد کو نہ آجاتے اور اس کا اعلان نہ کردیتے یا کروا دیتے کہ مولوی

صاحب نے مرنے سے پیشتر خطاب واپس کردیا تھا تو مسلمان کبھی بھی انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیتے۔ حکومت خود ڈری ہوئی تھی۔ اس نے جو کچھ کیا وہ "بعد از خرابی بسیار" کے تحت آتا ہے۔ اس زمانہ کی فضا ہی ایسی تھی۔ ساری دلی کیا سارے کا سارا ملک عدم تعاون سے متاثر تھا۔

اسی طرح جامع مسجد کا ذکر بھی کرنا چاہئے تھا اور بتانا چاہئے تھا کہ دلی کی ادبی ، علمی زندگی میں اس کا کیا رول رہا ہے اور اس بپتا کا بھی جو دوران غدر میں دلی پر پڑی۔ غدر کے واقعات ذرا تفصیل سے آنے چاہئے تھے۔ یہ چیزیں دلی سے اتنا گہرا تعلق رکھتی ہیں کہ انہیں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح ۱۹۴۷ کے ہوش ربا واقعات کا تفصیلی بیان اس کتاب میں ضرور آنا چاہئے تھا تاکہ تاریخ کا یہ خونی باب کسی حد تک محفوظ ہوجاتا۔ صفحہ ۹۲ پر یہ کونسے مولوی نذیر احمد ہیں جن کا قول سید احمد صاحب کی حمایت میں نقل کیا گیا ہے؟ وہ تو اس واقعہ سے بہت پہلے انتقال کرچکے تھے۔

صفحہ ۸۰ پر "انگریزوں کے مشہور پادری اینڈریوز" کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر حضرت مولف نے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ اصل ماخذ کا نام دینا چاہئے تھا تاکہ قارئین اگر وہ مزید مطالعہ کرنا چاہیں، متمتع ہوسکیں۔

کتاب کی زبان بہت اچھی ہے۔ ایسے ایسے محاورے اور الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جنہیں بقول بابائے اردو صرف "دلی کا روڑا" استعمال کر سکتا ہے۔

بعض جگہ غلط الفاظ تحریر میں آگئے ہیں پروف ریڈری پر زیادہ توجہ دینی چاہئے تھی۔ صفحہ ۲۰۳ پر لفظ "احتجاج کی بجائے" احتوج ہونا چاہئے۔ صفحہ ۲۵۰ پر گبن کو یونانی مورخین میں شامل کرلیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

بہرحال دلی ایسا پیارا موضوع ہے جس پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔ یوسف بخاری خوش قسمت ہیں کہ وہ بھی اسکے مرثیہ نگاروں کی صف میں شامل ہوگئے۔

به حیثیت مجموعی کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے ہمارے اردو لٹریچر میں اضافه کی حیثیت رکھتی ہے۔ بخاری صاحب نے از راہ محبت کتاب کو اپنے والد ماجد سے نسبت دی ہے جو میرے پرانے یار تھے اور مجھے یه دیکھ کر مسرت ہوئی که انہوں نے ہر جگه اپنی سعادتمندی کا ثبوت دیا ہے۔ (ض-ا-ب)

حیات حسن (رض)

مولف : پیام شاہ جہانپوری -
ناشر : ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل، بل روڈ، لاہور -
سائز : بیس تیس سوله - صفحات ۱۰۳ - مجلد -
قیمت : چار روپے -

مولف نے شروع میں لکھا ہے که ’’ تاریخ اور مذہبی عقیدت کے یک جا ہونے کی وجه سے ان میں سے کسی شخصیت کے متعلق آزادی اور بیباکی سے رائے ظاہر کرنا بڑا مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے۔ میرے خیال میں تاریخ اسلام کے بہت سے پہلوؤں کے تشنه رہجانے کی ایک وجه یه بھی ہے،،۔ پھر بھی مولف نے کافی بیباکی سے کام لیکر بہت سی شخصیتوں کے بارے میں متعدد غلط بیانیوں کی تردید کر دی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے که یه غلط ہے که امام نے ۷۰ یا اس سے زیادہ شادیاں کیں بلکه تاریخی بنیاد پر صرف دس شادیوں کا پته چلتا ہے۔ آگے چلکر انہوں نے واضح کیا ہے که امام حسن ’’مجبور،، ہوگئے تھے که ’’وہ ملوکیت کے لئے راسته صاف کر دیں،، جس کے نتیجه میں نظام خلافت کا وہ تصور پاش پاش ہوگیا ’’جسے حضرت ابوبکر و عمر نے پیش کیا تھا۔،، مولف نے حضرت معاویه کے اوصاف بھی گنوانے اور ان کے بارے میں غلط بیانیوں کا پردہ چاک کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور یه کتاب کا درخشاں پہلو ہے۔ انہوں نے حضرت معاویه کی اس پالیسی پر محتاط طریقه سے تنقید بھی کی ہے که انہوں نے خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کر دیا۔

ایک مشہور روایت ہے جو تواتر کے ساتھ بیان کی گئی ہے، یه که حضرت حسن کو زہر دیا گیا تھا۔ اور یه که زہر حضرت معاویه کی تحریک پر ان کی بیوی نے دیا تھا۔ فاضل مولف نے ان دونوں باتوں کی پرزور تردید کر دی ہے اور بتایا ہے که یه تمامتر جعلی روایات

ہیں۔ یہ کام درحقیقت بہت دشوار ہے کہ جعلی روایات کو چھانٹا جائے اس لئے کہ ہمارے مقدمین رطب ویابس دھراتے چلے آئے ہیں۔ جب کھرا کھوٹا الگ ہو جائے گا مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے باہمی جھگڑے جو زیادہ تر غلط روایات سے متعلق ہیں ، بہت کم رہ جائینگے ، اور پھر خود بخود مٹ جائینگے۔ حضرت حسین نے آپ بحرقہ سے ۳۰ دن بیمار رہ کر انتقال کیا تھا۔

مولف نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بہت اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت علی نے ان تینوں کی بطیب خاطر بیعت کی تھی اور یہ کہ وہ ان کے ہر کام میں مدد و معاون رہتے تھے۔

حضرت معاویہ کے حلم و بردباری کے بہت سے قصے اس کتاب میں درج ہیں جنہیں پڑھکر ان کی عظمت کا پورا پورا احساس ہو جاتا ہے۔ مگر وہ حضرت معاویہ کی حضرت علی سے بیعت نہ کرنے کو ” بغاوت ،، سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسی نقطۂ نظر سے ان پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

کتاب کے آخر میں حضرت حسن کے اقوال درج کئے گئے ہیں۔ ساری کتاب میں کتابت کی ایک دو غلطیاں رہ گئی ہیں۔ صفحہ ۱۹۵ پر عجز کی بجائے دو جگہ خنجر لکھا گیا ہے۔ کتاب بہت بڑی حد تک متوازن ہے۔

(ض ا ـ ب)

نیک بیبیاں

مولف : عطاء اللہ عطا ـ

ناشر : ملک دین محمد اینڈ سنز ـ اشاعت منزل ـ لاہور ـ

سائز : بیس تیس سولہ ـ صفحات ۲۱۰ ـ مجلد ـ

قیمت : تین روپے ـ

اگرچہ کتاب کا عنوان ہے ” نیک بیبیاں ،، لیکن اس میں بد بیبیاں بھی شامل کردی گئی ہیں ـ مولف نے اسرائیلیات کی داستانوں پر زیادہ اعتماد کیا ہے حالانکہ وہ محض داستانیں ہیں۔ ایک جگہ (صفحہ ۹۲) مولف نے اس غلط عقیدہ کی تائید کی ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے تھے ، صفحہ ۳۰ پر حضرت ادریس کے بارے میں بھی اسی قسم کے غلط عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب اسرائیلیات ہے۔

جہاں جہاں نیک عورتوں کا نام آیا ہے وہاں مولف نے ان کے ساتھ رسمی دعاؤں کے الفاظ صحیح غلط لکھ کر ساری عبارت کو انتہائی

ہو مہمل بنا دیا ہے۔ ایک جگہ مولف نے لکھا ہے کہ حضرت حسن کی بیوی نے یزید کی تحریک پر نہیں زہر دیا تھا حالانکہ ''حیات حسن،، میں فاضل مولف نے تسلیم کیا ہے کہ امام حسن نے زہر خورانی سے انتقال نہیں فرمایا۔ یہ دونوں کتابیں ایک ہی ادارہ نے شائع کی ہیں اور اس لئے ان کا باہمی تضاد کھلتا ہے۔ کتاب کا ابتدائی حصہ مایوس کن ہے اور ضرورت ہے کہ اسے دوبارہ لکھا جائے۔ غیر معروف بیبیوں کو خارج رکھنا چاہئے۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

اسوۃالصالحین یعنی تذکرۃالکاملین

مولف: مفتی انتظام اللہ شہابی ۔
ناشر: ایچ ۔ ایم ۔ سعید کمپنی ۔ ادب منزل ۔ پاکستان چوک ۔ کراچی ۔
سائز: اٹھارہ بائیس آٹھ ۔ صفحات ۲۲۷ ۔ مجلد ۔
قیمت: چھ روپے ۔

اس کتاب میں اسلاف کے کارنامے ایسے انداز میں بیان کئے گئے ہیں جن سے مردہ دلوں میں زندگی پیدا ہو۔ بلا شبہ کتاب کا بنیادی تخیل بہت بلند ہے۔

یہ کتاب مختلف کتابوں کے اخذ کردہ واقعات پر مشتمل ہے۔ بعض جگہ حوالے دیدئے گئے ہیں اور بعض جگہ لفظ '' ماخوذ ،، لکھ دیا گیا ہے۔ بعض جگہ کچھ بھی درج نہیں کیا گیا، حالانکہ ان سب کتابوں کے نام دیدینے چاہئے تھے جن سے استفادہ کیا گیا ہے تا کہ اگر قاری چاہے تو ان کتابوں کو پڑھکر مزید مطالعہ جاری رکھے۔

صفحہ ۲۰ پر حضرت فاطمہ کا ایک واقعہ درج ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جو میرے خیال میں بالکل غیر ضروری ہے اس لئے کہ اس سے کوئی خاص سبق نہیں ملتا۔

بہ حیثیت مجموعی کتاب ہم سب کے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دے گی۔ موجودہ دور میں ایسی کتابوں کی شدید ضرورت ہے جنہیں پڑھکر لوگوں میں خدا ترسی، حق گوئی، اصول پرستی، خدمت الناس وغیرہ کے جذبات ابھریں اور ہمارا معاشرہ بہتر بنے۔

لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ کاغذ بھی اچھا استعمال کیا گیا ہے۔ گیٹ اپ خوبصورت ہے۔ (ض ۔ ا ۔ ب)

حیات حافظ رحمت خاں

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن کوئی تیس سال ہوئے شائع ہوا تھا۔ اب فاضل مولف (سید الطاف علی بریلوی) نے اس میں اضافے کر کے بڑے سائز پر چھپوایا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۴۴ ہے۔ کتاب سفید کاغذ پر چھاپی گئی ہے۔ جلد مضبوط ہے اور قیمت ۱۰ روپے ہے۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ناظم آباد، کراچی سے مل سکے گی۔ کتاب حافظ رحمت خاں کی تصویر سے مزین ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ہندوستان کی تاریخ کے ایسے دور سے تعلق رکھتی ہے۔ جب کہ متعدد قوتیں ایک دوسرے سے دست گریباں ہو رہی تھیں اور انگریز ہندوستان کے نقشہ پر ابھر رہے تھے۔ پھر بھی انحطاط کے اس دور میں ایسے آدمی پیدا ہوگئے جو تاریخ پر اپنا امٹ نشان چھوڑ گئے ہیں۔ انہی میں حافظ رحمت خاں بھی تھے۔

جس انداز سے فاضل مولف نے حافظ صاحب کے حالات زندگی بیان کئے ہیں مورخانہ ہے۔ ہماری قوم کو ایسی ہی کتابوں کی ضرورت ہے کوئی لائبریری اس سے خالی نہ رہنی چاہئے۔ کتاب مستند حوالہ جات پر مشتمل ہے۔

(ض۔ا۔ب)

یلدرم نمبر

" پگڈنڈی "، (امرتسر) کا خاص نمبر ہے جو اُردو کے مشہور ادیب اور مولانا محمد علی کے ہم جماعت سید سجاد حیدر یلدم کے کارناموں پر مشتمل ہے۔ یہ بیس تیس آٹھ سائز پر شائع کیا گیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۹۸ ہے اور قیمت صرف چار روپے ہے۔ اسے سید مبارز الدین رفعت نے مرتب کیا ہے جو گلبرگہ کے سائنس کالج میں پروفیسر ہیں۔ یہ نمبر چند تصاویر سے مزین ہے جن میں سے بعض نایاب ہیں۔ یہ غالباً پہلا یادگار نمبر ہے جو یلدرم پر شائع ہوا ہے۔ اس کی سعادت پنجاب کے حصہ میں آتی ہے۔

یہ نمبر چند حصوں پر حاوی ہے۔ پہلا حصہ " یادوں "، سے متعلق ہے اور اس میں مختلف مشاہیر (جن میں یلدرم کی صاحبزادی قرۃ العین حیدر بھی شامل ہیں) کی یاد داشتیں دی گئی ہیں۔ لکھنے والوں میں وہی لوگ ہیں جنھوں نے یلدرم کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ دوسرے حصہ میں یلدرم پر بہ حیثیت شاعر کے اور بہ حیثیت نثر نگار کے مضامین لکھے گئے ہیں۔ تیسرے حصہ میں خو۔ یلدرم کے مضامین درج کئے گئے ہیں۔ چوتھے میں چند خطوط دئے گئے ہیں جو "نقاد"، کے ایڈیٹر شاہ دلگیر، جلیل قدوائی اور تاجور نجیب آبادی کے نام لکھے گئے تھے۔ آخری حصہ یلدرم کے کلام پر مشتمل ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حالات جمع کرنے میں مرتب نے بڑی تلاش و جستجو سے کام لیا ہے۔ اس نمبر میں یلدرم کی زندگی اور ادبی کارناموں کے بارے میں بہت کچھ آگیا ہے۔ لیکن ابھی ملک میں بہت سے اشخاص ایسے ہیں جن سے یلدرم کے بارے میں مزید مضامین لکھوائے جاسکتے ہیں۔ بمبئی میں مرحوم کے ایک دوست نواب زادہ سید مرتضیٰ علی خاں تھے جن کے پاس یلدرم کے بہت سے خطوط بھی تھے لیکن ان کے انتقال کے بعد سے پتہ نہیں چل سکا کہ وہ چیزیں کہاں گئیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مرور دہور سے بہت کچھ ضائع ہوچکا ہے اور اب ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جو کچھ بچا سکیں بچالیں۔ مجھے ان خطوط کے ضائع ہو جانے کا بیحد رنج ہے۔ بہر حال مرتب نے جو کچھ اس نمبر میں پیش کر دیا ہے، وہ بسا غنیمت ہے۔ " انتظاریہ "، میں بعض بیحد دلچسپ نظمیں اور مضامین آگئے ہیں۔ یہ نمبر یلدرم کی انشا پردازی اور انسانی دوستی کو دوام بخشتا رہے گا۔ مرتب اس کامیاب کوشش پر مستحق مبارکباد ہیں۔ (ض۔ا۔ب)

وفاتیات

(۱) مولانا صلاح الدین احمد

پاکستان اور ہندوستان کے اردو دوست اصحاب یہ معلوم کرکے بیحد غمگین ہونگے کہ مولانا صلاح الدین احمد ایڈیٹر "ادبی دنیا" ۱۴ جون کو منٹگمری سے ۳۰ میل دور موضع عارف والا میں بعارضہ فالج انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا جامعہ اسلامیہ کی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے جہاں انہیں ایک مقالہ پڑھنا تھا۔ جلسہ کی کارروائی جاری تھی کہ ان پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ بیہوش ہوگئے۔ مولانا پہلے سے ذیابیطس کے مریض تھے اور کچھ عرصہ سے انہیں خون کے دباؤ کی شکایت بھی ہوگئی تھی۔ مرحوم کی عمر صرف ۶۲ سال تھی۔

مولانا کو علم و ادب کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے والد مولوی احمد بخش مرحوم لاہور کے چیفس کالج میں فارسی کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے اپنی ادبی زندگی رسالہ "خیالستان" جاری کرکے شروع کی۔ مگر یہ زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا۔ اس کے بعد انہوں نے "ادبی دنیا" خریدا اور یہی وہ واحد رسالہ ہے جسکی خدمت میں وہ آخر وقت تک سرگرم عمل رہے۔ انہوں نے اپنی کوشش سے رسالہ کو اتنی ترقی دی کہ وہ اردو کا ارزاں ترین رسالہ بن گیا۔ مضامین کے اعتبار سے یہ رسالہ ملک کے ادبی رسالوں میں خاص مقام حاصل کرچکا ہے۔ امید ہے کہ اس رسالہ کو ان کی یادگار کے طور پر اسی شان کے ساتھ جاری رکھا جائیگا۔

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا سارا اندوختہ اردو اکادمی کے حوالہ کردیا۔ قربانی کی جو مثال مولانا نے قائم کی وہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس ایک چیز نے انہیں مغربی پاکستان کا "باباۓ اردو" بنادیا ہے۔

مولانا سلجھے ہوئے خیالات اور پاکیزہ سیرت کے مالک تھے۔ اپنے پیش رووں میں وہ مولوی محمد حسین سے زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ ان کی گفتگو میں ایک خاص لوچ تھا۔ وہ خلوص اور محبت کے آدمی تھے۔

وہ عمر میں مجھ سے دس سال چھوٹے تھے مگر میں ان کا احترام اس طرح سے کرتا تھا گویا وہ مجھ سے بڑے ہیں۔ وہ بہت حلیم الطبع اور متواضع انسان تھے۔ میری آخری ملاقات اس وقت ہوئی جب دو سال قبل انجمن ادبی رسائل پاکستان کا لاہور میں سالانہ اجتماع ہوا تھا۔ وہ اس میں شریک ہوئے تھے اور ایک مقالہ بھی پڑھا تھا۔

وہ اردو کے زبردست فدائی تھے۔ ساری عمر انہوں نے اس زبان سے شغف رکھا اور مرتے دم تک اس سے والہانہ محبت کرتے رہے۔

خدائے برتر مرحوم پر نزول رحمت کرے اور ان کے اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کی وفات سے ملک کے ادبی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ شاید کبھی پر نہ ہو سکے۔

(۲) حامد حسن قادری

اس مہینے ہمیں جن ادیبوں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا ہے ان میں حامد حسن قادری ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ ان کا انتقال ۹ جون کو کراچی میں ہوا۔ وہ بہت اچھے ادیب، محقق اور شاعر تھے۔ سب سے پہلے میں نے ان کی نظم مخزن کے شمارہ ستمبر ۱۹۰۸ء میں پڑھی تھی جو آمد اقبال کے موقع پر لکھی گئی تھی۔ لیکن ان سے میری پہلی ملاقات کانپور میں ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ اس وقت وہ مقامی حلیم اسلامیہ اسکول میں لیچر تھے۔ اس کے بعد وہ سینٹ جانز کالج آگرہ میں چلے گئے اور ملازمت سے سبکدوش ہونے تک اسی سے وابستہ رہے۔ پاکستان بننے کے بعد وہ کراچی آ گئے۔ مولانا کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے اکثر و بیشتر درسی تھیں۔ مگر ان کی ایک مبسوط کتاب "تاریخ داستان اردو" ان کی یاد کو ہمیشہ قائم و برقرار رکھے گی۔ تقسیم سے قبل یہ کتاب آگرہ کا ایک پبلشر چھاپا کرتا تھا، مگر اس کا مکمل ترین ایڈیشن کراچی سے شائع ہو رہا ہے، شاید آیندہ سال کے وسط تک شائع ہو جائے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ اردو لٹریچر پر ان کی نظر کس قدر وسیع تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کا مجموعۂ کلام اب تک شائع ہوا ہے یا نہیں۔ اگر شائع نہیں ہوا تو ان کے صاحبزادگان کا فرض ہے کہ وہ اسے کتابی صورت میں محفوظ کر دیں۔

مرحوم بہت منکسر المزاج اور متواضع بزرگ تھے۔ جو لوگ ان سے مل چکے ہیں وہ

میری تائید کرینگے کہ مرحوم قدیم وضع اور تہذیب کے ایک بہترین نمایندہ تھے - ان سے گفتگو کرنے میں لطف آتا تھا - وہ بڑی محبت سے باتیں کرتے تھے -

مرحوم بچھراؤں ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے اور ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ ''از بچھراؤں ، ضلع مراد آباد،، ضرور لکھتے تھے -

مرتے وقت ان کی عمر ۸۰ سال کی ہوگی مگر ان کا دماغی توازن آخر وقت تک قائم رہا - وہ بہت دبلے پتلے تھے اور عمر بھر ایسے ہی رہے - آخر میں تو وہ روحانیت کا پیکر مجسم بکر رہ گئے تھے -

انہیں تاریخ گوئی کا ایسا ملکہ تھا جو بہت کم شاعروں میں دیکھنے میں آتا ہے - ان کی تضمینیں بھی ایک خاص اہمیت کی حامل ہیں -

ان کی دائمی جدائی ہم سب کے لئے انتہائی رنجیدہ ہے ، اس لئے کہ ان کی موت سے بقول '' ہماری زبان،، ''اردو ادب اپنے ایک ممتاز صاحب طرز اور دلنواز مصنف اور ادیب سے محروم ہوگیا - ،، خدا سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے بچوں کو صبر جمیل عطا کرے- رہے نام اللہ کا -

رسالوں پر طائرانہ نظر

سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) ۔ جون کے شمارہ میں خصوصی فیچر کے ماتحت کشمیر جنت نظیر کے متعلق ایک معلوماتی مضمون شائع کیا گیا ہے جو ہر لحاظ سے پڑھنے کے قابل ہے ۔ مجد د الف ثانی کے حالات زندگی ہم سب کے لئے روح پرور ہیں ۔ لکھنے والے ہیں رضی الدین شیخ ۔ اقبال درانی نے اپنے مضمون "جس دن بمبئی تباہ ہوا" میں ایک جہاز کی تباہی اور اس کے اثرات کا چشم دید حال بیان کیا ہے مگر ان سے ایک جگہ سہو ہو گیا ہے اسے درست کئے دیتا ہوں ۔ مضمون میں سونے کے جس تپتے ہوئے گولے کا ذکر کیا گیا ہے وہ گولا نہیں تھا بلکہ سالم اینٹ تھی ۔ اس شریف انسان نے پولیس کو وہ اینٹ واپس کر دی تھی ۔ اور اس کے بدلہ میں حکومت کی طرف سے اسے ۱۰ ہزار روپے کا انعام دیا گیا تھا ۔ مضمون اچھے انداز میں لکھا گیا ہے ۔ پرچہ مصور ہے ۔

فاران (کراچی) ۔ جون کے پرچہ میں نقش اول گہرے مطالعہ کا طالب ہے ۔ اس میں مولانا مودودی کی کتاب "پردہ" سے اقتباسات پیش کر کے موجودہ ماحول کی بعض بے راہ رویوں پر لے دے کی گئی ہے ۔ ماہر صاحب کی تمنا یہ ہے کہ "کاش ! ہم ان آنکھوں سے پاکستان میں خلافت راشدہ کی بہار رفتہ کو نمایاں ، خراماں اور کارفرما دیکھ سکیں !" عبد اللہ ندوی نے اپنے مضمون میں جس کا عنوان ہے " علامہ شبلی مردم ساز" ، یہ بتایا ہے کہ متعدد افراد شبلی کی تربیت سے بام عروج پر پہنچے ۔ " باد رفتگاں" میں شاد عارف ، احمد اسحاق ، بشیر درانی اور نیاز احمد کا ماتم کیا گیا ہے ۔ " فقہ حنفی" پر ماہر القادری کا مضمون فکر انگیز ہے ۔ بیس صفحات تبصروں کے لئے وقف ہیں ۔

شاعر (بمبئی) ۔ اپریل و مئی کے شمارہ میں اولین جگہ ڈاکٹر ابو محمد سحر کے مضمون " امیر مینائی کی طویل عاشقانہ مثنوی" کو دی گئی ہے ۔ " غالب کی عظمت" دلچسپ مضمون ہے ۔ انجم فاطمی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ " غالب نے جو فکر و فن کا لا زوال سرمایہ اردو شاعری کو عطا کیا ہے وہ ہمیشہ آنے والی نسلوں کی رہبری کرتا رہے گا ۔ سلطان احمد نے اپنے مضمون "اقبال عطیہ بیگم کی نظر میں" یہ بات غلط لکھی ہے کہ عطیہ بیگم یورپ کے سفر نامہ کی مصنف ہیں ۔ سلام مچھلی شہری کا منظوم خط پڑھنے کی چیز ہے ۔ نازش کی نظم بھی خوب ہے جو دونوں مملکتوں کے فسادات سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے ۔ " رخسار کا پھول" اور " ولایتی مرغیاں" اچھی کہانیاں ہیں ۔

صبح امید (بمبئی) ۔ جون جولائی کے مشترکہ پرچہ میں پنڈت نہرو کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے ۔ محمد اسحق ایوبی نے فن ترجمہ سے بحث کی ہے ۔ " دوستوں کی محفل سے" اچھے اور دلچسپ مذاقوں پر مشتمل ہے ۔ سہر درولوی نے مغرب والوں کی وہم پرستی کے چند نمونے دئے ہیں جو دلچسپ ہیں ۔ علی ۔ ایم ۔ شمسی نے سہر سہسلائی کے فن سے بحث کی

ہے اور ان کی شاعری کے نمونے بھی دئے ہیں۔

نقش (کراچی) ۔ اردو ادب کا ڈائیجسٹ ہے جس میں پاک و ہند کے رسالوں کا نچوڑ ہوتا ہے۔ تازہ ترین شمارہ میں غلام عباس کی کہانی ”بہروپیا“ خوب ہے۔ ”چوری اور ہیرا پھیری“، ایک نفسیاتی کہانی ہے اور باوجود طوالت کے انتہائی دلچسپ ہے۔

پگڈنڈی (امرتسر) ۔ جون میں اولین جگہ پروفیسر گلونت سنگھ ممتاز کے مہا نارائن اوپنشد کے ترجمہ کو دی گئی ہے۔ اس میں کافی حدتک توحید کا پرچار موجود ہے۔ محمد انصاراللہ نظر نے غلام حسین مظلوم کی شاعری سے بحث کی ہے۔ ہربنس لال نارنگ نے ”شراب اور شاعر“، کے عنوان سے بہت سے شعر جمع کردئے ہیں جن میں شراب کا ذکر ہے۔ ”ایک کہانی دو موڑ“، خاصی دلچسپ ہے۔

جامعہ (نیو دہلی) ۔ مئی کے شمارہ میں پروفیسر محمد مجیب نے نہرو پر تاثرات سے ڈوبا ہوا مضمون لکھا ہے۔ ”ہندوستانی مسلمان آئینۂ ایام میں“، نام ہے ایک کتاب کا جو ڈاکٹر عابد حسین نے لکھی ہے۔ اس کا مقدمہ اس پرچہ میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوگی۔ مقدمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کافی فکر انگیز ہوگی۔ ”آزاد ہندوستان میں عربی اور فارسی کا مطالعہ“، معلوماتی مضمون ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ کہاں کہاں اس سلسلہ میں تحقیقاتی کام ہوا ہے۔

اردو نامہ (کراچی) ۔ یہ سولہواں شمارہ ہے اور اپریل تا جون ۱۹۶۳ء پر حاوی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کا مضمون ”اردو کی آوازیں“ قابل مطالعہ ہے۔ قدرت نقوی نے لفظ صوفی کی تحقیقات پر ایک مقالہ لکھا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ صوفی کی معرفت اور علم کا تعلق یونانی فلسفہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے عقائد اسلام سے منسوب ہیں۔ ”احسن اللہ خان بیان“، کے حالات اور شاعری قابل مطالعہ ہے۔ اس شمارہ میں مولوی محمد اسمعیل میرٹھی جن کی صویر سر ورق پر دی گئی ہے، کی کتاب ”کلیات اردو“ کے چند مضامین نقل کئے گئے ہیں جو اپنی سادگی کے لئے ”درسی کتابوں کے مصنفین کے لئے مثال کا کام دینگے۔“ ”کلام آرزو“، میں خلیق انجم نے آرزو کا کچھ کلام فراہم کیا ہے اور دوستوں سے درخواست کی ہے کہ وہ مزید کلام جمع کرنے میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔

مشرق (کراچی) ۔ مئی کے پرچہ میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اقبال اور برگساں کا مقابلہ کیا ہے۔ مضمون قابل مطالعہ ہے۔ پروفیسر خاطر غزنوی نے ایک مضمون میں اقبال کے ”عشق“، کی تفسیر دلچسپ انداز میں پیش کی ہے۔ پروفیسر اختر حسین کا مضمون ”اقبال کا تصور ملت“، پسندیدہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ اقبال جس ملت کو پیدا کرنا چاہتے تھے اس کی اساس مذہب پر رکھی گئی ہے۔ نور بانو محجوب کا افسانہ ”یہ بھی ہوتا ہے“، پڑھنے کے لائق ہے۔ آغا آفتاب قزلباش نے ایک پرانے مشاعرے کی چند غزلیں اپنے مضمون میں پیش کی ہیں۔

”اقبال اور بچے“، بھی پڑھنے کے لائق ہے۔

رہنمائے تعلیم (دہلی) ۔ رتن پنڈوروی نے حضرت جوش ملسیانی کی شعر گوئی سے بحث کی

ہے ۔ اور ان کی شاعری کے نمونے بھی دئے ہیں۔ سوڈھی روشن لال نے ”آزاد ہندوستان میں استاد کی پوزیشن“ سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح سے اسے پھر اس کی جائز جگہ پر فائز کیا جاسکتا ہے ۔ طلبا کے مدھار کے متعلق اور بھی چند مضمون اس نمبر میں پڑھنے کے قابل ہیں ۔

جام نو (کراچی) پروفیسر اظہر قادری نے جون کے شمارہ میں ”مشرق پاکستان میں اُردو“ پر مضمون کی دوسری قسط شائع کی ہے جس میں ادبی انجمنوں کا اور اُردو کے ادیبوں کا خاص طور پر ذکر درج ہے ۔ ایک مضمون میں ڈاکٹر عندلیب شادانی کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے ۔ ”مسکراہٹ — ایک جادو“ پڑھنے کی چیز ہے اس لئے کہ ایک بڑی حدتک مسکراہٹ ہماری کامیابی کا زینہ ہے ۔ ”کلی اور جنگل“ دلچسپ کہانی ہے ۔ اس شمارہ میں چند اور افسانے بھی پڑھنے کے قابل ہیں۔

سب رس (حیدرآباد دکن) ۔ مئی کے شمارہ کی ابتدا میں یوم محمد قلی قطب شاہ (۱۹۶۳) کے موقع پر پروفیسر سید علی اکبر کی خیر مقدمی تقریر دی گئی ہے ۔ اس کے بعد یوم محمد قلی قطب شاہ کی رپورٹ ہے ۔ تاثرات میں مختلف اکابر کی رائیں درج کی گئی ہیں جو انہوں نے ”ایوان اُردو“ دیکھ کر تحریر فرمائیں ۔ اس شمارہ میں ادارہ کے بارے میں بہت سی معلومات اکھٹا کی گئی ہے ۔

العلم (کراچی) ۔ پہلی سہ ماہی کے شمارہ میں ”دریائے نیل“ کی پانچویں قسط دی گئی ہے ۔ اس میں مختلف حدبوں کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ کن حالات میں نہر سوئیز کی تعمیر کا ٹھیکہ دیا گیا تھا ۔ یہ قسط اسمعیل پاشا پر ختم ہوتی ہے ۔ ”سلطان الہند غریب نواز“ والا مضمون بھی دلچسپی سے مملو ہے ”پانی پت کا خونی انقلاب ۱۹۴۷ء اور مولوی لقاء اللہ عثمانی“ بہت سے نا قابل فراموش واقعات پر مشتمل ہے۔ لکھنے والے ہیں مولانا سید محمد میاں ۔ ”اسپین مسلمانوں کے عہد حکومت میں (دارالسلطنت قرطبہ)“ ترجمہ ہے ایڈون ہال کی مشہور کتاب ”الاندلس“ کے ایک باب کا ۔ اس کے پڑھنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرطبہ اپنی شان و شوکت کے زمانہ میں کس پایہ کا شہر ہوگا ۔ مصطفیٰ علی بریلوی نے اپنے مضمون میں غلام قادر روہیلہ کی شخصیت کے وہ خدو خال دکھائے ہیں جو عوام کی نظروں سے پوشیدہ تھے ۔ مضمون معلوماتی ہونے کے علاوہ بیحد دلچسپ ہے ۔ جلیل قدوائی نے جگر کے غیر مطبوعہ کلام کی ساتویں قسط شائع کی ہے۔

ہم قلم (کراچی)۔ جون کے شمارہ کے ابتدائی ۳۰ صفحات گلڈ کی سرگرمیوں کے لئے وقف ہیں۔ ہٹلر کی وصیت (Testament of Adolf Hitler) کے دو بابوں کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ باب کافی دلچسپ ہیں۔ موسولینی کے بارے میں ہٹلر کے خیالات مبنی بر صداقت ہیں۔ ''سزا،، ایک دلچسپ نفسیاتی کہانی ہے۔

الشجاع (کراچی)۔ جون کے پرچہ کا ٹائٹل پیج شیخ عبداللہ کی تصویر سے مزین ہے۔ اندر ایک تفصیلی مضمون میں شیخ موصوف کے خیالات کی تشریح کی گئی ہے۔ ''سلاٹر ہاؤس'' اچھی کہانی ہے۔ ''بدام رنگو،، جس کے لکھنے والے بلونت سنگھ ہیں ، ایک دلچسپ افسانہ ہے۔

خاتون پاکستان (کراچی)۔ جون کے شمارہ میں زیادہ تر کشمیر کے بارے میں مضامین ہیں۔ شفیق بریلوی نے ایک مضمون میں گھر بیٹھے کشمیر کی سیر کرا دی ہے۔ اس طرح ڈاکٹر ضیا عباس ہاشمی نے شہاب کے روز نامہ کے چند رنگین اوراق پیش کئے ہیں جو باوجود طوالت کے خاصے دلچسپ ہیں۔ اس نمبر میں کشمیر پر چند نظمیں بھی ہیں۔

نگار پاکستان (کراچی)۔ جولائی کے شمارہ میں نیاز نمبر پر سید علی اکبر کاظمی کا تبصرہ پڑھنے کی چیز ہے۔ قلق میرٹھی کی شاعری پر سید فاروق کا مضمون کافی شگفتہ ہے۔ عہد مغلیہ کے سکوں پر نیاز فتح پوری کا مضمون معلوماتی ہے۔ ''فراق کی شاعری،، پر خود فراق کا مضمون لائق مطالعہ ہے۔ اس کے پڑھنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ انگریزی شاعری سے کس درجہ متاثر ہوئے۔ ''تاریخ اٹلی کا ایک حیرتناک واقعہ،، (از نیاز) فی الحقیقت حیرتناک ہے۔ ''نوادر غالب،، بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ سروش نے ایک مضمون میں نیاز کو ''عہد حاضر کا ایک مفکر اعظم،، قرار دیا ہے۔

خبریں

کتابوں کا میلہ

واشنگٹن۔ امریکہ بھر میں رنگ برنگ کے جھنڈوں کے ساتھ کتابوں کا ہفتہ منایا گیا۔ اس موقع پر اخبارات نے خصوصی نمبر شائع کئے۔ یہ کتابوں کا میلہ بچوں اور نوجوانوں کے لئے تھا۔ اس موقع کے لئے پبلشروں نے کتابیں مفت بہم پہنچائی تھیں۔

حکومت کی ادب نوازی

کراچی۔ ۱۰ جون۔ پاکستان رائٹرز گلڈ نے آج ایک خصوصی اجلاس میں ادیبوں اور فنکاروں کے پسماندگان کے لئے دو لاکھ روپے مختص کرنے پر مرکزی حکومت کا شکریہ ادا کیا ہے۔ صوبائی حکومتوں سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ وہ بھی اپنے بجٹ میں اس مدد کے لئے روپیہ منظور کریں۔

اندھوں کے لئے کتابیں

بارسیلونا کے بریل پریس نے ۱۹۶۳ میں اندھوں کے لئے ۲۰ ہزار کتابیں شائع کی ہیں

یہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ کام تقریباً تمام کا تمام اندھوں نے انجام دیا ہے۔ (یونیسکو فیچر)

ایاز کے مجموعہ کلام پر پابندی

کراچی۔ ۶ جون۔ ممتاز سندھی ادیبوں اور ثقافتی انجمنوں نے شیخ ایاز کے مجموعہ کلام پر پابندی عائد کرنے پر شدید احتجاج کیا ہے اور مغربی حکومت پر زور پاکستان کی دیا ہے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔

ڈینٹے کی سالگرہ

روما۔ ۲۳ جون۔ حکومت اٹلی کی زیر سرپرستی ڈینٹے کی ۷۰۰ ویں سالگرہ دھوم دھام سے منانے کے انتظامات کئے جارہے ہیں۔ ڈینٹے سے متعلق تمام آثار قدیمہ کے بھی حفاظتی انتظامات کئے جائینگے۔

کانپور کے مجاہدین آزادی

کانپور کی جنگ آزادی کے مجاہدین کے سوانح مرتب کرنے والی کمیٹی نے اب تک ۱۸۷۲ مجاہدین کے سوانح مرتب کرلئے ہیں۔ ان میں ۵۰ عورتیں بھی ہیں۔ جنگ آزادی میں حصہ لینے والی عورتوں کی زیادہ تعداد قصبات کی رہنے والی ہے۔ یہ سوانح سرکاری طور پر شائع ہونے والی کتاب میں شامل کئے جائینگے۔ (ہماری زبان)

"اردو مثنویاں" پر غالب پرائز

اتر دیش کی حکومت نے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی کتاب "ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں" کو حالیہ اردو کتابوں میں بہترین قرار دیتے ہوئے ڈیڑھ ہزار روپے کا "غالب پرائز" دینے کا اعلان کیا ہے۔ اس کتاب میں اردو مثنویوں کی ہندوستانی بنیاد کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان مثنویوں سے مفصل بحث کی گئی ہے جنکے قصے ہندوستان کی عوامی اور تاریخی روایتوں سے لئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ آجکل امریکہ کی وس کان سن یونیورسٹی میں اردو کے وزٹنگ پروفیسر ہیں۔

جشن "نقوش"

لاہور۔ ۱۰ جون۔ جشن "نقوش" کی تقریب میں صدر ایوب نے اپنے پیغام میں کہا ہے کہ پاکستان کے ادیبوں اور فنکاروں سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں اس لئے کہ فنکار قوم کے معمار ہوتے ہیں۔ اس تقریب کا اہتمام انجمن جرائد نے کیا تھا۔ صدارت محمد یامین وٹو (صوبائی وزیر تعلیم) نے کی۔ انہوں نے کہا کہ ادیب اور مفکر قوم کی متاع عزیز ہیں اور ملک ان کے کارناموں پر فخر کرسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معیاری جرائد شخصیت اور کردار کی تعمیر میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ "نقوش" کا یہ ۱۰۰ واں شمارہ آپ بیتی نمبر ہے۔

ہندوستانی سائنس دان کو انعام

جگجیت سنگھ کو ۱۹۶۳ کے کالنگا انعام برائے سائنس کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ جگجیت سنگھ وزارت ریلوے میں ریسرچ کے مشیر ہیں۔ انعام کی رقم ایک ہزار پونڈ ہے۔ (یونسیکو فیچر)

بیروت کے صحافیوں کے تاثرات

"ہندوستان میں مسلم بادشاہوں کے طویل دور حکومت نے ہندوستان کو اسلامی آرٹ کا ایک زبردست ذخیرہ بخشا ہے جو آج بھی عربی طرز کی بلند عمارتوں اور قلعوں کی شکل میں موجود ہے۔ قطب مینار جو دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے، ہندوستان میں شاید اسلامی طرز کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے۔ . . . آگرہ کا تاج محل ہمارے تخیلات سے کہیں زیادہ حسین اور خوبصورت نکلا"۔ (الہدف)

شیکسپیئر کا چار سو سالہ جشن

۲۳ اپریل کو انگلستان کے مشہور شاعر ولیم شیکسپیئر کی پیدائش کا ۴۰۰ سالہ جشن منایا گیا اور اسی دن ان کے پیدائشی قصبہ اسٹریٹفورڈ۔ آون۔ ایون میں ایک نئے شیکسپیئر سینٹر کا افتتاح کیا گیا۔ ہر سال کوئی ڈھائی لاکھ افراد شیکسپیئر کا آبائی قصبہ دیکھنے آتے ہیں۔ (یونیسکو فیچر)

قرآن کی محفوظیت

("صدق جدید" کی اشاعت مورخہ ۵ جون میں قرآن کی محفوظیت کے بارے میں ایک فکر انگیز نوٹ شائع ہوا ہے۔ اسے تمام و کمال نقل کیا جاتا ہے اس امید میں کہ جو حضرات ابھی تک یہ "عقیدہ" رکھتے ہیں کہ کچھ سورتیں یا آیات ایسی تھیں جو حضرت علی کی شان میں تھیں مگر موجودہ مصحف میں موجود نہیں ہیں وہ اس سے ہدایت پائینگے۔ وہ نوٹ حسب ذیل ہے: مدیر)

عجم کے امامیہ فاضلوں میں شیخ محمد حسین کاشف الغطا ماضی قریب میں گذرے ہیں۔ ان کی ایک مستند عربی کتاب کا ترجمہ اصل و اصول شیعہ (مطبوعہ لاہور) حال ہی میں نظر سے گزرا۔ کتاب عقائد شیعہ و امور ارکان امامیہ پر ہے۔ قرآن مجید سے متعلق ہے:

"وہ کتاب جو اس وقت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، وہی ہدایت نامہ ہے جو پروردگار عالم نے معجزہ بنا کر نازل کیا اور اس کے ذریعہ احکام دین کی تعلیم دی۔ نہ اس میں کمی ہوئی نہ زیادتی۔ مسلمانوں میں جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ خطا پر ہیں کیونکہ اس اعتقاد سے نص کتاب نحن انزلنا الذکر و انا له لحافظون کی تردید ہوتی ہے۔ تمام علما کا اس پر اجماع ہے۔ اور اگر اس کے خلاف کوئی روایت ملے بھی تو غیر معتبر ہوگی۔" (صفحہ ۷)

قرآن مجید کی محفوظیت دنیا کے غیر مسلم عالموں فاضلوں کو بھی مسلم تھی۔ اب تک غلط یا صحیح فرقۂ امامیہ سے اس حقیقت کا انکار کیا جارہا تھا۔ الحمدللہ کہ ایک مستند بیان ایک شیعی فاضل کی طرف سے اس کی تردید اور جمہور امت کی طرح سالمیت و محفوظیت قرآن کی توثیق میں آگیا، اور منکرین اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ فلاں فرقہ خود مسلمانوں کے اندر تحریف قرآن کا مدعی ہے۔

"سخن در سخن"

حضرت سیماب اکبر آبادی کے صاحبزادے اعجاز صدیقی (مدیر شاعر) کا مجموعۂ کلام "سخن در سخن" کے نام سے مرتب کیا جا رہا ہے۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء تک اس کی اشاعت کی توقع ہے۔

بیرم خان کی نظمیں

اکبر کے اتالیق بیرم خان کی نظموں کا ایک مجموعہ حال ہی میں روس کی وسط ایشیائی جمہوریت ترکمانیہ میں ملا ہے۔ اس میں کوئی ایک ہزار شعر ہیں جو ترکمانی اور فارسی زبان میں ہیں۔ (ہماری زبان)

"اردو ہندوستانی زبان ہے"

کانپور - ۱۳ اپریل - اقبال لائبریری کی سلور جوبلی کی تقریب کے موقع پر ہندوستان کے وزیر تعلیمات محمد علی چھاگلا نے اقبال کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کا پیغام عالم انسانیت کے لئے اخوت اور خودی کا پیغام ہے۔ اردو کے متعلق کہا کہ "یہ ایک ہندوستانی زبان ہے اور یہ ملک کے ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کی مشترکہ زبان ہے - یہ سرزمین ہند ہی میں پروان چڑھی اور بہت سے ہندوؤں نے اس میں عظیم اور نادر تحقیقات پیش کیں۔"

رشید رام پوری کا انتقال

حضرت رشید طویل علالت کے بعد ۱۸ اپریل ۱۹۶۳ء کو انتقال فرما گئے - مرحوم "خیابان مسرت" کے نام سے داغ کی سوانح عمری کے مولف ہیں۔

بائبل پر شیکسپیئر کے دستخط

لندن - مئی - یہاں ایک بائبل دستیاب ہوئی ہے جو ۱۵۹۰ء میں چھپی تھی - اسپر شیکسپیئر کے دستخط ہیں - یہ ایک کباڑیے کی دکان سے ملی ہے۔

کیا سرسید مغربی استعمار کے ایجنٹ تھے؟

شیخ نذیر حسین نے "صدق جدید" میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر محمد البہی (حال وزیر اوقاف مصر) نے "فکرالاسلامی الحدیث" کے نام سے عربی میں ایک کتاب لکھی ہے جسمیں "سرسید کو مغربی استعمار کا ایجنٹ، انگریزوں کا غلام بے دام اور منحرف قرآن ثابت کیا ہے اور سارے زمانے کی جملہ برائیاں ان کے سر تھوپی ہیں۔" (کیا کوئی پاکستانی فاضل اسکی تردید میں قلم اٹھائے گا؟)

بہترین مضامین پر عطیہ

حاجی وارث علی شاہ ٹرسٹ (دیوہ شریف) نے عنوانات تجویز کئے ہیں۔ اور ان پر تحقیقی مقالے لکھنے کی دعوت عام دی ہے - دونوں موضوعات پر بہترین مضامین پر ڈھائی ڈھائی سو کے نقد انعامات دئے جائینگے - مضامین بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۰ ستمبر ہے۔ موضوعات یہ ہیں :-

۱ - حضرت حاجی وارث علی شاہ کی حیات پاک اور ارشادات۔

۲ - دیوہ شریف کی روحانی اور علمی تاریخ -

مضامین رضی احمد صاحب آنریری منیجر حاجی وارث علی شاہ مسرلیم ٹرسٹ دیوہ شریف بارہ بنکی، انڈیا کے نام بھیجے جائیں۔

(ہماری زبان)

اجلاس کی صدارت ڈاکٹر احمد محی الدین نے کی اس کے معتمد میجر آفتاب حسن تھے۔ حمد عسکری نے کہا کہ سائنس کی برکتیں ہمارے معاشرہ میں قومی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنائے بغیر عام نہیں ہوسکتیں۔،،

شعبۂ تدریس طلبائے غیر ملکی کے اجلاس کی صدارت ابواللیث صدیقی نے کی۔ اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں آردو کے دو غیر ملکی عالموں نے آردو میں اپنے مقالے پڑھے۔ ڈاکٹر سالیار نو نے کہا کہ ''میں نے جتنی بھی آردو سیکھی ہے کتابوں کی مدد سے سیکھی ہے۔ مجھے پاکستان میں آردو بولنے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ جس شخص سے بھی میں نے آردو میں بات چیت کی اس نے انگریزی میں جواب دیا،،

یوگوسلاویہ کے سفارت خانہ کے چانسلر ووکاشین کرسما نوویچ نے کہا کہ ''ہمارے ملک کی زبان میں آردو کے بہت سے الفاظ رائج ہیں۔ امام، حکیم، پہلو، حافظ، قورمہ، شوربہ، حلوہ، قہوہ، شربت وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یوگوسلاویہ میں ۱۴ فیصدی مسلمان ہیں۔ ،،

ثانوی زبان کی تدریس پر ڈاکٹر صدیقی نے خطبۂ صدارت پڑھا۔ ۲۰ جون کی شام کو جو دو اجلاس ہوئے۔ وہ جامعۂ کراچی کی سماعت گاہ فنون میں منعقد ہوئے۔ ڈاکٹر شادانی نے صدارت کی۔ اس میں کئی ایک خطبے پڑھے گئے۔

شعبۂ ذریعۂ تعلیم کے اجلاس کی صدارت ڈاکٹر عبد اللہ نے فرمائی۔ اس کے معتمد وقار عظیم تھے۔ ڈاکٹر عبد اللہ نے کہا کہ ''اب یہ بات بحث سے بلند تر ہوچکی ہے کہ آردو کو ذریعۂ تعلیم بنایا جائے۔،، بیگم شایستہ اکرام اللہ نے اعلیٰ تعلیم کے معیار کی پستی کا ذکر کیا۔

۲۱ جون کو چند تجاویز منظور کی گئیں۔ کانفرنس نے صلاح الدین احمد، حامد حسن قادری، محمد شفیع، ڈاکٹر محی الدین زور کی وفات پر الگ الگ قرار دادیں منظور کیں۔ اسی طرح ایک اور قرار داد میں ڈاکٹر نصیر الدین، سعید انصاری، شاد عارفی، شوکت تھانوی، ادیب سہارنپوری، ظفر حیدرآبادی، ظریف جبل پوری، صابر دھلوی، طاھرہ کشفی اور احمد اسحاق کی وفات اظہار غم کیا گیا۔

اس کے بعد آردو کی ترقی کے لئے مختلف تجاویز منظور ہوئیں جو اخبارات میں شائع ہوچکی ہیں۔

(ملخص از مضمون مرتبہ پروفیسر ابوالخیر کشفی)

خریداروں سے درخواست:

برائے مہربانی چندہ جلد روانہ کیجئے

پرنٹرو پبلشر: ضیاء الدین احمد برنی بی۔اے۔ ۔۔۔ گیدومل لیکھراج روڈ، کراچی - ۱
مطبوعہ نشاط پریس
آرام باغ روڈ، کراچی

کلیات آتش

خواجہ حیدر علی آتش دبستان لکھنؤ کا وہ شاعر ہے جس نے مشکل پسندی اور لفاظی کے ماحول میں سہل ممتنع کے نمونے دکھائے اور الفاظ کے پرشکوہ اور ماہرانہ استعمال کے ساتھ ساتھ گرمی کلام اور سوز و ساز کی وہ نظیریں پیش کیں کہ شیخ ناسخ کا استادانہ فن ماند پڑ گیا ۔ بالفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آتش نہ ہوتا تو لکھنؤ کی غزل کا پلہ بہت سبک ہو جاتا ۔

کلیات آتش مضمون آفرینی اور سادہ طرز بیان کا ایک معجزہ ہے جس کو ایک بسیط مقدمہ اور نئی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ۔

قیمت مجلد ۱۲.۵۰ روپے   لائبریری ایڈیشن ۸.۵۰ روپے

نیم روز

تابش دہلوی عصر حاضر کے ان شاعروں میں ہیں جنہوں نے ادیبانہ ماحول میں آنکھ کھولی اور جو شعر و سخن کی فضا میں پروان چڑھے ۔ وہ نہ صرف میر و مرزا کی دلی میں پیدا ہوئے بلکہ شعر فہمی اور سخن گوئی انہیں ورثہ میں بھی ملی ۔

غیر منقسم ہندوستان سے لیکر پاکستان تک کی بزم ہائے مشاعرہ اور بساط ارض سے لیکر فضائے آسمانی تک ان کی نغموں سے ناآشنا نہیں اور ان کے بعض شعر نو ان کی زندگی ہی میں زبان زد ہو چکے ہیں ۔ اشعار کا یہ مجموعہ پوری آب و تاب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اور اس کا نام ''نیم روز'' رکھا گیا ہے ۔ ایک نظر دیکھنے کے بعد آپ بھی اس نام کو موزوں بتانے پر مجبور ہو جائیں گے ۔

قیمت مجلد ٦ روپے

چند شخصیتیں ۔ چند تاثرات

ڈاکٹر محی الدین قادری زور دور حاضرہ کے تنقید نگاروں میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور اب تو ان کا نام عظمت و بزرگی کے ساتھ ساتھ پیش روؤں میں شامل ہو چکا ہے ۔

اردو ادب ڈاکٹر زور کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا ۔ انہوں نے تاریخ و تنقید سے ہٹ کر بھی بعض شعبہ ہائے ادب پر قلم اٹھایا ہے اور زندگی کے مختلف ادوار میں بعض ادیبوں اور شاعروں کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے ۔

پروفیسر معین الدین انصاری نے ان تاثرات کو یکجا کر کے ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے اور ناشرین نے اس کتاب کو متعدد تصویروں کے ساتھ اردو ٹائپ میں کارٹریج پیپر پر شائع کیا ہے ۔

یہ کتاب نہ صرف ڈاکٹر زور کی کاوش قلم کا اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ ناشرین کے معیار طباعت کی ایک نظیر بھی ہے ۔

اسلامی تقاریب

قید مکان و زمان سے ہٹ کر مسلمانوں کی عالم گیر تقریبوں پر مشاہیر اہل قلم کی تحریریں ، جن میں ان تقاریب کی اہمیت و افادیت کا بنگاہ غائر جائزہ لیا گیا ہے ۔

یہ تقریبیں بلاشبہ ہماری تہذیبی اقدار اور تمدنی سطوت و شوکت کی علم بردار ہیں ، لیکن حقیقتاً ان سے مکارم اخلاق اور ارتقاء قومی کو کتنا ربط ہے ؟ یہ آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد ، ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے بزرگوں کا قلم بتائے گا ۔

پروفیسر غلام دستگیر رشید نے ان مضامین کو ترتیب دے کر اردو ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے ۔

قیمت مجلد ۲-۹ روپے   لائبریری ایڈیشن [illegible] روپے

اردو اکیڈمی سندھ ۔ ۱۱۲ بہادر شاہ مارکیٹ ۔ کراچی

Regd. No. S—1975

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر اعزازی (رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان) فی پرچہ
ضیاء الدین احمد برنی سالانہ چندہ دو روپے صرف ۱۹ پیسے
جلد ۸ ۹ ستمبر ۱۹۶۴ع شمارہ ۹

مندرجات

یاد رفتگاں

(۱) سید ہاشمی فرید آبادی

تعلیم سید ہاشمی نے علیگڈہ میں پائی۔ ان کی طالب علمی کے زمانہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کے خلاف ایک زوردار نظم لکھی۔ جس کی تان اس مشہور فارسی شعر پر ٹوٹتی تھی:

''اگر قحط الرجال افتد بہ سہ کس انس کم گیری
اول افغان، دوم کنبوہ، سوم بدذات کشمیری''

اردو کی طویل نظم اسی قافیہ میں لکھی گئی تھی۔ وہ اسے پوسٹر کی شکل میں چھپوانا چاہتے تھے تا کہ دہلی اور دوسرے شہروں میں وہ مشتہر ہو۔ مگر وہ نہیں چاہتے تھے کہ پوسٹر میں پریس کا نام آئے۔ مجھ سے ملنے کی غرض و غایت یہی تھی کہ میں بتاؤں کہ یہ کام کس طرح سے انجام پاسکتا ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ پریس کا نام اسقدر نیچے لکھوائیے کہ چھپنے کے بعد پریس کے نام والی پٹی صاف اتارلی جائے۔ یہ پوسٹر دہلی کی دیواروں پر بغیر پریس کے نام کے چسپاں ہوا اور کوئی پتہ نہ لگا سکا کہ اسکی طباعت کہاں ہوئی۔

جنگ بلقان میں علیگڈہ کالج کے طلبا نے ترکوں کی ہمدردی میں جس غیر معمولی ایثار و قربانی کا ثبوت دیا وہ بین الملی تاریخ میں سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ طلبا کے جذبۂ ہمدردی کو ابھارنے میں ہاشمی کا بڑا ہاتھ تھا۔ انہوں نے اپنی شاعری سے ان کے دلوں کو گرمادیا تھا، جس کا اثر یہ ہوا کہ خود گورنر یو۔ پی بھاگم بھاگ وہاں آیا اور طلبا کے جذبات کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے اس نے ترکوں کی بہادری اور شرافت نفس کی تعریف کی اور طلبا کو مائل کیا کہ وہ گوشت کھانا از سر نو شروع کردیں جسے وہ ترکوں کی ہمدردی میں بالکل چھوڑ چکے تھے۔ اس زمانے میں اُن کی ایک طویل نظم بیحد مقبول ہوئی تھی جس کا ایک شعر مجھے یاد رہ گیا ہے۔ وھو ھذا:

وہ بھی کیا مرنا کہ خود فطرت تجھے دیدے جواب!
لطف مرنے کا اگر چاہے تو چل بلقان چل!

اس واقعہ سے مجھے یہ دکھانا مقصود ہے کہ وہ شروع ہی سے جی دار اور محب اسلام واقع ہوئے تھے۔

ہاشمی علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑی سے بڑی محفل میں انہیں بار تھا۔ ایک مرتبہ ۱۹۱۳ء میں مولانا محمد علی نے انہیں مامور کیا کہ وہ حیدر آباد جائیں اور مولوی عبدالحق کو ''ہمدرد'' کی ایڈیٹری کے لئے آمادہ کریں۔ مگر سر اکبر حیدری نے انہیں حیدر آباد ہی میں روک لیا۔ ہاشمی کا بھی ارادہ تھا کہ وہ ''ہمدرد'' سے وابستہ ہوجائیں مگر بعض وجوہ سے وہ صحافت میں داخل نہ ہوسکے۔

ھاشمی کی ساری عمر اردو کی خدمت میں صرف ہوئی۔ وہ سب سے پہلے دار الترجمہ سے وابستہ ہوئے، پھر مولوی عبدالحق کی درخواست پر انجمن ترقی اردو سے منسلک ہوگئے۔ یہ تعلق آخر وقت تک رہا۔ مرنے سے پہلے انہوں نے لاہور سے ''تہذیب الاخلاق'' جاری کیا تھا جسکے صرف چند نمبر شائع ہوسکے اسکے بعد وہ ناقدری کی وجہ سے بند ہوگیا۔

مرحوم ان چند خوش نصیب ادیبوں میں سے ہیں جنکی عمر آرام و آسایش میں گذری۔ مگر اس میں ان کی ذاتی محنت کو بھی بہت کچھ دخل تھا۔ وہ تمام عمر طالب علم رہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ھاشمی نے اردو کے دامن کو طرح طرح کے پھولوں سے بھر دیا۔ ان کی خوشبوئیں اسوقت تک مہکتی رہینگی جب تک اردو کے بولنے والے موجود ہیں۔ ان کی موت ادب اور ملک کےلئے نقصان عظیم ہے۔

مرحوم نے ۷۴ برس کی عمر پائی اور ۱۹ جولائی کو لاھور میں انتقال کیا۔ خدائے برتر مرحوم کی روح کو بہشت بریں میں جگہ دے!
(ض۔ا ب)

(۲) مولانا زاھد القادری

اپنے دور میں زاھد القادری نے اخباری دنیا میں وہ شہرت پائی کہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوئی ہوگی۔ ساری عمر وہ مذھب کی اور اردو کی خدمت کرتے رہے۔ انہوں نے متعدد اخبار نکالے یا متعدد اخبارات کے ساتھ وابستہ رہے۔ ان کی تحریر میں شگفتگی ہوتی تھی۔ انہوں نے پڑھنے والوں کا ایک حلقہ قائم کرلیا تھا جو ان کی تحریروں کا عاشق تھا۔

ان کی زندگی کا بہت بڑا حصہ بمبئی میں گذرا ہے۔ مرنے سے چند دن پہلے میں نے ان سے مذاقاً پوچھا تھا کہ بمبئی کی حسین زندگی یاد ہے؟ معنی خیز ہنسی ہنسکر چپ ہو رہے۔

مولانا محمد علی کی ذات سے انہیں بڑی عقیدت تھی۔ وہ ہر جمعہ کو ان کی تقریر سننے کے لئے جامع مسجد پہنچتے تھے۔ وہ تقریباً . سال تک ''دین و دنیا'' (دھلی) سے بھی وابستہ رہے تھے۔

باعتبار طبیعت وہ بہت ہنس مکھ تھے۔ آلام و افکار سے کبھی نہیں گھبرائے۔ ہمیشہ خدا پر بھروسہ رکھا۔ بہت متوکل بزرگ تھے۔

خدا مرحوم کی روح کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے! (ض۔ا۔ب)

تبصرے



نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے ۔

تحقیق سید و سادات

مولف : محمود احمد عباسی ۔
ناشر : مکتبۂ محمود، ۲۶ بی ایریا، لیاقت آباد، کراچی ۔
سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ ۔ صفحات ۳۴۹ ۔ مجلد ۔
قیمت : آٹھ روپے ۔

اس کتاب میں سید و سادات کی تحقیق کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ابتدائی صدیوں میں یہ الفاظ سردار کے مفہوم میں استعمال کئے جاتے تھے، مگر ہندوستان میں ہندوؤں کے میل جول کی وجہ سے یہ ذات کے معنی میں استعمال ہونے لگے جو سراسر غیر اسلامی چیز ہے اسلئے کہ اسلام کے بنیادی معتقدات توحید اور وحدت مساوات انسانی کی تعلیمات کی برکت سے قبائلی عصبیت، نسلی برتری اور تفاخر نسب کے جذبات بالکل جاتے رہے تھے ۔ یہ تھا انقلاب عظیم جو اسلام کی بدولت عرب میں اور باقی دنیا میں رونما ہوا ۔ بقول اقبال نبوت محمدیہ کی غایت یہ ہے کہ ۔

''بنی نوع انسان کو باوجود شعوب و قبائل اور الوان و السنہ کے اختلافات کے تسلیم کرلینے کے انہیں تمام آلود گیوں سے منزہ کیا جائے جو زماں، مکاں، قوم، نسل، نسب و ملک وغیرہ کے ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں۔''

اس سلسلہ میں فاضل مولف نے بتایا ہے کہ باوجود رسول مقبول ص کے اس صریح ارشاد کے کہ ''خبردار، میرے بعد تم کافروں کا سا عمل نہ کرنے لگنا'' اور ''ایک دوسرے کا گلا نہ کاٹنے لگنا'' آنحضرت ص کی رحلت سے ۲۵-۳۰ برس کے اندر ہی خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں جن میں تقریباً ۸۰ ہزار مسلمانوں کی جانیں گئیں اور یہ تعداد بکر و تغلب کی ۴۰ سالہ لڑائی کے مقتولین کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے ۔ رسول خدا ص نے سب کو ایک قبیلہ میں متحد و مربوط کردیا تھا مگر ''پشتینی مخالفتوں کی دبی چنگاریاں بھڑک اٹھیں'' اور قوتیں ایک دوسرے سے متصادم ہوگئیں۔

ماتم حسین (رض) کے موضوع سے بحث کرتے ہوئے انہوں نے بتایا ہے کہ معزالدولہ بن بویہ نے ۳۵۲ھ میں سب سے پہلے کربلا کی یادگار کےطور پر محرم کی دسویں تاریخ مقرر کی ۔ اس ضمن میں فاضل مولف نے مختلف مصنفین کی ایسی روایتوں پر تنقید کی ہے جن کا تعلق سانحۂ کربلا سے ہے۔

فاضل مولف نے خروج مہدی وغیرہ کی روایات کو مہمل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سب سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے

سلسله میں پھیلائی گئی تھیں۔ اس سلسله میں انہوں نے جمعه کے خطبه کی غرض و غایت پرروشنی ڈالی ہے اور حضرت ابوبکر رض کا ایک خطبه نقل کرکے بتایا ہے که آج کل کے خطبوں میں جو باتیں اضافه کردی گئی ہیں وہ بدعت کے ذیل میں آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی پرانی تجویز کو پھر دھرایا ہے که خطبه اس زبان میں ہونا چاہئے جسے سامعین سمجھیں اور اس میں واقعات حاضرہ سے بحث ہونی چاہئے۔ فاضل مولف مطبوعه خطبوں کے خلاف ہیں اسلئے که وہ بالکل بے روح ہوتے ہیں۔

فاضل محقق نے جا بجا اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کی ہیں اور مسلمانوں پر زور دیا ہے که وہ ان پر گامزن رہیں۔

اس کتاب میں بیشمار مضمون زیر بحث آگئے ہیں ۔ کتاب کیا ہے معلومات کا گنجینه ہے اور اپنی نوعیت میں منفرد۔

کتاب کئی لحاظ سے فکر انگیز ہے۔ انہوں نے غلط عقائد اور رسوم پر سے پردے اٹھادئے ہیں اور واقعات کو اصل شکل میں پیش کیا ہے۔ (ض۔ا۔ب)

حیدرآباد کا عروج و زوال

مولف: بدر شکیب۔ بی، اے۔ ایل ایل بی۔
ناشر: عثمانیه اکیڈیمی۔ ۳۱۹/۱، پیر الٰہی بخش کالونی۔ کراچی ۵۔
سائز: اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۳۲۶۔ مجلد۔
قیمت: دس روپے۔

سقوط حیدر آباد پر اردو میں اب تک صرف چند کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ حال میں میر لائق علی کی ایک ضخیم کتاب انگریزی میں نکلی ہے۔ لیکن یه موضوع ایسا ہے که اسپر جتنا کچھ بھی لکھا جائے، کم ہے۔

زیر بحث کتاب میں عروج کی پوری داستان بیان نہیں کی گئی ہے ، لیکن حال کے واقعات پر جن کی ابتدا انتقال اقتدار سے ہوتی ہے ، سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ ضمناً برار کا سوال بھی اٹھایا گیا ہے۔ اسمیں بتایا گیا ہے که انگریزی حکومت نے اس سلسله میں کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کئے اور پھر اسکی واپسی میں کس کس طرح سے روڑے اٹکائے۔ اسکی پوری داستان اور ریزیڈنٹوں کی چیرہ دستیوں کی کہانی مشہور مصنف بلنٹ نے کھل کر بیان کی

ہے جو لارڈ رپن کے دوست کی حیثیت سے ۱۸۸۳ ء ۱۸۸۴ میں ہندوستان کی سیاحت پر آئے تھے۔ فاضل مولف نے افسوس ہے بلنٹ سے استفادہ نہیں کیا، ورنہ ریزیڈنٹوں کی سازشوں کی مثالیں اور بھی مل جاتیں۔

کتاب ۲۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ حالیہ تاریخ کا غالباً کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر مولف نے خامہ فرسائی نہ کی ہو۔ ان کی یہ کتاب دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔

اس ساری کتاب کو پڑھنے کے بعد تعجب ہوتا ہے کہ کیوں حیدرآباد کی ملکی وزارت نے اپنی تباہی آپ مول لی بالخصوص جب کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن پہلے سے اسے ہندوستانی عزائم سے آگاہ کر چکے تھے۔ انگریزی مثل کے مطابق واقعات کے بعد عقلمند ہوجانا آسان ہے مگر فاضل مولف نے واقعات کا ایسے مورخانہ انداز میں جائزہ لیا ہے اور سب امور کو ایسے مبسوط طریقہ سے پیش کیا ہے کہ ہم خود اپنے طور پر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا ہونا چاہئے تھا۔ موف نے نظام کو بچانے کی کوشش کی ہے، لیکن اسی کتاب میں چند ایسی باتیں آ گئی ہیں جو انکی غلطیوں کو بھی بے نقاب کردیتی ہیں۔ قاسم رضوی نے ملک کے استحکام کے لئے کچھ نہ کیااور محض دھواں دار تقریروں کرنے پر قناعت کی۔

ان کی تقریروں کے جو اقتباسات درج کتاب کئے گئے ہیں ان سے آپ کو اس کہاوت کی عملی صداقت پر یقین کرنا پڑیگا کہ سوت نہ کپاس کولہو سے لٹھم لٹھا۔ حیدرآباد کی تباہی کے ہم خود ذمہ دار ہیں، کسی اور کو کیا الزام دیں!

رضا کاروں کے لئے ایک باب الگ وقف ہے۔ مولف نے شاہد اور رفیق کار کی حیثیت سے انکے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کو دور کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی کوتاہیوں اور اور زیادتیوں پر بھی بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ میر لائق علی کی کتاب پر بھی کئی جگہ تنقید کی گئی ہے۔

جنرل عیدروس کی فوجی نااہلیت پر مولف نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اسے اتنا اہم عہدہ کیوں سونپا گیا تھا؟

فاضل مولف نے دلی درد سے مجبور ہو کر یہ کتاب لکھی ہے۔ بیسیوں ایسے مقامات آگئے ہیں کہ پڑھنے والا ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سارا بیان کہانی کی طرح دلچسپ ہے۔ مولف کے لکھنے کا قرینہ بہت پسندیدہ ہے۔

یقین ہے یہ کتاب قبولیت عامہ حاصل کریگی۔ قیمت میں قدرے کمی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ غریب بھی مستفید ہوسکیں۔ (ض۔ا۔ب)

سیاست نامہ

مصنف: خواجہ نظام الملک طوسی۔
مترجم: شاہ حسن عطا۔ ایم، اے (علیگ)۔
ناشر: نفیس اکیڈیمی، بلاسس اسٹریٹ، کراچی ۱۔
سائز: بیس چھبیس آٹھ، صفحات ۲۷۰، مجلد۔
قیمت: سات روپے۔

یہ فن جہانبانی پر مشہور زمانہ کتاب کا ترجمہ ہے۔ اسکے مصنف ملک شاہ سلجوقی کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں۔ اس میں بادشاہوں کے لئے لائحہ عمل ہے، حکام کے لئے ہدایتیں اور نصیحتیں ہیں۔ یہ کتاب کوئی نو سو سال پہلے لکھی گئی تھی۔

چونکہ بادشاہ وقت کی فرمایش پر یہ کتاب لکھی گئی تھی اسلئے اس میں ہر جگہ ملوکیت کی حمایت ملیگی، اور یہی وجہ ہے کہ کتاب میں حکومت کی کسی اور شکل سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ ممکن ہے مصنف کے نزدیک یہی بہترین طرز جہانبانی ہو۔

اس کتاب میں ۵۰ باب ہیں اور ہر باب میں سلطنت وجہانبانی کے مختلف شعبوں سے بحث کی گئی ہے۔ آج کل کی حکومت سوائے ڈکٹیٹرانہ حکومت کے کسی فرد واحد کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ محکمے مختلف ہاتھوں میں بٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر بھی مصنف کی دانشمندانہ ہدایات اسقدر جامع ہیں کہ آج کی بدلی ہوئی دنیا میں بھی ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مصنف ہر قسم کے ظلم وستم کے خلاف ہے اور قانون کی بالا دستی کا قائل ہے۔ ہمارے ملک کے ان افسروں کو جنہیں انصاف کرنا پڑتا ہے یا جنہیں جہانبانی کے مختلف فرائض سونپے گئے ہیں، چاہئے کہ وہ اس کتاب کا بغور مطالعہ کریں اور اسکے اچھے اور قابل عمل اصولوں کو اپنائیں۔

اس نوع کی ایک اور کتاب جسے فلورنس

کے نکولو میکیاولی نے ساڑھے چار سو سال قبل تحریر کیا تھا، "پرنس" کے نام سے مشہور ہے۔ مگر اسمیں جو اصول بتائے گئے ہیں وہ ہمارے لئے غیر موزوں ہیں۔ اس سے مسولینی تو پیدا ہوسکتے ہیں مگر عمر بن عبدالعزیز نہیں۔

نفیس اکیڈیمی قابل مبارکباد ہے کہ اس نے ایسی مفید کتاب شائع کی۔ ہمارے بزرگوں کے علمی ورثہ کو اردو میں منتقل کرنا بجائے خود بہت بڑی خدمت ہے۔

یہ ترجمہ فارسی سے کیا گیا ہے۔ اور کافی حد تک صاف و رواں ہے۔ (ض ا۔ب)

القانون

اردو کالج کے طلبا قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے قانون جیسے اہم اور دقیق موضوع پر ایک شمارہ سالانہ نمبر کی صورت میں مرتب کرکے عوام کے سامنے پیش کر دیا۔ اسمیں طالب علموں، پروفیسروں اور دوسرے قانون دان حضرات کے بھی مضامین ہیں جو عام طور پر اونچی سطح کے ہیں اور بعض مقالے جنمیں مہدی علی صدیقی کا مقالہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، کافی فکر انگیز ہیں۔ شروع میں چند اکابر کے پیغامات بھی درج ہیں۔ اس کا سائز بیس تیس آٹھ ہے۔

ایک مضمون میں کہا گیا ہے کہ ہم قانون کی بالا دستی کو قائم رکھینگے۔ اگر یہ چیز حقیقی معنوں میں ہمارے ملک کو حاصل ہوگئی تو پھر ہمارا بیڑہ پار ہے۔ صدیقی صاحب نے چند مفید تجاویز پیش کی ہیں، اس امید میں کہ ارباب حل و عقد ان پر پوری توجہ کرینگے۔ محمد حنیف غمار نے جسٹس محمود کے حالات صحافتی انداز میں لکھے ہیں حالانکہ مضمون زیادہ سنجیدگی کا طالب تھا۔ ویسے مضمون بہت اچھا ہے۔

"قانون جرم و سزا" پر قریشی صاحب کا مضمون قابل توجہ ہے۔ محمد ایوب نے "عدل نوشیرواں" میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ نوشیرواں کے عہد میں "انصاف جتنا سھل الحصول تھا اتنا ہی سستا بھی تھا۔" مگر آج انصاف بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ ایم۔ اے۔ رحیم نے پاکستانی عدالتوں میں انگریزی کے بڑھتے ہوئے رحجان کو "خطرہ عظیم" قرار دیا ہے۔ احمد عبد اللہ مسدوسی کا مقالہ "اسلام کا تصور قانون" قابل مطالعہ ہے۔ ہدایت اللہ نے اپنے مضمون میں اجتہاد اور اسکی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ "اسلام کا نظام عدل" اور "قانون صرف خدا کا" اچھے انداز میں لکھے گئے ہیں۔

یہ رسالہ جسے شرف اولیت حاصل ہے، عوام میں قانون کو سمجھنے کا جذبہ پیدا کرنے میں مدد دیگا۔ دوسرے سال کا نمبر اس سے بھی بڑھ چڑھکر ہونا چاہئے۔

گیٹ اپ بہت خوبصورت ہے۔ (ض۔ا۔ب)

راھی اور راہ نما

مصنف: سید الطاف علی بریلوی۔
ناشر: اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، ناظم آباد، پہلی چورنگی، کراچی۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۲۵۰۔ مجلد۔
قیمت: چھہ روپے۔

یہ کتاب "یاد رفتگاں" کی قسم کی ہے۔ اسمیں ۲۷ خاکے ہیں جن میں سے کچھ پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ خاکوں میں مصنف نے بعض ایسے لوگوں کو بھی شامل کر لیا ہے "جو ملک و ملت کے لئے وجہ نازش تو ہوتے ہیں مگر شہرت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے جینے اور مرنے کی کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔" یہ مصنف کی دوررس نظر کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے بعض غیر مشہور ہستیوں میں بھی عظمت کے آثار دیکھے اور دوسروں کے فائدہ کی خاطر ان کے حالات محفوظ کردئے۔ ان میں ایک ہستی ایسی بھی ہے جس کے کارنامے بڑے عبرت انگیز ہیں اور وہ ہیں حضرت چاؤش۔ اس شخص کا جو خوفناک حشر ہوا وہ ان مبصرین کے لئے جو دنیا میں علت و معلول کے سلسلہ کے قائل ہیں، بالکل قدرتی ہے۔ کتاب میں سب سے زیادہ جگہ قاضی احمد میاں اختر کے حالات اور ان کے خطوط کو دی گئی ہے۔ ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی کے حالات بھی اچھے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ یہ بھی بہت بڑی علمی شخصیت تھی۔

قاضی احمد میاں اختر کے خطوط میں بہت سے علمی نکات زیر بحث آ گئے ہیں جن کی وجہ سے کتاب دلکش بن گئی ہے۔ اس دسترخوان پر ہر ایک قاری کو اس کے اپنے مذاق کی کوئی نہ کوئی چیز مل ہی جائیگی۔

لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ کتاب خلوص آمیز جذبات کے ساتھ جناب ممتاز حسن کے نام معنون کی گئی ہے جن کی "علم دوستی اور معارف پروری قدم قدم پر" مصنف کے "شریک حال رہی ہے۔" قیمت میں کمی کرنے کی ضرورت ہے۔ (ض۔ا۔ب)

تحقیق و تنقید

مصنف: فرمان فتحپوری۔
ناشر: ماڈرن پبلشرز، صدر کراچی ۳۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۲۴۳۔ مجلد۔
قیمت چار روپے۔

اس کتاب میں کوئی تیرہ تنقیدی مضامین ہیں۔ جو اس سے قبل ملک کے مشہور رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ چونکہ یہ مضامین مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں اسلئے پڑھنے والا اسٹائل کے فرق کو محسوس کئے بغیر نہیں رہتا۔

مصنف نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہ اردو کے طالب علم کے لئے خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ بعض مضامین مثلاً "غالب کے کلام میں استفہام" اور "فراق۔ ایک رجائی غزل گو" بڑے غور سے لکھے گئے ہیں اور کافی حد تک جامع ہیں۔ ان کے مطالعہ سے مصنف کی وسیع علمیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ انہوں نے عام ڈگر سے ہٹ کر کئی جگہ دوسرے مصنفین سے اختلاف بھی کیا ہے۔ یہ اختلاف پسندیدہ اور علمی ہے۔

ہمارے مصنف کراچی یونیورسٹی کے اردو شعبہ سے متعلق ہیں اور اسلئے ظاہر ہے کہ جو کچھ وہ لکھینگے ضرور قابل توجہ ہوگا۔

لکھائی چھپائی بہتر ہونی چاہئے تھی۔
(ض۔ا۔ب)

شاعر نامہ

صنف: محشر بدایونی۔
اشر : زیپلیکا پبلیکیشنز، پریڈی اسٹریٹ، صدر، کراچی۔
ائز : فلسکیپ آٹھ۔ صفحات ۱۲۰۔ ڈبیز کور۔
یمت: چھ روپے۔

محشر صاحب نے جو ہمارے ملک کے انے پہچانے شاعر ہیں، بچوں اور بڑوں کے ے نئے انداز میں کوئی ۵۰ اردو شعرا کا نظوم تعارف کرایا ہے۔ ہر ایک کے لئے انہوں نے تقریباً پندرہ شعر لکھے ہیں جن میں ان ی پیدائش، وفات اور خصوصیات شعری کا ذکر کیا ہے۔ جہاں تک نفس مضمون کا تعلق ہے، انہوں نے ہر ایک شاعر کے ساتھ پورا ورا انصاف کیا ہے۔ ایک طرف متعلقہ شاعر ی تصویر ہے اور دوسری طرف اسکے بالمقابل ظم۔ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہوگا کہ ظمیں ہلکی پھلکی اور رواں ہیں۔ تصاویر آذر وبی نے خاص طور پر تیار کی ہیں اور وہ سل کے مطابق ہیں۔ مجھے صرف ایک تصویر ے بارے میں اعتراض ہے اور وہ ہے حضرت ریاض ی تصویر۔ اسمیں انہیں ڈاڑھی کے ساتھ دکھایا یا ہے حالانکہ ''زمانہ'' میں جو تصویر ھپی تھی وہ اس سے بالکل مختلف تھی۔ اس یں لچھے دار بال تھے اور لمبی لمبی مونچھیں ہیں۔

جن شاعروں کو اسمیں شامل کیا گیا ہے ن کے نام یہ ہیں:۔ خسرو، ولی، سودا، درد، ر، میر حسن، نظیر، مصحفی، انشا، آتش، سخ، بہادر شاہ ظفر، ذوق، غالب، مومن، انیس، دبیر، نسیم، امیر مینائی، داغ، حالی، آزاد، شبلی، اسمعیل، اکبر، شاد، ریاض، صفی، سائل، جلیل، اقبال، حسرت موہانی، فانی، سیماب، چکبست، عزیز، اصغر، آرزو، یاس یگانہ، آغاحشر، ظفرعلی خاں، محمد علی جوہر، وحشت جگر، چراغ حسن حسرت، سالک، تاثیر، اختر شیرانی، میراجی اور مجاز۔

شروع میں ذوالفقار علی بخاری کا ''سرنامہ'' ہے جسمیں انہوں نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ ''محشر صاحب کے بعض مصرعوں میں اہل فن کو تعقید نظر آئیگی لیکن بسا اوقات سن پیدائش یا سال وفات ایسے سینہ زور قسم کے واقع ہوتے ہیں کہ بحرنظم میں تلاطم پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں محشر صاحب کا کیا قصور!''

کہیں ''سن'' کو مونث اور کہیں مذکر باندھا گیا ہے۔ ایک جگہ ''عیسوی'' کی بجائے ''عیسی'' باندھ گیا ہے۔

کتاب بلاکوں سے چھاپی گئی ہے۔ کتاب کا ظاہر و باطن یکساں خوبصورت ہے۔ کتاب کو خوبصورت بنانے میں آذر زوبی کی صناعیوں کو کافی دخل ہے۔ (ض۔ا۔ب)

گھائل کو گھائل جانے

مصنف: شمیم اختر۔
ناشر : مکتبۂ تاجر، بندر روڈ، کراچی ۲۔
سائز : بیس تیس سولہ۔ صفحات ۲۷۸۔ مجلد۔
قیمت: پانچ روپے۔

یہ ایک رومانی ناول ہے جسمیں بتایا گیا ہے کہ مرد و عورت کے بے محابا اختلاط سے کیا المناک نتائج نکلتے ہیں۔ کہانی اچھی ہے اور مکالمے بھی پسندیدہ ہیں مگر کتابت

کسی ''تنکارقم'' کاتب نے کی ہے۔ کاغذ اخباری استعمال کیا گیا ہے اور قیمت بہت زیادہ رکھی گئی ہے۔ اگر اچھے کاغذ پر اور اچھی لکھائی کے ساتھ یہ ناول پیش کیا جاتا تو بات ہی دوسری ہوتی۔ (ض۔ا۔ب)

تذکروں کا تذکرہ نمبر

یہ نگار پاکستان کا ۱۹۶۴ کا سالنامہ ہے جو ایک اچھوتے موضوع کے لئے وقف ہے۔ اردو یا فارسی میں جتنے تذکرے ملتے ہیں ان سب کا ذکر اس نمبر میں کردیا گیا ہے۔ مرتب نے ان تذکروں کا بھی نوٹس لیا ہے جو فی الحال ناپید ہیں لیکن ان کا ذکر صرف کتابوں میں ملتا ہے اور ممکن ہے کہ کسی زمانے میں وہ دریافت ہو جائیں۔ مرتب نے ہر تذکرہ کے متعلق مختصر الفاظ میں اسکے ساتھ ساتھ اسکی خصوصیات بھی بیان کردی ہیں۔ اردو کے طالب علم کو ان ریمارکوں سے کافی مدد مل سکتی ہے۔ قیمت چار روپے ہے۔

شروع میں مرتب نے ''تذکرے اور تذکرہ نگاری'' اور تذکروں کی اہمیت سے تفصیلی بحث کی ہے۔ یہ باب بہت محنت سے لکھا گیا ہے اور توجہ سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ یہ بیحد معلوماتی بھی ہے۔

اس نمبر کو حضرت نیاز کی رہنمائی اور سرپرستی حاصل رہی ہے اگرچہ ترتیب وغیرہ کا بار فرمان فتحپوری ہی کو اٹھانا پڑا ہے۔

یہ نمبر ''نگار'' کے دوسرے نمبروں کی طرح اردو کے طالب علم کے لئے معلومات کا ذخیرہ ثابت ہوگا۔

پروف کی کہیں کہیں غلطیاں ملتی ہیں بالخصوص صفحہ ۱۵ پر۔ (ض۔ا۔ب)

خبریں

الوداعی ٹی پارٹی

کراچی - ۱۱ اگست - ہندوستان کے مشہور ادیب عادل رشید کے اعزاز میں آج سہ پہر کو سلطان حسین اینڈ سنز نے اپنی دکان پر الوداعی پارٹی دی - جس میں عاصی نظامی، ضیاء الدین احمد برنی، مولانا سیفی ندوی، ابراہیم جلیس، عبدالسلام (لاہور)، فرمان فتح پوری، رئیس احمد جعفری، سید ہاشم رضا کاظمی اور رشید طرزی شریک تھے - اس موقع پر مولانا سیفی نے چائے پر اپنی فنجانی نظم سنائی جو بیحد پسند کی گئی -

اردو مجلس کا قیام

کوئٹری - ۲۶ جولائی - آج یہاں ''اردومجلس'' کا قیام عمل میں آیا - اسکے صدر ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم اور نائب صدر رحمت اللہ مسکین ہیں، اور سیکریٹری وفا راشدی - جلسہ میں وفا راشدی نے ''وحشت کی اردو شاعری'' پر مقالہ پڑھا جو بہت پسند کیا گیا -

''ناخدائے اردو''

لاہور - ۳ اگست - آج شام ۵ بجے بی - این - آر - آڈیٹوریم میں ایک تقریب حامد علی خاں کی صدارت میں منعقد ہوئی - مولانا صلاح الدین مرحوم کی ادبی حیثیت پر مختلف ادیبوں نے مقالات پڑھے - اسکے بعد طے پایا کہ مولانا کیلئے آئندہ سے ''ناخدائے اردو'' کا خطاب استعمال کیا جائے -

صدر کا ادبی انعام

امسال صدر کا ادبی انعام مولانا صلاح الد[ین] مرحوم کو دیا گیا ہے - اسکے ساتھ دس ہ[زار] کا نقد عطیہ بھی شامل ہے -

خواجہ حالی کا مکان

پنجاب کے گورنر حافظ محمد ابراہیم . یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ پانی پت کے ا[س] مکان کو جسمیں اردو کے نامور شاعر اور ادی[ب] شمس العلما خواجہ حالی رہا کرتے تھے، محف[وظ] کر دیا جائے - (ہماری زبان)

۷۵ ہزار کی گرانٹ

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے آگرہ یونیورسٹی کو برج بھاشا کی تصنیف "سور ساگر" کو ایڈیٹ اور شائع کرنے کے لئے ۷۵ ہزار روپے دئے ہیں۔ (ہماری زبان)

پنڈت نہرو اردوئے معلیٰ بولتے تھے

مسٹر آصف اے۔ اے۔ فیضی نے پی۔ ای۔ این بمبئی کے جلسہ میں ۸ جون کو پنڈت نہرو پر مرصع انگریزی میں ایک مضمون پڑھا جس میں انہوں نے فرمایا: "پنڈت جی بیک وقت اردوئے معلیٰ اور ملکہ کی انگریزی بولتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے مولانا آزاد کی تقریر کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ابوالکلام نے اسے اصل سے بہتر قرار دیا۔

یوم عبدالحق

کراچی۔ ۱۶ اگست۔ آج صبح انجمن ترقی اردو میں ۹ بجے سے ۱۱ بجے تک قرآن خوانی ہوئی اور اسکے بعد اختر حسین صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ شروع میں بابائے اردو کی ایک تقریر سنائی گئی جو سر سید پر تھی۔ پھر سید محمد تقی، ضیاء الدین احمد برنی اور ڈاکٹر شوکت سبزواری نے تقریریں کیں۔ رئیس امروہوی نے قطعات اور جمیل نقوی نے ایک نظم سنائی۔ آخر میں صدر نے اظہار خیال فرمایا۔ جمیل الدین عالی نے ان اخبارات کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس برسی کے موقع پر خاص نمبر نکالے۔

پاک و ہند کی لائبریریوں کے منتظمین سے اپیل

اردو میں ایک ایسی ڈائرکٹری کی بہت ضرورت ہے جس میں اردو کے رسالے اور کتابیں خریدنے والے اداروں کے بارے میں تفصیلی معلومات درج ہوں تاکہ اس ڈائرکٹری کو دیکھ کر رسالے اور کتابیں چھاپنے والوں کو بیک نظر معلوم ہوسکے کہ ان کے مال کی کھپت کہاں ہوسکتی ہے اور وہ ان اداروں کو وقتاً فوقتاً اپنی مطبوعات کے بارے میں اطلاع دے سکیں۔ اس طرح خریدار اور ناشر کے درمیان ایک ربطہ قائم ہوجائیگا اور اس تعلق سے دونوں کو بڑی سہولتیں میسر آجائینگی۔ اس خیال کو بنیاد بناکر ہم لائبریریوں اور دارالمطالعوں کی ایک ڈائرکٹری مرتب کر رہے ہیں۔ منتظمین سے درخواست ہے کہ ہمیں جلد سے جلد مندرجۂ ذیل معلومات سے نوازیں۔

(۱) نام لائبریری، ریڈنگ روم، دارالمطالعہ (۲) کب سے قائم ہے (۳) جو رسالے اور اخبار خریدے جاتے ہیں ان کے نام (۴) جو رسالے اور اخبار مفت آتے ہیں ان کے نام (۵) کتابوں کی کل تعداد (۶) حکومت یا میونسپلٹی سے کوئی امداد ملتی ہے! (۷) پتہ۔

المشتہر: کتاب کار پبلیکیشنز۔ پھلوار۔
رام پور۔ یو۔ پی۔ انڈیا

رسالوں پر طائرانہ نظر

صبح امید (بمبئی)۔ جولائی کا نمبر نہرو نمبر ہے۔ اسمیں متعدد مضامین ہیں جن میں پنڈت جی کی زندگی کے مختلف رخوں سے بحث کی گئی ہے۔ چند نظمیں بھی ان کی یاد میں درج کی گئی ہیں جو بہت موثر ہیں۔

اگست کے پرچے میں نازش پرتاب گڑھی نے پنڈت نہرو کی یاد میں بہت اچھی نظم لکھی ہے جو جذبات سے بھرپور ہے۔ دیوان سنگھ مفتوں کا ایک مختصر سا مضمون پڑھنے کے قابل ہے۔ اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ رسول اکرم کی کچھ تعلیمات ایسی ہیں جن پر وہ اپنی ساری زندگی عمل پیرا رہے ہیں۔ ایم۔ ایشور راج ماتھر نے ایک مضمون میں امریکہ میں طلبا کی زندگی کا نقشہ کھینچکر بتایا ہے۔ حاصل عباس اعظمی نے دھلی کی گذشتہ تاریخ پر مبسوط مضمون لکھا ہے جو بہت معلوماتی ہے۔

پگڈنڈی (امرتسر) کا جولائی کے شمارہ میں داریہ پنڈت نہرو کی وفات سے متعلق ہے۔ یک اور مضمون میں احمد رئیس نے محسن بھوپالی کے کلام سے بحث کی ہے اور اسے ترقی سند شاعر قرار دیا ہے۔ مضمون ”دو فرشتے“ یک ڈائری کے چند دلچسپ اقتباسات پر مشتمل ہے۔ ”نیوت“ اچھی کہانی ہے۔

اگست کے شمارہ کی ابتدا منشی محمد بخش ہید کے حالات زندگی اور ان کی شاعری سے کی گئی ہے۔ ہربنس لال ساھنی نے پنڈت نہرو ماتم ایک مضمون میں نئے انداز سے کیا ہے۔ ”راز جو چھپ نہ سکا“ اور ”سودا“ اچھی کہانیاں ہیں۔ ادارہ نے تلوک چند محروم نمبر کا اعلان کیا ہے۔ اسکی قیمت پانچ روپے ہوگی۔

نگار پاکستان (کراچی)۔ اگست کے پرچے میں ملاحظات میں نیاز نے لکھا ہے کہ پچھلے چھ سال کے دور اقتدار میں ایوب خان نے جو قوشس قائم کئے ہیں ان کے پیش نظر ”مشکل ہی سے ہماری نظر انتخاب کسی دوسرے شخص پر پڑیگی“۔ نیاز کے قلم سے ایک اور مضمون ہے کلام غالب کا خورد بینی مطالعہ“۔ اسمیں غالب کے چند اشعار پر تنقید کی گئی ہے۔ ”چشمہٴ حیوان کی اسکانی جائے وقوع“ حضرت نیاز کے ایک مضمون کا موضوع ہے۔ یہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ تاویلات دلچسپ ہیں۔ ”مغل بادشاہوں کی داستان حرم“ (از نیاز) بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ ایک اور دلچسپ مضمون ہے جسمیں نیاز صاحب نے بتایا ہے کہ یورپ کی عورتیں کیوں استدر حسین اور بیباک ہوتی ہیں۔ اس شمارہ کے کچھ مضامین قابل مطالعہ ہیں

جامعہ (نیو دھلی)۔ جولائی کے پرچہ میں سعید انصاری کے مضمون ”جان ڈیوی۔ دور جدید کا سب سے بڑا معلم“ ہے۔ یہ در اصل زیر تصنیف کتاب ”رہنمایان تعلیم“ کا ایک باب ہے۔ گوپی ناتھ امن کا مضمون ”ہندوستانی جمہوریت اور ہندو“ بہت دلچسپ ہے۔ از ان

نے تعلیم دی ہے کہ " بھارت کا سپوت وہی ہے جو تمام اہل ملک سے محبت کرتا ہو۔ اسی میں ملک کا بھلا ہے اور جتنی جلد یہ بات اہل ملک کی سمجھ میں آجائے، اتنا ہی اچھا ہے۔" اسی طرح زین العابدین سجاد کا مقالہ بھی فکر انگیز ہے، اسلئے کہ اسمیں بھی ایسے موضوع سے بحث کی گئی ہے جس سے انسان کے سیرت کے شریفانہ تقاضوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ آصفہ مجیب کا مضمون "پنڈت جواہر لال نہرو" قابل مطالعہ ہے۔

آجکل (دھلی)۔ اگست کا شمارہ افسانہ نمبر ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ متعدد افسانوں پر مشتمل ہے جو ملک کے اچھے مصنفین کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں۔ اکثر افسانے بلند پایہ ہیں۔ کرشن چندر اور علی عباس حسینی کے افسانے بہت نفسیاتی ہیں۔ سرورق پر ایک کتھک رقاصہ کا فوٹو دیا گیا ہے۔ اس خصوصی نمبر کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ یہ نمبر مختلف مضمون نگاروں کی تصاویر سے مزین ہے۔

معارف (اعظم گڑھ)۔ اگست کے پرچہ میں دو ایک مضامین عام دلچسپی کے ہیں جن میں ابو العلاء معری والا مضمون خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ اسمیں مولوی ضیاء الدین نے اسکے فلسفیانہ خیالات سے بحث کی ہے اور غلط بیانیوں کی تردید بھی کردی ہے۔ "خطوط اکبر بنام مولانا سید سلیمان ندوی" پڑھنے کے قابل ہیں۔ یہ دل پر بہت اچھا اثر ڈالتے ہیں۔ ان میں سید سلیمان ندوی سے جس عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے وہ یقیناً سبق آموز ہے۔ زیدی جعفر رضا نے ھندی کی شاعری پر ایک نظر ڈالی ہے۔ مضمون بہت محنت سے لکھا گیا ہے۔

سیارہ ڈائیجسٹ (لاھور)۔ اگست کا پرچہ عام دلچسپی کے متعدد مضامین پر مشتمل ہے جو قابل مطالعہ ہیں۔ پہلے مضمون میں مولانا محمد علی کے بارے میں چند تاریخیں غلط دیدی گئی ہیں۔ آیندہ کسی پرچہ میں ان کی تصحیح ہوجانی چاھئیے۔ مضامین میں بیحد ندرت ہے اور وہ اتنے مختلف النوع ہیں کہ سب قاری مزے لے لیکر پڑھینگے۔

شاعر (بمبئی)۔ جولائی شمارہ میں ارشاد صاحب نے بابائے اردو نواب امیر خاں انجام

کے تاریخی حالات بہت محنت سے لکھے ہیں۔ سارا مضمون مطالعہ کے قابل ہے۔ علی جواد زیدی کے رنگ تغزل کو ایک مضمون میں جسکے لکنے والے ساجد ادیب ہیں، اجاگر کیا گیا ہے۔ اس پرچہ میں چند دلچسپ کہانیاں اور غزلیں بھی ہیں جنھیں پڑھکر قاری لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ زیدی صاحب کی تصویر سر ورق کی زینت ہے۔

فاران (کراچی)۔ نقش اول، شمارہ اگست میں ایڈیٹر نے ان علماء کی ذہنیت کا ماتم کیا ہے جو مولانا مودودی کے لٹریچر کو ضبط کرانے کی مہم چلا رہے ہیں، مگر کوئی سمجھدار حکومت ان کتابوں کو ضبط کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی "جو ہمارے ادب کا گرانقدر سرمایہ ہیں۔" "ادبیات ایران میں گلستان کا مقام" بہت معلوماتی اور فکر انگیز مضمون ہے۔ یہ پہلی قسط ہے۔ مولانا محمد ایوب دہلوی کی والعصر کی تفسیر بہت اچھی ہے۔ انہوں نے لطیف نکتے پیدا کئے ہیں۔ ۱۷ صفحے تبصروں کے لئے وقف ہیں۔

(بقیہ خبریں)

اردو کی مشترکہ حیثیت

ونو باجی نے ایک تقریر میں تسلیم کیا ہے کہ اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان ہے۔ ایک اور تقریر میں انہوں نے ہندوستان کے سب باشندوں کو اردو سیکھنے پر متوجہ کیا ہے۔ (نئی کرن)

یوم احسن

کراچی ۲۹ اگست۔ احسن مارہروی مرحوم کی ۲۳ ویں برسی آج رات کو پی۔ ایم۔ اے ہاؤس میں منائی گئی۔ اس موقع پر ایک غیر طرحی مشاعرہ بھی ہوا جسکی صدارت نیاز فتحپوری نے کی۔

افق لکھنوی کا صد سالہ جشن

دھلی میں منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی کا صد سالہ یوم ولادت منایا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک کمیٹی بن گئی ہے جسکے چیئرمین گوپی ناتھ امن ہیں۔

اس موقع پر ان کے مختصر حالات زندگی بعد ان کا کلام یکجا سووینر کی شکل میں شائع کیا جائیگا اور انکی غیر مطبوعہ تصانیف بھی رفتہ رفتہ منظر عام پر لائی جائینگی۔

فار الميط

عبدالعزیز خالد کی ۱۳۸۳ شعروں کی نعت شائع ہوگئی ہے۔

کتابوں کا قومی میلہ

نیشنل بک سنٹر آف پاکستان یونیسکو کے تعاون سے ۱۷ اکتوبر تا ۲۳ اکتوبر کتابوں کا ایک قومی میلہ منعقد کر رہا ہے جس کا کراچی، ڈھاکا اور لاہور میں بیک وقت افتتاح ہوگا۔ تقریبات میں کتابوں کی نمائش کے علاوہ طلبا کے لئے انعامی مقابلے، کتابوں کے مسائل پر مباحثے اور ۱۰ فیصدی رعایت پر کتابوں کی فروخت کے پروگرام شامل ہیں۔ نیشنل بک سینٹر آف پاکستان، بندر روڈ، کراچی سے مزید معلومات حاصل کیجئے۔

گوئٹے کا یوم پیدائش

۲۸ اگست کو پاکستان جرمن فورم کے زیر اہتمام جرمنی کے فلسفی شاعر گوئٹے کا ۲۱۰واں یوم پیدائش منایا گیا۔ ممتاز حسن (صدر) نے گوئٹے پر ایک مقالہ پڑھا جسمیں انہوں نے فرمایا:

"گوئٹے مغربی تہذیب کی بے راہ روی اور انحطاط سے اکتا کر تلاش حسن کے لئے مشرقی تہذیب کی طرف رجوع ہوا اور مشرقی تہذیب نے اسے مذہبی اور اخلاقی تعلیم سے مالا مال کیا۔ گوئٹے کی پوری شاعری میں تصوف اور مشرقی اخلاق کا عنصر غالب ہے۔ گوئٹے نے قرآن کریم سے استفادہ کیا تھا۔"

گوئٹے اور اقبال کا موازنہ کرتے ہوئے ممتاز حسن نے کہا: "یہ دونوں قومی شاعر فکری طور پر انسانیت کے بارے میں ایک ہی نظریہ رکھتے تھے۔ دونوں نے ایک ہی منزل کی جانب قدم بڑھایا اور وہ منزل مشرق و مغرب کے فاصلہ کے باوجود ان دونوں شعرا کو حاصل ہوگئی۔"

اس موقع پر ابن انشا، شان الحق حقی، تابش، شاعر اور رئیس نے اپنی غزلیں سنائیں۔

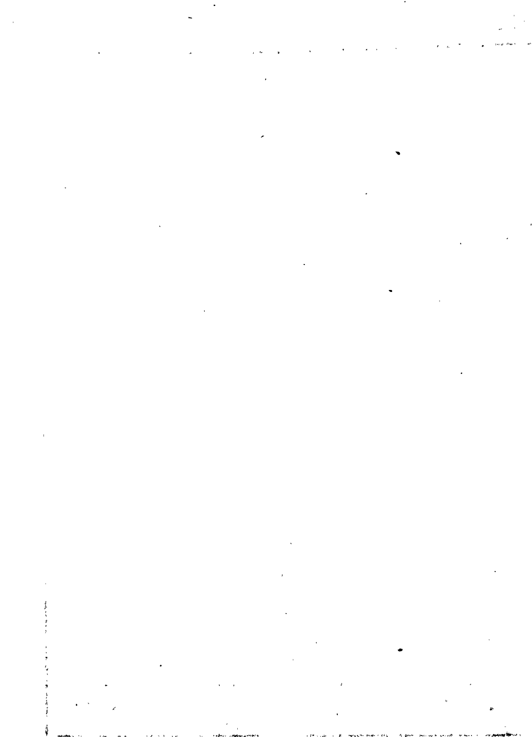
حیرت شملوی کا انتقال

ایک اعتبار سے حیرت عرصہ دراز سے بیمار تھے مگر اپنی بیماری اور معذوری کے باوجود وہ کبھی کبھی دوستوں سے ملنے کے لئے چلے جاتے تھے اور مشاعروں میں بھی شریک ہو جاتے تھے۔ جس دن (بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب) ان کا انتقال ہوا وہ بہت خوش خوش تھے۔ انہوں نے سہ پہر کو گرد و پیش کے بچوں کو جمع کر کے انہیں مٹھائی کھلائی اور اپنی تازہ غزل کے دو تین شعر یاد کرائے۔

شام کا کھانا انہوں نے ساڑھے ۸ بجے کھایا۔ اسکے بعد معدہ کی گرانی کی وجہ سے انہوں نے سوڈے کی بوتل منگوائی۔ پیتے ہی چند ڈکار آئے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اب میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ اسکے بعد وہ پلنگ پر لیٹ گئے اور ایک دو ہچکیوں کے بعد ختم گئے۔ پڑوس کے ایک پٹھان نصیر احمد رات بھر ان کے پاس رہے اور قرآن پڑھتے رہے۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنے لڑکوں کو بھیجکر مرحوم کے متعلقین کو اطلاع کرئی۔ ان کا لڑکا رات کے گیارہ بجے آیا۔ حالانکہ وہ دن میں ۵ بجے تک انہی کے پاس تھا۔ جمعرات (۱۰ ستمبر) کی سہ پہر کو انہیں سپرد خاک کردیا گیا۔

مرحوم ایک بلند پایہ شاعر تھے اور ساتھ ہی ایک شریف انسان بھی تھے۔ انتقال سے قبل وہ بڑے آدمیوں کے خطوط کو جو ان کے نام آئے تھے ترتیب دے رہے تھے۔ مرحوم اپنے پیچھے ایک بیوی اور ایک لڑکا چھوڑ گئے ہیں۔ میں ان دونوں کی خدمت میں ہدیۂ ہمدردی پیش کرتا ہوں۔ ان کی موت سے دنیائے ادب ایک بہت بڑے شاعر سے محروم ہوگئی ہے۔ خدا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے!

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین احمد برنی، بی - اے۔ ۔۔۔ گیتومل لیکھراج روڈ، کراچی - ۱
مطبوعہ نشاط پریس آرام باغ روڈ، کراچی



ہماری داستانیں

سید وقار عظیم نے یوں تو مختلف شعبہ ہائے ادب پر قلم اٹھایا ہے لیکن افسانوی ادب ان کا خاص موضوع ہے اس سلسلے میں کتنی ہی تالیف شایع ہو چکی ہیں اور ہماری "ہماری داستانیں" ان کی عظیم کڑی ہے جو نہ صرف مصنف وقار کے شایان شان ہے بلکہ اردو ادب کی ایک گرانقدر تصنیف بھی ہے۔ اس کتاب کو داستان گوئی اور داستان نویسی کی تاریخ کا درجہ حاصل ہے جس میں تنقید کے معیار پر ہر فن کار کی صحیح جگہ متعین نظر آتی ہے۔

نقاد کے قلم کو بے لاگ ہونا چاہئے، اس کا ثبوت وقار عظیم کی ہر تحریر دیتی ہے مگر اس کتاب میں تو انہوں نے انصاف پسندی اور معتدل نقطہ نظر کی ایک نظیر قائم کردی ہے، جسکی اردو کی داستان ہمیشہ منت کش رہے گی۔

فن داستان گوئی و داستان نگاری کی یہ بیش قیمت دستاویز مصنف کی نظر ثانی کے بعد بار دیگر شایع کی گئی ہے اور حسن کتابت و طباعت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قیمت دس روپے

تنقیدی اشارے

اردو تنقید میں چند نام سر فہرست نظر آتے ہیں جن میں ایک نام آل احمد سرور کا بھی ہے۔ ان کی دل آویز اور متوازن تنقید کے اولین نقوش کا یادگار سرمایہ "تنقیدی اشارے" ہے جو مختصر ریڈیائی مضامین پر مشتمل ہے لیکن جسکی ادبی افادیت اور اہمیت کبھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ هندوستان میں کئی بار چھپنے کے باوجود پاکستان کا نیا ایڈیشن مصنف کی نظر ثانی کے بعد پھر شایع کیا گیا ہے۔

قیمت چار روپے

تنقید کیا ہے؟

اردو زبان میں ایسی کتابیں کم لکھی گئی ہیں جن میں تنقید پر فنی حیثیت سے قلم اٹھایا گیا ہو۔ آل احمد سرور کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے چند مضامین میں تنقید کا ایک معیار پیش کر دیا ہے اور کتاب کے آخری مضمون میں فنی اصول متعین کردئے ہیں اور فن و معیار فن دونوں کی یکجائی کا نام "تنقید کیا ہے؟" رکھ دیا ہے۔

یہ کتاب بے لاگ تبصرہ کی ایک معیاری تخلیق ہے جسکو اسلوب کی نیرنگی ایک شاداب و زرنگار تخلیق کا درجہ عطا کرتی ہے۔ قیمت تین روپے پچاس پیسے

کالج کی تعلیم

تعلیم بالغاں پر ایک مفکرانہ اور عالمانہ تصنیف جو معلمین اور متعلمین دونوں کے لئے یکساں طور پر اہم ہے۔ اس کتاب میں طالب علمانہ زندگی کے مختلف ادوار کا جائزہ لیا گیا ہے اور نووارداں بساط مدرسہ سے لے کر فارغ التحصیل ہونے والے طلباء تک کے شعور و صلاحیت کا تفسیاتی تجزیہ کیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ کس درجہ میں طالب علم کی درس و تدریس کیلئے کیا انداز اختیار کرنا چاہئے اور خود طالب کیلئے اکتساب علم کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

روجر ایچ۔ گاریسن کی یہ تخلیق تعلیم پر ایک احسان عظیم ہے اور پروفیسر محمد عثمان کا ترجمہ اردو ادب میں اپنی نوعیت کا بیش قیمت اضافہ۔ قیمت چار روپے پچاس پیسے

اردو اکیڈمی سندھ بہادر شاہ مارکیٹ۔ کراچی۔

Regd. No. S—1975

KITABI DUNYA, KARACHI

کتابی دنیا

مدیر ضیاء الدین احمد برنی سالانہ چندہ دو روپے فی پرچہ صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ نومبر ۱۹۶۴ ع شمارہ ۱۱

مندرجات

بہشتی زیور کیا ہے؟

جس میں بچوں کی ابتدائی تعلیم الف۔ با۔ تا سے لیکر تمام دینی و دنیوی تعلیم اور ہدایات مثلاً عقائد، اعمال، اخلاق فقہی مسائل، صنعت و حرفت، حساب کتاب ضروری اور مجرب نسخہ جات اور طرح طرح کے کھانے پکانے اور چیزیں بنانے کے طریقے درج ہیں گویا کہ یہ کتاب دین و دنیا دونوں کا مکمل نصاب ہے۔

مُدلّل و مکمّل بہشتی زیور کیا ہے

۱۳۴۲ھ میں حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مؤلف بہشتی زیور نے تمام بہشتی زیور پر بواسطہ اور بلا واسطہ نظر ثانی فرمائی اور تمام فقہی مسائل کے حوالے اصل عربی کتابوں سے مع صفحہ وسطر کے لکھوا دیئے اور بہت سے ضروری مسائل بطور ضمیمہ کے درج کرا دیئے۔ اور بعد نظر ثانی و تحریر حوالجات و اضافہ مضامین اس کا نام "مکمل و مُدلّل بہشتی زیور" تجویز فرمایا ۱۳۴۴ھ میں ہمارے والد ماجد اور حکیم الامۃ کے برادر زادہ حقیقی مولانا شبیر علی صاحب تھانوی دام فیضہم نے حضرت کے مجوزہ اسی نام سے اوّل بار اسکو طبع کیا۔ اب چالیس سال بعد بحمد اللہ ہم کو اسکی اشاعت کی توفیق ہوئی۔

زیر نظر اصلی مُدلّل و مکمّل بہشتی زیور کی خصوصیات

① چونکہ حضرت حکیم الامۃ کا نظر ثانی کردہ نسخہ والد ماجد صاحب دام فیضہم کے پاس موجود تھا اور اب موجودہ طباعت کے وقت اُس نسخہ سے بھی امداد لی گئی اسلئے اس کا نام "اصلی مدلّل و مکمّل بہشتی زیور" رکھا گیا ہے۔ ② تصحیح میں امکانی کوشش کی گئی ہے، اسکے باوجود دیباچہ میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا ہے کہ اگر کسی صاحب کو اب بھی کتابت کی کوئی غلطی ملے تو اسکی اطلاع ہم کو کر دیں تاکہ بلاکوں میں اُس کی اصلاح کر دی جائے ③ معنوی محاسن کے ساتھ صوری حُسن کے خیال سے اسکی کتابت اعلیٰ درجہ کے کاتب سے اور طباعت بلاک اور آفسٹ کے ذریعہ کرائی گئی ہے۔ ④ حواشی بجائے حاشیہ پر لکھوانے کے زیر متن لکھوائے گئے ہیں تاکہ جلد بندی میں خراب ہونے کا اندیشہ نہ رہے اور اس طرح حُسن صوری میں بھی اضافہ ہو گیا ہے ⑤ عربی کے حواشی خط نسخ میں اور اُردو کے حواشی خط نستعلیق میں لکھوائے گئے ہیں ⑥ اس سے پہلے متن کے بعض تسامحات کو صرف ضمیموں میں درج کیا گیا تھا، اس مرتبہ اُن کی اصلاح متن میں کر دی گئی علمی مباحث حسب سابق ضمیموں میں ہی ہیں ⑦ پہلی اشاعت میں صرف عربی کتابوں کے نام و صفحات وغیرہ درج تھے اس مرتبہ اُن عربی کتابوں کی عبارتیں بھی مع حوالہ صفحہ وسطر درج کر دی گئی ہیں اب یہ کتاب اُردو زبان میں فقہ کی ایک مستند کتاب ہو گئی جو حضرات علماء اور مفتی صاحبان کیلئے بھی کارآمد ہے ⑧ کاغذ بھی حتیٰ الامکان عمدہ لگایا گیا ہے ⑨ طباعت کا بھی خاص انتظام کیا گیا ہے ⑩ مستورات کیلئے کشیدہ کاری کے اعلیٰ نمونے بھی دیئے گئے ہیں:

نمونہ پُشت ھٰذا پر مُلاحظہ فرمائیے

قیمت مکمل گیارہ حصّوں کی مجلّد در یک جلد سولہ روپے ـــــ محصول ڈاک فی جلد دو روپیہ صرف

نوٹ:- ۱- ڈاک یا ریل سے بذریعہ وی پی منگانے والے حضرات عربا تو کتاب کی پوری قیمت اور محصول ڈاک بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما دیں تو ان کی خدمت میں کتاب رجسٹری کرکے ارسال کر دی جائے گی یا کم از کم پانچ روپیہ فی جلد کے حساب سے پہلے ارسال فرما دیں تو بقیہ رقم کا وی پی کر دیا جائے گا۔

۲- اپنا پتہ صاف اور مکمل تحریر فرمائیں۔ بذریعہ ریل منگانے والے حضرات اسٹیشن کا نام اور ڈاک کا پتہ دونوں تحریر فرمائیں تاکہ پارسل کی واپسی کا اندیشہ نہ رہے:

المعلن:- محمد مشیر علی و محمد منیر علی — ادارۂ اشرفیہ پاکستان

[redacted]

مسئلہ ۱۵ اگر کئی نمازیں قضا ہو گئیں اور قضا پڑھنے کا ارادہ کیا تو وقت مقرر کرکے نیت کرے یعنی یوں نیت کرے کہ میں فجر کے فرض پڑھتی ہوں۔ اگر ظہر کی قضا پڑھنا ہو تو یوں نیت کرے کہ ظہر کے فرض کی قضا پڑھتی ہوں۔ اسی طرح جسوقت کی قضا پڑھنا ہو خاص اُسی کی نیت کرنا چاہئے اگر فقط اتنی نیت کرلی کہ میں قضا نماز پڑھتی ہوں اور خاص اُسوقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی پھر سے پڑھنی پڑیگی مسئلہ ۱۶ اگر کئی دن کی نمازیں[1] قضا ہو گئیں تو دن تاریخ بھی مقرر کرکے نیت کرنا چاہئے جیسے کسی کی سنیچر، اتوار، پیر اور منگل چار دن کی نمازیں جاتی رہیں تو اب فقط اتنی نیت کرنا کہ میں فجر کی نماز پڑھتی ہوں درست نہیں ہے بلکہ یوں نیت کرے کہ سنیچر کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں پھر ظہر پڑھتے وقت کہے سنیچر کی ظہر کی قضا پڑھتی ہوں، اسی طرح کہتی جاوے۔ پھر جب سنیچر کی سب نمازیں قضا کر چکے تو کہے کہ اتوار کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں اسیطرح سب نمازیں قضا پڑھے۔ اگر کئی مہینے یا کئی سال کی نمازیں قضا ہوں تو مہینے اور سال کا بھی نام لیوے اور کہے کہ فلانے سال کے فلانے مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی قضا پڑھتی ہوں۔ بے اس طرح نیت کئے قضا صحیح نہیں ہوتی۔ مسئلہ ۱۷ اگر کسی[3] کو دن تاریخ مہینہ سال کچھ یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ فجر کی نمازیں جتنی میرے ذمے قضا ہیں اُن میں جو سب سے اول ہے اسکی قضا پڑھتی ہوں، یا ظہر کی نمازیں جتنی میرے ذمے قضا ہیں اُن میں سے جو سب سے اول ہے اُسکی قضا پڑھتی ہوں۔ اسی طرح نیت کرکے برابر قضا پڑھتی رہے۔ جب دل گواہی دے دے کہ اب سب نمازیں جتنی جاتی رہی تھیں سب کی قضا پڑھ چکی ہوں تو قضا پڑھنا چھوڑ دے مسئلہ ۱۸ سنت[4] اور نفل اور تراویح کی نماز میں فقط اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ میں نماز پڑھتی ہوں سنت ہونے اور نفل ہونیکی کچھ نیت نہیں کی تو بھی درست ہے مگر سنت تراویح کی نیت کرلینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

---

[1] حاشیہ مسئلہ ۱۶ باب ہذا دیکھو ۱۲ [2] یعین الصلوٰۃ ویومھا عند وجود المزاحم اما عند عدمہ فلا ۱۲ رد المحتار ص۲۳۵ ج۱ وفی الدر المختار کثرت الفوائت نوی اول ظہر علیہ او آخرہ وقال العلامۃ الشامی وقیل لا یلزمہ التعیین ایضاً کما فی صوم ایام من رمضان واحد ومشی علیہ المصنف فی مسائل شتی آخر الکتاب تبعاً للکنز وصححہ القہستانی عن المنیۃ لکن استشکلہ فی الاشباہ وقال انہ مخالف لما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ والاصح الاشتراط اھ قلت وکذا صححہ فی الملتقی ھناک وھو الاحوط وبہ جزم فی الفتح کما قدمناہ فی بحث النیۃ وجزم بہ ھنا صاحب الدر المختار ج۱ ص ۱۲ [3] والاسہل فیما اذا وجد المزاحم نیۃ اول ظہر علیہ او آخر ظہر ۱۲ شرح التنویر ص۲۳۳ ج۱ [4] وفی الدر ص۳۲۲ ج۱ وکفی مطلق نیۃ الصلوٰۃ لنفل وسنۃ وتراویح ۱۲ والاحتیاط فی التراویح ان ینوی التراویح او ینوی قیام اللیل او ینوی سنۃ الوقت او قیام رمضان ۱۲ ص۲۳۵ غنیۃ المستملی بحشی۔ قضا مسئلہ تو یہی ہے لیکن اگر کسی نے بلا تعیین تاریخ و دن قضا نمازیں پڑھ لیں تو اسکا یہ حکم ہے کہ اگر اعادہ آسان ہو تو دہرا لے اور اگر دشوار ہے تو وہی نمازیں کافی ہونگی۔ اس مسئلہ کے متعلق سوال و جواب امداد الفتاوی مبوب جلد اول ص۲۱۳ میں درج ہے جس سے بہشتی زیور کی عبارت کی تائید ہوتی ہے ۱۲ تصحیح الاغلاط

شاہد احمد دہلوی

پچاس سال پہلے کی چند کتابیں

(یہ مضمون شاہد احمد صاحب نے خاص طور پر میری درخواست پر ''کتابی دنیا'' کی اشاعت خاص کے لئے تحریر فرمایا تھا لیکن پریس کی مشکلات کی وجہ سے اسے خاص نمبر میں جگہ نہ مل سکی۔ اب میں اسے معذرت کے ساتھ نومبر کے پرچے میں شائع کر رہا ہوں۔ مدیر)

اب تو کتابوں کا ڈھرا ہی بدل گیا۔ جب ہم نے ہوش سنبھالا تھا، اور اس بات کو پچاس سال ہوگئے، تو کتابیں دو دو چار چار پیسے کی ہوتی تھیں۔ پتھر ہی کی چھپی ہوتی تھیں مگر صاف ستھری، روشن اور صحیح۔ اس زمانے میں نہ تو ٹائیپ تھا اور نہ عکسی چھپائی، بلکہ سرے سے چھاپے کی مشینیں بھی نہیں تھیں۔ ایک کٹھ گھرا سا تھا جسکو دونوں طرف دو آدمی کھڑے پہیہ گھماتے رہتے تھے اور ایک آدمی چھپائی کے پتھر پر کاغذ ٹکا کے داب دیتا اور پہیہ گھومنے کے بعد چھپا ہوا کاغذ پتھر پر سے اتار لیتا۔ پھر بھاپ سے چلنے والی مشینیں آ گئیں اور ان کے کچھ عرصہ بعد بجلی سے چلنے والی۔ دستی چھاپہ پر اگر دو سو کاغذ دن بھر میں چھپتے تھے تو اب بیس ہزار کاغذ چند گھنٹے میں چھپ جاتے ہیں۔ مگر اگلے زمانے کی لکھائی اور چھپائی میں کچھ اور ہی بات تھی۔ اسے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا تھا۔ مشینوں نے آ کر ہماری ہنرمندیوں کو ختم کر دیا۔

میرے زمانے میں تعلیم سچ مچ ماں کی گود سے شروع ہوجاتی تھی۔ کلمے اور چھوٹی چھوٹی آیتیں اماں نے پانچ سال کی عمر میں یاد کرادی تھیں۔ ابا نے خالق باری کے کئی شعر از بر کرادئے تھے۔ ۵-۶ سال کی عمر ہی میں مجھے ایک کانونٹ اسکول میں داخل کردیا گیا تھا۔ وہاں اردو فارسی نہیں پڑھائی جاتی تھی۔ ابا گھر پر خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔ ایک استانی جی تیسرے پہر آیا کرتی تھیں، انہوں نے قاعدہ بغدادی اور پارۂ عم پڑھایا تھا۔ اردو کا قاعدہ یاد نہیں کس کا لکھا ہوا تھا، اسپر بادشاہ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ ا سے انار۔ ب سے بکری۔ پ سے پنکھا۔ ت سے تختی اور ث سے ثمر (پھل)۔ ض سے ضعیف اور ظ سے ظروف اب بھی یاد ہے۔ اس کے بعد اردو کی پہلی کتاب پڑھی جسمیں ''ماں بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے اور باپ حقہ پی رہا ہے''۔ پھر دوسری اور تیسری اور چوتھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کتابیں شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کی لکھی ہوئی ہیں۔ ان کتابوں کے فقرے در فقرے آج تک یاد ہیں۔ ان میں بھدی بھونڈی تصویریں بھی ہوتی تھیں جو بڑی پیاری لگتی تھیں۔ انہی کے ساتھ مولوی

اسمعیل میرٹھی کی بھی چند کتابیں پڑھیں۔ ان کی کئی نظمیں آج تک یاد ہیں۔

نہر پر چل رہی ہے پن چکی
دھن کی پوری ہے کام کی پکی

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی
عجب تھی بہار اور عجب سیر تھی

ایک لڑکی بگھارتی ہے دال
دال کرتی ہے عرض یوں احوال

اس طویل عرصے میں بے شمار درسی کتب لکھی گئیں مگر مولانا آزاد اور مولوی اسمعیل کی کتابوں کا جواب نہ ہوسکا۔ انکا ایک ایک شعر، ایک ایک فقرہ، بلکہ ایک ایک لفظ، دل میں اترتا چلا جاتا تھا۔ اب نہ وہ زبان ہے اور نہ وہ بیان ہے۔ درسی کتابیں روشن نستعلیق خط میں چھپنے کے بجائے نسخ ٹائپ میں چھاپی جا رہی ہیں۔ کوئی اللہ کا بندہ یہ نہیں سوچتا کہ زبان اور رسم الخط کا تعلق گوشت اور ناخن کا سا ہوتا ہے۔

میرے بچپن میں یہ ضروری سمجھا جاتا تھا کہ مکتب سے پہلے مسلمان بچوں کو قرآن شریف پڑھایا جائے۔ چنانچہ ایک تقریب ہی بسم اللہ کی ہوتی تھی جسمیں بچے کو قرآن شریف پڑھایا جاتا تھا۔ یہ تقریب عموماً اس وقت کی جاتی تھی جب بچے کی عمر چار سال اور چار مہینے کی ہوجاتی تھی۔ قرآن شریف بالعموم آستانیاں پڑھایا کرتی تھیں۔ ہر محلے میں ان آستانیوں کے مکتب ہوتے تھے۔ ان میں لڑکے بھی پڑھتے تھے اور لڑکیاں بھی۔ آستانیوں کا وہ رعب ہوتا تھا کہ ان کی ایک "ہوں" سے شاگردوں کا دم نکل جاتا تھا۔ جب تک سبق یاد نہ ہو چھٹی نہیں ملتی تھی۔ قرآن شریف کے ساتھ ساتھ اردو بھی شروع کرادی جاتی تھی۔ اسکولوں میں عربی یا فارسی بھی نہیں ہوتی تھی۔ میں اسکول میں بھی فارسی پڑھتا تھا اور گھر پر ابا بھی فارسی پڑھاتے تھے۔ آمد نامہ یا صفوۃ المصادر ایک عجیب وغریب رسالہ تھا۔ اسے یاد کرلو تو ساری منزلیں آسان ہوجاتی تھیں۔ گلستان اور بوستان کے کچھ حصے ضرور پڑھائے جاتے تھے۔ اسی طرح انوار سہیلی کے بھی۔ ترجمہ کے ساتھ قرآن شریف پڑھنے کی وجہ سے عربی کی فہم بھی ہوجاتی تھی۔ یوں دسویں جماعت پاس کرتے کرتے اردو، فارسی اور عربی، تین زبانوں میں نظر پیدا ہوجایا کرتی تھی۔

میں نے ابا سے اپنے دادا کی کتابیں منتخب الحکایات اور چند پند بھی پڑھی تھیں۔ نصوح کا خواب آٹھویں یا دسویں جماعت میں ضرور پڑھایا جاتا تھا۔ اسی طرح ابن الوقت کا اقتباس بھی۔ ان اقتباسات سے پوری کتاب پڑھنے کی تحریص ہوتی تھی۔ میں نے اسکول کے زمانے ہی میں توبۃ النصوح اور ابن الوقت پڑھ لی تھیں۔ آگے چل کر سینکڑوں ناول پڑھ ڈالے مگر وہ لطف کسی ناول میں نہیں آیا جو ان دو کتابوں میں اب بھی آتا ہے۔ اسی طرح ماسٹر پیارے لال کی "رسوم ہند"

بھی ایک سدا بہار کتاب ہے۔ مسدس حالی، شکوہ اور جواب شکوہ کے کئی کئی بند آج بھی یاد ہیں۔ پروفیسر آزاد کی "نیرنگ خیال" بار بار پڑھی۔ سید احمد دہلوی کی "رسوم دہلی" اور منشی فیاض الدین کی "بزم آخر" کے پڑھنے میں بھی بڑا مزہ آتا تھا۔

ہمارے گھر میں ایک بہت بڑا کمرہ اوپر کی منزل میں تھا۔ یہ ابا کا کتب خانہ تھا جسمیں کئی ہزار کتابیں تھیں۔ ابا اسی کمرے میں بیٹھکر کتابیں لکھا کرتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں ہم اپنی پسند کی کتابیں نکال لاتے اور پڑھنے کے بعد انہیں چپکے سے واپس رکھ آتے۔ اسکول کے زمانے میں میں نے شرر، راشد الخیری، حسن نظامی، اور پریم چند کی وہ سب کتابیں پڑھ لی تھیں جو گھر میں موجود تھیں۔ شرر کی "بدر النساء کی مصیبت" راشد الخیری کی "صبح زندگی" اور "شام زندگی" اور حسن نظامی کے "غدر کے افسانے" پڑھکر رونا بہت آتا تھا۔ عجب تاثیر تھی ان لکھنے والوں کی تحریروں میں۔ دو ناولوں کے ترجمے بھی ایسے تھے جنھیں پڑھکر طبیعت بہت متاثر ہوتی تھی۔ ایک "عذرا" جو She کا ترجمہ تھا، اور دوسرا "تائیس" Thais کا ترجمہ تھا۔

آٹھویں جماعت میں آنے کے بعد نولکشور کی چھاپی ہوئی الف لیلہ، قصہ حاتم طائی، قصۂ چہار درویش، فسانۂ آزاد، اور طلسم ہوشربا کے چند حصے پڑھے۔ محلے میں ایک صاحب تھے جن کے پاس طلسم ہوش ربا کی پوری جلدیں تھیں۔ وہ ایک آنہ روز کرایہ پر ہر جلد دیا کرتے تھے۔ عجیب و غریب بے سر و پا باتوں کی کتابیں تھیں مگر اسقدر دلچسپ کہ گھنٹوں پڑھنے پر بھی ان سے طبیعت نہ اکتاتی تھی۔ مگر معلومات کا کتنا خزانہ ان کتابوں میں بھرا ہوا تھا!

اب جو میں دیکھتا ہوں تو نہ وہ کتابیں ہیں اور نہ پڑھنے کا شوق۔ کورس کی کتابیں پڑھنے کی بھی بچوں کو توفیق نہیں ہوتی۔ ان کے دماغ روشن ہوں تو کیسے اور کلکٹ منور ہوں تو کیوں؟ اب تو Comics ہیں اور جاسوسی ناول۔ جیسا منہ ویسی تھپیڑ۔ جیسا مطالعہ ویسا عمل۔

ع محوحیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی۔

بقیہ ثقافتی خبریں:

منجر پور نے اعلان کیا ہے کہ وہ عبدالمجید حیرت شملوی مرحوم کے خطوط کو کتابی صورت دینا چاہتے ہیں اور اس غرض سے انہوں نے سب دوستوں سے درخواست کی ہے کہ مرحوم کے خطوط انہیں بھیجدیں۔

* نادم سیتاپوری "غالب کے کلام میں الحاقی عناصر" کے نام سے ایک کتاب شائع کر رہے ہیں۔ یہ ایک اہم اور چونکا دینے والی کتاب ہوگی۔ ادارۂ فروغ اردو لکھنو شائع کر رہا ہے۔

* ڈاکٹر فاطمہ شجاعت نے تجویز پیش کی ہے کہ ۳۱ دسمبر کو حالی کی ۵۰ ویں سالگرہ شایان شان طریقہ سے منائی جائے۔

تبصرے



نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔

بابائے اردو نمبر

یہ قومی زبان (کراچی) کا بابائے اردو نمبر ہے جو تیسری برسی کے موقع پر شائع کیا گیا ہے۔ اسمیں ۵۰۰ صفحات اور متعدد مضامین ہیں جن میں مولوی عبدالحق کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ اس نمبر میں مولوی صاحب کے بہت سے غیر مطبوعہ خطوط بھی درج کئے گئے ہیں جو نادم سیتاپوری، پیر حسام الدین راشدی وغیرہ کے نام لکھے گئے تھے۔ پیر صاحب نے یہ بیشمار خطوط بہت حفاظت سے رکھ چھوڑے تھے اور غالباً پہلی مرتبہ پبلک کے سامنے آئے ہیں۔ ان میں بہت سی کام کی باتیں ملینگی۔ چند مضامین ایسے بھی ہیں جو ہزاروں میل کے فاصلے سے یہاں پہنچے ہیں۔ ان کے لکھنے والے ہیں ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر داؤد رہبر۔ یہ ہر لحاظ سے قدر کے قابل ہیں۔ مضامین میں بیحد تنوع ہے۔

اس نمبر میں ایک مضمون میں مولوی صاحب کے بڑے بھائی ضیاء الحق کے حالات بھی درج کئے گئے ہیں۔ اس سے پیشتر میں نے ان کے بارے میں کبھی کوئی مضمون نہیں پڑھا۔ اور اسی لئے میں نے بڑے شوق سے اس کا مطالعہ کیا۔ ضرورت ہے کہ ان پر مبسوط مضمون لکھا جائے اور جیسے وہ تھے ھو بہو اس کی لفظی تصویر کھینچکر رکھدی جائے، مع ان کے ''کارناموں'' کے۔ مضمون نگار نے دوران مضمون میں لکھا ہے کہ خواجہ حسن نظامی کا خط نظام کے خلاف تھا۔ مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔ مولانا محمد علی اور نظام کو یہ ضرور باور کرادیا گیا تھا مگر بعد میں نظام کا ان کے رکے ہوئے منصب کی رقم ادا کردینا ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ خط نظام کے خلاف نہ تھا اور صرف ظفر علی خاں کے خلاف تھا۔ یہ نمبر ہر لحاظ سے کامیاب کوشش ہے۔

قیمت صرف چار روپے ہے جو اتنی ضخامت کے رسالہ کے لئے کچھ بھی نہیں۔ سر ورق پر مولوی صاحب کا اسکیچ ہے اور اندر ایک تصویر ہے جسمیں مری کے کمبائنڈ ملیٹری ہاسپٹل میں صدر مملکت اور مولوی صاحب محو گفتگو ہیں۔ (ض۔ا۔ب)

مقالات اقبال

مرتب: سید عبدالواحد معینی۔ ایم، اے۔
ناشر: شیخ محمد اشرف، تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور۔

سائز : اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۸۷ ۔ مجلد۔
قیمت : چھ روپے۔

عبدالواحد صاحب اقبال کے عاشق زار ہیں اب تک جو کچھ انہوں نے اقبال پر قابل قدر کام کیا ہے اس کی بنیاد میں یہی عشق کار فرما ہے۔ زیر ترتیب مجموعہ مضامین میں بعض ایسی تحریرات شامل کرلی گئی ہیں جو ڈاکٹر صاحب نے بہت عرصہ ہوا لکھی تھیں مگر وہ اسقدر نایاب ہیں کہ عام آدمی کی دسترس سے باہر تھیں۔ معینی صاحب نے بڑی تلاش سے ایسی تمام تحریروں کو شامل کتاب کرلیا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ تحریریں اب بھی ایسی ہوں جو معینی صاحب کے ہاتھ نہ آئی ہوں، مگر وہ بہت کم ہونگی۔ معینی صاحب کی کاوش اور محنت ہر لحاظ سے قابل داد ہے۔

اسمیں کوئی ۲۳ مضامین ہیں، چھوٹے بڑے، دو خطوط ہیں جو مولوی انشاءاللہ ایڈیٹر ''وطن'' لاہور کے نام بھیجے گئے تھے۔ یہ ڈاکٹر اقبال کے پہلے سفر یورپ کی یادگار ہیں اور عجیب و غریب مشاھدات پر مبنی ہیں۔ کچھ ادبی مضامین بھی ہیں مثلاً وہ جو ڈاکٹر صاحب نے اھل پنجاب کی اردو دانی پر اعتراض کنندہ کے جواب میں لکھے تھے۔ اس بحث میں ڈاکٹر صاحب نے جو شایستہ رویہ اختیار کیا ہے وہ ہم سب کے لئے باعث تقلید ہے اسلئے کہ ہم بحث میں آپے سے باہر ہوجاتے ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کے اعتراضات کا بھی مدلل اور علمی طریقہ سے جواب دیا گیا ہے۔ یہ جوابات بیحد فاضلانہ ہیں اور ان سے ڈاکٹر صاحب کی وسیع معلومات کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے۔

جناب رسالت مآب کا ادبی تبصرہ ادیبوں کے لئے شمع ھدایت ہے۔ ہر زندگی بخش چیز کی اسلام نے حمایت کی ہے۔ اسی طرح وہ مضمون بھی گہرے مطالعہ کا محتاج ہے جسمیں ڈاکٹر صاحب نے اسلام کی اس دعا کی اپنے مخصوص انداز میں وضاحت کی ہے۔ 'ہمیں دنیا کا بھی حصہ دے'۔

بہر حال یہ سارے مضامین اونچا پایہ رکھتے ہیں اور نہ صرف اقبال کے شیدائی بلکہ اردو زبان کے طالب علم بھی ان سے استفادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

بعض مسترد تحریریں بھی (مثلاً دیباچہ مثنوی رموز خودی) جنہیں خود ڈاکٹر صاحب نے دوسرے ایڈیشن سے نکال دیا تھا۔ شامل کتاب کرلی گئی ہیں تاکہ تلف ہونے سے محفوظ رہیں۔

بہر حال معینی صاحب کی یہ ادبی خدمت قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے کے لائق ہے، اسلئے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال کی ہر تحریر حرز جان بنانے کے قابل ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ (ض۔ا۔ب)

خروش جرس

مصنف : محمد اسحاق فاروقی ''رونق''۔
ناشر : ملک دین محمد اینڈ سنز۔ اشاعت منزل۔ بل روڈ۔ لاہور نمبر ۷۔
سائز : فلسکیپ آٹھ۔ صفحات ۳۰۱۔ مجلد۔
قیمت : پانچ روپے۔

یہ اسحاق فاروقی المتخلص بہ رونق کے

غیر مطبوعہ کلام کا مجموعہ ہے۔ ابتدا میں غزلیں ہیں اور پھر نظمیں۔ آخر میں کچھ فارسی اور ہندی کلام بھی ہے۔

غزلوں کی زبان بالعموم سلیس ہے اور اور شوکت الفاظ سے مالا مال۔ انہوں نے سنگلاخ زمینوں میں بھی بلند پایہ شعر کہے ہیں جس سے ان کی قادر الکلامی بدرجۂ اتم ظاہر ہو جاتی ہے۔

صفحہ ۷۵ پر جو غزل درج ہے اسمیں لفظ ''دڑ'' استعمال کیا گیا ہے۔ مجھے اسکے معنی لغت میں تلاش کرنے پڑے۔ تب کہیں جا کر مفہوم واضح ہوا۔ اچھا ہوتا اگر حاشیہ میں اسکے معنی دیدئے جاتے۔

بعض غزلیں اساتذہ کی غزلوں پر کہی گئی ہیں اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ رونق صاحب نے انمیں مضمون آفرینی کا کافی مظاہرہ کیا ہے۔ قارئین دیوان رونق کے مطالعہ سے نہ صرف لطف اندوز ہونگے بلکہ وہ مصنف کی خدمت میں خراج تحسین ادا کئے بغیر نہیں رہینگے۔

اقبال، جناح اور گاندھی جی پر جو نظمیں کہی گئی ہیں وہ بہت اعلیٰ جذبات پرمشتمل ہیں۔ ہمارے شاعر اقبال سے کافی متاثر ہیں۔

لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ کاغذ سفید اور مضبوط استعمال کیا گیا ہے۔

شروع میں مصنف کے حالات زندگی دیئے گئے ہیں۔ پھر ڈاکٹر قطب الدین احمد کا دیباچہ ہے۔ اسکے بعد چند اکابر کی رائیں دی گئی ہیں۔ پیش لفظ مسٹر جسٹس سجاد احمد جان کا تحریر کردہ ہے جسمیں انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ مصنف اپنی قدرتی صلاحیتوں کو کام میں لا کر اپنے انداز فکر کو نئے سانچوں میں ڈھالینگے۔ اسمیں میری ہمنوائی بھی شامل ہے۔ (ض-ا-ب)

بچوں میں جرائم پسندی

مترجم : کمال احمد رضوی۔
ناشر : اردو مرکز گنپت روڈ۔ لاہور۔
سائز : بیس بیس سولہ۔ صفحات ۲۴۸۔ مجلد۔
قیمت : چار روپے۔

یہ دو امریکی مصنفین کی کتاب Deliquents in the Making کا اردو ترجمہ ہے۔ جو اچھا خاصا اور رواں ہے۔

یہ مصنفین وہ ہیں جو اپنے موضوع سے پورے طور پر واقف ہیں اور جنہوں نے کافی غور و خوض کرنے کے بعد جرائم پسندی کے اسباب کا مطالعہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کی روک تھام کس طرح سے کیجا سکتی ہے۔ کتاب بظاہر امریکی ماحول سے متاثر ہوکر لکھی گئی ہے لیکن چونکہ انسانی فطرت یکساں ہے لہذا پاکستانی ماحول کے لئے بھی وہ یکساں طور پر موزوں ہے۔

فلم نے بھی بچوں کے دلوں میں جرائم پسندی کا رجحان پیدا کیا ہے۔ پہلے بھی بچوں میں جرائم پسندی تھی، لیکن اس کا دائرہ محدود تھا۔ فلم نے اس حد کو توڑ دیا ہے۔

معاشرتی خرابیاں موجودہ تہذیب کا زبردست مسئلہ بن گئی ہیں اور تا وقتیکہ والدین، اساتذہ، ڈاکٹر اور مجسٹریٹ سب ملکر اسکے حل میں مدد نہ دینگے یہ مسئلہ پورے

طور پر حل نہ ہو سکیگا۔ اس کتاب کو پڑھنے سے والدین اپنی ذمہ داریوں کو اور زیادہ شدت سے محسوس کرینگے اور بچوں کی غور و پرداخت پر پہلے سے زیادہ دلچسپی لینی شروع کردینگے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کتاب کا مقصد پورا ہوجائیگا۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ جب تک ہم صحت مند بچے دنیا میں نہ بھیجینگے، جرائم کی دنیا ہمیشہ آباد رہیگی۔

مسئلہ تعلیم پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں موجودہ کتاب ایک اضافہ ہے۔ یہ سوشل ورکروں کے لئے بھی بہت کار آمد ہے۔ جلد بہت مضبوط ہے۔ کاغذ اور لکھائی اور جنرل گیٹ اپ بہت نفیس ہے۔

(ض۔ا۔ب)

صنم خانۂ عشق

مصنف: امیر مینائی مرحوم۔

ناشر: مسعود پبلشنگ ہاؤس، پلاسس اسٹریٹ کراچی۔

سائز: بیس چھبیس آٹھ، صفحات ۳۲۹، مجلد۔

قیمت: آٹھ روپے پچھتر پیسے۔

محمد اقبال سلیم گاندھروی نے ''حرف اولین'' میں لکھا ہے کہ ۱۹۲۳ میں انہوں نے امیر کا یہ شعر سنا تھا:

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اور اس وقت سے ان کے دل میں تڑپ تھی کہ وہ امیر کے کلام کی اشاعت کریں۔ بارے انہیں اب یہ موقع ملا ہے اور کتاب ''صنم خانۂ عشق'' جو امیر کا پہلا مجموعۂ کلام ہے پبلک کے سامنے ہے۔

امیر اردو کے اساتذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ یہ ان شعرا میں سے ہیں جنھوں نے گیسوئے زبان کو سنوارا۔ ان کے کلام میں حسن تخیل کے ساتھ روانی اور دل کشی بھی پائی جاتی ہے۔ سکسینہ نے ان کا، داغ کے کلام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے دونوں کی خصوصیات سے تفصیلی بحث کی ہے۔ ساتھ ہی اس نے تسلیم کیا ہے کہ امیر کا کلام اعلیٰ خیالات، روانی، سلاست، توازن الفاظ اور ایجاز کے لئے خاص شہرت رکھتا ہے۔

یقین ہے کہ یہ مجموعۂ کلام جسے اب اچھے کاغذ پر صحت و صفائی کے ساتھ چھاپا گیا ہے، اردو دان پبلک میں مقبولیت عامہ حاصل کریگا۔ (ض۔ا۔ب)

جماعت اسلامی

مرتب: چودھری حبیب احمد۔

ناشر: پاکستان ٹائمز پریس۔ رتن چند روڈ۔ لاہور۔

سائز: اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۳۶۸۔ مجلد۔

قیمت: ۵ روپے۔

اس کتاب کو میں نے انتہائی شوق سے پڑھا از اول تا آخر، لیکن افسوس ہے کہ مرتب کے نقطۂ نگاہ سے میں ہم آہنگی کرنے سے قاصر رہا۔ اگر شایستہ طریقۂ استدلال اختیار کیا جاتا تو ممکن ہے کہ وہ دل و دماغ دونوں کو اپیل کرتا مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ مولانا مودودی کی تحریروں کے اقتباسات بھی کچھ اسطرح سے

پیش کئے گئے ہیں کہ وہ کٹ کر رہ گئے ہیں اور واضح اثر دل و دماغ پر نہیں چھوڑتے ۔ ذاتی طور پر میں اسکے مطالعہ سے مایوس ہی ہوا ہوں ۔ (ض۔ا۔ب)

مغربی پاکستان میں مرد کیا پڑھتے ہیں

اس کتابچہ کو مولانا صلاح الدین احمد (مرحوم) ایڈیٹر ''ادبی دنیا'' نے تیار کیا ہے ۔ اس میں اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ مغربی پاکستان کے مرد کیا پڑھتے ہیں ۔ یہ انگریزی میں ہے ۔

جایزہ میں اردو، انگریزی، پنجابی، پشتو اور سندھی کی کتابوں وغیرہ سے بحث کی گئی ہے ۔ جو کتابیں زیادہ مقبول ہیں، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں : کلام غالب، امراؤجان ادا، بال جبریل، انار کلی، رحمۃ للعالمین، افادات مہدی، آخری چٹان، آگ کا دریا، منٹو کے افسانے، بانگ درا، خدا کی بستی، ضرب کلیم، پس دیوار زنداں ۔

ویسے تاریخی ناول مذہب، سفرنامے وغیرہ بھی مقبول ہیں ۔ پنجابی کتابوں میں ہیر وارث شاہ زیادہ پڑھی جاتی ہے ۔

۳۱ سے ۵۰ برس کی عمر کے لوگوں میں ضرب کلیم، صحیح بخاری، سنگ وحشت، حقوق زوجین، الفاروق، کلام حسرت شوق سے پڑھی جاتی ہیں ۔

۵۰ سال سے اوپر کے لوگ کیمیائے سعادت توبۃ النصوح، سلطان صلاح الدین ایوبی، تذکرۃ الاولیا جیسی کتابیں ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں ۔

اسے نیشنل بک سنٹر، تھیوسوفیکل ہال، بندر روڈ کراچی نے شائع کیا ہے ۔ طباعت وغیرہ نہایت پاکیزہ ہے ۔ ظاہری شکل بھی دیدہ زیب ہے ۔ (ض۔ا ب)

نسیم سحر

یہ مکتبۂ مصنف، ٹھٹائی کمپاؤنڈ، کراچی کی تازہ ترین پیشکش ہے ۔ مرتب ہیں ایم ۔ عبدالقادر اورنگ آبادی ۔ یہ ٥٦ صفحات پر مشتمل ہے اور قیمت ۵۰ پیسے ہے ۔ اس میں چند مضامین ہیں اور دو تین مزاحیہ نظمیں ۔ سنجیدہ مضامین میں ''اسلام میں عورتوں کا مرتبہ''، ''مسئلۂ تناسخ''، ''عہد عربی''، ''درس خودی''، ''اسلام کی ترقی میں عورتوں کی قربانیاں'' اور ''درہم گرا دینار ملا'' خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ آخری مضمون ایک تاریخی واقعہ ہے ۔ قرآن کی فریاد (از ماہرالقادری) بھی درج کی گئی ہے ۔ (ض۔ا۔ب)

اردو شعر و ادب پر ایک نظر

یہ اردو کی ادبی تاریخ کا خاکہ ہے جسے محمد احمد صدیقی نے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی جامع کتاب سے اخذ کرکے مرتب کیا ہے یہ ۱۹۶۳ میں چھپی ہے اور اسلئے اس میں جدید ترین کتابوں کو بھی شامل کرلینا چاہئے تھا ۔ مگر وہی پرانے نام ملتے ہیں ۔

موجودہ حالت میں بھی اسکی افادیت اپنی جگہ پر ہے ۔ آخری صفحہ پر طالب بنارسی کی بجائے طالب نیازی لکھدیا گیا ہے جو غالباً قلمی لغزش ہے کتاب ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اسکی قیمت ۹۰ پیسے ہے ۔ کراچی بک ڈپو، اردو بازار، کراچی سے ملیگی ۔

ایک سبق آموز واقعہ

کتاب ایک آخری ساتھی کی حیثیت سے

مولانا شبلی اور آرنلڈ دونوں علیگڈھ میں پروفیسر تھے۔ مولانا ممالک اسلامیہ کی سیاحت کرنے چلے اور آرنلڈ اپنے وطن لندن۔ دونوں کا نہر سوئیز تک کا ساتھ رہا۔ راستہ میں ایسا سخت طوفان آیا کہ سارے مسافر گھبرا گئے۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ میں آرنلڈ کے کمرے میں گھسا تو آرنلڈ صاحب کو کتاب بینی میں مصروف اور محو پایا۔ مولانا شبلی نے خیال کیا کہ شاید آرنلڈ صاحب کو طوفان کی خبر نہیں ہے، مطالعہ میں اسقدر مستغرق ہیں کہ طوفان کے ھچکولے محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ مولانا نے آرنلڈ سے کہا، مسٹر آرنلڈ، طوفان آرہا ہے، جہاز عنقریب ڈوبنے والا ہے اور آپ ہیں کہ مطالعہ میں غرق ہیں۔ آرنلڈ نے جواب دیا: مجھے معلوم ہوا کہ طوفان آرہا ہے اور اس قدر زور دار ہے کہ جہاز ممکن ہے ڈوب جائے۔ اگر میرے پریشان ہونے سے طوفان رک سکتا تو میں ضرور دماغ پریشان کرتا اور جہاز کو ڈوبنے سے بچالیتا۔ مگر طوفان تو خدا کے روکے رکیگا۔ پھر میں یہ فرصت کے لمحات کیوں کھوؤں؟ علم حاصل کرنے کا موقع پھر کہاں ملیگا؟ (منادی۔ ملا واحدی کے ایک مضمون سے)۔

ثقافتی اور ادبی خبریں

* ڈاکٹر جافرے سرل کو جو موبنش یونیورسٹی، ملبورن، میں تاریخ کے پروفیسر ہیں، ۵۰۰ پونڈ کا انعام برائے ادب ملا ہے۔ یہ انعام مومبا تہوار کے موقع پر دیا جاتا ہے۔ موبما کے معنی ہیں "آؤ ملیں جلیں اور دلچسپی اٹھائیں"۔ یہ انعام The Golden Age پر ملا ہے جسمیں ۱۸۵۱ اور ۱۸۶۱ کے درمیانی سالوں میں وکٹوریہ میں سونے کی تلاش کے لئے ہوئے والی کشمکش کا حال تحریر کیا گیا ہے۔ کتاب چار سال میں مکمل ہوئی ہے۔ ڈاکٹر سرل دوسرے ساتھیوں کی مدد سے آجکل کوئی ۸ ہزار اشخاص کے حالات زندگی لکھنے میں مصروف ہیں جو ۱۷۸۸ سے لیکر اب تک آسٹریلیا میں گزرے ہیں۔

* "بھودان تحریک" کے تازہ پرچہ میں ۳۳ ہندو مسلم اور سکھ اکابر کی ایک اپیل شائع کی گئی ہے جسمیں ان لیڈروں نے ہندوؤں سے درخواست کی ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات کے نتیجہ میں "ہمارے مسلم شہریوں کو جو شدید محرومیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ان میں بے چارگی اور ناامیدی کے جو حالات پیدا ہو رہے ہیں،" ان کا خاتمہ کیا جائے۔ اپیل میں بتایا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں ہندوؤں پر جو اکثریت میں ہیں، بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

* پنڈت میلا رام وفا کو جو اردو کے مشہور شاعر اور صحافی ہیں، حکومت پنجاب نے "ادیب اعلیٰ" کا اعزاز دیا ہے۔

* قاضی عبدالودود کو جو فارسی اور اردو کے ممتاز عالم ہیں، بھارتی حکومت نے صدر جمہوریہ کا "فارسی کا اعزاز" عطا کیا ہے۔

* سید انیس شاہ گیلانی، محمد آباد ڈاکخانہ

(بقیہ صفحہ ۳ پر دیکھو)

رسالوں پر طائرانہ نظر

نقش (بمبئی)۔ تازہ ترین پرچہ اپنی چند خصوصیتوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اسمیں افسانے بھی ہیں اور خاکے بھی اور منظومات بھی۔ جیسا کہ معلوم ہے اسمیں ہندو پاکستان کی ادبیت کا نچوڑ ہوتا ہے۔ آخری مضمون ''پاکستان میں پبلشنگ'' ہے جسے علاؤالدین خالد نے اردو تدریس کانفرنس میں پڑھا تھا اور اپنی ہمہ گیریت کی وجہ سے متعدد رسالوں میں نقل ہوا ہے۔ (میں اپنی طرف سے اور قارئین کی جانب سے شمس زبیری کی خدمت میں ان کی والدہ ماجدہ کی وفات پر ہدیہ تعزیت پیش کرتا ہوں۔ شمس صاحب ایک ایسی دولت سے محروم ہو گئے ہیں جس سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی دولت نہیں۔ خدا ان کے دل محزوں کو صبر دے!)

جام نو (کراچی)۔ اکتوبر کے شمارہ میں چند قابل مطالعہ افسانے ہیں اور کچھ غزلیں۔ افسانوں میں ''مس فلاں مسٹر فلاں'' اچھا ہے اگرچہ پڑھنے کے بعد مسٹر فلاں کے بارے میں اچھا تاثر قائم نہیں ہوتا۔ ''پگلی'' بہت اعلیٰ درجہ کا نفسیاتی افسانہ ہے۔

پیام تعلیم (نئی دہلی) مکتبہ جامعہ ملیہ نئی دہلی، کا یہ مقبول عام رسالہ کچھ عرصہ تک بند رہنے کے بعد اگست ۱۹۶۳ سے دوبارہ جاری کیا گیا ہے۔ اب تک تین شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ مضامین ایسے ہیں جنہیں بچے یقیناً دلچسپی سے پڑھینگے۔ بعض مضامین خاصے معلوماتی ہیں۔ امید ہے کہ یہ ماہنامہ اپنا پہلا سا مقام حاصل کرلیگا۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ سالانہ چندہ پانچ روپے ہے اور پرچہ کی قیمت ۵۰ پیسے ہے۔ یہ تصاویر سے بھی مزین رہتا ہے۔

آج کل (دہلی)۔ اکتوبر کے شمارہ میں اولین جگہ سخی حسن نقوی کے مضمون کو دی گئی ہے جس کا عنوان ہے ''قدیم ہندوستان میں مذہب اور فلسفہ'' یہ بہت تحقیقات سے لکھا گیا ہے۔ ''کہکشاں'' دلچسپ کہانی ہے۔ فراق گورکھپوری کی شاعری پر شمیم حنفی کا مضمون پڑھنے کے قابل ہے۔ اسمیں اکابر کی آرا دی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ وہ کتنے عظیم شاعر ہیں۔ ''کاتب کی کرشمہ سازیاں'' بھی دلچسپ ہے۔ ایک اور مضمون میں نراین آپٹے (وفات ۳ مارچ ۱۹۱۹) کو جو مراٹھی کے ایک اچھے شاعر تھے، ابراہیم اختر نے خراج تحسین ادا کیا ہے۔ وہ آزادی کے ایک سپاہی کی حیثیت سے بھی نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ پنڈت نہرو اور گاندھی جی کی متعدد تصاویر سے یہ پرچہ مزین ہے۔

سیارہ (لاہور)۔ ستمبر کے پرچہ میں ''اداس نسلیں'' کے مصنف عبداللہ حسین کا انٹرویو دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ ''ہمارے امریکی نیگرو'' (از بدر عالم) بڑی حد تک نئی معلومات پر مشتمل ہے اور اسکے مطالعہ سے

حبشیوں کے مسائل بآسانی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ ''کون کہتا ہے ہم مسلمان نہیں؟'' قابل مطالعہ ہے۔

اکتوبر کے پرچہ میں فضل احمد کریم فضلی کا انٹرویو چھپا ہے۔ اسمیں جگرمرادآبادی کے بارے میں بہت سی دلچسپ باتیں ملینگی۔ آخر میں چند اشعار درج کئے گئے ہیں جنہیں فضلی اپنے بہترین اشعار قرار دیتے ہیں۔ انٹرویو غلام حسین اظہر نے لیا تھا۔ ''حیات مومن'' پر کلب علی خاں فائق رامپوری کا مضمون مطالعہ قابل ہے۔ ''ادب میں نذرالاسلام کا درجہ'' بھی پڑھنے کے لائق ہے۔

جامعہ (نیو دھلی)۔ ستمبر کے پرچہ میں پی۔این۔بینرجی نے اپنے مضمون میں بتایا ہے کہ انہیں زبانیں سیکھنے کا چسکہ کس طرح پڑا۔ مضمون بہت دلچسپ ہے افریقہ کی بیداری پر جعفر رضا بلگرامی کا مضمون خوب ہے۔ ''میر اور ان کی غزل'' اچھا مضمون ہے اور اسمیں میر کے کلام کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ تبصرے وغیرہ بھی لائق مطالعہ ہیں۔

منادی (نیو دھلی)۔ تازہ پرچہ میں ملا واحدی کے چند مضامین شائع ہوئے ہیں۔ یہ سب فکر انگیز ہیں خصوصیت کے ساتھ وہ مضمون جسمیں مغربی تہذیب کے بارے میں مغربی مفکرین کے اقوال شائع کئے گئے ہیں۔ ''اردو گلستان'' کا کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ یہ خواجہ حسن نظامی مرحوم کے روزنامچہ کا نام ہے اور آج بھی دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ ''فوائد الفوائد'' کی مزید قسط دی گئی ہے۔

سفینہ (کراچی)۔ ستمبر کے شمارے میں نادم سیتاپوری نے لکھنو کے چند قدیم مشاعروں کا حال لکھا ہے۔ نادم نے صحیح لکھا ہے کہ ''۱۹۰۷ کے بعد ہماری تہذیب و معاشرت میں بھی انقلاب آ گیا، ادبی قدریں بدل گئیں، مشاعروں کا رنگ اور ہوگیا۔'' ''عربی زبان'' پر غلام احمد حریری کا مضمون اچھا ہے۔

پگڈنڈی (امرتسر)۔ آزادی نمبر میں پنڈت نہرو پر چند نظمیں درج کی گئی ہیں جو تاثر سے بھرپور ہیں۔ سید رفیق مارہروی نے ایک قدیم ہندی شاعری کے حالات بیان کئے ہیں اور ان کا کلام پیش کیا ہے۔

سب رس (حیدرآباد دکن)۔ ستمبر کے شمارہ میں پروفیسر جہاں بانو نقوی نے غالب کے بعض اشعار پر نئے انداز سے تبصرہ کیا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔ ''باغ اردو'' کی آخری قسط دی گئی ہے۔ ''باغ اردو'' نام ہے شیخ سعدی کی گلستان کے ترجمہ کا جسے افسوس نے ڈیڑھ سو سال پیشتر مکمل کیا تھا۔ ''سلطنت بہیمنی کی باقیات'' میں اس سلطنت کے چند تاریخی واقعات سے بحث کی گئی ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ دیوان نسیم دھلوی کے دیوان (مطبوعہ ۱۲۸۰) پر تبصرہ پڑھنے کے قابل ہے۔

اکتوبر کے پرچہ میں فراسٹ اور اسکی شاعری پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس امریکی شاعر کو چار مرتبہ شاعری کا سب سے اونچا انعام Pulitzer Prize مل چکا ہے۔ ''حرف آشنا'' پرجو صفیہ اختر کے خطوط کے دوسرے مجموعہ کا نام ہے صابر شاہ آبادی کا تبصرہ قابل مطالعہ ہے، ''دکن اور دکنی کا آغاز'' عنوان ہے

ڈاکٹر شرما کے ایک مضمون کا جسے غلام رسول نے اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ قسط وار شائع ہوتا رہیگا۔ رزاق فاروقی نے مولانا آزاد کا ایک مضمون ''احسن الاخبار'' کلکتہ سے نقل کیا ہے جو ۱۴ برس کی عمر میں لکھا گیا تھا۔

العلم (کراچی)۔ تیسرے سہ ماہی پرچہ میں اخلاص حسین زبیری نے چٹاگانگ کی بندرگاہ اور وہاں کے پہاڑی علاقہ کا حال لکھا ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی وہ تقریر درج کی گئی ہے جو انہوں نے اردو تدریس کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں اعلیٰ تعلیم کے لئے اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے بارے میں کی تھی۔ نواب محمد علی خاں والی ٹونک کے سفرنامۂ حجاز و لندن (۱۸۷۰-۷۱) کی پہلی قسط دی گئی ہے۔ یہ سفر نامہ دلچسپ واقعات پر مشتمل ہے۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے حالات بصیرت افروز ہیں۔ ''دریائے نیل'' کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک اور مضمون میں مولوی معین الدین نے علامہ برہان الدین ازنوجی کے تعلیمی نظریات کا ترجمہ دیا ہے۔ ''خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی ازواج و اولاد'' کی تیسری قسط دی گئی ہے۔

نوائے ادب (بمبئی)۔ تیسری سہ ماہی کے شمارہ میں عبدالرزاق قریشی نے ''ساقی نامۂ عزلت'' پر ایک طویل مضمون قلمبند کیا ہے۔ یہ ساقی نامہ دوسو سال پیشتر لکھا گیا تھا۔ ''سرمایۂ کلام غالب'' کی مزید قسط دی گئی ہے۔ اس کا تعلق رشک، قنوطیت اور مضمون آفرینی کے موضوعات سے ہے۔ ''مومن کی غزل'' از سعادت نظیر قابل مطالعہ ہے۔ دوسرے فیچر مثلاً مقالہ نما اور تبصرے موجود ہیں۔ یہ رسالہ سہ ماہی ہے اور اس کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔

معارف (اعظم گڈھ)۔ ستمبر کے پرچہ میں ڈاکٹر حمید اللہ نے امام سرخی کی نو سو سالہ برسی کے سلسلہ میں ان کی کتاب ''النبات'' پر روشنی ڈالی ہے۔ ''فساد زمانہ اور عموم بلویٰ'' کے عنوان سے حافظ حافظ مجیب اللہ نے ایک علمی بحث کی ہے۔ یہ دوسری قسط ہے۔ ہندی شاعری کا تاریخی جایزہ (تیسری قسط) بھی قابل مطالعہ ہے۔ انہوں نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ ''تلسی داس، سورداس، نند داس کی شاعری پر دنیا کا کوئی ادب بھی فخر کر سکتا ہے۔'' سید محمود حسن قیصر نے ایک مضمون میں سعدی کی بہت سی تعلیمات کو حضرت علی (رض) کی تعلیمات سے منسوب کیا ہے۔ شوکت علی خاں نے جہانگیری دور کے ایک نایاب مخطوط کی نشاندھی کی ہے جس سے جہانگیر کے دور کی ''سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی جھلکیاں'' نظر آسکتی ہیں۔ خطوط اکبر بنام مولانا سید سلیمان ندوی کا سلسلہ جاری ہے۔

نگار پاکستان (کراچی)۔ ستمبر کے شمارہ میں ڈاکٹر عالیہ امام نے ایک طویل مضمون میں ''اردو شاعری میں قومی شعور کا ارتقا'' سے بحث کی ہے اور جاگیر دارانہ نظام کی فرسودگی کے نتیجہ میں جو قومی تحریکیں اٹھیں ان کی تشریح کی ہے۔ اس سے اردو شاعری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہی۔ مضمون توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔ نیاز صاحب نے ایک مقالہ میں

مابی تہ ریک پر روشنی ڈالی ھے۔ گوپی ناتھ امن
نے ''ہندوستانی جمہوریت اور ہندو'' کے
عنوان سے ایک مضمون لکھا ھے اور اسمیں
دلسوزی سے اس جذبہ کا اظہار کیا ھے کہ
بھارت ماتا کا سپوت وھی ھے جو تمام اہل
ملک سے محبت کرتا ھو''۔ گلزار ابراھیم و گلشن
.د پر حنیف نقوی کا مضمون قابل مطالعہ
ہے۔ ''شطرنج کی ایجاد اور اسکے موجد کا انعام''
(از نیاز) بہت ھی دلچسپ ھے۔

اکتوبر کے شمارہ میں نیاز صاحب نے اپنے
ایک قدیم دوست مجیب احمد انصاری کا ماتم
کیا ھے۔ مرحوم بلاشبہ قابل احترام ھستی
ہے اور نہایت دوست پرور۔ ان کی جدائی
ہمیشہ محسوس کی جائیگی۔ ''میرا حج بیت اللہ''
عنوان ھے ایک مضمون کا جسمیں صاحب مقابلہ
کے بعض شعایر کے بارے میں اعتراض کئے
ہیں۔ ایک اور مضمون میں آغا افتخار حسین
نے ''نسخۂ دلکشا'' پر روشنی ڈالی ھے۔ یہ
دو شعرا کا تذکرہ ھے۔ سولانا تمنا عمادی
نے اپنے مقالہ میں شہادت امام حسین کی بحث
میں صاف صاف لکھا ھے کہ یزید نہ فاسق
تھا اور نہ قاتل حسین۔ انہوں نے بہت سی
انکا دینے والی باتیں بھی لکھی ھیں، مثلاً
یہ کہ حضرت حسین کو اھل کوفہ نے قتل
کیا وغیرہ وغیرہ۔ باب الانتقاد میں امجد نجمی
کی ''طلوع سحر'' پر طویل تبصرہ قابل مطالعہ
ہے۔

الشجاع (کراچی)۔ اکتوبر کے شمارہ میں
سب سے دلچسپ مضمون شیخ شخبوط کی شخصیت
ہے جو عرب کے ان شیوخ میں سے ایک ھیں
جنھیں خدا تعالیٰ نے تیل کے چشموں سے نوازا
ھے۔ ارشد تھانوی کا مضمون ''ملحقات کشمیر
کے فرمانروا'' بھی دلچسپ ھے۔ حرمت الاکرام
کا تنقیدی مضمون بھی جسمیں جدید نظم کی
اچھائی اور برائی سے بحث کی گئی ھے، پڑھنے
کے قابل ھے۔

فاران (کراچی)۔ ستمبر کے شمارہ میں نقش
اول میں توحید کے صحیح تقاضوں پر زور دیا
گیا ھے۔ سارا مضمون پڑھنے کے قابل ھے۔
''ادبیات ایران میں گلستاں کا مقام'' (دوسری
قسط) قابل مطالعہ ھے۔ اسکے لکھنے والے
سولانا عبدالرشید فاضل ھیں۔

اکتوبر کے شمارے والے نقش اول میں
یہ پڑھکر سخت تکلیف ھوئی کہ ایک شیخ
طریقت نے یہ مشورہ دیا ھے کہ اگر شراب
ھی پینی ھے تو دیسی شراب پینی چاھئے تاکہ
زر مبادلہ کی بچت ھو۔ اس شخص پر مقدمہ
چلانا چاھئے۔ اسلئے کہ اس نے ایسی بات کہی ھے
جو تعلیمات اسلام کے بالکل خلاف ھے۔ قاموس ھے
الاغلاط پر ایک نظر'' تنقیدی مضمون ھے جو
دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ھے۔ عبدالمجید
حیرت شملوی کی وفات پر ماھر القادری کا مضمون
بہت خوب ھے۔

عصمت (کراچی)۔ اکتوبر کے شمارہ میں
عبدالغفار خیری نے ایک مضمون میں اخوت
اسلامی پر زور دیا ھے۔ ملا واحدی نے نبوت
سے پہلے سرور کائنات کے بعض واقعات کو
بیان کیا ھے جو بہت سبق آموز ھیں۔ ''نوکر''
بھی اچھا مضمون ھے۔ اسمیں بعض نوکروں
کی بدمعاشیوں پر روشنی ڈالی گئی ھے۔

ڈاکٹر شرما کے ایک مضمون کا جسے غلام رسول نے اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ قسط وار شائع ہوتا رہیگا۔ رزاق فاروقی نے مولانا آزاد کا ایک مضمون ''احسن الاخبار'' کلکتہ سے نقل کیا ہے جو ۱۳ برس کی عمر میں لکھا گیا تھا۔

العلم (کراچی)۔ تیسرے سہ ماہی پرچہ میں اخلاص حسین زبیری نے چٹاگانگ کی بندرگاہ اور وہاں کے پہاڑی علاقہ کا حال لکھا ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی وہ تقریر درج کی گئی ہے، جو انہوں نے اردو تدریس کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں اعلیٰ تعلیم کے لئے اردو کو ذریعہ' تعلیم بنانے کے بارے میں کی تھی۔ نواب محمد علی خاں والی ٹونک کے سفرنامہ' حجاز و لندن (۱۸۷۰-۷۱) کی پہلی قسط دی گئی ہے۔ یہ سفر نامہ دلچسپ واقعات پر مشتمل ہے۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے حالات بصیرت افروز ہیں۔ ''دریائے نیل'' کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک اور مضمون میں مولوی معین الدین نے علامہ برہان الدین ازنوجی کے تعلیمی نظریات کا ترجمہ دیا ہے۔ ''خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی ازواج و اولاد'' کی تیسری قسط دی گئی ہے۔

نوائے ادب (بمبئی)۔ تیسری سہ ماہی کے شمارہ میں عبدالرزاق قریشی نے ''ساقی نامہ' عزلت'' پر ایک طویل مضمون قلمبند کیا ہے۔ یہ ساقی نامہ دوسو سال پیشتر لکھا گیا تھا۔ ''سرمایہ' کلام غالب'' کی مزید قسط دی گئی ہے۔ اس کا تعلق رشک، قنوطیت اور مضمون آفرینی کے موضوعات سے ہے۔ ''مومن کی غزل'' از سعادت نظیر قابل مطالعہ ہے۔ دوسرے فیچر مثلاً مقالہ نما اور تبصرے موجود ہیں۔ یہ رسالہ سہ ماہی ہے اور اس کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔

معارف (اعظم گڈھ)۔ ستمبر کے پرچہ میں ڈاکٹر حمید اللہ نے امام سرخی کی نو سو سالہ برسی کے سلسلہ میں ان کی کتاب ''النبات'' پر روشنی ڈالی ہے۔ ''فساد زمانہ اور عموم بلویٰ'' کے عنوان سے حافظ مجیب اللہ نے ایک علمی بحث کی ہے۔ یہ دوسری قسط ہے۔ ہندی شاعری کا تاریخی جایزہ (تیسری قسط) بھی قابل مطالعہ ہے۔ انہوں نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ ''تلسی داس، سورداس، نند داس کی شاعری پر دنیا کا کوئی ادب بھی فخر کر سکتا ہے۔'' سید محمود حسن قیصر نے ایک مضمون میں سعدی کی بہت سی تعلیمات کو حضرت علی (رض) کی تعلیمات سے منسوب کیا ہے۔ شوکت علی خاں نے جہانگیری دور کے ایک نایاب مخطوط کی نشاندھی کی ہے جس سے جہانگیر کے دور کی ''سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی جھلکیاں'' نظر آسکتی ہیں۔ خطوط اکبر بنام مولانا سید سلیمان ندوی کا سلسلہ جاری ہے۔

نگار پاکستان (کراچی)۔ ستمبر کے شمارہ میں ڈاکٹر عالیہ امام نے ایک طویل مضمون میں ''اردو شاعری میں قومی شعور کا ارتقا'' سے بحث کی ہے اور جاگیر دارانہ نظام کی فرسودگی کے نتیجہ میں جو قومی تحریکیں اٹھیں ان کی تشریح کی ہے۔ اس سے اردوشاعری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہی۔ مضمون توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔ نیاز صاحب نے ایک مقالہ میں

وهابی تحریک پر روشنی ڈالی ھے۔ گوپی ناتھ امن نے ''هندوستانی جمہوریت اور هندو'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ھے اور اسمیں دل سوزی سے اس جذبہ کا اظہار کیا ھے کہ ''بھارت ماتا کا سپوت وهی ھے جو تمام اهل ملک سے محبت کرتا هو''۔ گلزار ابراهیم و گلشن هند پر حنیف نقوی کا مضمون قابل مطالعه ھے۔ ''شطرنج کی ایجاد اور اسکے موجد کا انعام'' (از نیاز) بہت هی دلچسپ ھے۔

اکتوبر کے شمارہ میں نیاز صاحب نے اپنے ایک قدیم دوست مجیب احمد انصاری کا ماتم کیا ھے۔ مرحوم بلاشبہ قابل احترام هستی تھے اور نہایت دوست پرور۔ ان کی جدائی همیشه محسوس کی جائیگی۔ ''میرا حج بیت اللہ'' عنوان ھے ایک مضمون کا جسمیں صاحب مقاله نے بعض شعایر کے بارے میں اعتراض کئے هیں۔ ایک اور مضمون میں آغا افتخار حسین نے ''نسخهٔ دلکشا'' پر روشنی ڈالی ھے۔ یہ اردو شعرا کا تذکرہ ھے۔ مولانا تمنا عمادی نے اپنے مقاله میں شہادت امام حسین کی بحث میں صاف صاف لکھا ھے کہ یزید نہ فاسق تھا اور نہ قاتل حسین۔ انہوں نے بہت سی چونکا دینے والی باتیں بھی لکھی هیں، مثلاً یہ کہ حضرت حسین کو اهل کوفه نے قتل کیا وغیرہ وغیرہ۔ باب الانتقاد میں امجد نجمی کی ''طلوع سحر'' پر طویل تبصرہ قابل مطالعه ھے۔

الشجاع (کراچی)۔ اکتوبر کے شمارہ میں سب سے دلچسپ مضمون شیخ شخبوط کی شخصیت ھے جو عرب کے ان شیوخ میں سے ایک هیں جنھیں خدا تعالیٰ نے تیل کے چشموں سے نوازا ھے۔ ارشد تھانوی کا مضمون ''ملحقات کشمیر کے فرمانروا'' بھی دلچسپ ھے۔ حسرت الاکرام کا تنقیدی مضمون بھی جسمیں جدید نظم کی اچھائی اور برائی سے بحث کی گئی ھے، پڑھنے کے قابل ھے۔

فاران (کراچی)۔ ستمبر کے شمارہ میں نقش اول میں توحید کے صحیح تقاضوں پر زور دیا گیا ھے۔ سارا مضمون پڑھنے کے قابل ھے۔ ''ادبیات ایران میں گلستان کا مقام'' (دوسری قسط) قابل مطالعه ھے۔ اسکے لکھنے والے مولانا عبدالرشید فاضل هیں۔

اکتوبر کے شمارے والے نقش اول میں یہ پڑھکر سخت تکلیف هوئی کہ ایک شیخ طریقت نے یہ مشورہ دیا ھے کہ اگر شراب هی پینی ھے تو دیسی شراب پینی چاهئے تاکہ زر مبادله کی بچت هو۔ اس شخص پر مقدمه چلانا چاهئے۔ اسلئے کہ اس نے ایسی بات کہی ھے جو تعلیمات اسلام کے بالکل خلاف ھے۔ قاموس ھے الاغلاط پر ایک نظر'' تنقیدی مضمون ھے جو دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ھے۔ عبدالمجید حیرت شملوی کی وفات پر ماهر القادری کا مضمون بہت خوب ھے۔

عصمت (کراچی)۔ اکتوبر کے شمارہ میں عبدالغفار خیری نے ایک مضمون میں اخوت اسلامی پر زور دیا ھے۔ ملا واحدی نے نبوت سے پہلے سرور کائنات کے بعض واقعات کو بیان کیا ھے جو بہت سبق آموز هیں۔ ''نوکر'' بھی اچھا مضمون ھے۔ اسمیں بعض نوکروں کی بدمعاشیوں پر روشنی ڈالی گئی ھے۔

بیگم شایستہ سہروردی کا مضمون ''ان کی یاد میں'' دل پر اثر کرنے والا ہے۔

صبح امید (بمبئی)۔ ستمبر اور اکتوبر کا مشترکہ نمبر ہے، ''مہاراشٹر نمبر حصہ دوم۔ صنعتی'' یہی وجہ ہے کہ اسمیں مہاراشٹر کی صنعتی ترقیوں پر خصوصیت سے توجہ دی گئی ہے۔ ایک مضمون میں بمبئی کے چند ایسے خاندانوں کے حالات درج کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے بمبئی میں اردو کو فروغ ہوا۔ بمبئی کے اردو اخبارات اور رسائل کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ بمبئی کے دیدنی ،قدمات میں ہیفکن انسٹی ٹیوٹ کو بھی جگہ ملنی چاہئے تھی اسلئے کہ یہ اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جہاں سانپوں کے زہر سے تریاق تیار کیا جاتا ہے۔ اس نمبر میں متعدد فوٹو ہیں۔ جن میں سے بعض نہایت دلکش ہیں۔ ''صبح امید'' قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اب تک چھ سات ضخیم نمبر شائع کردئے ہیں۔ اس نمبر کے صفحات کی تعداد ۱۶۲ ہے اور قیمت تین روپے ہے۔

قومی کتاب میلہ ۱۹۶۴ء

کہئے کیا آپ سائنس کی کتابیں دیکھ ے ہیں؟ جناب آپ کے خاص موضوع پر ابھی تابیں نہیں لکھی گئی ہیں۔ نہیں، یہاں علمی تابیں بھی نہیں ہیں۔ اچھا تو یہ کتاب آپ و پسند آئی ہے۔ کیا کہتے ہیں؟ قیمت ت زیادہ ہے۔ جناب، یہاں تو یہی حال ہے یا کیا جائے۔

یہ کوئی خیالی تصویر نہیں ہے۔ یہ ہمارا ر آپ کا روز مرہ کا مشاہدہ ہے، کتاب جس بڑھ کر کوئی رفیق نہیں ہے اس کی رفاقت صل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کتاب ں پر علم کی بنیاد ہوتی ہے، کتاب جو سوں کی ترقی کی سیڑھی ہے، کتاب جو انسان سب سے بڑا تہذیبی سرمایہ ہے، یہ کتاب ب انسان کی پہنچ سے باہر ہو تو یقیناً فکر منزل آجاتی ہے، تہذیب کی دوڑ میں جو ک پیچھے ہیں ان کے لئے کتاب کا معیار، ، کی ارزانی اور فراوانی کا مسئلہ یقیناً ایسی وجہد کی حیثیت رکھتا ہے جس کے بعد ہی یابی کی منزلیں قریب تر ہوجاتی ہیں۔

پاکستان میں اس جدوجہد کی کچھ ہ داری نیشنل بک سنٹر کے سپرد کی گئی ے، اس ادارے کے قیام کو ابھی مشکل سے سال ہوئے ہیں۔ اس قلیل مدت میں اس ؛ جس تن دہی سے اپنے مقاصد کے حصول لئے قدم اٹھائے ہیں۔ اسے دیکھتے ہوئے کہنا درست ہے کہ خلوص اور جدوجہد کے ذریعہ ہر قسم کی رکاوٹ ختم ہوسکتی ہے۔ حالیہ قومی کتاب میلہ جو ۱۸ اکتوبر سے ۲۳ اکتوبر تک منایا گیا ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ قومی کتاب میلہ ہمارے ملک میں پہلی بار منایا گیا ہے۔ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ میلہ ایک انوکھی چیز تھا۔ کوشش اس بات کی تھی کہ کتابوں کا پیغام اس ہفتے گھر گھر پہنچ جائے۔ میلہ کی تقریبات کا مرکز کراچی، ڈھاکہ اور لاہور تین جگہیں تھیں۔ تینوں جگہوں پر بڑے دھوم دھام سے میلہ ہوا۔ تینوں جگہ میلہ دیکھنے والوں کی تعداد دو لاکھ سے تجاوز کر گئی تھی۔

محترم صدر نے اس موقع پر خصوصی پیغام بھیجا۔ میلہ کی کامیابی کی دعا کے ساتھ اپنے پیغام میں اس بات پر زور دیا کہ اچھی کتابیں نہ صرف پڑھنی چاہئیں بلکہ خرید کر پڑھنی چاہئیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر گھر میں اپنی لائبریری ہونی چاہئے خواہ چھوٹی سی کیوں نہ ہو۔

کراچی میں قومی کتاب میلے کا افتتاح جناب ممتاز حسن نے کیا، آپ نے اچھی کتابیں زیادہ سے زیادہ لکھنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اگر کتابوں میں ہماری دلچسپی اسی طرح قائم رہی تو ہمارا مستقبل شاندار ہوگا اور پاکستان ویسا ہی بنیگا جیسا ہم چاہتے ہیں۔ ڈھاکہ میں قومی کتاب میلہ کا افتتاح جسٹس

ابو سعید چودھری نے کیا۔ آپ نے کہا انسان دوسرے جانوروں سے صرف اپنی ذہنی وسعت کی وجہ سے ممتاز ہے اور کتابیں ہی انسان کی ذہنی وسعتوں کی شاہد ہیں۔ آپ نے زیادہ سے زیادہ کتابیں پڑھنے پر زور دیا۔ لاہور میں جسٹس رحمان نے کتاب میلہ کا افتتاح کیا۔ آپ نے اپنے خطبے میں کہا کہ انسان نسل، مذہب، رنگ نہ جانے کن کن باتوں میں بٹا ہوا ہے، لیکن اگر ہر جگہ کی کتابوں کو دیکھا جائے تو یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ انسانی اقدار ہر قسم کی جغرافیائی تہذیبی اور لسانی سرحدوں سے بلند ہوتی ہیں۔

کراچی، لاہور اور ڈھاکہ تینوں جگہ کتاب میلے کے افتتاح کے ساتھ ساتھ قومی کتابوں کی نمائش بھی شروع ہوگئی۔ کراچی میں یہ نمائش آرٹ کونسل کی عمارت میں سجائی گئی تھی۔ کتابوں کی سجاوٹ ایک عجیب دلفریب نظارہ پیش کر رہی تھی۔ انسانی قدموں کو روکنے کے لئے صرف کتابیں ہی نہیں تھیں بلکہ نت نئے رنگ کے نعرے تھے۔ ہدایتیں تھیں، مشورے تھے، بعض چونکا دینے والی باتیں تھیں، کچھ ہنسا دینے والے کارٹون تھے۔ ہمارے علمی سرمایہ کے ناقدوں کی شبیہیں تھیں۔ غرضیکہ سب کچھ تھا۔ اہل ذوق کی تسکین کا پورا سامان موجود تھا۔ کتابیں خود ایک تماشا تھیں۔ ہر فن ہر موضوع، کیا ہے جو نہیں تھا۔ آباو اجداد کی میراث بھی تھی، نئے تقاضوں کا جواب بھی تھا۔ ہمارے نوخیز نونہالوں کی کتابیں اپنا ہی رنگ پیش کر رہی تھیں۔ پھولوں کے گرد منڈلاتے ہوئے بھونروں کو سب نے دیکھا ہے، لیکن کتابوں کے گرد یہ نوخیز نونہال کس نے دیکھے ہونگے! ایک معصوم میز سے ٹیک لگائے شور سے دور، اپنے ماحول سے بے خبر کتاب کی رنگینیوں میں کھویا ہوا۔ یہ تماشا کس نے، کب اور کہاں دیکھا ہے۔ کتابوں کی نمائش اور اتنے تماشائی۔ سچ ہے مستقبل تابناک ہے۔ ڈھاکہ اور لاہور میں بھی یہی منظر اور یہی سماں تھا۔ یہ امید کی کتنی بڑی کرن ہے۔

کتاب میلے کے دوران یہ نمائش روزانہ تینوں جگہ ہوتی رہی۔ لیکن یہ نمائشیں تو میلہ کا محض ایک جزو تھیں۔ اصل مقصد تو لوگوں کو جگانا تھا۔ لوگوں کے کان میں آواز پہنچانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا گیا۔ آج کل کا یہ وطیرہ ہے کہ آدمی صبح اٹھ کر سب سے پہلے اخبار پڑھتا ہے۔ اس ہفتے کتابوں کا پیغام ہر اخبار میں موجود تھا۔ کسی نے ریڈیو کا بٹن کھولا۔ کتابیں وہاں بھی اپنی کہانی سنا رہی تھیں۔ کچھ لوگ پریشان۔ کچھ لوگ حیران۔ بہت سے لوگ خوش خوش اس لئے کہ اپنے یہاں بھی بیداری کے واضح آثار نظر آئے۔

کتاب میلہ کا ایک اور اہم جزو تھا مجلس مذاکرہ۔ یہ مجلس مذاکرہ بھی ڈھاکہ لاہور اور کراچی تینوں جگہ ہوئی۔ کراچی میں مجلس مذاکرہ کا عنوان "ہم کس قسم کی کتابیں چاہتے ہیں" چنا گیا تھا۔ اس مذاکرے میں کتاب پڑھنے والے اور کتابیں پیش کرنے والے دو بدو بیٹھے تھے۔ ایک کو

وسرے سے خاصے گلے شکوے تھے۔ سب نے
ینی اپنی بات کہی۔ کبھی غصے سے کبھی
ہیمے الفاظ سے سوالات اور جوابات ہوئے۔

کسی نے کہا چھی کتابیں نہیں ملتیں۔
کسی نے کہا اچھی کتابیں موجود ہیں کوئی
خریدتا نہیں ہے۔ شکایت میری کتابیں خراب
چھپتی ہیں۔ جواب ملا وہی چیز چھپتی ہے
جسے لوگ پسند کرتے ہیں۔ جھگڑا بہت دیر
تک چلا لیکن آپس کے شکوے شکایتوں کے
بعد ان ہی لوگوں نے سنجیدگی سے اپنے حالات
کا جائزہ لیا اور کچھ تعمیری تجویزیں سامنے
آئیں۔

ڈھاکہ میں مجلس مذاکرہ کا نیا رنگ
تھا۔ روز ہی کتابوں کے کسی مسئلہ پر بحث
ہوتی تھی۔ یہ بحث برائے ث نہیں تھی۔
اس کا مقصد ان مسائل کو ...ر عام لانا تھا
جس سے کتابی دنیا دو چار ہے۔ لاہور میں
ایک دن میں چار عنوانات تھے۔ لوگوں نے
دل کھول کر بھڑاس نکالی۔ لڑائی بھی ہوئی۔
ایک دوسرے پر چھینٹے بھی پھینکے گئے۔
لیکن انجام بخیر ہوا اور بہت سی تجاویز
سامنے آ گئیں۔

میلہ ختم ہوگیا، لگانے میں دن کیا مہینے
لگے تھے، لیکن اس کو سمیٹنے میں ایک دن
بھی نہ لگا۔ ام کو ایک چھوٹا سا بچہ
جو باپ کی انگلی پکڑے او پر تک چڑھ کر
آیا اس لئے کہ میلہ دیکھے۔ خالی ہال دیکھ
کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ کہنے
لگا دیکھئے ابا، میں آپ سے نہ کہتا تھا کہ
میلہ ختم ہونے والا ہے۔ باپ کچھ شرمندہ
نظر آرہا تھا اپنی مصروفیت کی بات خود اس
کو بہانہ معلوم ہو رہی تھی۔

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین احمد برنی، بی۔ اے۔
۱۰۰ گیڈوسل لیکھراج روڈ، کراچی - ۱
مطبوعہ نشاط پریس
آرام باغ روڈ، کراچی

چند گرانقدر کتابیں

فتح المجاہدین

''سلطان فتح علی ٹیپو'' نام ہے ہندوستان کے ایک سورما کا لیکن یہ نام اپنے دامن میں اور بھی کتنے ہی وسیع معنی چھپائے ہوئے ہے — ''ٹیپو'' کا مطلب ہے، ایک بطل حریت، حکمرانی اور جہاں بانی کا جاہ و جلال جس کا سودا مغرب کے سفید فام سوداگر بھی نہ کرسکے۔ اور مسلمانوں کے ماضی کی وہ تمام روایات جو ایک ذات واحد میں جمع ہوگئی تھیں۔

جنوبی ہند کے اس عظیم المرتبت فرماں روا نے اپنے ایک جرنیل زین العابدین شستری سے اسلام کی عسکری تاریخ کا ایک باب لکھوایا تھا جس کا نام ہے ''فتح المجاہدین''۔

اصول حکومت اور آئین سلطنت کی اس فارسی دستاویز کو ڈاکٹر محمود حسین خان نے مرتب کیا ہے اور انگریزی مقدمہ میں اس دور کی تاریخ و سیاست پر عالمانہ تبصرہ کیا ہے۔ یہ کتاب عالمی ادب میں ایک زندہ جاوید شاہکار ہے۔

قیمت مجلد ۰۰-۱۵ روپے

تاریخ ممتاز

ہندوستان کی تمدنی تاریخ میں جس طرح لکھنو کو ایک خصوصیت حاصل ہے ، اسی طرح آخری تاجدار اودھ جانعالم واجد علی شاہ سے متعلق ان گنت جھوٹی سچی داستانیں مشہور ہیں جسکی ذمہ داری انگریز سامراج کے تشدد اور بعض ضمیر فروش متعصب مورخین پر عاید ہوتی ہے — حقیقت صرف اس قدر ہے کہ واجد علی شاہ ایک جدت طراز فرماں روا تھے جن کی زندگی مشرقی عیش پرستی کا ایک نمونہ تھی ۔ اس زندگی نے ہر بیرونی آواز کو پائل کی چھنک اور موسیقی کے نغموں میں گم کردیا تھا ۔

تاریخ کی آنکھ نے ہم کو جو کچھ دکھایا ہے اسکی صحت تحقیق کی محتاج ہے لیکن خود واجد علی شاہ کے ان خطوط میں تو کسی اشتباہ کی گنجائش ہی نہیں ہے جو انہوں نے اپنی چہیتی ملکہ نواب مختار جہاں کے نام لکھے۔

یہ خطوط مل جل کر ایک سفر نامہ کی صورت اختیار کرلیتے ہیں اور ان تمام واقعات کے ترجمان ہیں جو جان عالم کو لکھنو سے کلکتہ تک پیش آئے ۔

ڈاکٹر محمد باقر نے ان خطوط کو فراہم کرکے اور ترتیب دے کر تاریخ و ادب کی ایک مہتم بالشان خدمت انجام دی ہے اور ناشرین نے ان انمول شہ پاروں کو شایان شان طریقہ سے طبع کیا ہے۔

قیمت مجلد ۵۰-۵ روپے

Regd. No. S—1975

KITABI DUNYA, KARACHI



(رکن انجمن ادبی رسائل)

مدیر ضیاء الدین احمد برنی   سالانہ چندہ دو روپے   فی پرچہ صرف ۱۹ پیسے

جلد ۸ ۹   دسمبر ۱۹۶۴ع   شمارہ ۱۲

مندرجات

ایس۔ اے۔ سی

ایسنس



جس کے چند قطرے



ہر کھانے کو مرغوب
آئس کریم کو پُرکیف
مٹھائیوں کو لذیذ تر
مشروبات کو روح پرور







اور
کیک پیسٹری کو پُرتکلف بنا دیتے ہیں
ہمارے تیار کردہ مقبول عام



SAC کے ایسنس

کیوڑا۔ زعفران۔ بریانی۔ ونیلا۔ آئس کریم۔ انناس۔ کیلا۔ صندل۔ نارنگی۔
گلاب اور رس بھری میں سے اپنی دلپسند خوشبو پسند فرمائیے۔

مینوفیکچررز:۔ ایس ایمڈن اینڈ کمپنی
پی او بکس ۲۶۸، کراچی۔ فون نمبر:۔ ۳۴۰۲۸

تبصرے



نوٹ: تبصرے کے لئے صرف ایک جلد بھیجئے۔

تحقیق مزید

مولف : محمود احمد عباسی۔
ناشر : مکتبہ محمود۔ ۲۶۔ بی ایریا۔
لالوکھیت۔ کراچی۔
سائز : بائیس چھتیس آٹھ۔ صفحات ۲۹۶۔ مجلد۔
قیمت : آٹھ روپے۔

یہ کتاب میں نے جولائی ۱۹۶۳ میں پڑھ لی تھی اور میں اسوقت اسکی تحقیق سے بیحد متاثر ہوا تھا۔ لیکن تبصرہ کوئی ڈیڑھ سال بعد لکھ رہا ہوں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں طویل تبصرہ لکھنا چاہتا تھا جسکے لئے مجھے مطابق فرصت نہیں مل سکی۔ مجبوراً اب اس مختصر تبصرہ پر ہی کفایت کیجاتی ہے۔ اگرچہ میں دل میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ مختصر سا تبصرہ ایسی اہم کتاب کے ساتھ ایک قسم کی ناانصافی ہے۔ اس کتاب میں جس وضع کی تحقیق پیش کی گئی ہے وہ کئی لحاظ سے نئی اور چونکا دینے والی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب خلافت معاویہ و یزید کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اسی قسم کی کتابوں کا نتیجہ ہے کہ اب ایسی چیزیں برملا شائع ہونی شروع ہوگئی ہیں جن کا اس سے قبل وہم وگمان بھی نہ تھا۔ حال ہی میں ''نگار پاکستان'' (کراچی) میں تمنا عماد پوری نے لکھا ہے کہ ''یزید نہ تو فاسق و فاجر تھا اور نہ قاتل حسین''۔ ایسے مضامین کی اشاعت ثابت کرتی ہے کہ اب لوگ محض عقائد و روایات کی رو میں بہنا نہیں چاہتے، بلکہ تاریخی حیثیت سے واقعات کی چھان بین کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں موجودہ کتاب ان کی رہبری کریگی اسلئے کہ اسمیں بیشمار غلط روایتوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

کتاب کا اسلوب بیان مورخانہ ہے اور وہ ٹھنڈے دل سے پڑھی جانے کے قابل ہے۔ مصنف ۸۰ کتابیں مطالعہ کرنے کے بعد یہ فکرانگیز کتاب لکھنے کے قابل ہوئے ہیں۔

مدتوں کی غلط روایات کے خلاف کچھ لکھنا آسان کام نہیں ہے۔ بقول ٹامس ہارڈی ''یہ کہیں بہتر ہے کہ ناراضگی پیدا ہو بجائے اسکے کہ سچائی کو چھپایا جائے۔'' (ض-ا-ب)

سوانح ملا طیب علی بن بھائی میاں

یہ ''سیدی حاجی الحرمین الشریفین ملا طیب علی بن بھائی میاں'' کی خود نوشت سوانح عمری ہے جسے مسٹر آصف۔ اے۔ اے۔ فیضی، ایم۔ اے نے بڑی محنت سے ایڈٹ کیا ہے۔ یہ گجراتی آمیز اردو میں ہے اور اسمیں بعض

الفاظ کا املا بھی مختلف طریقہ سے دیا گیا ہے۔ ملا طیب علی بمبئی کے مشہور طیب جی خاندان کے بانی ہیں۔ پہلے یہ لوگ فرقہ داؤدی سے تعلق رکھتے تھے، پھر سلیمانی بن گئے۔ ان کے خاندان والوں نے سب سے پہلے اردو کو اپنایا، اور آج تک وہ سب بلا استثنا اپنے گھروں میں اردو ہی میں بات چیت کرتے ہیں۔ یہ مقالہ رایل ایشیاٹک سوسائیٹی بمبئی کے رسالہ میں چھپا ہے۔

ملا طیب علی مرحوم نے اپنی زندگی معمولی کاروبار سے شروع کی مگر رفتہ رفتہ وہ بڑے آدمی بن گئے۔ یہ اپنے زمانے میں گورنر بمبئی کے بھی دوست تھے۔ انہوں نے دوران غدر میں اپنے ایک بے گناہ عزیز کو جس طرح مارشل کورٹ کی زد سے بچایا وہ نہایت ہی جرأت آزما اقدام تھا۔

ساری کتاب دلچسپ واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ نامکمل سوانح عمری پرانی خاندانی دستاویزوں کی مدد سے مکمل کی گئی ہے۔ یہ تین زبانوں میں ہے یعنی اردو کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا ہے اور دیوناگری حروف میں بھی اس سوانح حیات کو منتقل کردیا گیا ہے۔ یہ تینوں حصے بیس تیس آٹھ سائز کے ۱۰۰ صفحات پر حاوی ہیں۔ شروع میں طیب جی بھائی میاں کا اسکیچ ہے جسے سمیہ، فیضی نے کھینچا ہے۔ اصل فوٹو ۱۸۰۳ء میں لورپول میں لیا گیا تھا۔

یہ اردو زبان کی ایک قدیم ترین خود نوشت سوانح عمری ہے اور اس دور سے تعلق رکھتی ہے جبکہ گجراتی ار و رسم خط میں بھی لکھی جاتی تھی۔ حواشی میں بہت سے امور پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض محاوروں کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ اپنی نوعیت کے اعتبار سے کتاب گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے۔ حاشیوں نے اسکی افادیت کو بڑھادیا ہے۔ (ض۔ا۔ب)

مرثیہ نگاری اور میر انیس

مصنف: ڈاکٹر محمد احسن فاروقی۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی۔
ناشر: ادارۂ فروغ اردو، لکھنو، بھارت۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۸۴۔ مجلد۔
قیمت: تین روپے ۵۰ پیسے۔

اس کتاب میں مرثیہ نگاری پر عموماً اور میر انیس کے فن پر خصوصاً جدید تنقید کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ میں ڈاکٹر فاروقی سے متفق ہوں کہ جس قسم کی مرثیہ نگاری انیس یا دبیر نے پیش کی ہے وہ ساری دنیا میں منفرد ہے اور اسلئے اس کا مقابلہ دنیا کی کسی شاعری سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس بحث میں مصنف نے کافی تگ و دو کی ہے اور مولانا شبلی کی رائے سے بھی کئی جگہ اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے مرائی کی مذہبی حیثیت اجاگر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ''ایک شیعہ کے لئے رونا مذہبی فرض ہے کیونکہ رونے سے امام علیہ السلام، ان کی والدہ اور ان کے نانا محمد صلعم اسقدر خوش ہوتے ہیں کہ وہ ہر رونے والے کے تمام گناہ خدا سے معاف کرادیتے ہیں۔ رونا ہی تمام مذہب کی بنیاد ہے اور شیعہ

ا ہے کتنا ہی گنہگار ہو وہ محض رونے کی
جہ سے احمد مختار کی درگاہ میں مقبول ہو
اتا ہے"۔ مصنف نے ہلکے انداز میں اس
قیدہ سے اختلاف کیا ہے۔ بہر حال مراثی کا
ہ پہلو دلچسپ ضرور ہے۔

مصنف نے کہیں کہیں میر انیس پر بھی
نقید کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کے یہاں
اریخی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر فاروقی اپنے موضوع پر بہت حاوی
یں اور یہی وجہ ہے کہ پڑھتے وقت محسوس
ہوجاتا ہے کہ ان کی نظر کس قدر گہری ہے۔
ہ جہاں جہاں انیس پر تنقید کرتے ہیں وہاں
ن سے اتفاق رائے کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔

بہر حال کتاب ایک ایسے فاضل نے لکھی
ہے جو انگریزی ادب پر وسیع نظر رکھتا ہے
ور جو مراثی اور ایپک شاعری کے فرق کو
انتے ہوئے دنیا کے سامنے اپنا نقطۂ نظر اس
جوش سے پیش کرتا ہے کہ وہ اس کی ہم
ہنگ بن جاتی ہے۔ (ض۔ا۔ب)

صحیفۂ محبت

یعنی

مہدی افادی کے خطوط اپنی بیگم کے نام

مرتب : پروفیسر محمود الٰہی۔ صدر شعبۂ اردو۔
گورکھپور یونیورسٹی۔ گورکھپور۔

ناشر : ادارۂ فروغ اردو۔ امین الدولہ پارک۔
لکھنو۔

سائز : بیس تیس سولہ۔ صفحات ۲۹۰۔ مجلد۔

قیمت : پانچ روپے۔

یہ مہدی افادی کے خطوط کا مجموعہ ہے
جو انہوں نے اپنی بیوی کے نام لکھے تھے۔
ان خطوط میں محبت کی فراوانی ہے اور مصنف
نے بار بار خدا کا شکر ادا کیا ہے جس نے
انہیں ایسی حسین، لائق اور قابل پرستش
بیوی عطا کی۔ خطوں میں بعض حصوں پر
نکتے دیدئے گئے ہیں یعنی وہ حصے حذف
کردئے گئے ہیں جو بالکل نجی نوعیت کے
تھے۔ بیگم مہدی کا یہ ایثار قابل قدر ہے کہ
انہوں نے اردو دان پبلک کو ایسی چیز میں
شریک کر لیا جسکی مخاطب انہی کی ذات
والا صفات تھی۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے بیگم مہدی کے
خطوط دیکھے ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ
دونوں کے اسٹائل میں بہت کم فرق ہے۔ وہ
خطوط یا ان میں سے جو کچھ باقی رہ گئے
ہوں، وہ بھی درج کتاب کردئے جاتے تو
بہت لطف آتا۔

ایک جگہ مہدی نے سرسری طور پر ان
کے تلف کئے جانے کا ذکر کیا ہے۔ خدا جانے
وہ کیا جذبہ تھا جسکے ماتحت انہیں تلف
کیا گیا۔ بہر حال یہ ایک افسوسناک واقعہ
ہے۔ جسکی تلافی اب کسی طرح ممکن نہیں۔
کیا سب خطوط ضائع ہوگئے ہیں؟

خطوں کے بعض بعض جملے انتہائی پر لطف
ہیں اور ان کی وجہ سے ان میں ایک جاذبیت
پیدا ہو گئی ہے۔ ادبی اعتبار سے بھی وہ لائق
مطالعہ ہیں۔

شروع میں پروفیسر محمود الٰہی نے ۳۶
صفحات کا مقدمہ لکھا ہے اور اسمیں مہدی

کے بارے میں وہ سب کچھ لکھدیا ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ یہ مقدمہ پڑھنے کی چیز ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ مقدمہ لکھکر انہوں نے ایک مرحوم ادیب کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے۔ یہ مقدمہ محبت کے جذبات سے متاثر ہوکر لکھا گیا ہے اور اس میں بےحد خلوص ہے۔

ایسے نجی خطوط اپنا مقام الگ رکھتے ہیں۔ اردو میں شاید یہ دوسری یا تیسری کوشش ہے کہ اس قسم کے خطوط شائع کئے گئے ہیں۔ یورپین زبانوں میں تو ایسے خطوط کی کمی نہیں۔

شروع میں مہدی افادی کی تصویر دینی چاہئے تھی۔ بہر حال یہ خطوط عام دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہیں۔

بعض الفاظ کا املا مروجہ املا سے مختلف ہے۔ ممکن ہے کہ اس زمانہ میں لکھنے کا یہی دستور ہو۔ (ض-ا-ب)

فرہنگ نفسیات

مصنف: پروفیسر صوفی گلزار احمد۔ ایم-اے۔
ناشر: ملک دین محمد اینڈسنز، اشاعت منزل، لاهور نمبر ۷۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۲۳۳۔ مجلد۔
قیمت: چار روپے۔

زیر تبصرہ کتاب علم النفس کی اصطلاحوں پر مشتمل ہے جنہیں پروفیسر موصوف نے وضع کیا ہے۔ جہانتک میں نے ان کا مطالعہ کیا ہے، اکثر و بیشتر اصطلاحات مجھے بہت ھی موزون و مناسب معلوم ھوئیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اصطلاحات انجمن ترقی اردو، اردو ڈیولپمینٹ بورڈ اور کراچی یونیورسٹی کے اشتراک عمل سے بآسانی ھمارے یہاں رواج پذیر ھوسکتی ھیں، اگرچہ پروفیسر محمد اسلم کے پیش لفظ سے امید بندھتی ہے کہ کراچی یونیورسٹی مصنف کے ساتھ ہے۔ بہر حال یہ انفرادی کوشش اپنی جگہ پر ہر لحاظ سے سراہنے کے قابل ہے۔ (ض-ا-ب)

تنقیدی نقوش

مصنف: ڈاکٹر عبدالقیوم۔
ناشر: مشتاق بک ڈپو، کراچی-۱
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۹۰۔ مجلد۔
قیمت: تین روپے ۷۵ پیسے۔

یہ بارہ تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ تین مضامین حالی سے متعلق ہیں۔ ایک سرسید سے متعلق ہے۔ ایک مضمون میں اردو نثر میں غالب کی اہمیت سے بحث کی گئی ہے۔ مضامین چکبست پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔ نظیر اکبر آبادی کی عوامی شاعری پر بھی تنقید کی گئی ہے اور اسکے کلام کے رجحانات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باقی مضامین ایسے موضوعات سے متعلق ہیں جن سے اردو کے طالب علم کو سابقہ رہتا ہے۔ یہ تنقیدی مضامین متوازن ہیں اور ان کا اسلوب تحریر غیر جانبدارانہ ہے۔ مصنف کی رائے کافی جچی تلی ہے۔ انہوں نے ہر جگہ ثبوت کے طور پر دستاویزی تحریریں

پیش کی ہیں۔ سر سید اور شبلی کے اختلافات پر مصنف نے منصفانہ انداز میں نظر ڈالی ہے۔

کتاب بہ حیثیت مجموعی قابل مطالعہ ہے۔ اس سے طالب علم اور عام قاری بھی استفادہ کرسکتے ہیں۔ (ض۔ا۔ب)

آئینۂ عقل

مصنف: پروفیسر نکہت شاہجہانپوری۔
ناشر: ادارۂ فروغ اردو، لکھنو، یو۔پی۔ بھارت۔
سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۲۹۲۔ مجلد۔
قیمت: چار روپے ۵۰ پیسے۔

پروفیسر نکہت اہل فکر بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کی افتاد طبیعت فلسفیانہ ہے۔ وہ اخلاقی اقدار پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بالکل نئے انداز میں تربیت ذہنی کے لئے پیغمبروں، فلسفیوں، شاعروں اور صوفیوں وغیرہ سے استفادہ کیا ہے، تاکہ جہالت، تعصب، استبداد وغیرہ دور ہوں اور ان کی بجائے عقل کا راج قائم ہو۔ اسمیں کوئی ۳۷ باب ہیں اور ہر باب کسی نہ کسی ہستی سے منسوب ہے۔ مقصد اس کتاب کا جو سوال و جواب کی شکل میں ہے محض یہ ہے کہ انسانی دماغ کی صحیح طریقہ پر تربیت کرکے اوہام باطلہ کی جڑیں کاٹ دیجائیں۔ اسمیں مذہب و اخلاق کے متعدد مسائل کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے کہ اخلاق کی یہ کتاب تعلیم یافتہ متشککین کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔ دنیائے ادب کے سامنے مصنف اس سے قبل کئی مشہور کتابیں پیش کر چکے ہیں اور یقین ہے کہ زیر تبصرہ کتاب بھی ان کی طرح مقبول ہوگی، کم سے کم مغرب زدہ حلقوں میں۔ (ض۔ا۔ب)

بیمۂ حیات

مصنف: بدر شکیب۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔
ناشر: عثمانیہ اکیڈمی۔ ۱۹/۱۔ ۳۔ پیرالٰہی بخش کالونی۔ کراچی ۵۔
سائز: بیس تیس سولہ صفحات ۲۰۳۔ مجلد۔
قیمت: چار روپے۔

اگرچہ بیمہ کی تحریک کو شروع ہوئے کافی زمانہ گزر چکا ہے لیکن مسلمان بہ حیثیت قوم اس سے بہت کم متاثر ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کے جمود کو توڑنے کے لئے کلکتہ میں ایک اسلامی بیمہ کمپنی کا آغاز کیا گیا۔ جب سے پاکستان بنا ہے، بہت سی ملکی کمپنیاں معرض وجود میں آگئی ہیں۔ ان کمپنیوں نے مسلمانوں کو بیمہ کے فوائد سے مانوس کرنے کے لئے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک وسیع تعداد ابھی تک اس سے نا آشنا ہے۔ ''بیمۂ حیات'' اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ یہ اس اہم موضوع پر اردو میں پہلی کتاب ہے۔

اس کتاب میں بیمہ سے متعلقہ جملہ موضوعات کو سمیٹا گیا ہے۔ ایجنٹوں کے فرائض بھی متعین کئے گئے ہیں اور انہیں بتایا گیا کہ وہ کسطرح سے اپنے کام کو شروع کریں۔ انہیں کار آمد ہدایتیں بھی دی گئی ہیں تاکہ وہ کامیاب ایجنٹ بنیں۔ آخر میں رہنمائی کی

غرض سے متعلقہ قوانین بیمہ کا خلاصہ بھی دیدیا گیا ہے۔

کوئی شک نہیں کہ مولف نے ایک مشکل کام کو باحسن وجوہ انجام دیا ہے بالخصوص جبکہ اردو میں ایسا لٹریچر پہلے سے موجود نہیں تھا جس سے انکو مدد ملتی۔

کتاب کی عبارت شگفتہ اور سلیس ہے اور انداز تحریر ایسا ہے کہ دل میں یقین پیدا کرتا چلا جائے۔

''براہ راست'' یا ''بالراست'' کی بجائے ہر جگہ ''راست'' لکھا گیا ہے جو میرے خیال میں درست نہیں ہے۔ اسی طرح ''قبل از قبل'' کی ترکیب بھی غیر مانوس سی معلوم ہوتی ہے۔ (ض۔ا۔ب)

حیات جاوداں

مولف: مولوی عبدالحفیظ۔

پبلشر: دو آبہ کوآپریٹیو پبلشرز لمیٹڈ۔ ۹۳۔ نیو کلاتھ مارکیٹ۔ کراچی ۲۔

سائز: اٹھارہ تیئیس آٹھ۔ صفحات ۱۷۰۔ دبیز کور۔

قیمت: چار روپے۔

یہ مختلف مضامین پر مشتمل ہے۔ اسمیں لطیفے بھی ہیں، اقوال بھی ہیں، نعتیں بھی اور حمد کے اشعار بھی۔ اسمیں ایسی چیزیں بھی دی گئی ہیں جن سے خدا اور رسول کی محبت دل میں جاگزیں ہوجاتی ہے۔ نظم و نثر میں بعض جگہ خدا اور محمد، احد اور احمد کو ایک کہا گیا ہے۔ یہ عقیدہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے اور اسلئے اسکی اشاعت پر اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ کتاب کا بنیادی تخیل اعلیٰ ہے۔ (ض۔ا۔ب)

لسان القرآن

مرتب: عزیز دانش۔

ناشر: پاکیزہ دارالکتب، جیل روڈ، حیدرآباد۔ (مغربی پاکستان)

سائز: بیس تیس سولہ۔ صفحات ۱۰۳۔ پیپرکور

قیمت: ایک روپیہ۔

قرآن پڑھانے کے لئے اس کتاب میں ایک اسلوب پیش کیا گیا ہے جو امید ہے کہ طلبا کے لئے کار آمد ثابت ہوگا۔ بہر حال تجربہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسکی پوری افادیت ظاہر ہوسکے۔ جہانتک میں سرسری اندازہ لگا سکا ہوں، مجھے یہ طریقۂ تعلیم مفید معلوم ہوتا ہے۔ (ض۔ا۔ب)

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکیگا حریف سنگ

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ توکیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
(اقبال)

پرنٹر و پبلشر: ضیاءالدین احمد برنی، بی۔ اے۔
۱۰۰ گیڈوسل لیکھراج روڈ، کراچی ۱
مطبوعہ نشاط پریس
آرام باغ روڈ، کراچی

خبریں

یونیسکو کے انعامات

یونیسکو کی طرف سے مختلف ملکوں میں دو سال میں ایک بار چار چار سو ڈالر یعنی تقریباً دو دو ہزار کے چھ انعامات نوخواندہ لوگوں کے لئے مصنفین کی ہمت افزائی کے لئے دئے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ان چھ انعامات میں سے تین انعامات اردو کی کتابوں کے لئے ہیں اور تین بنگالی کی کتابوں کے لئے ہیں ہر زبان میں نیچے دی ہوئی شقوں کے لئے ایک ایک انعام وقف ہے :-

۱۔ روز مرہ سائنس کی کتابیں۔
۲۔ بین الاقوامی بھائی چارہ اور سماجی بہبود کے موضوع پر کتابیں۔ اور
۳۔ مفید ہنر سکھانے والی کتابیں۔

قواعد

۱۔ کتابیں آسان زبان میں ہوں۔
۲۔ صاف اور آسانی سے پڑھے جانے والے ٹائپ، لیتھو یا آفسٹ میں چھپی ہوئی ہوں، اور جہاں ضروری ہو با تصویر بھی ہوں۔
۳۔ صرف ۱۹۶۳ اور ۱۹۶۴ کے درمیان چھپے ہوئے پہلے ایڈیشن قبول کئے جائیں گے۔
۴۔ صفحات کی تعداد ۹۶ اور ۳۰۰ کے درمیان ہونی چاہئے۔
۵۔ ہر کتاب کی پانچ جلدیں نیشنل بک سنٹر تھیوسوفیکل ہال، بندر روڈ کراچی کو ۱۰ جنوری ۱۹۶۵ تک پہنچ جانی چاہئیں۔ (بنگلہ کتابیں ڈھاکہ بھیجی جائیں)

خوبصورت کتابوں پر انعامات

نیشنل بک سینٹر اس سال بھی اردو اور بنگلہ کی اچھی چھپی ہوئی کتابوں پر انعامات دے گا۔

۱۹۶۴ کی مطبوعہ دیدہ زیب کتابوں کے انعامی مقابلے کے لئے اردو کی کتابیں نیشنل بک سینٹر (تھیوسوفیکل ہال بندر روڈ) میں ۱۰ جنوری ۱۹۶۴ تک پہنچ جانی چاہئیں۔

ہر اول انعام ایک ہزار اور دوم پانچ سو روپے کا ہے۔ یہ انعامات ناشروں کے لئے مخصوص ہیں۔

۱۔ ایک اول اور ایک دوم انعام اردو میں بچوں کی خوبصورت چھپی ہوئی کتابوں کے لئے۔
۲۔ ایک اول اور ایک دوم انعام اردو میں عام قارئین کے مطالعے کی خوبصورت چھپی ہوئی کتابوں کے لئے۔
۳، ۴۔ علیٰ ہذالقیاس بنگالی کی کتابوں کے لئے۔

یہ انعامات کتاب کے نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں رکھتے صرف کتابوں کی دلکشی، تزئین، لے آوٹ، طباعت، جلد اور ان کی ظاہری خوبیوں پر دئے جائیں گے۔

آرٹسٹوں کے انعامات

ان کے علاوہ پانچ پانچ سو روپے کے چار انعامات اچھے گرد پوشوں اور اندرونی تصاویر

اور تزئین پر آرٹسٹوں اور تزئین کاروں کے لئے مخصوص ہیں (ان میں دو بنگالی زبان کے لئے ہیں) اردو کے دو انعامات میں ایک بچوں کی کتابوں اور ایک عام قارئین کے مطالعے کی کتابوں کے لئے مخصوص ہے۔

ہر کتاب کی دو جلدیں مقررہ تاریخ تک داخل کردی جائیں۔

بچوں کے لئے نئے انعامات

انجمن مصنفین پاکستان اور ترقی اردو بورڈ کراچی کی جانب سے سال گذشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی بچوں کے ادب پر مبلغ ڈھائی ہزار روپے کے انعامات کا اعلان کیا جاتا ہے۔

عنوانات

۱- پانچ سے سات سال تک کے بچوں کے لئے:
(۱) کہانیوں کا مجموعہ ۲۰۰ روپے کا ایک انعام
(۲) نظمیں ۲۵۰ روپے کا ایک انعام
(کل ۵۰۰ روپے)

۲- سات سال سے نو سال تک کے بچوں کے لئے:
تاریخ، جغرافیہ، فلکیات یا حیوانی زندگی سے تعلق رکھنے والے کسی موضوع پر آسان اور دلچسپ کتابیں ۵۰۰ روپے کے دو انعام
(کل ایک ہزار روپے)

۳- نو سال سے گیارہ سال تک کے بچوں کے لئے:
طبیعات، نباتیات، میکانیات یا ریاضی سے تعلق رکھنے والے کسی موضوع پر آسان اور دلچسپ کتاب۔ ۵۰۰ روپے کے دو انعام
(کل ایک ہزار روپے)

مسودات یکم فروری ۱۹۶۵ء تک حسب ذیل پتہ پر وصول ہو جانے چاہئیں۔ مسودات مصنف کی ملکیت رہیں گے۔ اگر گلڈ یا بورڈ نے ان کو چھاپنا چاہا تو اس کے لیے مصنف سے علیحدہ شرائط طے کی جائیں گی۔ انعامات کی رقم صرف پاکستانی سکے میں ادا کی جائے گی۔

مسودات طبع زاد اور پیش کرنے والے کی ملکیت ہونے چاہئیں۔

شان الحق حقی
ترقی اردو بورڈ اردو منزل، جمشید روڈ ۲ کراچی۔

شیکسپیئر اور اردو

یقین کیجئے یا نہ کیجئے اردو زبان میں شیکسپیئر کے ۱۳۹ ترجمے موجود ہیں۔ اس زبان میں پہلا ترجمہ ایک انگریز نے ۱۷۹۰ء میں مکمل کیا تھا اور ۱۸۹۰ء تک شیکسپیئر کی ۲۹ تصانیف اردو میں منتقل ہو چکی تھیں۔ اردو میں آتھیلو کے ۱۱، رومیو جولیٹ، ہیملٹ، اے کمیڈی آف ایروز اور مرچنٹ آف وینس، ہر ایک کے ۹، کنگ لیئر، میکبتھ، اور سمبیلین ہر ایک کے ۷، ایز یو لائک اٹ کے ۶، ٹیمپسٹ کے ۵ اور ونٹرز ٹیل کے ۴- (یونیسکو فیچرز)

نئی اٹلس

فرانس اور ہنگری کے پبلشر ایک نئی بین الاقوامی اٹلس تیار کر رہے ہیں۔ یہ اٹلس ۱۹۶۵ میں شائع ہو جائیگی۔ یہ تین زبانوں میں چھپیگی: انگریزی، فرانسیسی اور ہسپانوی۔ اس میں ہوائی جہازوں کی پرواز کے راستے،

زیر زمین تاروں (Cables) کی جائے وقوع، صنعتی اور ایٹمی مرکز بھی دکھائے جائینگے۔ (یونیسکو فیچرز)

جمیلہ ہاشمی

کراچی۔ ۱۱ نومبر۔ آج شام کو ادارۂ مصنفین پاکستان نے ''تلاش بہاراں'' کی مصنفہ جمیلہ ہاشمی کے اعزاز میں ایک عصرانہ دیا۔ جلسہ میں جمیلہ ہاشمی نے اپنا ایک مختصر افسانہ بھی سنایا جسے بیحد پسند کیا گیا۔

هندی کے ادیب کا انتقال

بھوپال۔ ۹ نومبر کو هندی زبان کے مشہور ادیب ظہور بخش کا ۶۰ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ ان پر فالج کا مہلک حملہ ہوا تھا۔ انہوں نے گلستاں و بوستاں کا هندی میں ترجمہ کیا تھا، اور بچوں کی بہترین کتابیں تالیف کی تھیں۔ (ہماری زبان)

یوم جامی

کراچی۔ ۲۵ نومبر۔ افغان وزارت اطلاعات و اخبارات کی طرف سے ۲ سے ۲۳ نومبر تک کابل میں مولانا عبدالرحمن جامی کا ۵۰۰ واں یوم پیدایش منایا گیا۔ ڈاکٹر محمد باقر (پنجاب یونیورسٹی) نے بھی اس تقریب میں شرکت کی تھی۔

افق کی صد سالہ سالگرہ

دهلی میں حضرت افق کی صد سالہ سالگرہ ۳۰ نومبر کو منائی گئی۔ پروفیسر آل احمد سرور نے صدارت کی۔ یہ جلسہ دهلی پبلک لائبریری میں منعقد ہوا۔ تقریر کرنے والوں میں گوپی ناتھ امن، کرنل زیدی، جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر خلیق انجم، تلوک چند محروم اور عرش ملسیانی نمایاں تھے۔ افق صاحب کا منتخب کلام میں پیش کیا گیا۔

وفاتیات

فیضی رحیمن

پچھلے مہینہ ۳۔ اکتوبر کو عطیہ بیگم کے خاوند اور شریک زندگی فیضی رحیمن کا مختصر سی علالت کے بعد انتقال ہوگیا۔ یہ صاحب ابتدا میں یہودی تھے اور پھر اسلام لائے اورعطیہ بیگم سے بڑی دھوم دھام سے شادی رچائی۔ یہ محبت کی شادی تھی۔ ان کی وفات ۸۰ برس کی عمر میں ہوئی ہوگی۔ یہ نماز روزہ کے آخر وقت تک پابند رہے۔

مرحوم متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں تین کتابیں ''هندوستان کی بیٹی'' (ڈراما) ''هندو کون هیں اور کہاں سے آئے تھے؟'' اور ''گلڈیڈ انڈیا'' بہت شہرت رکھتی هیں۔ یہ انگریزی کے شاعر بھی تھے اور مجھے فخر ہے کہ کوئی تیس سال پیشتر میں نے ان کی شاعری پر ایک مبسوط مضمون ''سروش'' (بمبئی) میں شائع کیا تھا۔ مرحوم اپنے دور کے زبردست مصوروں میں شمار ہوتے تھے۔ دهلی کے ''وائسرائز هاؤس'' کی نقاشی ان کے فن کے نادر نمونہ کے طور پر ان کی یاد دلاتی رهیگی۔ بمبئی میں ''ایوان رفعت'' میں برسوں

زندگی گذارنے کے بعد دونوں میاں بیوی اور ہز ہائینس نازلی بیگم ڈی لیوکس ہوٹل کے دو تنگ تاریک کمروں میں رہا کرتے تھے۔ کراچی والوں نے ان دونوں کو ہزاروں مرتبہ ایک ساتھ سڑکوں پہ چلتے دیکھا ہوگا مگر وہ اتنا نہ سمجھتے ہونگے کہ یہ دونوں کتنی بزرگ ہستیاں ہیں۔

میں محترمہ نازلی بیگم اور عطیہ بیگم کی خدمت میں اپنی طرف سے دلی تعزیت پیش کرتا ہوں اور خدا سے دست بدعا ہوں کہ وہ ان دونوں کو اس صدمۂ عظیم کے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے!

ان کی وفات سے پاکستان اور ہندوستان ایک مفکر، شاعر، مصور اور مصنف کی خدمات سے محروم ہوگئے ہیں۔ مرحوم ذاتی طور پر بہت سی خوبیوں کے مالک تھے اور منکسرالمزاجی اور فروتنی کا پیکر مجسم تھے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

ویکنٹھ لال مہتا

ویکنٹھ لال مہتا ''بمبئی کرانیکل'' کے ایڈیٹر سید عبداللہ بریلوی کے ہم جماعت تھے۔ الفنسٹن کالج میں دونوں کئی برس تک ساتھ ساتھ پڑھتے رہے۔

''ہودان تحریک'' میں انکی وفات کی خبر پڑھکر کلیجہ دھک سے رہگیا۔ ان کا انتقال ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۳ کو ۷۰ برس کی عمر میں ہوا۔

یہ ایک بڑے باپ کے بیٹے تھے جو ریاست بھاؤنگر کے دیوان تھے، سندھیا اسٹیم نیوی گیشن کمپنی کے بانیوں میں سے تھے اور ایک زمانہ میں حکومت بمبئی میں ایگزیکیوٹو کونسلر تھے۔

ویکنٹھ مہتا نے قومی خدمت کی لگن باپ سے ورثہ میں پائی۔ گاندھی جی کی تحریکوں میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ کھادی اور دیسی صنعتوں کے فروغ کا کام ساری عمر کرتے رہے۔ ۱۹۳۶ میں وہ صوبۂ بمبئی میں وزیر مالیات مقرر ہوئے۔

وہ اچھے مفکر اور مصنف تھے۔ ان کی کتابیں زیادہ تر اقتصادیات اور کوآپریٹو تعریک سے متعلق ہیں۔ Studies in Co-operative finance کے بعد انہوں نے Planing for Co-operative Movement لکھی یہ دونوں کتابیں آج بھی کافی مقبول ہیں۔

وہ اس قدر وسیع القلب تھے کہ ۱۹۶۹ میں بریلوی کی نماز جنازہ میں بے تکلف ہمارے ساتھ دوش بدوش کھڑے ہوگئے۔ ان میں نام کو عصبیت نہ تھی۔

ان کی وفات سے ہندوستان ایک شریف ترین انسان کی خدمات سے محروم ہوگیا ہے۔ انکی ساری زندگی ''عوامی کاموں سے لبریز رہی''۔ خدا ان کی روح کو شانتی بخشے۔

عرش تیموری

پاکستان کے ایک ممتاز ادیب عرش تیموری ۲۶ نومبر کی شام کو انتقال کر گئے۔ وہ سرطان جیسے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ میرخلیل

(بقیہ صفحہ ۵۸پر)

رسالوں پر طائرانہ نظر

آجکل (دھلی)۔ نومبر کا پرچہ ''جواھرلال نہرو نمبر'' ہے۔ شروع میں جوش ملیح آبادی کی نظم ہے۔ یہ فراق گورکھپوری کا طویل مضمون ہے جسمیں پنڈت جی کے بارے میں کچھ فانی یادیں دی گئی ھیں۔ یہ مضمون محبت بھرے جذبات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح خواجہ احمد فاروقی، گوپی ناتھ امن، ظفر احمد نظامی، بدرالدین طیب جی اور ھمایوں کبیر نے بھی مختلف حیثیتوں سے پنڈت جی کے کارنامے بیان کئے ھیں۔ موخر الذکر نے ادیب کی حیثیت سے ان کی پوزیشن کی وضاحت کی ہے۔ شعرا میں پریم پال اشک، بشر نواز، امجد نجمی، نجیب رامش، طرفہ بھنڈاری، نریش کمار شاد، تلوک چند محروم، علی سہدی رضوی، نازش پرتاب گڑھی، بسمل سعیدی نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے بہترین نظمیں لکھی ھیں جو جذبات کے اعتبار سے بہت بلند پایہ ھیں۔ سر ورق پنڈت جی کی ایک نادر تصویر سے مزین ہے۔ اندر بھی متعدد فوٹو دئے گئے ھیں جن سے ان کی بین الاقوامی پوزیشن پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک فوٹو میں وہ قائد اعظم کے ساتھ دکھائے گئے ھیں۔ الغرض یہ نمبر پنڈت جی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور اسکے مطالعہ سے جو تصویر سامنے آتی ہے وہ بہت پیاری اور دلکش ہے۔ یہ ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اسکی قیمت ایک روپیہ ہے۔

اردو نامہ (کراچی)۔ سترھویں شمارہ میں محمد شمس الدین صدیقی نے اقبال کے مرد مومن اور نیطشے کے انسان برتر کا باھمی موازنہ کیا ہے۔ یہ مضمون دراصل تفسیر ہے اقبال کے اس مصرع کی کہ۔

قلب او مومن دماغش کافر است

اسے پڑھنے کے بعد معلوم ھوجاتا ہے کہ اقبال کا تصور مومن نیطشے کے انسان برتر سے کس درجہ مختلف ہے۔ ''اٹلی میں اقبال کا مطالعہ'' بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ اسمیں بتایا گیا ہے کہ پروفیسر بوسانی وغیرہ نے اٹلی کو اقبال کی تعلیمات سے روشناس کرانے میں کسقدر گرانقدر کام کیا ہے۔ پروفیسر خاطر غزنوی نے اپنے طویل معلوماتی مضمون میں واضح کیا ہے کہ شیکسپیئر کے ڈراموں کے اردو میں کتنے تراجم ھوچکے ھیں۔ اسکے مطالعہ سے معلوم ھوجاتا ہے کہ اردو اس بارے میں کسقدر مالدار ہے۔ خاطر صاحب کا یہ خیال درست ہے کہ ''ترجموں کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رھیگا جب تک شیکسپیئر کی لازوال شاعری لوگوں کے ذوق کی تسکین کراتی رھیگی''۔ خلیفہ گل محمد ھالائی کے حالات زندگی اور ان کی شاعری سے میمن عبدالمجید سندھی نے تعارف کرایا ہے۔ یہ حضرت ۱۸۱۱ء میں پیدا ھوئے تھے اور سندھی کے علاوہ فارسی اور اردو میں فکر سخن کرتے تھے۔ ایک اور مضمون میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی شاعری کے نمونے ان کی بیاض

سے نقل کرکے پیش کئے گئے ہیں۔ اس بیاض کی نقل اب بورڈ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ سر ورق خلیفہ عبدالحکیم کی تحریر سے مزین ہے۔

فاران (کراچی)۔ نومبر کے پرچے میں نقش اول ابن نذیر کے افکار عالیہ پر مشتمل ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۳ کو جو شخص جماعت اسلامی کے جلسہ میں مارا گیا تھا اور جس کا قاتل ابھی تک نہیں پکڑا گیا، اس پر مولانا مودودی کے خیالات قابل مطالعہ ہیں۔ مولوی عبدالحکیم نے قدیم محدثین پر وضع حدیث کے الزام کا جائزہ لیا ہے۔

نگار پاکستان (کراچی)۔ نومبر کے شمارہ میں اولین مضمون البرامکہ کے مصنف مولوی عبدالرزاق کانپوری کے حال اور ان کی کتاب ''یاد ایام'' کے ریویو پر مشتمل ہے۔ لکھنے والے ہیں کوثر چاندپوری۔ نیاز صاحب کا مضمون ''تاریخ اسلام میں غلاموں اور کنیزوں کی اہمیت'' عالمانہ ہے۔ ''لکھنو'' پر محمد عمر نے جو مضمون لکھا ہے وہ بہت دلچسپ اور معلوماتی ہے۔ ایک اور مضمون میں فرمان فتحپوری نے دریائے عشق اور بحر المحبت کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ '' پاس عہد'' (از نیاز فتحپوری) میں ایک نہایت دلچسپ تاریخی رومان پیش کیا گیا ہے جس کا تعلق انقلاب ترکی سے ہے۔ ایک اور مضمون میں مولانا تمنا عماد پوری نے ثابت کیا ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۶-۱۷ سال کی تھی۔ ''سرور جہان آبادی'' پر محمد یونس خالدی کا مضمون بہت اچھا ہے جسمیں ان کی لافانی شاعری کے چند نمونے بھی دئے گئے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے سرور متحدہ قومیت کے علمبردار تھے۔ افسوس کہ ان کا انتقال صرف ۳۷ برس کی عمر میں ۱۹۱۰ میں ہو گیا۔

صبح امید (بمبئی)۔ مہر ورولوی نے اپنے مضمون میں بتایا ہے کہ بھارت کے مختلف حصوں میں دیوالی کا تہوار کس طرح منایا جاتا ہے۔ خواجہ احمد عباس کا مضمون ''دیوالی کے تین دئے'' بھی خوب ہے۔ چاند کی تعریف میں رشید ملا کا مضمون قابل مطالعہ ہے۔ ''یادوں کے دئے'' اچھی کہانی ہے۔ ''سرائے خالی ہے'' بھی پڑھنے کے لائق ہے۔

جام نو (کراچی)۔ نومبر کے پرچے میں پروفیسر اظہر قادری کا مضمون ''اردو مشرقی پاکستان میں'' بہت معلوماتی ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ ''فتح سومنات'' کے بارے میں حسنین کاظمی کی تقریر جو ریڈیو پاکستان سے نشر ہوچکی ہے، رسالہ میں درج کی گئی ہے۔ اس میں فتح کے حالات زور دار انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ''سنگدل'' اچھی کہانی ہے۔

پگڈنڈی (امرتسر)۔ پروفیسر کلونت سنگھ ممتاز نے اوپنشد کے ترجمہ کا سلسلہ نومبر سے پھر شروع کردیا ہے جو آیندہ قائم رہیگا۔ یہ ترجمہ براہ راست سنسکرت سے کیا جا رہا ہے۔ یہ قسط برہم ودیا سے تعلق رکھتی ہے۔ سید رفیق نے ایک مشہور شعر کی تشریح کی ہے اور اس سلسلہ میں سید مدن شاہ کے کچھ حالات زندگی بھی دئے ہیں۔ وہ شعر یہ ہے:

بڑھاپے میں شیخ نے ڈاڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

شیخ امداد علی بحر پر انصار اللہ نظر کا مضمون قابل مطالعہ ہے۔ یہ ناسخ کے تلامذہ میں تھے۔

اکتوبر کے شمارہ میں ملک اسمعیل خان نے آل احمد سرور کی شاعری پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور ان کا یہی مضمون اس پرچہ کی جان ہے۔

سب رس (حیدرآباد دکن)۔ نومبر کے شمارہ میں دو تین مضمون بہت ہی اچھے ہیں۔ ان میں ایک تو وہ ہے جسمیں ڈاکٹر خلیق انجم نے ڈاکٹر کنور اشرف کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں۔ مضمون بیحد دلچسپ انداز میں لکھا گیا ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد ڈاکٹر صاحب سے بے اختیار محبت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ راقم الحروف خوش قسمت ہے کہ بمبئی میں اسے بھی اشرف صاحب کی خدمت میں نیاز حاصل رہ چکا ہے۔ خدا نے بہت سی دماغی صلاحیتیں دیکر انہیں دنیا میں بھیجا تھا۔ دوسرا قابل مطالعہ مضمون اصغر کی رجائی شاعری ہے۔

شاعر (بمبئی)۔ اکتوبر کے شمارہ میں اولین جگہ انور سیوانی کے طویل تبصرہ کو دی گئی ہے جسمیں انہوں نے لکھا ہے کہ قرۃالعین حیدر کا ''آگ کا دریا'' اردو ناول نگاری میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ ''بمبئی سے بھوپال تک۔ (ایک رپورتاژ)'' (از شمیم احمد) پڑھنے کے قابل ہے۔ ایک اور مضمون میں وفا راشدی نے ''حقی کی شاعری'' سے بحث کی ہے اور ان کی شاعری کے بہت سے نمونے دئے ہیں۔ مہر محمد خان شہاب مالیر کوٹلوی نے مولانا عبدالماجد دریا بادی کی ''فیہ مافیہ'' والے ایڈیشن پر طویل تبصرہ کیا ہے۔ ''نغمہ وطن'' (از اعجاز صدیقی) بہت خوب ہے۔

ہم قلم (کراچی)۔ ستمبر و اکتوبر کا شمارہ ایک ساتھ چھاپا گیا ہے۔ ''اقبال اور نوبل پرائز'' والے مضمون میں ابوالجوہر نے لکھا ہے کہ ٹیگور کو گیتانجلی پر نوبل انعام نہیں ملا تھا بلکہ اسپر ملا تھا کہ انہوں نے قدیم سنسکرت ادب کے حسین قطعے انگریزی میں منتقل کئے تھے۔ ایم طفیل نے ''مغربی پاکستان میں بنگلہ کی مقبولیت'' کے سلسلہ میں چند مفید تجاویز پیش کی ہیں۔ غیر ملکی ادب کے تین چار شاہکار بھی دئے گئے ہیں۔

جامعہ (نیو دہلی)۔ اکتوبر کے پرچہ میں پروفیسر شپرانگر کا ایک خطبہ دیا گیا ہے جس کا عنوان ہے تعلیم اور مستقبل۔ سید غلام ربانی نے پیتل کھورا کے غار کی تشریح کی ہے۔ پنڈت نہرو کی وہ تقریر درج کی گئی ہے جو انہوں نے کیلی فورنیا یونیورسٹی میں ۱۹۴۹ میں کی تھی۔ اقتدار حسین نے ''افغانوں کے عہد میں ہندوی کی ترقی'' پر روشنی ڈالی ہے۔ عبداللطیف اعظمی نے جلسۂ تقسیم اسناد و جلسۂ یوم تاسیس کا حال لکھا ہے۔ یہ دن ۲۹ اکتوبر کو منایا گیا تھا۔ یہ ۳۳واں یوم تاسیس ہے۔ گمنام جاسمی کی نظم جو جامعہ پر لکھی گئی ہے، بہت اچھی ہے۔

یاد حیرت

۱- از شیخ امیر علی صاحب

مرحوم یک مخلص و خوش خلق اور ملنسار انسان تھے۔ علاوہ ازیں بلند پایہ کے شاعر بھی شملہ میں دوران ملاقات میں وہ اکثر اپنے کلام سے دوستوں کو محفوظ کیا کرتے تھے۔ ان کے دو شعر ابھی تک یاد ہیں:

اک نئی راحت شکست دل سے حاصل ہو گئی
آپ نے اچھا کیا اس دل کے ٹکڑے کر دئے
سر کٹا کر کس سکون و صبر سے شبیر نے
تا قیامت خنجر قاتل کے ٹکڑے کر دئے

حیرت صاحب کی وفات سے ادبی دنیا میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا آسان نہیں۔

۲- از حضرت جلیل قدوائی

انتخابی مجموعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے لکھا تھا: ' کلاسیکی غزل کو جو دم توڑ رہی ہے مگر اپنی ابدی اقدام کے سبب دوبارہ ضرور زندہ ہوگی، اگر کوئی آج بھی جیتا جاگتا پوری آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حیرت کی غزل کو دیکھے۔'' یہ میری سوچی سمجھی رائے ہے۔ ایسی غزل آج کوئی نہیں کہتا، کہہ نہیں سکتا، کسی کو کہنا نہیں آتا۔

بات یہ ہے کہ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے اور کلیجہ پاش پاش ہو چکا تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز اور زندگی کے سرد و گرم جتنے اور جیسے اس نے دیکھے کسی نے نہیں دیکھے۔ معلوم نہیں آپ کس کی نظر کھا گئی۔

اٹھائیس برس پہلے ۱۹۳۶ میں جب شملہ میں میرا اور اس کا ساتھ ہوا وہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے ایک شعبہ کے نگران تھے۔ اس کے ساتھی حکومت پاکستان میں ڈپٹی سیکریٹری اور بعض جائنٹ سیکریٹری اور سیکریٹری ہیں۔ پھر وہ بیماری کے بستر پر اپنی باقی عمر ایسا پڑا کہ مشکل ہی سے کبھی کبھی دوسروں کے سہارے ہی اٹھ سکا اور آخر کار گور گڑھے پہنچ گیا۔

برسوں وہ سرحد کے اس پار اپنی قدرے قلیل پنشن کی نایابی یا دیر یابی کا رونا رویا کیا۔ دو سال ہوئے وہ ہمارے پاس آیا تو

یہاں ابھی تک اس کی پنشن نہیں کھلی تھی قومیت کی تبدیلی کے کاغذات بھی مکمل ہو رہے تھے اور خیال تھا کہ اس کے احباب صدر پاکستان کی بارگاہ سے اس کے لئے وظیفہ کی کوشش کرینگے۔ حق یہ ہے کہ تمام زندہ اور اہل قلم میں اس وظیفہ کا اس سے زیادہ بہتر مستحق کوئی نہ تھا مگر ادھر اس کے کاغذات مکمل ہوئے ادھر اس کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

پاکستانی اخبارات کی بے خبری، بے بصری اور بے مہری بھی یادگار رہیگی کہ کسی اخبار نے ہفتہ دس دن گزر جانے کے بعد تک اسکے مرنے پر ایک سطر نہیں چھاپی۔ ایک انگریزی شاعر کے بقول "اسکی موت پر کسی نے آنسو نہیں بہائے۔ اس کا جلوس نہیں نکلا، اسکی میت پر فاتحہ نہیں پڑھا گیا۔۔۔۔!"

(بقیہ صفحہ ۱۰ سے آگے)

الرحمن نے انہیں اپنے خرچ پر علاج کے لئے جاپان بھیجدیا تھا مگر وہاں بھی کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ مرحوم "جنگ" میں ایڈورٹائیزنگ منیجر تھے اور بہت مصروف آدمی تھے۔ اسکے باوجود وہ ادبی مشاغل کے لئے وقت نکال لیتے تھے۔ مرتے وقت ان کی عمر ۴۳ سال تھی۔

ہماری داستانیں

سید وقار عظیم نے یوں تو مختلف شعبہ ہائے ادب پر قلم اٹھایا ہے لیکن افسانوی ادب ان کا خاص موضوع ہے۔ اس سلسلے میں کتنی ہی تصانیف شایع ہو چکی ہیں اور ''ہماری داستانیں'' ان کی عظیم کڑی ہے جو نہ صرف مصنف کے وقار کے شایان شان ہے بلکہ اردو ادب کی ایک گرانقدر تصنیف بھی ہے۔ اس کتاب کو داستان گوئی اور داستان نویسی کی تاریخ کا درجہ حاصل ہے جس میں تنقید کے معیار پر ہر فن کار کی صحیح جگہ متعین نظر آتی ہے۔

نقاد کے قلم کو بے لاگ ہونا چاہئے۔ اس کا ثبوت وقار عظیم کی ہر تحریر دیتی ہے مگر اس کتاب میں تو انہوں نے انصاف پسندی اور معتدل نقدونظر کی ایک نظیر قائم کردی ہے، جسکی اردو کی داستان ہمیشہ منت کش رہے گی۔

فن داستان گوئی و داستان نگاری کی یہ بیش قیمت دستاویز مصنف کی نظر ثانی کے بعد بار دیگر شایع کی گئی ہے اور اس میں حسن کتابت و طباعت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قیمت دس روپے

تنقیدی اشارے

اردو تنقید میں چند نام سر فہرست نظر آتے ہیں جن میں ایک نام آل احمد سرور کا بھی ہے۔ ان کی دلآویز اور متوازن تنقید کے اولین نقوش کا یادگار سرمایہ ''تنقیدی اشارے'' ہے جو مختصر و پلدیائی مضامین پر مشتمل ہے لیکن جسکی ادبی افادیت اور اہمیت کبھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں کئی بار چھپنے کے باوجود پاکستان کا نیا ایڈیشن مصنف کی نظر ثانی کے بعد پھر شایع کیا گیا ہے۔

قیمت چار روپے

تنقید کیا ہے؟

اودو زبان میں ایسی کتابیں کم لکھی گئی ہیں جن میں تنقید پر فنی حیثیت سے قلم اٹھایا گیا ہو۔ آل احمد سرور کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے چند مضامین میں تنقید کا ایک معیار پیش کردیا ہے اور کتاب کے آخری مضمون میں فنی اصول متعین کردئے ہیں اور فن و معیار فن دونوں کی یکجائی کا نام ''تنقید کیا ہے؟'' رکھ دیا ہے۔

یہ کتاب بے لاگ تبصرہ کی ایک معیاری تخلیق ہے جسکو اسلوب کی نیرنگی ایک شاداب و زرنگار تخلیق کا درجہ عطا کرتی ہے۔ قیمت تین روپے پچاس پیسے

کالج کی تعلیم

تعلیم بالغاں پر ایک مفکرانہ اور عالمانہ تصنیف جو معلمین اور متعلمین دونوں کے لئے یکساں طور پر اہم ہے۔ اس کتاب میں طالب علمانہ زندگی کے مختلف ادوار کا جائزہ لیا گیا ہے اور نوواردان بساط مدرسہ سے لےکر فارغ التحصیل ہونے والے طلباء تک کے شعور و صلاحیت کا نفسیاتی تجزیہ کیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ کس درجہ میں طالب علم کی درس و تدریس کیلئے کیا انداز اختیار کرنا چاہئے اور خود طالب کیلئے اکتساب علم کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

روبیر ایچ۔گاریسن کی یہ تخلیق فن تعلیم پر ایک احسان عظیم ہے اور پروفیسر محمد عثمان کا ترجمہ اردو ادب میں اپنی نوعیت کا بیش قیمت اضافہ ہے قیمت چار روپے پچاس پیسے

اردو اکیڈمی سندھ ۔ بہادر شاہ مارکیٹ ۔ کراچی ۔